کلیات سودا

جلد اول

بترتیب جدید

مصنفہ

سرآمد شعرائے ہندوستان بلبل شیوا زبان فخر المتقدمین و المتاخرین

مرزا رفیع سودا مرحوم باضافہ سوانح عمری و تصویر مصنف

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی

فہرست کُلیّات سودا جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

میرے خیال میں تو شاید ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا نہوگا جس کو شاعری سے
ذرا بھی لگاؤ ہو اور وہ میر و مرزا کے نام اور اُنکے مرتبۂ شاعری سے پورے طور پر واقف نہو۔ کوئی مکمل
اُردو کا تذکرہ ایسا نہوگا جہاں اِن دونوں باکمالوں کے اوصاف حمیدہ کا بیان نہو۔ اور کوئی علم ادب
کا ماہر نہوگا جو انکی تعریف و تحسین میں رطب اللسان نہو۔ اِس لئے اِن بزرگوں کے مراتب شاعری
اور مدارج سخندانی پر کوئی رائے زنی کرنا تضیع اوقات نہ بھی ہو تو بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔
مگر زمانہ کا دستور اور رسم و رواج کبھی کبھی کسی امر زاید کے کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔ اس لئے مجھے
بھی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

	میں کلیم سخن گو مکرر باش	

کلیات سودا جو نئی ترتیب و تدوین سے مرتب ہوا ہے میرے سامنے ہے اسلئے۔ مجھے
اسوقت جو کچھ لکھنا ہے وہ مرزا رفیع سودا ہی کے متعلق لکھنا ہے۔ اور جو کچھ ضرورت ہے وہ اِسی
آفتاب اوج کمال کے سوانح حیات کے بیان کرنے کی ہے۔
آپ کا نام مرزا محمد رفیع تھا۔ اور سودا تخلص فرماتے تھے۔ اگرچہ خود اِن کا مولد و موطن سواد
جنت نشان ہندوستان ہی تھا۔ مگر آپکے آبا و اجداد خطۂ کابل کے رہنے والے تھے چنانچہ
آپکے والد ماجد مرزا محمد شفیع ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے۔ جو تجارت ہی کے سلسلہ میں
کابل سے سفر کرکے ہندوستان پہونچے۔ اور مختلف بلاد کی سیر کرتے ہوئے خطۂ پاک دلّی
میں وارد ہوئے۔ اُسوقت کی دلّی آج کی دلّی نہ تھی۔ رونق۔ خوشحالی۔ فراغبالی۔ دولت
و ثروت۔ نکہت و رود دیوار سے برس رہی تھی عیش و عشرت اور رنگین مزاجوں کی بہتات
فضائے عالم پر دھواں دھار گھٹا بنکر چھائی ہوئی تھی۔ ذرہ ذرہ نووارداں بساط قرب کے
لئے خاک دامنگیر بنجاتا تا۔ اور ہمیشہ کیلئے اپنے سایۂ عاطفت میں رہنے کے واسطے

مجبور کرتا تھا - اور بڑے بڑے مضبوط ارادہ رکھنے والے یہ کہہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے یہین ہو جاتے تھے کہ ؎

بہند گشتہ زمین گیر ناتوانی ما　　بہ شب رسید مگر روز زندگانی ما

مرزا محمد شفیع خواہ والیسی کا کتنا ہی زبردست ارادہ کر کے آئے ہون - مگر دلی کی آب و ہوا کچھ ایسی راس آئی کہ مقیم ہوگئے اور ہمیشہ کیلئے یہین مقیم ہوگئے اور بالآخر دلی ہی کو یہ شرف نصیب ہوا کہ مرزا رفیع سودا عالم وجود مین آئے - اور فلک فضل و کمال علم و ادب کے تارون مین اور ایک درخشان تارے کا اضافہ ہوا جسکے طلوع نے اپنے حد کمال پر پہونچکر دوسرے ستارون کو ایسا ماند کر دیا کہ آفتاب و ذرہ کی نسبت بھی دشوار ہوگئی -

یہ افسوس ہے اور سخت افسوس ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے تصریح کے ساتھ اس مولود مسعود کا سال ولادت قلمبند نہین کیا - مگر پھر بھی اپنی کسی تحقیقات کی بنا پر مولانا آزاد نے آبحیات مین مرزا کا سنہ ولادت گیارہ سو پچیس ۱۱۲۵ لکھا ہے - دوسری شہادتون کے فقدان کیوجہ سے اسپر اعتماد و وثوق کرتے ہوئے بھی ایک قسم کی خلش تجسس و تلاش باقی رہجاتی ہے - پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ مرزا رفیع نے دلی ہی مین جنم لیا - یہین آنکھ کھولی - یہین تعلیم و تربیت پائی - یہین کی آب و ہوا میں انکی نشو و نما ہوئی یہین کے رسم و رواج - یہین کے عادات - یہین کی تہذیب و روش کے خوگر ہوئے اور یہین کے طور و طریق اور یہین کی وضع قطع - یہین کی زبان انکی طبیعت ثانیہ بنی -

اردو کی شاعری کی زاد بوم کوئی جگہ سہی - اس سے بحث نہین - مگر یہ ضرور ہے کہ جب سے ولی دکھنی دلی مین آئے اور ان کے دیوان ریختہ کا شہرہ عالمگیر ہوا - تو دلی کے ایک ایک بچہ کے دلمین اردو کی شاعری کے ذوق و شوق کی آگ بھڑک اٹھی تھی - اور نہ معلوم کتنے بزرگ اسکی طرف متوجہ ہوگئے تھے ظاہر ا جنکے دم سے ہنگامۂ شعر و سخن گرم تھا ہمارے سامنے چند ہین جنمین شاہ مبارک آبرو - شرف الدین مضمون مرزا جان جانان مظہر - شیخ احسن اللہ بیان - شاکر ناجی - غلام مصطفے یکرنگ کا نام قابل ذکر ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ دلی سے غدار شہر مین یہی پانچ سات بزرگ ہونگے جو ایک وقت مین سرگرم کار تھے - ہرگز نہین بلکہ زمانہ کی دستبرد نے جن نامون کو محفوظ چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہین - اور خدا جانے کیسے کیسے اور کہان کہان کے لوگ ہوگے - اور کتنے ہونگے جنکا آج کوئی نام بھی نہین جانتا خاک مین ملے اور خاک ہو کر رہ گئے ہائے ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم ۔ تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

مولانا حالی نے یہ شعر نہیں کہا بلکہ دلی کی حقیقت بیان کردی ہے کہ ؎

چپے چپے میں ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک ۔ دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانا ہرگز

سودا نے بھی اسی ہنگامہ میں آنکھ کھولی - اور نہ معلوم از خود یا اثر صحبت سے شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے - اسوقت کے مشہور و معروف استاد یہی لوگ تھے جن کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا گو ہمارا مقدور یہ نہیں کہ ہم انمیں سے کسی ایک کو ترجیح دیں - مگر سودا کے انتخاب نے پہلے سلیمان قلی خان وداد کو بہتر سمجھا اور پھر شاہ حاتم کو ترجیح دی جو پہلے رمز اور پھر حاتم تخلص کرنے لگے تھے -

نہ معلوم سودا نے اپنے استاد کی ہدایت سے سودا تخلص اختیار کیا - یا خود ہی اس لفظ پر مائل ہوئے مگر مولنا آزاد دہلوی نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ یا تو سودا اس لئے تخلص رکھا کہ سودا یا جنون تمغائے عشق ہے جس پر ایشیائی شاعری کا دارومدار ہے - اور یا پھر باپ کی سوداگری کی رعایت سے رکھا گیا - کہ اُس کے جز و اول میں لفظ سودا داخل ہے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ صنعت ایہام کھاتے میں ہاتھ آئی میرے نزدیک یہ بات کچھ زیادہ اعتنا کے قابل نہیں ہے - مولانا نے جہاں اور بہت سے لطیفے لکھے ہیں ایک لطیفہ یہ بھی لکھدیا -

مرزا کی مشق و ترقی کا یہ عالم تھا کہ دن دونی رات چوگنی ہوتی جارہی تھی اور چند ہی روز میں اس درجہ پر پہونچگئی تھی کہ جب شاہ حاتم نے اپنے دیوان کی تدوین کی اور شاگردوں کے نام لکھے تو سب سے پہلے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ مرزا ہی کا نام لکھا ہے - حالانکہ انکے مشہور و معروف شاگرد اور بھی تھے -

مرزا کی اس روز افزوں عروج اور ترقی کی کئی وجہیں ہوئیں - ایک تو خود مرزا کی رسا طبیعت اور ذکاوت خداداد - دوسرے استاد کی سعی بلیغ اور انتہائی توجہ تیسرے استاد زمانہ سراج الدین علی خان آرزو کی صحبت شبانہ روز - چوتھے دلی جو خود اسوقت گلشن علم و ہنر بنی ہوئی تھی - اور جس کا ذرہ ذرہ شاعر کیا - شاعر گر تھا -

زمانہ کی روش اور وقتی رسم و رواج کو سیلاب سے سمجھئے کہ جدھر جاتا ہے تنکوں کو بے اختیارانہ اپنے ساتھ بہا لیجاتا ہے - یہی حال سوقت کے شاعروں کا تھا - کیونکہ پھبتی کو رواج دو رواج ہوگئی تھی اور لوگ مرزا عبدالقادر بیدل - قزلباش خان امید - وغیرہ کے

وقت سے اس زبان مین مضمون آرائیان کر رہے تھے مگر ابتک رجحان طبیعت فارسی ہی کی طرف زیادہ تھا۔ دس غزلین فارسی کی کہتے تھے تو برائے نام ایک آدھ اردو کی بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ اور گو اردو گوئی کی ترقی ہوتے ہوتے سودا کے عہد تک بہت کچھ ہو چکی تھی مگر پھر بھی اوّل اوّل مین ادبی توجہ فارسی گوئی ہی کی طرف زیادہ تھی۔ فارسی کہتے تھے اور بہت کچھ کہتے تھے۔ مگر خان آرزو نے خدا معلوم کیا سمجھ کر انھین سمجھایا کہ فارسی کہنے سے اپنی زبان مین شعر کہنا اچھا۔ آدمی دوسری زبانون مین برسون بھی مشق کرے تو بھی درجۂ استادی پر پہونچنا محال ہے اُنکی سعادتمندانہ ارادت نے بھی بگوش ہوش اس نصیحت کو سُنا اور اسیوقت سے زیادہ تر اپنی توجہ اردو کی طرف منعطف کر دی۔ پھر بھی چونکہ فارسی کا اپر بہت کچھ اثر پڑ چکا تھا اس لئے فارسی مین بھی کچھ نہ کچھ کہتے رہے۔

اُنکے اردو کے کلام کا چند ہی روز مین زبردست شہرہ ہو گیا۔ اُنکے دل سے نکلکر لوگون کی زبانون پر پہونچا اور رفتہ رفتہ بیاضون۔ اور حافظہ کی یادداشتون مین جگہ پانے لگا۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

رفتہ رفتہ سریر آرائے سلطنت یعنی شاہ عالم بادشاہ کے کانون تک بھی انکے کمال کا شہرہ پہونچا وہ خود بھی شاعر تھے۔ فارسی کے شعر بہت عمدہ کہتے تھے۔ کلام سنکر بیحد مشتاق ہوئے اور یہ اشتیاق یہانتک بڑھا کہ ایکدن مرزا کو بلایا اور شاگرد ہو گئے۔ کچھ دنون تک اصلاح و مشورہ کا سلسلہ رہا۔ مگر یہ رشتہ اُستادی و شاگردی کچھ ایسے بُرے اور منحوس وقت مین قایم ہوا تھا کہ زیادہ دنون تک قایم نہ رہ سکا۔ بادشاہ تو بادشاہ نازک مزاج۔ نازک طبیعت۔ دیر آشنا۔ زود رنج۔ کسی بات پر بگڑ بیٹھے۔ یہ بھی بانکے تھے جب سے یہ رنجش ہوئی اُنھون نے بھی دربار کی آمد و رفت یک قلم بند کر دی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کا اُستاد ہونا ہی کیا کچھ کم فخر کی بات ہے اسپر جو اور فواید پہونچتے رہے ہونگے وہ مزید بر آن۔ اس لئے انکو بھی اسکا احساس ہونا چاہئے تھا۔ اور یقینی طور پر ہوا ہوگا۔ مگر پھر کہنا پڑتا ہے کہ اُسوقت کی دلّی ایسی نہ تھی۔ جہان کوئی اہل کمال خستہ حال اور پریشان پھرتا رہے۔ اور کوئی اُسکی بات نہ پوچھے۔ خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ عیش و عشرت کی ہوائین چل رہی تھین سیکڑون رئیس تھے۔ قدردان تھے۔ اہل فن کی خدمت کو لپنے لئے فخر سمجھنے والے تھے۔ اسی لئے اُن کو احساس بھی نہوا۔ موجودہ قدرشناسون کی دریادلی نے مالامال کر دیا۔ اور کیا ہوا کیا نہ ہوا اسکی انکو کبھی پروا بھی نہ ہوئی۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ انکے کمال کی شہرت دلی سے نکلکر فیض آباد پہونچی ۔ جہان اودھ
کا حکمران صوبہ دار نواب شجاع الدولہ نائب سلطنت بنا بیٹھا تھا ۔ اور جسکے دامن دولت سے ہزارون
امیر وغریب ۔ ہنرمند اور بے ہنر وابستہ تھے ۔ چنانچہ انھون نے سودا کی تعریف سنی تو ازراہ
قدردانی وشفقت فیض آباد قدم رنجہ کرنے کے لئے لکھا ۔ مگر مرزا کو دلی مین کیا کمی تھی کہ اسکو چھوڑکر
غربت کی خاک پھانکتے ہوئے اودھ کا رخ کرتے ۔ اور گوشہ صبر وتوکل کو حرص و ہوس کی نذر
کرتے ۔ فرمان طلب کو سنکر خوش تو ہوے مگر پھر بھی ازراہ استغنا بات کو ٹال گئے اور کہتے ہین
کہ جواب مین یہ رباعی لکھ بھیجی ؎ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک — آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نا کہ دنیا ہووے — بالفرض ہوا یہ بھی تو پھر تو کب تک

مگر زمانہ کی تلون مزاجیون ۔ اور تغیرات عالم کی نیرنگیون کو روکنے والا کون ہے ۔
یکایک انقلاب کے تیز وتند جھونکے آئے ۔ ہندوستان کے سکون مین ایک تلاطم برپا ہوا ۔
مرہٹون کی دست درازیون اور ہنگامہ خیزیون نے ملک کو میدان جدال وقتال بنا دیا ۔
دلی پایہ تخت تھی ۔ مگر وہ بھی ان حملون سے مصئون ومحفوظ نہ رہ سکی ۔ ادھر قتل وغارت کا بازار
گرم ہوا ۔ ادھر بادشاہ گردی ہوئی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے بھرے پُرے گھرون مین جھاڑو
پھر گئی ۔ ہزارون دولتمند اس گردش آسمان کے شکار ہوکر نان شبینہ کو محتاج ہو گئے ۔
سینکڑون آبرو والون نے اپنی جانین اس ہنگامۂ دار وگیر کے نذر کر دین بہت سے شریف
اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے ۔ اور ہمیشہ کے لئے
عزلت گزین ہو گئے بہت سون نے گھر چھوڑا ۔ در چھوڑا ۔ مال ومتاع پر لات ماری اعزا واقارب
سے منھ موڑا ۔ اور راتکی سیاہ چادر سے اپنا منھ چھپائے ہمیشہ کیلئے ترک وطن کرکے کہین کو
نکل گئے بڑے بڑے دلاورون کے عزم واستقلال مین فرق آگیا ۔ بہت سے اہل اللہ گوشہ نشینی
کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے نہ امیر رہے ۔ نہ دولتمند ۔ نہ قدر نہ قدردان ۔ نہ جوہر نہ جوہر شناس
پھر ایسے عالم مین سودا کا قیام دلی مین کیونکر ممکن تھا ۔ نہ معلوم کتنے دوستون سے قدردانون
کو رونا پڑا ۔ اور کتنے رتبہ دارون کا ماتم کیا اس حالت کشمکش مین بھی کچھ دن گزر گئے ۔ مگر کب تک
اور کہان تک ۔ آخر ترک وطن کی فکر دامن گیر ہوئی نتیجہ یہ کہ دلی اور دلی والون کو خیرباد کہا
اور اسی عالم پریشانی مین صحرا بصحرا غربت کی خاک اڑاتے فرخ آباد پہونچے ۔ اسوقت ان کا

سن تقریباً ساٹھ برس بتایا جاتا ہے۔

فرخ آباد مین اسوقت نواب احمد بخش خان بنگش مسند آرائے حکومت تھے۔ اور نواب مہربان خان رند انکے دیوان اعلےٰ تھے۔ مہربان خان ایک تو یونہی علم و ہنر کے قدردان تھے مگر اس قدردانی پر شعر و سخن کے شوق نے اور بھی چار چاند لگا دئیے تھے۔ پھر بھلا یہ کیونکہ ممکن تھا کہ سودا سا اہل کمال فرخ آباد پہونچتا اور یہ انکو ہاتھون ہاتھ نہ لیتے۔ چنانچہ انھون نے مرزا کی اتنی قدر کی کہ یہ بھی وہین اقامت گزین ہو گئے۔ زیادہ تر یہ رابطۂ محبت اسوجہ سے قائم ہوا کہ رند میر سوز کے علاوہ انکے بھی شاگرد ہوئے۔ اسی بنا پر یہ چند سال فرخ آباد مین رہے۔ اور عزت و اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے۔ نواب مہربان خان بھی ان پر ہمیشہ مہربان رہے اور یہ بھی انکی جود و عطا۔ محبت و مروت کی تعریفین کرتے رہے۔ چنانچہ نواب موصوف کی مدح کے بعض قصاید اب بھی انکی کلیات مین موجود ہین۔

گردش تقدیر نے پھر زور باندھا۔ اور آسمان پھر انقلاب دکھانے لگا کہ یکایک ۱۱۸۵ھ مین نواب احمد بخش خان کا انتقال ہوا۔ اور وہ دفتر کا دفتر گاؤخورد ہو گیا۔ مرزا نے بھی سامان سفر درست کیا۔ اور فرخ آباد کو الوداعی سلام کر کے اپنے قدیمی محسن اور قدرشناس نواب شجاع الدولہ مرحوم کے پاس فیض آباد چلے آئے اور یہان زمرۂ ملازمین یا مصاحبین مین، داخل ہو گئے۔

نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد عنان حکومت نواب آصف الدولہ بہادر کے قبضۂ اقتدار مین آئی۔ اور اب مرکز سلطنت لکھنؤ قرار پایا۔ تو مرزا کو لکھنؤ آنا پڑا۔ یہان بھی دلی والے لوگون کی بدولت شعر و شاعری کا ستارا عروج پر تھا۔ مصحفی۔ قمرالدین منت۔ وغیرہ موجود تھے۔

یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا کی شاعری نے یہان آکر عروج پکڑا۔ اور اپنے حد کمال پر پہونچی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر والے پختہ مشق کی شاعری اسوقت تک بچہ سے جوان اور جوان سے بڑھی بھی ہو گئی ہو گی جس نے مختلف دربارون مین رسوخ پیدا کر کے اپنا سکہ بٹھا دیا۔ وہ کونسی مشق سخن کا محتاج رہا ہو گا۔ اور کونسا ایسا معرکہ اور ہنگامہ ہو گا جو انکو پیش نہ آیا ہو گا۔ مگر با اینہمہ یہ کہنے کی گنجایش ضرور ہے کہ یہان آکر انکی شاعری نے جدید معرکہ آرائیون کی صورت اختیار کر لی جنکا تفصیل کے ساتھ ہم آئندہ چلکر ذکر کرینگے گ

سر دست اُنکے کلام پر ایک مفصل تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے اِن کا مجموعی کلام دیکھکر نقاد کو جس اعتراف کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ کہدے کہ مرزا نے ایک ہمہ گیر طبیعت پائی تھی۔ اور تمام اصناف سخن پر پورے طور سے قادر تھے۔ اُسکے بعد فرداً فرداً تمام اصناف کلام کو جانچئے پھر چونکہ شاعر کے مجموعہ سخن مین سب سے زیادہ نظر ڈالنے والی چیز غزلیات کا حصہ ہوتا ہے۔ جو اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے سب سے ادنیٰ درجہ کی چیز ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ شاعر کو جس درجہ جگر کاوی غزلیات مین کرنی پڑتی ہے اتنی کسی صنف مین نہین کرنی پڑتی۔ قصیدے اور رباعیات و مثنوی وغیرہ بھی اگرچہ بڑے پائے کی چیزین ہین۔ مگر انکا نمبر انکے بعد دیگرے رکھا جائے گا۔ سر دست ہم مرزا کی غزلوں پر ایک نگاہ ڈالتے ہین۔ اور بتاتے ہین کہ مرزا تغزل کے رنگ مین کہانتک کامیاب ہین۔

چونکہ مرزا کا زمانہ اُردو کی شاعری کے سب سے بڑے رکن یعنی ولی سے بہت زیادہ دور نہین ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے تغزل کے اسلوب پر ایک نظر عمیق ڈال لی جائے۔ کیونکہ یہ اُنکے رموز کلام کے انکشاف مین پوری پوری مدد کرے گا۔ اردو شاعری کے آغاز کی تحقیقات اسوقت قطب شاہیون تک پہنچ گئی ہے اور یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ جو ۱۵۸۱ء مین تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے وہ اردو مین شعر کہتے تھے اور معانی تخلص فرماتے تھے۔ اسیطرح محمد قطب شاہ۔ عبداللہ قطب شاہ بھی اردو کے شاعر تھے۔ مگر باوجود اسکے کہ انمین سے بعض کے دیوان بھی دستیاب ہو گئے ہین۔ اور انکے زمانے کے دوسرے شعرا مثل ابن نشاطی۔ مولانا وجہی۔ تحسین الدین۔ ملا قطبی۔ جنیدی۔ طبعی۔ نوری۔ فائز۔ شاہی مرزا وغیرہ کی اردو شعر گوئی اور اردو کی تصنیفات کا بھی پتہ چل گیا ہے عادل شاہیون کے دور حکومت کے شعرا مشاہیر۔ رستمی۔ نصرتی۔ ہاشمی۔ دولت۔ شاہ ملک۔ شاہ امین وغیرہ کے حالات و تصانیف بھی معلوم ہو گئے ہین۔ پھر بھی ہم ولی دکھنی ہی کو شاہراہ اردو کا رہرو اوّل تسلیم کرتے ہین۔ کیونکہ دلّی مین جن سے اس ادبی قالب مین روح پھونکی وہ ولی ہی تھا۔ اور سب سے پہلے اہل دلی نے جس کا اتباع کیا اوس کا فخر اسی باکمال کو حاصل ہوا۔ اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ قدما کی نسبت انکی زبان زیادہ لوچدار۔ زیادہ صاف۔ زیادہ قابل اعتنا۔ زیادہ قابل استناد۔ زیادہ قابل اعتماد ہے ان کا رنگ تغزل۔

اگرچہ اہل فارس کی نکالی ہوئی راہون سے جُدا تو نہین ہے۔ مگر پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندستان
کی آب و ہوا نے بھی اسپر اچھا خاصہ اثر کیا ہے۔ اسپر بھی وہی حسن و عشق کی رنگین حکایات وہی
عاشقانہ شکایات۔ وہی شب ہجر اور روز وصال۔ وہی وصل کی خوشی اور جدائی کا ملال معشوقون
کی ستم رانیان عشاق کی پریشانیان۔ رقیبون کا فائز المرام ہونا۔ اور اپنا محروم و ناکام ہونا۔ مجنون
و فرہاد کی سی تقدیرین ۔ مانی و بہزاد کی کھینچی ہوئی تصویرین۔ یوسف و زلیخا کا حال۔ شیرین
و لیلے کا جمال۔ بلبل کی فریاد قمری کی افتاد۔ رندون اور وحشیون کے کارنامے۔ چارہ گرون
اور واعظون کے عصا اور عمامے سب جگہ نظر آتے ہین یہ سب کچھ ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے
کہ ایک بہت ہی بھولا بھالا آدمی باتین کر رہا ہے۔ ذرہ بھر اپنا حال نہین چھپاتا۔ جو کچھ دل مین
ہے وہی زبان پر ہے۔ بناوٹ۔ تکلف۔ تصنع۔ اور نام کو بھی نہین بعض جگہ ایسا ہے کہ بات مین
بات نکلتے ہین۔ مگر وہ بھی سادی۔ کچھ شیرین کچھ پھیکی۔ کلام مین عمق۔ جذبات مین گہرائی کہین
نام کو بھی نہین۔ جذبات سادہ کے علاوہ تصوف کے مضامین بھی ہین۔ مگر اکثر جگہ پڑھکر یہی معلوم
ہوتا ہے کہ یا کوئی صوفی حقایق معرفت بیان کر رہا ہے۔ اور یا کوئی واعظ منبر پر وعظ کہتا ہے۔
یا کوئی مناجاتی سربسجدہ ہو کر خدا سے کچھ التجائین کر رہا اور گڑگڑا کر دعائین مانگ رہا ہے۔ مین
ان سب کی مثالین بیکار سمجھکر نہین دیتا۔ ورنہ انکا دیوان کافی طور پر میرے دعوے کی تصدیق
کرتا۔ ولی ہی کی طرح انکے معاصرین مثل سراج دکھنی اور داؤد وغیرہ کا کلام بھی۔ صاف صاف
اور سادہ سادہ آورد سے مبرا۔ منزہ ہے۔ صنعتون۔ ذو معنی لفظون سے پاک ہے یون سمجھیے
کہ ایک صاف چٹیل میدان ہے جسمین گرد و غبار کا کہین نام بھی نہین۔ ہان اگر کوئی بات آج کے
نقطہ نظر سے جدا ہے تو یہ ہے کہ اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہین جو آج متروک کے درجے سے
بھی کئی درجے آگے ہین۔

اسکے بعد دوسرا دورہ ہے جسمین شاہ حاتم۔ شاہ مبارک آبرو۔ مرزا مظہر جان جانان
شرف الدین مضمون۔ یقین۔ اور تابان ایسے بزرگ ہین۔ جنھون نے حقیقت مین اردو شاعری
کی داغ بیل ڈالی اور جنکو ولی اور ولی کے معاصرین ہی کے برابر درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ
ان حضرات نے زبان اردو کو صاف بھی کیا۔ اور انمین سے اپنے پیشرون کے استعمال
کئے ہوئے وہ الفاظ بھی نکال ڈالے جو اسوقت کے مذاق سلیم پر گران گزرتے تھے۔ یا جنمین
ژکینت یا بھاشا کا اثر زیادہ تھا۔ اور سب سے زیادہ انمین شاہ حاتم نے حصہ لیا جسکا ذکر انھون نے

اپنے دیوان کے دیباچے مین کیا ہے۔ زبان کے علاوہ شاعری مین بھی ندرت آفرینیان لین
صنایع بدایع کا استعمال بھی شروع کیا۔ رنگینی مین اضافہ کرکے اُس پھیکے پن کو جو قدیم دواوین
مین پایا جاتا تھا دور کر دیا۔ اور شعر مین جذبات کو اس خوبصورتی اور خوبی سے کھپایا کہ اکثر
شعر جذبات محبت کی صحیح تصویر بن گئے۔ معنی آفرینی۔ لطیف استعارون اور تشبیہون سے
کام لیکر کلام کو گل و گلزار بنایا۔ غرضکہ اپنی سعی بلیغ سے اس پھیکتے پودھے کی وہ آبیاری کی
کہ اُسکی نو دمیدگی ہی سے اُسکی برومندی کا پتہ چلنے لگا۔ ہان اگر کوئی نقصان ہوا تو یہ کہ اور
مضمونون کے ساتھ ساتھ صنعت ایہام کا بڑا زور ہو گیا۔ پورے پورے شعرون کی بنا ذو معنی
الفاظ پر رکھی جانے لگی۔ اور بعض جگہ فحش الفاظ سے بھی گریز نہین کیا گیا۔

اسی زمانے کے قریب قریب بلکہ اس سے ملا ہوا زمانہ میر و سودا کا بھی ہے کیونکہ حاتم بقول
مصحفی ۱۱۹۶ھ اور مرزا ۱۱۹۵ھ مین فوت ہوے۔ مگر مرزا کی شاعری کا رتبہ بلاشک اتنا ہے
کہ ایک ایک لفظ فخر و مباہات کے ساتھ کہہ رہا ہے ع رتبۂ شاگردی من نیست اُستاد مرا۔ یہی
سبب ہے کہ شاہ حاتم نے اپنے شاگردون کی فہرست مین بے حد فخر و مباہات کے ساتھ مرزا کا نام
لیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میر تقی میر سا زبردست نقاد اگرچہ اپنے تذکرے مین شاہ حاتم کو مرد جاہل
و متمکن لکھتا ہے۔ مگر سودا کو استاد زمانہ اور سرآمد شعرا مانتا ہے۔ اسی سے اُستاد اور شاگرد
کا فرق اور زبان۔ ادب۔ اور شعر کی خدمت کا صاف صاف اندازہ ہو جاتا ہے۔

دیوان غزلیات اُردو

اوّل تو اُس زمانے کی روش ہی یہ تھی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ اُن جذبات اور واردات
قلبیہ پر محمول ہو کہ جو دل پر گزرین وہی قلم کی زبان سے ادا ہون یہی روش اُس وقت کے عام
شعرا کی ہے اور غیر مشہور سے غیر مشہور شاعر کے یہان بھی ضرور کچھ نہ کچھ شعر ایسے مل جاتے ہین
جو نشتر بنکر دلمین اُتر جاتے ہین۔ پھر علی الخصوص ایسے مشہور و معروف اُستاد جنکا ایک زمانہ لوہا
مانے ہوئے ہے۔ اُن کا کلام کیونکر واردات قلبیہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ سر سے پاؤن تک
جذبات ہی جذبات۔ اور ادھر سے اُدھر تک واردات ہی واردات ہین۔ ہائے کیا خوب
کہا ہے۔

اتنا تو فیض عشق سے کامل ہوا ہون مین　　سر سے لگا کے پاؤن تلک دل ہوا ہون مین

سوداکے دیوان ریختہ مین جذبات عشق کی ایسی ایسی مکمل تصویرین پائی جاتی ہین جو بڑے بڑے مصورون کے یہان بھی نہین ملتین جنھین دیکھتے ہی دل پر حزن و ملال کی بجلیان گر جاتی ہین - اور زبان سے بے ساختہ اُف اُف کی صدا نکلنے لگتی ہے - اثر و تاثر اُنکے کلام مین اُتنا ہی ہے جتنا کہ میر تقی اور میر درد کے یہان ہے - ان اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ میر صاحب حزن و یاس کے جذبات کے سواے اور کسی چیز سے سرو کار ہی نہین رکھتے اور سودا کو رفعت مضامین - اور شوکت الفاظ - ندرت بیان معنی آفرینی کی طرف بھی اُتنا ہی لگاؤ ہے - جتنا کہ جذبات کیطرف - اُن کے یہان یہ سب چیزین ملی جُلی ہین - کہین کہین صرف جذبات ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے تو اُسوقت میر درد - یا میر تقی سے کم نہین رہتے - اسی فرق نے بعض نقادون کو دھوکا دیا ہے - جسکی بنا پر انھون نے کہدیا ہے کہ سودا کے کلام مین اتنا درد نہین ہے جتنا خواجہ صاحب یا میر صاحب کے یہان ہے اس سے انکار نہین کیا جا سکتا لیکن یقینی اُن بلند نظر نقادون سے یہ غلطی ہوئی کہ انھون نے اس بات پر مطلق توجہ نہین کی کہ مرزا کے یہان درد کے علاوہ دوسری چیزین بھی ہین - اور اسی کثرت مشاغل نے اُنکے کلام مین یکسانیت پیدا نہین ہونے دی - ورنہ انکا دیوان بھی سر تا پا ویسا ہی ہوتا جیسا کہ میر تقی مرحوم کا ہے - تھوڑے سے شعر چنکر لکھتا ہون - دیکھنے والے انصاف کرینگے تو ضرور کہدینگے کہ میر تقی - میر سوز - اور خواجہ میر درد کا رنگ ہے -

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن　　جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے　　اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اس سے پر اُن نے　　نہ پوچھا یون سبب کیا ہے ترے ہر بار رونے کا

یہ سمجھ لے تو اب کہ سودا کا　　دل تری گفتگو نہ سمجھے گا
حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے　　تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل　　پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤن گا

ظالم مین کہہ رہا تھا تو اس خون سے درگزر — سودا کا خون ہے یہ چھپا یا نجائے گا
گو نہ دے شیشۂ گردون مے گلرنگ مجھے — خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا
دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے — عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا
سودا سے یہ پوچھا مین دل مین بھی کسیکو دون — وہ کرکے بیان اپنا رو داد بہت رو دیا
دیر و حرم کو دیکھا اللہ رے فضولی — یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا
تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا اندنون — تو بھی ٹک اسکو جاکے ستمگار دیکھنا
جب سے ہوئی ہے قابل شمشیر و کمر — چھاتی پہ میری مرہم زنگاری رہا
بے جرم و گناہ قتل عاشق — مذہب مین ترے صواب دیکھا
سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آئیان ہین — عالم کے ڈوبنے مین کل کچھ بھی رہ گیا تھا
جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا — ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا
اس چمن مین جب تلک ہم نشہ مستی مین تھے — عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا
دہر بانٹے تھا متاع دو جہان اے سودا — بے نوائی نے مرے اسکو گوارا نہ کیا
مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو — جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا
آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا — شاید جہان سے ترا بیمار اٹھ گیا
تو جہان مین اے گل گلزار کیا ہے غم — مجھسا جو تیرے کوچہ سے اک خار اٹھ گیا
غیر دیکھو دیکھو بیٹھے ہوے بزم مین تری — جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اٹھ گیا
ہون تو چراغ راہ سر زیر آسمان — لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا
کر قطع ہاتھ پہلے پھر فکر رفو کا — ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

صرف ردیف الف مین سے یہ چند اشعار ایک سرسری نظر مین انتخاب کرکے لکھ دینا نمونے کے لئے بہت کافی ہین۔ اور اگر کہین پورے دیوان کا انتخاب کیا جائے تو میرے عقیدے مین ایک چھوٹا کلیات تیار ہونا دشوار نہین ہے۔ اسی اندازہ کے لئے مولنا آزاد نے آب حیات مین کچھ شعر میر و سودا کے ایسے لکھ دئے ہین جنکے مضمون قریب قریب ایک ہی ہین بعض لکھتا ہون۔

میر — گلا مین جس سے کرون تیری بیوفائی کا — جہان مین نام نہ لے پھر کوئی آشنائی کا

سودا ؎ گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا | لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

میر ؎ چمن مین گل نے جو کل دعوے جمال کیا | جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا
سودا ؎ برابری کا ترے گل نے جب خیال کیا | صبا نے مار تھپیڑا منھ اُس کا لال کیا

میر ؎ رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی | میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو
سودا ؎ سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات | اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

اب ذرا مضمون آفرینی کے بھی دو چار شعر دیکھ لیجئے جسمین مضمون کے ساتھ ہی ساتھ بلند نظری بھی شامل ہے۔

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا | نکالا رو سفید آخر مین اس صفحہ پہ نام اپنا
اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین | نہین گویا زبان شعلہ دون کسکو پیام اپنا
پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب | ٹوٹے۔ جھڑے۔ خزان ہوئے سوکھے بہلے گئے
عجز و غرور دونون اپنی ہی ذاتین ہین | ہم عبد کے جدا اکب معبود جانتے ہین
نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون | مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون
ناتوان مرغ ہون نہین اے رفقائے پرواز | اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہون
سودا وہ کون سا ہے بھلا اس چمن مین گل | ٹکڑے جگر کے جس کے گریبان پر نہین

اِسیطرح۔ روانی تشبیہات واستعارات لطیف تلمیحات۔ وغیرہ اُنکے یہان اپنی اپنی جگہ پر موجود ہین اور اسکے ساتھ ہی شوکت الفاظ اور معانی آفرینی کے وہ فرمانروا ہین۔ اور فرمانروا بھی ایسے کہ معاصرین مین انکا کوئی مدمقابل نہین ہے۔ زبان نہایت صاف و شستہ ہے۔ حتی کہ بعض شعرون کو آجکل کے فصیح الکلام شعرا کے کلام مین ملا دین تو شاید ہی کوئی بڑا ادیب یہ سمجھ سکے کہ یہ کلام آج کا نہین ہے۔

اسکے علاوہ سنگلاخ زمینون مین شعر کہنا اور انکو سرسبز کر دکھانا بھی سودا کا طرۂ امتیاز ہے۔ پتھر سے پتھر زمین کو لیتے ہین اور پانی کرکے بہا دیتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زبردست اور ماہر پیراک دریا کے اوپر پیرتا ہوا چلا جا رہا ہے اور اُسکا کف پا بھی تر نہین ہوتا۔ دیکھئے

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط — تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط
ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا — جانا بغیر بادہ سوئے بوستان غلط

ناصح نہ اُن سے بک جو ہین آگاہ راز عشق — وہ کر چکے ہین دین و دل و جان نیاز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہی جز اشیائے فراق — دے کے نقد دل بجز زنہار سودلے فراق

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

کس رنگ مین دکھانہ ترے رنگ کا جلوا — سب رنگ مین ہے تو یہ ترا ہے بیرنگی

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم — بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول
پوت لیتے ہین دُر دیدۂ نمناک کے مول — مژۂ تر کو تبان لیوین نہ خاشاک کے مول

اس قسم کے سیکڑون شعر انکے دیوان غزلیات مین ہین - اور بعض بعض غزلین ایسی بھی ہین جو باوجود سنگلاخ زمین مین ہونے کے از سرتا پا کیفیات حالیہ مین ڈوبی ہوئی ہین - غرضکہ اُن کی طبیعت ہمہ گیر ہے جسکا جلوہ اُنکے دیوان مین اچھی طرح نظر آتا ہے - ہان اگر اُنکے یہان نہین ہین تو دو باتین نہین ہین - ایک تو یہ کہ تانیث و تذکیر کی پابندی بہت کم کیجاتی ہے - کوئی لفظ کہین مونث ہے اور کہین پھر اُسیکو مذکر کہتے ہین - دوسرے تصوف کا رنگ اُن کے یہان بہت ہی کم ہے - اِن دونون باتون کا نہونا کچھ تعجب انگیز نہین - پہلی کمی یعنی تذکیر و تانیث وغیرہ کی پروا نکرنا تو اس لیئے ہے کہ زبان اسوقت تک اس درجہ پر ہرگز نہ پہونچی تھی کہ قواعد کی حدود مین آجاتی - دوسری بات یعنی مذاق تصوف کی کمی بالکل سامنے کی بات ہے سودا ایک ہشاش بشاش خوش و خرم آدمی تھے قاعدہ کے موافق مذہبیات سے اُنکو کچھ بہت زیادہ علاقہ نہونا چاہیئے اور ہونا چاہیئے تو اتنا ہی کہ اُسمین اونکی طبیعت کا رنگ اصلی فنا نہو جائے - تصوف نام ہے دنیا سے قطع تعلق کا یگانون سے بیگانگی کا - اور انکے یہان اس کا نام بھی نہ تھا - وہ دوستون - ہم جلیسون مین زندگی گزارنے والے تھے اسپر طبیعت قدرتی طور پر شوخ پائی تھی پھر بھلان کیون تصوف کے جال مین

لگتے تھے۔ اور یون تو پھر زمانہ کی ہوا ہی تھی۔ ڈھونڈھنے والے ڈھونڈنے بیٹھتے ہین تو اس قسم کے شعر بھی دیوان سے نکال ہی لیتے ہین۔ مگر اسکو اُنکے کلام کی خصوصیات مین داخل نہین کرسکتے البتہ شعر کو ایہام وغیرہ کی زنجیرون سے بچاکر اُنھون نے اتنا صاف کیا ہے کہ وہ اُنکے لئے مخصوص چیز بن گئی ہے۔ ہندی کے کڈھب اور بے جوڑ الفاظ کو اردو کے ساتھ ایسا ملا دیا ہے کہ زمانہ گزر گیا۔ روشین بدل گئین۔ مذاق بدل گئے۔ مگر آج بھی وہ جوڑ اپنی جگہ سے نہین ہلتے۔ تمام کلام نہایت سنگین اور ٹھوس ہے۔ اور اسمین معنی آفرینی استعارات و تشبیہات کی گل کاریان ندرت پر ندرت کا کام دیتی ہین۔

مدحیات

مدحیات مین زیادہ تر قصاید ہین بعض مثنویان بھی ہین۔ قصیدون کے متعلق سودا کے واسطے اتنا لکھا جاچکا ہے کہ زمانہ اُس کا معترف ہے۔ اور اسمین اب اگر کچھ لکھنے کی گنجایش ہے تو یہ ہے کہ لکھا جائے کہ میر تقی میر یا اپنے تمام معاصرین سے اُنکے قصاید بڑھے ہوئے ہین تو کیون ہین۔ اور اُنمین کونسا ایسا جادو ہے کہ جو ادیب اُٹھتا ہے وہی کہتا ہوا اُٹھتا ہے کہ سودا قصیدہ گوئی کا وہ مرد میدان ہے کہ اُسکا خاک ہندوستان نے جواب پیدا نہین کیا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مگر یہ کوئی نہین بتاتا کہ اسکی وجہ کیا ہے۔ نظر سرسری مین مین نے جو کچھ اسکی وجہ دریافت کی ہے وہ یہ ہے (۱) اُنکے بڑے حریف میر تقی میر ہی ہوسکتے تھے۔ مگر میر صاحب سے قصیدہ گوئی کے میدان مین سودا کے پیش پیش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصیدہ چاہتا ہے مضامین مین شگفتگی الفاظ مین شوکت اور بلندی۔ خیال مین عُلو۔ اور ندرت۔ برعکس اسکے میر تقی میر علیہ الرحمۃ۔ قانع متوکل خاموش۔ متالم۔ پژمردہ مزاج۔ پھر بھلا کیونکر سودا کے قدم بہ قدم چل سکتے تھے۔ (۲) دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قطب شاہیون کے عہد سے دکنی شاعری کا خاکہ تیار ہوا اور اسی پر اردو کی بنا رکھی گئی۔ مگر کوئی شخص ایسا نہین پیدا ہوا جسنے صرف قصیدہ گوئی پر توجہ کی ہو۔ سودا پہلے وہ شخص تھے جو اس میدان مین اس انہماک اور اس طمطراق کے ساتھ وارد ہوئے کہ دنیا اُنکی شان و شوکت کو دیکھکر داد دینے پر مجبور ہوگئی۔ اور اسی کا یہ اثر ہے کہ آجتک اُستاد ماننے پر مجبور ہے (۳) سودا کے قصاید مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جدت ہے اور وہ اپنے معاصرین یا متقدمین کی طرح بار بار ایک ہی مضمون کو دُہرانے اور کہی ہوئی بات کو بار بار کہنے کے خوگر نہین ہین دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ نئی بات کی قدر کرتی

ہے اس لئے سودا کے قصیدون کی قدر نہونے کے بھی کوئی معنے نہ تھے۔(۴) چوتھی وجہ یہ ہے اور غالباً سب کی وجہ ہے یہ کہ سودا کے قصاید مین ہجویات بھی شامل ہین۔ اور ہجو کا مشہور ہونا ایک مسلم اور بدیہی بات ہے۔ پھر ہجو بھی سودا کی کہی ہوئی ہجو جسمین۔ نہر لیت۔ استہزا۔ تمسخر۔ حتی کہ فحش سے بھی احتراز نہین۔ خود نقال بنے ہین اور اسی بھیس مین جسکو چاہا ہے شہدا بناکر رکھدیا ہے۔ اسی لئے عوام وخواص کو اُن سے دلچسپی ہوئی اور وہ دنیا بھر مین مشہور ہوگئے۔ ورنہ محامد کے قصاید خواہ کیسے ہی بلند کیون نہون اسقدر مقبول اور مشہور نہین ہوسکتے مدح گوئی مین اگرچہ سودا کا درجہ عرفی اور انوری کا سا ہے۔ پھر بھی قصاید مین انکا رنگ دنیا سے جدا بلکہ یون کہیے کہ انکی دنیا ہی جدا ہے۔

وہ جس کی مدح کرتے ہین تو اس شان سے کہ جو خوبیان یہ بیان کرتے ہین وہ سب بلکہ اُن سے کچھ زیادہ ممدوح مین نظر آنے لگتی ہین۔ خیال کی بلندی مین الفاظ کی شوکت۔ مضامین کی برجستگی اور تلاش۔ تشبیب کا اُٹھان۔ ندرت آفرینی یہ سب چیزین ملکر نہ معلوم اُنکے قصیدون کو کہان سے کہان پہونچا دیتی ہین۔ اور وہ کچھ سے کچھ بنجاتے ہین۔ اسکے بعد سب سے بڑی خوبی مخلص اور گریز مین دیکھی جاتی ہے۔ وہ بھی اُنکے یہان اُسی درجہ کی ہے جس درجے کے وہ ہین۔ مین چاہتا تھا کہ سودا کے چند قصاید سے کچھ مخلص چنکر نمونے کے طور پر پیش کرون۔ پھر سوچتا ہون کہ کلیات پڑھنے والون کے سامنے ہے وہ خود ہی سمجھ لین گے۔ دعا کے ساتھ اختتام بھی قصیدے کی خوبی کا ایک اہم جزو ہے سودا اُسکے بھی مشاق ہین۔

سودا کے بعض قصیدے ایسے بھی ہین جہان اُنھون نے تمہید اور تشبیب سب کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ اور سرے ہی سے مدح گوئی کا آغاز کیا ہے۔ مگر پھر بھی قصیدے کی آن بان کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

ہجویات

ہجویات کا بڑا حصہ قصیدون اور مخمس مسدسون وغیرہ مین شامل ہے۔ لہذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قصیدے اچھے ہین تو ہجو بھی وہی شان رکھتی ہوگی۔ مگر قصاید کی پابندی کو ہٹا کر دیکھا جائے تب بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہجویات کا دفتر گو اُنکے حریفون کے لئے کتنا ہی دل آزار ہوا اور وہ اُنکے لکھنے سے کیسے ہی اخلاقی مجرم بنے ہون۔ مگر آج ہمارے لئے وہ ایک اعجوبۂ روزگار سے کم نہین

ہے۔ اُنکی لکھی ہوئی ہر ہجو ایک تیز تلوار کی مانند ہے اسکا وار کبھی اوچھا پڑتا ہی نہین ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جب وہ وار بھرپور پڑتا ہے تو کام کئے بغیر رہ نہین سکتا۔ برق خاطف ہے کہ جہان گرتی ہے میدان کے میدان کو جلا کر خاک سیاہ کر جاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہجویات مین طعن۔ طنز۔ تشنیع۔ پھبتی۔ فقرے۔ آوازے سبھی کا مِلاؤ ہوتا ہے۔ بخصوصیت سے اُس شخص کے یہان جو اِن سب چیزون کے استعمال پر صحیح طور سے قادر بھی ہو۔ میرے خیال مین وہ عرب کے امراء القیس۔ فارسی کے سوزنی اور شفائی۔ عالی۔ اور روما کے جوونیالس ایسے مشہور ہجو گو سے کسیصورت مین کم نہین ہین۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اونکا یہ حربہ صرف انسانون۔ یا محض اپنے معاصرین ہی کے لئے مخصوص نہین ہے۔ بلکہ وہ اِسکا استعمال ہر جگہ اُسی خوبی سے کرتے ہین جیسا کہ مخصوص جگہون مین۔ کہین کسی لڑکی کو عرق شرم مین غوطے دئے ہین اور کہین کسی گھوڑے کو گدہا بنا کر رکھدیا ہے۔ تضحیک روزگار اُن کا قصیدہ اس کا ایسا شاہد ہے جسکے دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ ہجو گوئی سودا کے لئے پیدا ہوئی تھی اور سودا ہجو گوئی کے لئے۔

انشا کیطرح وہ قابل ہون یا نہون۔ اور اُتنی زبانون پر انکو عبور ہو یا نہو۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ انشا کی طرح بے معنی ہجویات۔ یا پھکڑ وغیرہ کہکر یہ کہنے کے مستحق نہین ٹھہرتے جیسا کہ انشا کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکی شاعری کو ظرافت یا تمسخر نے تباہ کر دیا۔ بلکہ برعکس اُسکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صنف سخن مین کچھ کہتے ہین اُسکے پورے پورے اہل معلوم ہوتے ہین۔

مثنویات

سودا کی مثنویات اگرچہ ۲۴ ہین اور یہ تعداد ایسی ہے کہ کوئی نقاد اسکو نظر انداز نہین کر سکتا جہان جہان اُنکے طبیعت کے دریائے زخار مین روانی پیدا ہوئی ہے وہان اُنہون نے تخیل کا طوفان بپا کر دیا ہے جس سے اُنکے قادر الکلامی کی توثیق ہوتی ہے مگر سچ پوچھئے تو وہ انکے قصاید کے سامنے کوئی بڑا درجہ نہین رکھتین۔ اور گلزار نسیم۔ یا سحر حسن۔ شعلۂ عشق۔ زہر عشق۔ مثنوی قلق وغیرہ کے مقابل مین نہین لائی جا سکتین اور یون تو کامل کے کلام کا ایک ایک حرف اوسکا کمال ہی ہے پھر بھی انھون نے بعض مثنویون مین بڑے بڑے کمال دکھائے ہین اور انکو اُنکے دامن کمال سے علٰحدہ نہین کہا جا سکتا۔

رُباعیات

اصناف نظم مین رباعی کی صنف بھی ایک ممتاز اور بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔ آجکل نہ سہی مگر پہلے لوگ جیسے غزل کے کہنے مین مہارت حاصل کرتے تھے اسیطرح رباعیات کہنے مین بھی پوری پوری دستگاہ اور مشق بہم پہونچاتے تھے۔ علی الخصوص سودا کے زمانہ مین۔ چنانچہ خواجہ میر درد کی رُباعیان اسکی شاہد ہین اسی لحاظ سے سودا کے یہان انکا نہ پایا جانا کوئی معنی نہین رکھتا اور گو اُن رُباعیات مین خیامیت یا سرمدیت نہین ہے پھر بھی وہ بجاے خود بہت بڑی چیز ہین جنمین مدحیہ۔ ناصحانہ۔ فخریہ۔ عاشقانہ اور ہجو بھی قسم کی رباعیان شامل ہین۔ اور بعض خصوصیت کے ساتھ قابل دید وداد ہین۔

تضمین وگرہ بند

تضمین وگرہ بند مین سودا کو خاص ملکہ ہے۔ اور انھون نے جو جو تضمین لکھی ہین وہ بے مثل اور لاجواب ہین۔

مرثیے اور سلام

مرثیے اور سلام کی ترقی دیکھکر آزاد نے یہ لکھدیا ہے کہ انکا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر مین نے سودا کے مرثیون کو ایک ایک حرف کرکے پڑھا مجھے تو اُن کے ایک ایک مرثیہ سے عقیدت ہوگئی کیونکہ مین نے جہانتک غور کیا اُنکے ہر مرثیہ سے خلوص کی بو آرہی ہے اور اُسی خلوص نے ہر شعر ہر مصرع بلکہ ہر لفظ مین نشتر پوشیدہ کردیے ہین۔ وہ مسدس کی صورت مین نہین ہین مگر اس سے کیا ہوتا ہے جیسے ہین بہت خوب ہین۔ مولانا آزاد نے دبے دبے الفاظ مین یہ بھی کہا ہے کہ اُن کے یہان اس صنف مین غلطیان ہین۔ مگر مین نے تو جیسا انکے دوسرے کلام کو پایا اسیطرح انکو بھی اس سے انکار نہین کہ غلطیون سے وہ پاک ہین۔ مگر سچ یہ ہے کہ جنکو آزاد نے غلطیان کہا۔ اور محققین مین آج فروگزاشتون کے نام سے موسوم کرون وہ فروگزاشتین تحقیق بلکہ اس زمانہ مین اتنی چھان بین بھی نہ تھی اور اگر تھی تو وہ ان غلطیون کو غلطیان نجانتے تھے۔

متفرقات

متفرقات کلام مین - واسوخت - نظریات مناظر فطرت اخلاقیات وغیرہ سبھی کو شامل سمجھے مگر سب مین سودا کا کمال نظر آتا ہے - مگر دیوان فارسی کو مین کوئی درجہ نہین دے سکتا آزاد مرحوم نے اُسے صائب کا رنگ بتایا ہے مگر شاید یہ خیال وہم کی حد سے آگے نہین بڑھتا - انکا فارسی کلام نو مشقون سے زیادہ وقیع نہین ہے - اور اسبارہ مین ہمین مصحفی کے اس قول سے بالکل اتفاق ہے "آخر آخر خیال شعر فارسی ہم پیدا کرد - مگر از فہم و عقلش این امر بعید بود کہ کرد" مگر بہر صورت یہ بھی ایک کلام ہے - اور اُنکے زور طبع کا نمونہ ہے - اُنھون نے اس دیوانکی اکثر غزلین لکھنؤ کے قیام کے زمانے مین کہی تھین - اور ردیف وار کر کے داخل دیوان اردو کردی تھین جسکو مصحفی نے لکھا ہے کہ یہ انھین کی ایجاد ہے -

اس قدر وضاحت کے بعد یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ سودا ایک قادر الکلام مستند شاعر تھے اور اپنے زمانے کے فخر تھے - انکا کلیات جہانتک مجھے معلوم ہے پہلے مطبع مصطفائی مین طبع ہوا تھا مگر وہ بہت زیادہ غلط ہے پھر بھی رطب و یابس فحش و رغیر فحش کلام کا مجموعہ ہے - غالباً اوسیکو دیکھکر پہلی مرتبہ مطبع ہذا مین بھی طبع ہوا کیونکہ پہلا چھپا ہوا دیوان نہ صرف حرف بحرف اس سے ملتا ہے بلکہ سائز کی حیثیت سے بھی اوسکے برابر ہے - البتہ بعد کو ضرورت کا اقتضا سمجھکر کسی مصحح نے حکماً یا بالا حکم اس مین سے وہ شعر نکال دیے جو فحش اور قابل گرفت ہین جس دیوان کی تصحیح کا مجھے اتفاق ہوا وہ یہی نسخہ تھا جسکو ان کانٹون سے پاک کردیا گیا تھا -

یون تو اب قلمی کتابین بہت کم ملتی ہین مگر بعض بعض شعراء کا کلام تو بالکل ہی ناپید ہوگیا ہے اور آج اگر ہم کوئی قلمی نسخہ انکا تلاش کرتے ہین تو سینکڑون دقتون کے بعد پتہ چلتا ہے کہ فلان صاحب کے پاس ہے اسکے بعد انکے غمزہ ہاے بیجا اٹھانا پڑتے ہین - اور پھر بھی اکثر جگہ سے انکار ہوجاتا ہے چنانچہ اسکی تصحیح کے وقت انھین دقتون سے دوچار ہونا پڑا - بعض صاحبون نے تو بالکل انکار ہی کردیا - مگر ہمت نہیں ہاری اور آخر دو نسخے قلمی - ایک مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ایک قدیم نسخہ کشوری حاصل کر کے اسی سے اس نسخہ کی تصحیح کی گئی ہے - تمام نسخون مین اختلاف ہے اور اختلاف بھی بہت شدید - اسی لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جسکو مرجح سمجھی گئی ویسا ہی بنا دیا گیا - اور جو غلطی قدیم نسخون مین بھی موجود تھی اسکو اسیطرح چھوڑ دیا - اور سمجھ لیا گیا

کہ یہ صرف ہمارے نزدیک غلطی ہے ممکن ہے کہ خود سودا کے نزدیک صحیح ہو - اور یا ہم نہ سمجھ سکے ہون اور کوئی سمجھ لے -

ترتیب کے لحاظ سے یہ موجودہ صورت بہت بہتر ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہین - اس طرح سے ابتک کہین یہ کلیات طبع نہین ہوا - اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز آپکو ڈھونڈنا ہو فوراً نکال سکتے ہین اور ایک ہی قسم کا تمام مواد ایک جگہ جمع مل سکتا ہے ورق گردانی کی ضرورت نہین ہے کتابت مین بھی خصوصیت سے توجہ ہوئی ہے - حاشیہ جو قدیم زمانے کا طریقہ تھا بالکل نکال دیا اسی لئے اسکی دو جلدین کر دی گئین کیونکہ ایک جلد بہت ضخیم ہو جاتی - بہرحال جس صورت مین یہ پیش کیا گیا ہے غالبًا بہترین صورت ہے -

---

عبدالباری آسی

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

مقدور نہین اوسکی تجلی کے بیان کا
جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھادے
کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ
جون شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتان کا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

دکھلائیے لیجاکے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہین خواہان کوئی وان جنس گران کا

سودا جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہان کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہی آب محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمدؐ کا

محمدؐ علم کا گھر ہے علی اوسکا ہی دروازہ
غلام اسکا ہو تو جو کلب ہو باب محمدؐ کا

قد رعنا جب اپنا خم کیا بہر نماز اون نے
ہوا اوسوقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا

زمین و آسمان ہوں کیون نہ روشن نور سے اسکے
کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمدؐ کا

کہا پیر خرد نے موجب خم پشت گردون کا
یہ تختی بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا

ادا کسکی زبان سے ہوسکے شکر اسکی نعمت کا
دو عالم ریزہ چین حق نے کیا قاب محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہین کہ سیر کرون کوہِ طور کا

پڑھیے درود حسن صبیح و ملیح پر
جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا

توڑون یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہی
ہووے نہ مجھکو پاس جو تیرے حضور کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اوسپہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے
اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو
آوازۂ دہل ہے خوش آئند دور کا

ساقی سے کہہ کہ ہے شب مہتاب جلوہ گر
دے لیمہ پوش ہو کے تو ساغر بلور کا

رنگ اڑتا ہے دیکھ اوسکے تئین لالہ رخانکا
کرتی ہے بہار اوسکے تو اب کام خزانکا

جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر
سمجھے ہے سخن رس ہی سخن میری زبانکا

گالی دی مجھے اون نے دعا عیسیٰ نے اسکو
محرم نہین نادان وہ اس اشفاق نہانکا

رنگینی اشک اپنے پہ حیران ہون کہ دامن
رنگین نہ کسی رنگ سے ہو آب روانکا

ہے ناز و ادا اوسکی مین سو طرح کا ہتیار
قاتل نہین محتاج مرا تیغ و سنانکا

سودا سے کہا کیون تو ہوا عشق سے تارک
ہو عین سبب ترک کی مشتاق بیانکا

سنکر یہ کہا بار اٹھایا نہین جاتا
ناطاقتی شیب سے اب ناز بتانکا

کعبہ جاوے پوچھتا کب ہے چلن آگاہ کا
اٹھ گیا جید صدقدم رتبہ ہے بیت اللہ کا

کفر کی میری تجلی ہے نظیر شمع طور
پوجون ہون جس بت کو مین اک نور ہے اللہ کا

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین
ایک سا احوال یان بھی ہر گدا و شاہ کا

دزد اور ٹھگ ناز رہزن حسن راہ عشق مین
نقد جان و جنس دل کے دخل کیا نرواہ کا

عشق وہ گھر ہے جہان ہفتاد و ملت کو راہ
تنگ جون دیر و حرم کب در ہو اس درگاہ کا

کوچہ گردی مین عجب عزت ہے اے عزلت نشین
پاؤن پڑ کر خار سہلاتا ہے مجھکو راہ کا

شمع رو کہنا ہے سودا ہی تاریکی عقل
شمع کا عکس اوسکے عارض پر کلف ہے ماہ کا

کس سے بیان کیجیے حال دل تباہ کا — سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا
مجکو تری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی — اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے — جیتے جو اب کی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا
زمزمہ پر رکھے ہے تو مرغ چمن سے گوش دل — نالہ کبھی سنا تو کر اپنے بھی دادخواہ کا
حسن ترے کا اے صنم ہے کہ وہ مہ نقش آج — تیری ادا پہ شیفتہ دل ہے گدا و شاہ کا
وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نچھوڑے ہجر کے — یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا

سودا اسنا ہے یعنے یاد سیہ مو اتو مبتلا
رشک سے جسکے چہرے پہ داغ جگر ہے ماہ کا

چھٹنا ضرور ہے کھر یہ ہے زلف سیاہ کا — روشن بغیر شام نہ چہرہ ہو ماہ کا
جلکر تو اے پتنگ گرا پاے شمع پر — ہون داغ عذر دیکھکے تیرے گناہ کا
جون سایہ اس چمن مین پھرا مین تمام عمر — شرمندہ پا نہین مرا برگ گیاہ کا
تاراج چشم ترک بتان کیون نہو یہ دل — غارت کرے ہے ملک کو فرقہ سیاہ کا
اے آہ شعلہ بار ترا کیا کہون اثر — رتبہ رکھے نہ کوہ ترے آگے کاہ کا

حاضر ہے تیرے سامنے سودا اگر اسکو قتل
مجرم یہ سب طرح سے ہے ہر یک نگاہ کا

ہمارے نالہ سوزان سے ہے یہ ڈھنگ آتش کا — کہ اسکے ذکر مین اڑتا ہے منہ سے رنگ آتش کا
ہماری احتیاط اُسکے تئین منظور ہے اسطرح — محافظ جسطرح رہتا ہے یار و سنگ آتش کا
مجھے دو دن فلک تین گھر مین ٹھکر تنگ آیا ہی — سمندر سے نہین دیکھا کہ ہو دلتنگ آتش کا
مشابہ یار کے توسن سے اب کسکو بتاؤ مین — طرح بجلی کے مین دیکھا نہین سرہنگ آتش کا
دل نالان مجنون کیسی گرمی ہو کہان اسمین — بجا ہے ناقہ لیلی باندھ دے گوزنگ آتش کا
فرنگی کوئی آب تیغ کے عہد سے بر آوین — اگر باندھین پہاڑ آکر وہ روز جنگ آتش کا
وہ چوب کشتی بشکستہ ہون اس بحر مین جسکا — ڈبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا
اگر تھا دل پہ داغ عشق کوہ طور پر جاکر — کیا کیون ڈھونڈنے پر موسی نے آہنگ آتش کا
سمور و قاقم و سنجاب ہے سرما مین منعم کو — رکھیں ہیں آسرا غربا ہے لنج و لنگ آتش کا
ندے دل آتشین رخسار پہ سودا تو اب کیونکر — وہ شعلہ دیکھکر میں ہو گیا جیت بنگ آتش کا

رطوبت داغ دل میر کی ہے گرداب آتش کا
فسون عشق نے زہرہ کیا ہے آب آتش کا

جہنم سے ڈراتا کیا ہے میخوارون کو اے زاہد
کہ چوب خشک سے بہتر نہیں کچھ باب آتش کا

نہ پہونچا میرے اشک گرم سے آسیب مژگان کو
بہا خاشاک کے سایہ تلے سیلاب آتش کا

چمن مین ذکر گر اوس چہرۂ گلنار کا آوے
تو ہر بلبل ہو جون پروانہ پھر بیتاب آتش کا

جلاتی ہے جگر بن یار اتنا میخوری سودا
پیے ہین جام گویا بزم مین حباب آتش کا

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا
ہزار و رد مرے دلسے ہوا رخصت رہائی کا

تماشا ہے نوا دکھلاتی اے صیاد پر تیرے
نگاہ سرمہ سا موجب ہے اپنی بینوائی کا

ہوا جاتی رہی وعدون ہی مین تو شکنہائی کے
جواب بھی سو رہو ملکر تو جاڑا ہے دولائی کا

برائے چشم بیمار بتان موزون سے موزون ہے
جو ہر مصرع ہو میل سرمہ دیوان شفائی کا

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بت نے
پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا

عجب قسمت ہماری ہے کہ جسکی شمع الفت سے
چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

عجب شانے کے طالع ہین کہ اسکے ہاتھ کی سودا
پڑی ہے کوتہی اس زلف کی موجب رسائی کا

گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا
لہو مین غرق سفینہ ہوا آشنائی کا

زبان ہے شکر مین قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے مزدود
چلا نہ پیشہ سے کچھ بس تری خدائی کا

مرے سجود کی دیر و حرم سے گذری قدر
رکھون ہون دعوی ترے در پہ جبہ سائی کا

کبھو نہ پہونچ سکے دلستان زبان بحرف
اگر بیان کرون طالع کی نارسائی کا

دکھاؤنگا تجھے زاہد اس آفت جان کو
خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا

طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا
پھرے ہے آپ وہ کاسہ لیے گدائی کا

ڈردن ہون بہہ نہ جاوے شہر بندھ کر تار رونے کا
نظر آتا ہے پھر آنکھون مین کچھ آثار رونے کا

جو ذکر اوس کا کرتا ہے کوئی غمخوار رونیکا
تو کہتا ہے کہ چپ رہ ہے اوسے آزار رونیکا

سبب اس چشم کافر کے ہی کیا ہر بار رونیکا
کہ باندھا صورت زنار اوسنے تار رونیکا

نہ تھا کچھ کام چشم تر سے ناحق ملکے خوبان سے
کیا ہے شغل تین پیدا دل بیکار رونیکا

جو ہین آتش نفس ہے اشک انکو موجب تزیین
گلے مین پہنون ہون جون شمع ہر شب ہار رونیکا

کہے خون جگر گر اشک گا ہے لخت دل یارو
کسو نے بھی کہین دیکھا ہے یہ بیتار رونیکا

کرین پاک اسکو کبتک ہم کہ چشم زخم سا یارو
رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

مین اپنے حال پر ہنستا ہون ورنہ ہر گھڑی ظالم
محبت مین ترے سامان ہے کیا تیار رونیکا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اُس سے پر اون نے
نہ پوچھا یون سبب کیا ہے ترے ہر بار رونیکا

نہ ڈھایا کونسا گھر سیل نے مجھ اشک کے سودا
گواہ اب تک تو ہے میرے در و دیوار رونیکا

دل مرا پند گو نہ سمجھے گا
پند تیری بکو نہ سمجھے گا

تجھسا دانا ہزار حیف کہ تو
یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

یہ ز خود رفتہ اب حق اپنے مین
مرنے جینے کو وہ نہ سمجھے گا

بچنے کو آگ سے سمندر کو
کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند
کبھو پروانے کو نہ سمجھے گا

مہ سے ٹکڑے نہ ہونے کو یہ کتان
کوئی کہہ کہہ تھکو نہ سمجھے گا

عشق مین گل کے یار مرغ چمن
طوطی کچھ ہی بکو نہ سمجھے گا

یہ سمجھ لے تو اب سودا کا
دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے
تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

شب کو جو چھپا مہ تو سحر کہنے لگا
داغی یہ غلام آج مرا رات سے بھاگا

پہونچے نہ حلاوت کو کبھو اسکی دہن سے
قناد نے گو پستہ کو شیرینی مین پاگا

اتنا نہ ستم کر جو اُٹھون خواب عدم سے
یون محشریان بولین عجب فتنہ یہ جاگا

تو رشتۂ عمر اپنی سے مانے جو مری بات
مت حرص و ہوا باندھ کہ بودا ہے یہ تاگا

کل سیر چمن کو جو گیا تھا طرف باغ
گلگشت کرا دھر سے جو ہین پیچھے کو لاگا

پیچھے سے تو دامن کے تئین خار نے کھینچا
اور سرو کھڑا ہو کے لگا روکنے آگا

جلوے کو بہار اوسکے کوئی پہونچے ہے سودا
گو لالہ و گل باغ مین سو با کرین یاگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہونچے کب اسکو ہاتھ ہمارے غبار کا

سوز نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہو گیا ہے کسی بیقرار کا

خون جگر شراب تر و شیخ بہ چشم تر
ساغر مرا اگر و نہین ابر بہار کا

چشم کرم سے عاشق وحشی اسیر ہو
الفت ہے دام آہوے دل کے شکار کا

سودا شراب عشق نہ لیتے تھے ہم نہ پی
آخر مزا نہ پایا اب اُسکے خمار کا

جب خیال آتا ہے اس دل مین ترے اطوار کا
سر نظر آتا نہین دھڑ پر مجھے دو چار کا

دیکھتا ہون یار مین جسکو مین تجکو جلوہ گر
پھرکو دہاں حکم ہے خار سر دیوار کا

عاشقون کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہین وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹک دکھادے اپنی ساقی چشم میگون تو اُسے
محتسب ہو جائے بندہ خانہ خمار کا

بسکہ پونچھون ہون مین اپنی چشم خون آلود کو
جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

آخر اسکو اسطے اس بانکپن سے درگذر
کل مین سودا یون کہا دامان گہکر یار کا

تند ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو مرے
راست ہوتے بھی کہین دیکھا ہے خم تلوار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزا ہے شراب کا

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب کا

کہتا ہے آئینہ کہ سمجھ تربیت کی قدر
جن نے کیا ہے سنگ کو ہمرنگ آب کا

تھا کسکے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب بُرا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

زاہد سبھی ہے نعمت حق جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

غافل غضب سے ہو کے کرم پہ نظر نہ رکھ
پُر ہے شرار برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا مین ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

اے برق کسطرح سے میں حیران ہون تیرے سا
نقشہ ہے ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ مین ہے آفتاب کا

جو چلن چلتے ہو تم کیا اس سے حاصل ہوئیگا
خون سے بہتون کے غبار اس راہ کا گل ہوئیگا

کیون نہ کہتے تھے دلا شیرین لبون کو منہ لگا
ایکدن تجھکو یہ شربت زہر قاتل ہوئیگا

چاک پر تیرے جو پھرتا ہی یہ کوزہ ای کلال
یہ کبھو ہمسے کسی سرگشتہ کا دل ہوئیگا

شرح اپنی بیقراری کی لکھین گے ہم اگر
نامہ بر اپنا پر پرواز بسمل ہوے گا

یان جفا و جور کا ہم تم نہ سمجھین گے حساب
دفتر محشر مین شب باقی و فاضل ہوئیگا

صبر ہو کوہ گران جسکا تو وہ عزم سفر
کر کے تجھ در سے سبک پہلی ہی منزل ہوئیگا

سہج مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا
چھوڑنا تیری طرح ڈاڑھی کا مشکل ہوئیگا

کر ہی گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہی بہار
جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل ہوئیگا

زیادہ یک شب سے نہین بیقدر حیرانی مری
آئینہ تو صبحدم تیرے مقابل ہوے گا

تجھ پہ گر خون دو عالم کا ہو دعوی بیگناہ
بول اُٹھے قاضی نہین دعوی یہ باطل ہوئیگا

شیخ کو لائے تھے سودا اسلئے ہم یار پاس
طبع کو اُسکے تفنن اس سے حاصل ہوئیگا

سو وہ اب ہمچشم ٹھہرا ہے ہمارا یا نصیب
تھا لکھا اپنا کہ ہم مین وہ بھی شامل ہوئیگا

ہم تو وہ سمجھے تھے دل مین پر خبر اسکی نہ تھی
یہ لگا لو ہو شہیدون بیچ داخل ہوئے گا

ملکے اوس بدخو سے ایدل جب تو رسوا ہوئیگا
عہد و پیمان تجھکو تب معلوم اوسکا ہوئیگا

حق خدمت مین مری وعدہ کرو ہو قتل کا
تمسے تو ہوگا ہی کچھ اس سوا کیا ہوئیگا

دیکھکر تیور مرے طفلی مین کہتا تھا ادیب
ایکدن مجنون صفت یہ سر بصحرا ہوئیگا

مین دل نازک کی کرتا تھا بغل مین پرورش
محتسب کو ہی گمان اس پاس شیشا ہوئیگا

گر یونہین گرتا رہیگا میری مژگان سے ترشح
سوجھتا ہی ایکدن یہ قطرہ دریا ہوے گا

محو کو تیرے نہین ہی دین و دنیا کی تلاش
کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھکو پایا ہوے گا

اب تو سودا کے تئین پروا نصیحت کی نہین
الفت خوبان سے گو رسوائے دنیا ہوئیگا

ہر مژہ پر ہی ترے لخت دل اس رنجور کا
خون ہی سو دار پر ثابت مری منصور کا

پوچھتے ہی پوچھتے گذری ہی مجکو دور شب
چشم ہی یا رب مری یا منہ کسی ناسور کا

آفتاب صبح محشر داغ پر دلکے مرے
حکم رکھتا ہی طبیبو مرہم کافور کا

کیا کرون گا لیکے واعظ ہاتھ سے حورونکے جام
ہون مین ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا

کس قدر نسبت العنب سے دل ہے سودا کا بُرا
زخم نے دل کے نہ چکھا منہ کبھی انگور کا

نجانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشے کا
کہ لیلے تجکیاں جیسے اُچھلا آتا ہے شیشے کا
مغان اس غنچہ کی ہیں پرکھ جانیکا بند وہ ہونٹ
روپے کوے کی سے قیمت میں تبلاتا ہے شیشے کا
تماشا ہے کسکی آنکھ نے پڑی ہے شکل ساغر کی
کہ خون دل سے پینا پنٹ بہاتا ہے شیشے کا
بیان کیجئے شب بزم میں ساقی جو ہو جائے
ہمیں مت کہیو کچھ منھ تو بہ کھلواتا ہے شیشے کا
نہیں وہ صحبت میخانہ بہری سے ساقی کے
کبھی کوئی آن بیٹھے ہے جو دل لاتا ہے شیشے کا
سر بزم میں جھکی اتنی لی یہ ذکر جام زاہد کے
کہ جتنا شیخ کو ذکر اُگلاتا ہے شیشے کا

نجانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کے صدمہ کو
کہیں ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشے کا

قدر دان بن ہے بہت حال بُرا شیشے کا
ساقیا بھیج کہ دل آب ہوا شیشے کا
ڈھاہتا کیوں ہے عبث میکدہ مستان کو
محتسب تجھکو نگر دیوے گا شیشے کا
یار کیا جانیے کس کسکے یہ منھ لگتا ہے
اپنے منھ سے تو کبھو منھ نہ لگا شیشے کا
شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے
مجھ سوا کسنے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
سودا اسواسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منھ دل ہے آب شیشے کا
لبوں نے اسکو لگا لے تو اب شیشے کا
کیا ہیں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو جانا نہ خراب شیشے کا
عوض ہے دلشکنی کا بہت محال لے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا
یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی
دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا دل اب آب لے سودا
کہیں تو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

تھی لالا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا
عبث توڑیگا ساقی سر کوئی مخمور شیشے کا
پکڑ گردن لہو پیجلے ہیں اک گھونٹ میں یارا
نہیں چلتا ہے میخوار نے کچھ مقدور شیشے کا
لگے ہے دیکھ تو کس کسکے منھ پہ آکے مجلس میں
نہ کر سنگ جفا سے محتسب نے دل چور شیشے کا

زبس مجھ حال پر جلتا ہے ساقی کی جدائی میں
نہ کچھ بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا

فلک ہے در پئے ایذائے دل ہر ایک کے یا تنک
کہ منہ سے کرے ہے بند یہ ناسور شیشے کا

کرے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے
عبادت میں نہایت خوب ہے دستور شیشے کا

نگاہ زہارت سودا اُن آنکھوں نے دل اپنے کو
کہ ہو [illegible] رکھنا [illegible] شیشے کا

اطلّ ہے ہمسے دعوا شاعر کو ہمسری کا
دیوان ہے ہمارا [illegible] جو [illegible] ی کا

چہرہ ترا ساکب ہے سلطان خاوری کا
چیرہ ہزار باندھے سر [illegible] زردی کا

مکھ پر یہ گوشوارہ موتی کا جلوہ گر ہے
جیسے قران باہم ہو ماہ و مشتری کا

آئینہ خانہ میں وہ جو وقت آن بیٹھے
پھر جس طرف کو دیکھو جلوہ ہے وان پری کا

جز شوق داغ پہونچوں ہرگز بکوے جانان
اے خضر کب ہوں تیری منت کش رہبری کا

طالب ہیں سیم و زر کے خوبان ہند سودا
احوال کون سمجھے عاشق کی بے زری کا

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستان کا
برنگ شبنم ہے خود سبکبار سیر فرماے لامکان کا

ہزار آب حیات چھڑکیں مسیح اور خضر ملکے لیکن
اُٹھے نہ محشر تلک بھی پیارے شہید تیرے لب دہان کا

چمن پر ابر بہار سے اب شراب ٹپکے تو کیا عجب ہے
ہوا ہے رونا قبول ساقی جناب عالی میں میکشان کا

برنگ شبنم بآب و دانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجھکو
نہ خرمن گل رہے چمن میں نہ رخت و اسباب باغبان کا

کرے کیوں سودا دل پریشان عبث ہے طول امل جہان کے
خیال زلف دراز گویا تلاش ہے عمر جاودان کا

توہی اے رات سن اب سوز تک اس چھاتی کا
پنبہ داغ میں ہے ربط دیا باتی کا

کیونکہ وہ شوخ لکھی مجکو کتابت جن نے
کھیل بھی ضد سے مرے چھوڑ دیا پاتی کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھیروں کہ کوئی
سد رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آ ہمسے مل
آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت امین
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ مین چمن مین آرام یک نفس کا
صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا

کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنون
ناقہ کے پانون اوپر تڑپے ہے دل جرس کا

ہون عندلیب لیکن رسوا ہون اس چمن مین
جس بیچ سبز ہوتا ہے ننگ خار و خس کا

مجھ سید ناتوان کے احوال کو نہ پوچھو
محروم ذبح سے ہون مردود ہون قفس کا

پروانہ شمع رو پر کیونکر نہووے سودا
شعلے کے گرد پھرنا لب کام ہے مگس کا

چمن ہے کس لیے گرفتار زلف و کاکل کا
کہ اسقدر ہے پریشان حال سنبل کا

قفس کے پاس نجا کر کے نام تو گل کا
ضرور کیا ہے کہ ناحق ہو خون بلبل کا

کبھو گذر نہ کیا خاک پر مرے ظالم
مین ابتدا ہی سے کشتہ ہون اس تغافل کا

فلک خوشی سے جو تو کچھ عوض کرے تو کرون
سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

خبر شتاب لے سودا کے حال کی پیارے
نہین ہے وقت مریجان یہ تامل کا

جی مرا مجھسے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤنگا
ہاتھ سے دل کے ترے اب مین نکل جاؤنگا

لطف لے اشک کے جون شمع گھلا جاتا ہون
رحم اے آہ شرر بار کہ جل جاؤن گا

چین دینے کا نہین زیر زمین بھی نالا
سوتون کی نیند مین کرنیکو خلل جاؤن گا

قطرۂ اشک مین پیارے مرے نظارے سے
کیون خفا ہوتے ہو یلا لیتے ڈھلجاؤن گا

اس مصیبت سے تو مت مجکو نکال اب گھر سے
تو کہے آج ہی جاؤن کہون کل جاؤن گا

میری صورت سے تو بیزار ہے ایسا تو دیکھ
شکل اس غم سے کوئی دن مین بدلجاؤن گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکلجاؤنگا

ساحل بحر جہان پہ ہون کہ جون ہیزم خشک
ڈوبا پانی مین نہ تو آگ سے جل جاؤنگا

نطق کہتا ہے مرا آج یہ سہ ناطق سے
آنکہ ہو نظم ابھی طوطے کیسے ملجاؤن گا

لیتے ہین وہ جو ہے سودا کا قصیدہ ہی خوب
اونکی خدمت مین لیے مین یہ غزل جاؤنگا

ہو یہ دیوانہ مرید اُس زلف چھٹ کس پیر کا
سلسلہ بہتر ہے سودا کے لیے زنجیر کا

زخم دل پا دے مرے سوز سخن سے التیام — چاک ملتا ہے زبان شمع سے گلگیر کا
گل مرے مشہد پہ کب بھیجے ہے وہ ابرو کمان — طرح غنچہ کے کھلے جب تک نہ پیکان تیر کا
ایکدن مجھسے سلگ اُٹھتے نہ دیکھا کا زوان — لے برس حاصل کچھ اس فریاد بے تاثیر کا
توڑکر بتخانے کو مسجد بنا کی تو نے شیخ — برہمن کے دل کی جا [illegible]

سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسانی
خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا

ترے خط آنے سے دلکو مرے آرام کیا ہوگا — خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا
عدو ترجیح لے خوبان کسیکو مجھپہ غربت مین — زیادہ مجھسے کوئی بیکس و ناکام کیا ہوگا
رہا کرنے کو لین ہم منت صیاد ہی ظالم — بس اتنا ہی نہ مر جیئے گا زیر دام کیا ہوگا
ہو جسکی چشم گردش لیے یہ بیہوشی دو عالم کی — بھلا دیکھو تو پھر وہ ساقی گلفام کیا ہوگا
نہ مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد — جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا
مگر لائق نہیں اس دور مین ہم بادہ خواری کے — جو دیویگا تو اے ساقی ہمین بھی جام کیا ہوگا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہین آتا
سحر کیا ہو چکی سودا کی دل پر شام کیا ہوگا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفوں کو یان سودا کا دل اٹکا — اسیر ناتوان ہے یہ نہ دے زنجیر کا جھٹکا
صنم مین رات سنکر سحر کسی کے پانون کا کھٹکا — اُٹھایا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے پٹکا
نہ آنکھوں مین ترے جادو نہ ہرگز سحر زلفوں مین — یہ دل جس سے ہے دیوانہ محبت کا ہے وہ ٹوٹکا
پرے رہ برق خار آشیان میرے لیے کہتا ہون — اڑے گا دھجیان ہو کر ترا دامن جو یان اٹکا

نواحی مین ترے کوچے کی ہے یہ حال سودا کا
کہ جون جغد آشیان گم کرکے بستی ہیں پھرے بھٹکا

اے دیدہ خانمان تو ہمارا ڈبو سکا — لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا
تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسد یکچین، — فتنہ نہ تیرے دور مین پھر نیند ہو سکا
جون شمع تن ہوا شب ہجر انہین صرف اشک — پر جسقدر مین چاہتا تھا اتنا نہ رو سکا

سودا قمار عشق میں شیرین سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منھ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز
اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہو سکا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نجائیگا
جون اشک پھر زمین سے اُٹھایا نجائیگا

رخصت ہے باغبان کہ ٹک اک دیکھلین چمن
جاتے ہین وان جہانسے پھر آیا نجائیگا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
کچھ قصر دل نہین کہ بنایا نجائیگا

آتی سے فوج خط کے نہو دل کو ان مخلصی
بند ہوا ہے زلف کا یہ چھوٹا یا نجائیگا

پہونچینگے اس چمن میں نہ ہم داد کو کبھی
جون گل یہ چاک جیب سلایا نجائیگا

آویگا وہ چمن مین نہ اے ابر جب تلک
پانی گلون کے منھ مین چوا یا نجائیگا

تیغ جفائے یار سے دل سر نہ پھیریو
پھر منھ وفا کو ہمسے دکھایا نجائیگا

زاہد گلے سے مستونکے باز آئیکا نہین
تا میکدہ مین لاکے چھکایا نجائیگا

عمامہ کو اوتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدے سے ورنہ سر کو اُٹھایا نجائیگا

ظالم مین کہہ رہا کہ تو اس خو سے درگذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نجائیگا

دامان داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل سے داغ مٹایا نجائیگا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا
زشام تا بسحر ہے فراق آئینہ کا

ہوا ہون اسقدر ابنا کی شکل سے بیزار
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا

تمھارے چہرے کو دیکھا ہے جب سے خوبان نے
کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا

رہی ہے خانۂ چشم اپنے کی یہ شکل اس بن
کہ جیسے آب سے پُر ہے رواق آئینہ کا

سوائے یار کی صورت نظر نہ آتا کچھ
ہمین جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا

دوچار ہوتے ہی کچھ کر دیا اُسے معذور
مرے تو دلپہ ہے روشن نفاق آئینہ کا

زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب کو سودا
سمجھ میں اپنے جو آیا مذاق آئینہ کا

کرین شمار ہم دل کے یار داغون کا
تو آکے سیر کرین آج اپنے باغون کا

ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا
سوائے داغ نہین دخل یان چراغون کا

ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیرے لئے ساقی
کوئی دنون تو مزہ لیجئے ایاغون کا

گیا میں گھر سے ترے اور آ لیتے ہین رقیب
مکان مرغ چمن آشیان ہے زاغون کا

سنی ہے ٹوٹنے کا سودا سے قصد مت کر یار
اٹھا سکے گا تو کب ناز بید باغون کا

میرے سخن کو فہم سکے یہ نہ فہیم کا
قیمت شکن سدا ہے یہ دُرِّ یتیم کا

میخانے میں ازل کے مرے ولسے زاہدا
دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا

غنچہ کو دل کے یاں ہے دم سرد سے شگفت
شرمندہ اس چمن میں نہیں میں نسیم کا

عالم کو مار رکھا ہے تیں باشند دوتا
زاہد یہ کاٹ ہے تری تیغ دو دم کا

جس سے ملے تو پہلے ہوا مل اسکی جانب سے
وان اوسکی وضع پر ہے و تیرہ ندیم کا

کھڑا انہ کا لبون سے تری کوئی بوالہوس
اک میں ہی رہ گیا ہون دعا گو قدیم کا

واسوخت دل مریض جو پوچھے ہے ہمنشین
دروازہ کس کے گھر پہ میں کھولون حکیم کا

بو کرنے کو کہا ہے دیا جین طبیب نے
ضعف مزاج دیکھ کے تیرے شمیم کا

کھینچے ہے گر بسوے ختن گہ ہمت تتار
دامن نسیم زلف سے تیرے شمیم کا

پہنے اگر لباس گدائی حریر پوش
برچھی بدن پہ اسکے روان ہو گلیم کا

سودا یقین کر اسکا دم فقر ہے غلط
بالیدہ ہووے جو کوئی ناز و نعیم کا

کیونکر ہو باغ جانا اُس سیر زا منش کا
وان سرو میں نہیں ہے آداب کج روش کا

اے برق چشم کم سے مت دیکھ دل جلونکو
اک آہ میں اڑا دین شعلہ تری تپش کا

آنکھونکی اسکی مژگاں یون دلپہ تل ہی ہین
گر دم بر صف سپہ کو جون قصد ہو یورش کا

پیکان جو تن میں کھٹکے ہے سو علاج اسکا
کانٹے کا پر برہ کے چارہ نہیں خلش کا

ساقی پہونچ کہ تجھ بن یون جسم و جان ہے میرا
لبریز جون پیالہ اور ہاتھ مرتعش کا

سچ تیغ کی کمر میں ڈالے کرے ہے پرتلے
اے وائے جسدن اسکے ہو امتحان برش کا

کیا جانے کس طرح کا تو سنگدل ہے ورنہ
یان رشتۂ محبت ہے کوہ کی کشش کا

آگے بھی خوبصورت اکثر ہوے تو کیلے
ان سب سے بانکپن ہے اسکا نئی روش کا

باتین کرو عدو سے سودا کو گالیان دو
قربان ہون آپکی میں اس دادلود ہش کا

جوش طوفان دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا

جو تجھے دیکھے کہے حور و ملک شمس و قمر
حسن تیرا دور ترا ور اک سے کیا کیا ہوا

خواہش دل کا ادائے بخشش سوا انداز سا ہنر
اسکے سینہ بستہ فتراک سے کیا کیا ہوا

پر تجلی شہرۂ آفاق جلوہ حسن کا
عشق بازون کی نگاہ پاک سے کیا کیا ہوا

قیس اور فرہاد و وامق پر جو گذرا سو سنا
مجھپہ دیکھو اُس بت بیباک سے کیا کیا ہوا

جوشش دریاے خون ہنگامۂ شور و فغان
دیدۂ تر سینۂ صد چاک سے کیا کیا ہوا

دور ساغر تھا ابھی یا ہے ابھی چشم پر آب
دیکھ سودا گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

کہون کیونکر بت رعنا مرا اور د بشر ٹھہرا
کہ جسکے نور کے سایہ سے یہ شمس و قمر ٹھہرا

نہ آنکھونمین تھا اشک اور نہ سینہ مین جگر ٹھہرا
سلگتے ہو گیا وہ لعل وہ سلک گہر ٹھہرا

عبث تو گھر بناتا ہے مری آنکھونمین اے پیارے
کسی نے آجتک دیکھا نہین پانی پہ گھر ٹھہرا

کہون کیا انقلاب اسوقت ہین یار و زمانیکا
جسے سب عیب سمجھے تھے وہ نظرونمین ہنر ٹھہرا

عجب کیا ہی جو آہ آتشین ویسے مرے نکلے
ہوا باہر جو شعلہ سنگ سے ظاہر شرر ٹھہرا

یہ وہ نالہ ہے جو آہن دلونکو موم کرتا تھا
نکی تاثیر اُس ظالم کے دلمین بے اثر ٹھہرا

کہین یہ بھی ستم دیکھا ہے یار و آشنائی مین
سمجھتے تھے جسے ہم نفع سو جی کا ضرر ٹھہرا

اشارے کے بولانیسے ہوا رسوا ہے یہ سودا
قیامت اُسپہ آوئیگی جو تیرے قول پر ٹھہرا

قتل سے میرے عبث قاتل پھرا
اُسنے منھ پھیرا ہمارا دل پھرا

خاک ہے یہ عاشقونکی اے کلال
چاک پر اپنے نہ تو یہ گل پھرا

اٹھ گیا دل کا مرے اب اعتبار
یہ تو خوبان سے جہان کے دل پھرا

دیکھتے ہی خط چلا یون شاہ حسن
جسطرح معزول ہو عامل پھرا

بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے
دربدر منت سے کیا حاصل پھرا

زخم کا دسکے تر و تازہ ہے انگور سدا
جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

جسکی ہم تیغ نگہ سے ہوئے گھائل یارب
چشم زخم اُس سے زمانیکا ہے دور سدا

ہے انھین شوق کسی دل کے لہو پینے کا
دیکھتا ہون مین تری آنکھونکو مخمور سدا

گو نہ دے شیشۂ گردون مے گلرنگ مجھے ۔۔۔ خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا
یار کی دیکھے تجلی جو تو موسیٰ کی طرح ۔۔۔ سنگ رہ سے ترے نکلے شرر طور سدا
ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اے سپہر ۔۔۔ شمع بھی گور ہماری سے جلی دور سدا

دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ مین دنیا سے منھ موڑا ۔۔۔ الٰہی ان نے اب داڑھی سے اس چیز کو چھوڑا
طپش نے اندرون دل کی نئی صورت نکالی ہے ۔۔۔ لپکتا ہے پڑا راتون کو یون ٹپکتا ہے جون پھوڑا
صبا سے ہر سحر مجھکو لہو کی باس آتی ہے ۔۔۔ چمن مین آہ گلچین نے یہ کس بلبل کا دل توڑا
بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزم ہستی مین ۔۔۔ کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا
طلب مین ایک ہی بوسے کے تم کینا گئے ہمسے ۔۔۔ بس آگے کیا توقع ہے جو اتنے ہی مین منھ موڑا

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بہ بتذل آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اٹھا دے کون یہ توڑا

جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا ۔۔۔ بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر ۔۔۔ مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا
پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو ۔۔۔ کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا
کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم ۔۔۔ یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا
خدا کیواسطے آ در گذر گنہ سے مرے ۔۔۔ نہو گا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا
یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو ۔۔۔ نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

اب تلک اشک کا طوفان نہوا تھا سو ہوا ۔۔۔ تجھسے اے دیدۂ گریان نہوا تھا سو ہوا
جن نے دیکھا ترا مکھڑا کہا سبحان اللہ ۔۔۔ قدرت حق سے نمایان نہوا تھا سو ہوا
خون دل چشم سے بہتا تھا مرے دامن تک ۔۔۔ موج زن تا بگریبان نہوا تھا سو ہوا
قابل شانہ ہوئی زلف تری جسدن سے ۔۔۔ کبھی جو دل کہ پریشان نہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی ترے سے عارض پہ یہ کہتی ہے کہ ہوس ۔۔۔ رونق ملک سلیمان نہوا تھا سو ہوا

داغ تجھ عشق کا جھلکے ہے مرے دلکے بیچ
مہر ذرہ مین درخشان نہوا تھا سو ہوا

ابر مژگان کے تصدق سے ترے اے سودا
سبز و خرم جو بیابان نہوا تھا سو ہوا

کہان نطق فصیح از طبع ناہنجار ہو پیدا
فغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار ہو پیدا

سخن بمغز کا ہے جون ہوا در بطے معنی ہین
حباب ایسا نہین جس سے در شہوار ہو پیدا

دل احمق سے مت امید رکھنا مرغ معنی کی
ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا

نہ طبع جمد سے سرزد کبھو ہون معنی رنگین
جہان ہین تخم سے تھوہڑ کے کب گلزار ہو پیدا

سخن کو زادۂ طبع سخنور کہتے ہین اوسکا
زبا نو بہر بخوبی چاہیے اذکار ہو پیدا

خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ
پدر ہو مورد نفرین جو ناہنجار ہو پیدا

کلام بے نمک کی شور انگیزی ہے ایسی کچھ
زمین بول گاہِ خلق مین جون کھار ہو پیدا

اگر ملک عراق اک ماچہ خر سوار ہو آوے
عراقی کی پر اسمین کا ہے سکو رفتار ہو پیدا

مخاطب اسکو ہی کرتے ہین ارباب سخن سودا
کہ جسمین کچھ بھی عقل و ہوش کا آثار ہو پیدا

دل اپنا چاہتا ہے وہ جنون از غیب ہو پیدا
کہ شکل صبح اسے ناصح زتار جیب ہو پیدا

ارادہ عشق سے پھرنیکا بے فکر کفن مت کر
جہان یہ رزم ہو اوسجا اجل لاریب ہو پیدا

غنیمت جانتے ہیں ہم تو ایام شباب اسکا
وہ اسکی قدر تب سمجھیگا جب دم شیب ہو پیدا

ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق مین سودا
اگر نادان کو ہووے تو اسمین عیب ہو پیدا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

تصویر مری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اسکا بہزاد بہت رویا

نالے نے ترے بلبل نم چشم نہ کی گل کی
فریاد مری سنکر صیاد بہت رویا

جو عین پڑی ہین ہتین دیکھا مین گلستان مین
تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا

آئینہ جو پانی مین ہے غرق یہ باعث ہے
تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

سودا سے یہ پوچھا مین دل مین بھی کسیکو دون
وہ کرکے بیان اپنا روداد بہت رویا

ترکش او لینڈ سینہ عالم کا چھان مارا
مژگان کے بان نے تو اُن جن کا بان مارا

آتے تجھے جو دیکھا تیر و کمان اُٹھا کر
کہنے لگا کہ یارو رکھیو دھیان ہمارا

دندان ولب یہ سادے تھا سمجھان ہین لیکن
مسّی دو اُنگلی ملکر کھایا جو پان مارا

کہتے ہین عشق جسکو مت پوچھ تو وہ کیا ہے
اک زہر ہے کہ جن نے پیر و جوان مارا

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح
سی سی مرا گریبان ان نے تو جان مارا

مہمان جو کوئی آیا گھر آسمان دنی کے
دو دن کھلا کے روٹی اُسکو ندان مارا

نالہ سے کسکے دل کے مانا پڑی تھی ظالم
فریاد نے جرس کے کیا کاروان مارا

سونے سے رات کروٹ اُن نے جو لی اور اپنی
آہ و فغان نے برہم سارا جہان مارا

سودا کو بات کرتے تجھسے کبھو نہ دیکھا
کہ کس گنہ پہ تو نے وہ بے زبان مارا

ساقی ہماری توبہ تجھپر ہے کیون گوارا
منت نہین تو ظالم ترغیب یا اشارا

یکبار ہی چھکا دے ساقی کہ فصلِ گل کو
عرصہ کہان کہ دے تین ساغر ہمین دوبارا

چمن مین صبح جب اُس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا آب روان سے کام لیا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی
کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

چنی ہو شاخ سے جون گل پیالہ مے سرخ
مین تیرے ہاتھ سے ساقی یہ سبز فام لیا

بسان طائر رنگِ حنا قدم لے کر
ہر ایک کبک نے پیارے ترا خرام لیا

سرشک چشم نہ تھا مین کہ اے فلک تو نے
نظر سے خلق کے گرتے نہ مجکو تھام لیا

معاش اہل چمن جاے رشک ہے سودا
کہ زندگی کا انھون نے مزا تمام لیا

کسی کا انہین سے محسود ہے نہ والی روم
حسد کسیکو نہ او سپر کہ جن نے شام لیا

کہین نہ واسطے منصب کے ہین یہ مجرائی
سلام کر کے کسو سے نہ لاکھ دام لیا

کبھو مین انکو نہ دیکھا تلاش دنیا مین
کبھو نہ فکر تردد سے کوئی کام لیا

ادھر شروع ہوا صبح نغمۂ بلبل
ادھر بہار سے ہر ایک گل نے جام لیا

تاثیر عشق نے مژہ درد کھو دیا
اُن نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

نسخہ ترے مریض کا علاج کو جو دیا
دیکھ اُن نے حرف حرف کو رو رو کے دھو دیا

بوسہ کا وعدہ اُسنے کرو جنکو دے رہے
کیوں باتیں یاں بناتے ہو تم بس چلو دیا

ملنے کی دخت رز کی تو کھائی تھی میں قسم
زاہد نے بیچ پڑ کے اُسے پھر ملو دیا

تاراج و تاخت فوج کی خط کی کہوں سو کیا
پلکیں اُٹھا کے ملک دلوں کا بلو دیا

دیکھا میں جب گلیمیں ترے ہار دست غیر
تار نگہ میں اشک کا دانہ پرو دیا

بوسہ کے ذائقہ کو نہیں شہد و سم میں فرق
ہم پی گئے اُسے ہمیں قسمت نے جو دیا

سودا ہے بے خلش یہ زخود رفتگی کی راہ
کانٹا نہ پا میں اُنکے فلک نے چبھو دیا

کرتا ہوں سیر جب سے باغ جہاں بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھسا کہاں بنایا

اک نام تو سنا ہے دیکھا نہیں کسو نے
حق نے نشان عنقا تیرا دہان بنایا

جتنے ہیں خوبرویاں سب دلستاں ہیں لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جانستان بنایا

جنس وجود کو اول بزاز کھولتا ہے
یوسف سے تو بہا میں تجکو گران بنایا

صدقے میں تیرے یارب ہمسو نکو کرے پیدا
گلے کا آپ کو تیں اک پاسبان بنایا

دیر و حرم کو دیکھا اللہ ری فضولی
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تو مت بگاڑ اسکو اے باغبان کہ ہمنے
نزدیک آتش گل آپ آشیان بنایا

عالم کا قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جیسے سرو روان بنایا

اکثر نشان بنے ہیں عالم میں نام خاطر
تونے سخن کو سودا اپنا نشان بنایا

صدمہ ہر چند ترے جور سے جان پر آیا
تسپہ شکوہ نہ کبھی میری زبان پر آیا

راست کیشوں کی تف آہ سے ڈرئیے اکثر
تیر پھرتا نہیں جسوقت نشان پر آیا

موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزان پر آیا

دل پر خون کو مرے غنچۂ تصویر کی طرح
لب وا شد نہ کبھی راز نہان پر آیا

چشم انجم پہ نہیں ابر سے وہ روز سیاہ
جو مرے دیدۂ خون ناب چکان پر آیا

رات کو دیکھ کے اے ماہ تجھے غیر کے ساتھ
طعنہ زن دل کا مرے گل کی کتان پر آیا

تھے کے استاد دبستان سخن میں سودا
شعر کے قاعدہ دانان جہان پر آیا

پایا وہ ہم اس باغ مین جو کام نہ آیا
کچھ اپنے تئین جز ثمرِ خام نہ آیا

اے زمزمہ پرداز چمن نالہ کہا را سا
وہ مرغ نہ سمجھے جو تہ دام نہ آیا

گو شکل کمان خانۂ گردون ہے منقش
پر اسمین نظر گوشۂ آرام نہ آیا

آراستہ جو بزم ہوئی دورِ فلک مین
وان جام بجز گردش ایام نہ آیا

بستان تو پُر از بادۂ اقسام ہے لیکن
سایہ مین کسو نخل کے آرام نہ آیا

تیری بھی جوانی وہ بھی ناصح کہ تھا زور
قاضی کا ترے واسطے اعلام نہ آیا

مین تنگ ہون اتنا کہ بد را ورپسر کے
لب پر کبھو مجلس مین مرا نام نہ آیا

ہے رنگ تماشائے جہان صورت خورشید
جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا

ہر عید مہ نو نے کیا قصد کہ دیکھے
لیکن وہ کبھو تا بلبِ بام نہ آیا

ہے طرفہ تمنا کہ رہون لب بلب اُسکے
جس سے کہ کبھو بوسہ بہ پیغام نہ آیا

تیشہ سے بھی تھا کام بڑا ناخن غم کا
فرہاد تجھے دے وہ سرانجام نہ آیا

آفات ہی اے چرخ اُٹھا جانی ہے تونے
ظالم کسی گرتے کو تجھے تھام نہ آیا

تجھ بن جو گیا باغ مین سیر آب روان کو
پھر تیغ کا خاطر مین مرے کام نہ آیا

اسکا تو گلہ کیا ہے کہ بستان جہان مین
مجھ تک قدح بادۂ گلفام نہ آیا

یون منھ نہ دھواے صبح کہ آگے مرے سودا
جون لالہ پُر از خون جگر جام نہ آیا

نور اخذ ہنر کرنے میں دل کا مین گنوایا
جون آینہ جوہر نے مجھے عیب لگایا

جلوے ترے ہم ہین صنم بزم جہان مین
گر شمع نہووے تو شب تار ہے سایا

کام آب کا لے خاک سے بھی روشنی طبع
آئینہ نے منھ گرد سے پھر عمر دھولایا

جو خاک نشین ہین نہ انھین سمجھیو کم قدر
وہ دانہ ہے خرمن جسے ماٹی مین ملایا

ہے حسن مین یہ فیض کہ صحبت مین بتا لکھے
بدخلقی جسے کہتے ہین سونا ز کھایا

صباغ خرابات جہانین ہون کہ جتنے
تام اپنے بزرگون کا خم مے مین ڈبایا

کچھ کبر سے خاطر مین نہ لایا ہمین کوئی
رتبہ کسی خاطر مین ہمارا نہ سمایا

مین تنگ ہون اتنا کہ قبیلہ مین سے کوئی
میراث کے بھی لینے کو وارث نہ کھایا

رونے نے کیا حال تباہ اس شرخ پُر شیرن
سودا نے دیا عشق کا پانی سے جلایا

جام خالی سے جو ساقی نے مجھے ڈہنکایا
مین کہان بخشے صاحب نے مجھے مین بھر پایا

پڑا دریا پہ جو اُس زلف سیہ کا سایا
کالا کالے کا بھی دیکھا ہے نہ یون لہرایا

مین بندھا تارنگہ کا ہی قفس مین آیا
دام صیاد تہِ خاک نہ مین پھیلوایا

لیلۃ القدر تھی یارو جو شب وصل تو کیا
آخر اُس شب نے مجھے روز سیہ دکھلایا

سمجھے تھا مین خطر راہِ محبت ناصح
میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

یہ تو وہ چیز سے خالی نہین اے رشک بہار
داغ تجھ عشق کا لالہ کے ہے یا گل کھایا

ہمسری کی مہ نو نے جو ترے ابرو سے
بدر کر چرخ نے چہرے سے اُسے گھٹوایا

مت کر اغماض خط آنے پہ کہ فیاضِ غیب
ناز برداری کو تیرے خط رخصت لایا

رات جو رند ہوئے شیخ سے عمامہ طلب
شیخ نے کام بزرگی کے تئین فرمایا

گرچہ رویا مین ترے غم مین بہت سا لیکن
اپنے رونے کا مجھے رات تسلسل بھایا

خون کے ہر قطرے سے کہتا تھا یہی لخت جگر
تو مژہ تک بھی نہ پہونچیگا کہ مین یہ آیا

معنی خامہ زبان کا جو مرے رنگین ہے
حسن دُر دانگی مین بندش مین نہ اُسکے پایا

بے تصنع تجھے کہتا ہون یقین کر سودا
گل جدا شاخ سے جسدم کہ ہوا مرجھایا

آنکھون سے اشک جتنا آتا تھا شب نہ آیا
زخم جگر نے یارو پانی مگر چرایا

ہے دادخواہ بلبل اُس جنگجو پہ یارو
تیغ نگہ سے جسکے لوہو مین گل نہایا

عارض سے چہرہ ہو کر اُس سے ہوا ہی رسوا
لالہ نے خاندان کو داغ اپنا کیا لگایا

ہوتے جو غیر کے مین وارد ہوا گھر اُسکے
پست رہگئی کہ اُن نے آنکھون ہی مین دھرایا

جس مغبچے سے پیالا پیتے نہ تھے ہم اُن نے
دستے کی کھوپڑی مین پانی ہمین پلایا

رو رو کے حال دل کا روشن کیا ہی اُسپر
آنکھون نے آہ میرا پانی سے گھر جلایا

دل نقد جان تک اُسکو چاہے تھا مین خریدن
قیمت پہ یک نگہ کے پھر آپ ہے بکایا

صبح شب ملاقات ایسی ستم تھی یارو
جسکے سپیدہ دم نے روز سیہ دکھایا

عاشق نہین وہ جسکا ناصح سے زخم کیسے گریبان
سینے کے زخم پر بھی ٹانکا یہان دلایا

اب وغدغہ نہین ہے کچھ سیل حادثہ کا
اپنا تو گھر عزیزو اک چاہ نے ڈبایا

کہتا پھرے ہے ناصح شیخی کی راہ یارو
اس بیوفا کا ملنا سودا کا مین چھڑایا

ملنا چھوڑا یا نہ مجھسے دوری کی زندگی نے
محجوب ہو پھر اسکو مین نے نہ منہہ دکھایا

باغ مین جب دم خرام اُس سرو قامت نے کیا
نعرۂ حق سرہ قمری نے بھر کر جی دیا

عشق مین خون جگر کھانیکی گر لذت نہ تھی
خضر نے حیران ہو آب زندگانی کیون پیا

سوزن و رشتہ کی بدنامی تو لی پر کیا حصول
کب کسی عاشق کے زخم دل کو عیسیٰ نے سیا

صبح کو جیتا تو نکلا گھر سے مین پر کیا کہون
مر گئی تھی اک طرح کی جو رات مین تجھ بن جیا

گھر سے بلواتا تو کیسو مجکو جاتے دیکھکر
وہ کبوتر بھی اوڑانے مین نہین کہتا بیا

غش مین آجاوے ہوس دیکھے وہ چہرا اگر
اُس طلائی رنگ سا کب ہو طلائے کیمیا

ننگئے ماٹی مین کیا کیا جامہ زیب اُس گھر کے بیچ
اب تلک شکل اتو پڑتا ہے نقش بوریا

جاکے بازار بتان جور و جفا اب ناصحا
اپنی مین جی کی خوشی کو نقد دل دیکر لیا

کوی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ
کیا کہون سودا جو رندون نے سلوک اسنے کیا

کر سلام انکو کہا جلدی سے لو یارو قدم
ہین زقسم اولیا یا از قبیل انبیا

کوئی بولے تھا ملو منہ سے انھون کی خاک پا
کوئی کہتا تھا کرو آنکھون مین اپنے طوطیا

آخر کار اوسجگہ کیا دیکھتا ہون رات کو
وہ مقدس صورت اور ایسے بزرگ پیر یا

ڈھونڈنے جاتے ہین پیچھے پیچھے عمامہ کو آپ
اک مرید آگے چلا جاتا ہے دکھلاتا دیا

سحر جو باغ مین دلدار ایک بار آیا
نثار میوہ سے ہر نخل زیر بار آیا

نوید مغبچگان موسم بہار آیا
ہر ایک تاک کو گلشن مین برگ و بار آیا

قسم نہ کھائیے ملنے کی غیر سے ہرگز
کہا نہ تم نے میان ہمکو اعتبار آیا

برنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے
جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا

ہماری خاک پہ گو چشم تر کسی نے نہ کی
ہمیشہ گریہ کنان ابر زار زار آیا

سگے جہانسے کیا سبزہ جوتہ خاک
کہ گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا

ممانعت نے کیا تیرے شہرۂ آفاق
وگرنہ مین ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

خبر لے وادی مین سودا کی یون سنا ہے آج
کہ ایک شوخ کسی بے گنہ کو مار آیا

کب دل شکستگان سے کر عرض حال آیا
ہے بے صدا وہ چینی جس مین کہ بال آیا

سینے سے مین دعا کو لایا جو شب لبون تک
کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا

ملنے کا ایکدم بھی یان ضعف دل ہی مانع
او کتا کے اوٹھگیا وہ تب جی بحال آیا

کونین تک ملے تھی جس دل کی مجکو قیمت
قسمت کہ یک نگہ پر مین اُسکو ڈال آیا

بخشش پہ دو جہان کی آئی تھی ہمت دہر
لیکن نہ یان زبان تک حرفِ سوال آیا

نازان نہو تو اسپر گر تجکو سنگ مین سے
گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحبِ ہنر ہے
کینہ کسیکے دل سے جسکو نکال آیا

دیر خراب مین کل اک مست کی زبان پر
یہ شعر اُس جگہ کے کیا حسب حال آیا

اعمال دیکھ تیرے مے شرم سے عرق ہی
اے محتسب تجھے بھی کچھ انفعال آیا

اسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا
خاطر پہ جب کسی کے اُس سے ملال آیا

باہر رکھون نہ بزم سے لے رشک باغ پا
جون شمع سر کے گل سے کرون تا نہ داغ پا

جون غنچہ رک رہا ہی دل اس باغ مین کہ یان
جز آب جو کیا نہ کسی نے فراغ پا

کر بیت مین ہماری معاند سمجھ کے دخل
ہر گھر مین دیکھ بھال کے رکھتا ہی زاغ پا

دل تفتگان کی خاک سے ہی آبلہ کا خوف
رکھتا نہین ہے کچھ وہ زراہ دماغ پا

روشندلون کا حد سے نہ بڑھکر قدم پڑے
باہر رکھے نہ سایہ سے اپنے چراغ پا

بیدست و پا نہ صاحب کیفیتون کو جان
ہے دست میکشان کا برانے ایاغ پا

پہونچا نہ وان جہانسے کہ جلکر اُٹھا نہ مین
مجکو دیے فلک نے بشکل اوجاغ پا

اس حور ساتھ عیش ہو واعظ تجھے نصیب
باغ جنان مین جسکا ہو سر اور بہ راغ پا

سودا ہے زلف یار مین گم گشتہ دل ترا
ہر گھر مین کیون رکھے ہے تو بہر سراغ پا

کیا جانیے کسکی خاک ہے رکھ ہوش نقش پا
یون دھر قدم کہ تا نہ دبے دوش نقش پا

اعمال رفتگان کے مکافات کر نظر
حیران رہے ہے صورت خاموش نقش پا

کسکی سنین ہین خاک نشینان راہ عشق
گوش اپنے کر ہین اتنے کہ جون گوش نقش پا

دہشت سے ہے کبر اہل جہانسے یہ اب مجھے
افتادگی نہووے فراموش نقش پا

کثرت سے کوے یار مین گرمی ہی یہ کہ وان
پڑتا ہے پا مین آبلہ از جوش نقش پا

گذرے وہ کیونکہ خاک سے میری کہ تا ابد
چھوڑے قدم کو اُسکے نہ آغوش نقش پا

افتادگان تک آن کے کیا لینگے راہزن
جز خاک کچھ نہین ہے در آغوش نقش پا

اے شوخ ہرزہ گردی نے تیری ہر ایک جا
خون جگر کیا ہے مرا نوش نقش پا

پابوس پہ رقیب عبث مے ہے جی کہ وان
کب ہے قبول خاطر پابوش نقش پا

سودا بقول حضرت بیدل بجوئے دوست
خط جبین ماست ہمہ آغوش نقش پا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ اندنون ہین بھی ہون عندلیب
مت آشیان چمن کے مرے متصل بنا

جب تیشہ کوہکن نے لیا ہاتھ تب یہ عشق
بولا کہ اپنی چھاتی پہ دھرنے کو سل بنا

جس تیرگی سے روز ہے عشاق کا سیاہ
شاید اُسی سے چہرۂ خوبان پہ تل بنا

لب زندگی ہین کب ملے اس لب سے اے کلال
ساغر ہماری خاک کو مت کرکے گل بنا

اپنا ہنر دکھاوینگے ہم تجکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سُن سُن کے عرض حال مرا یار نے کہا
سودا نہ باتین بیٹھ کے یان متصل بنا

سودا یہ کیا کریگا نت اسقدر کا رونا
عالم کو اے دیوانے سب ساتھ لے ڈبوتا

سر تا قدم گلا کر جبتک کرے نہ پانی
جون شمع داغ دل سے مشکل بہت ہے ہونا

جسطرح چاہتا ہے دنیا مین زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہین نہ ہونا

بے وجہ آئینہ نہین ہر بار دیکھنا
کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا

نرگس کیطرح خاک سے میری اُگی ہے چشم
ٹک آن کے یہ حسرت دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے حرم دل کے صید پر
اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقص جان دید ترا پر یہی ہے دھن
جی جائے یار ہے مجھے یکبار دیکھنا

اے طفل اشک ہے فلک ہشتمین پہ عرش
آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا
میری زبان سے ہو یہی اظہار دیکھنا

ہر نقش پا پہ تڑپے ہے یاد رو ہر ایک دل
ٹک واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سودا سے اختلاط
کوئی لہر آگئی تو مرے یار دیکھنا

اٹھ بن عجب معاش ہے سودا کا اندنون
تو بھی ٹک اسکو جاکے ستمگار دیکھنا
نے حرف دے نے حکایت و نے شعر و نے سخن
نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا
خاموش اپنے کلبۂ احزان مین روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو
پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

سیہ کاری سے ہے مانند نگین ہر چند کام اپنا
نکالا روسفید آخر میں اس صفحہ مین نام اپنا
حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا
رکھا محروم مین قطرے سے اس دریا مین جام اپنا
نہ پہونچے نیستی عنقا کی ہستی کو مری ہرگز
کہ مین یا تنگ زبانسے بھی نہین سنتا ہون نام اپنا
اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین
نہین گویا زبان شعلہ دون کسکو پیام اپنا
کہان ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمہ کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

سنا جب انس تھا ہرنو نکو صحرا بیچ مجنون سے
کیا شہری غزالون کے تئین سودا نے رام اپنا

جھون کی نظر مین ہم سبک ہین دیا انھین کچھ وقار اپنا
عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھو نپہ ڈالیسے بار اپنا
کرون سو کیا آہ ناامیدی وہ ہو دے کس طرح یار اپنا
نہ گھر مین رہنا ہے اسکا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا
نگر ہو آباد جسکے دلکا نہ پوچھا اُس سے تو دکھ ہمارا
یہ درد سن اس رئیس سے تم کہ جسکے لٹتے دیکھے دیار اپنا
جو دھوم آنے سے تیرے خط کے اب ایک عالم مین مچ رہی ہے
چمن مین وہ شور ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھو بہار اپنا
اثر ہمارے سخن کا ظالم نہین ہے سوا یک تیرے دل مین
وگرنہ وہ سنگ کونسا ہے نہو گا جسمین شرار اپنا
جہان تڑپتا ہے دل ہمارا کبھو تو ظالم تو وان گذر کر
کوئی بھی صیاد چھوڑتا ہے پھڑکتے بسمل شکار اپنا
جنھین نہین عقل وہ کرین ہین طلب ہوس سے کیمیا کی
جو فہم ہووے تو بہ زاکسیر ہے یہ مشت غبار اپنا
ہوا نہ رہنا فراغتین یون کہ ایکدم بھی میں آپ مین ہون
نہ رہتے دیکھا کبھو بُرے وقت آپکو بھی میں یار اپنا
گران طبیعت یہ ہوسکے ہون نہ ہوئے وہ بھی نصیب اپنے
خدا اُٹھائے ہمین جو ڈالین کسیکی خاطر یہ بار اپنا
برنگ تاک اینڈتا پھرے ہے جہان تو باغ جہا مین سودا
مین کیا کہون تو نے آہ سیار کر گئے ہین گذار اپنا

چمن نہ تنہا جنون کی غم سے ہنوز چھاتی پہ کھائے ہے گل
رکھے ہے اتبک ہزار جا سے روش بھی سینہ فگار اپنا

نہین پیکان یہ جو ہر نامہ اُن نے تیر پر لکھا — اشارا قتل کا مجکو یہ کس تقصیر پر لکھا
ہوئی تبدیل ہیئت یان تلک غم سے جدائی بھی — کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا
کہین ہین زلف کو سب دیکھ اُس رو کے مخطط پر — یہ لام افزود کیون قرآن کی تفسیر پر لکھا
نہ سمجھے جی کسطرح روز ازل کاتب نے قدرت کے — ہمارا خون قاتل کی دم شمشیر پر لکھا
نہین چین جبین اے یار تجھ محراب ابرو پر — کتابہ روز اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا
اسی مضمون سے معلوم اسکی سرد مہری ہے — مرا نامہ جو اُس نے کاغذ کشمیر پر لکھا
جگہ دی نالہ و دلکو تری زلف چلیپا مین — یہ مصرع کرکے موزون ہمنے اُس زنجیر پر لکھا

خدا جانے کہ اے سودا پڑھ اسکو کیا وہ سمجھیگا
ہمین تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پر لکھا

بلبل نے جسے جاکے گلستان مین دیکھا — ہمنے اُسے ہر خار بیابان مین دیکھا
روشن ہے وہ ہر ایک ستارہ مین زلیخا — جس نور کو تو نے مہ کنعان مین دیکھا
برہم کرے جمعیت کونین جو پل مین — لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا
واعظ تو سنی بولے ہے جس روز کی باتین — اُس روز کو ہمنے شب ہجران مین دیکھا
اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر — کتنا وہ مزہ تھا جو نمکدان مین دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہین وہ
کیا جانیے تو نے اُسے کس آن مین دیکھا

والہ کو تری چشم کے آزار ہی رہا — عیسی وقت تھا تو وہ بیمار ہی رہا
چھوٹا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ — یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا
جاتی رہی ترے چمن حسن کی بہار — بلبل کے گل نظر مین ولے خار ہی رہا
جیسے ہوئی ہے قابل شمشیر وہ کمر — چھاتی پہ میری مرہم زنگار ہی رہا
سوکھا نہ ایک پل مرا دامان و آستین — تجھ عشق مین یہ دیدۂ خونبار ہی رہا
دیکھا ہے تجکو در پہ ترے جن نے ایکبار — پھر جبتلک جیا پس دیوار ہی رہا
اک روز ایک یار نے اُس شوخ سے کہا — سودا کے دیکھنے سے تجھے عار ہی رہا
بولا کہ تیرے حق بطرف ہے اس امر مین — جیسے ہوا وہ خلق بد اطوار ہی رہا
اتنا تو وہ بُرا ہے کہ چہرے کا جسکے رنگ — بھر عمر اُسکی شکل سے بیزار ہی رہا

گو گھر مین سب کسیکے تو اے مہ جبین رہا
پروا نہین ہمین بھی یہ وہ دل نہین رہا

کیا فائدہ کہ درپے تحقیق ہم رہین
ملنے سے جبکہ ہم رہے پھر تو کہین رہا

اسباب دین و دنیوی کب تھا خیال مین
تیرا ہی دھیان تا بدم واپسین رہا

صبر و قرار و ہوش و دل و دین فدا کیا
تسپر بھی میری جان تجھے مجھسے کین رہا

نکلا کسی ہی طرح نہ دل سے ترے حجاب
سودا سے تو تو یار سدا شرمگین رہا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

رات جب غصہ ہو میرے پاس سے اٹھکر چلا
مین نہ چھوڑا گو کہ دامن وہ جھٹکتا ہی رہا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا

تاب کسکو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے
جو ترے کوچے مین آیا سر پٹکتا ہی رہا

کونسی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوے وصل مین یہ دل بھٹکتا ہی رہا

جسکو تین گھر سے نکالا وہ بامید طلب
ہر قدم پر راہ چلنے مین ٹھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا تھا پر دیکھا نہ اسکو بھر نظر
ہوش مین آؤن مین جبتک وہ سٹکتا ہی رہا

آج کیا سودا مین الفت کی خلش تجھسے کہون
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

مجلس سے جب ہو مست وہ رشک بتان اٹھا
محشر کا اہل بزم سے شور و فغان اوٹھا

آیا نظر جو در سے ہی اسکو مین کہین
لیکر وہ میرے قصد کو تیر و کمان اوٹھا

جو ہین قدم رکھا مین سوے باغ یا نصیب
لے بیلچہ کو ہاتھہ وہین باغبان اوٹھا

مین جسکے پاس بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دلکی غم کی وہ لے داستان اوٹھا

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آپھی اٹھے جہان سے تو گویا جہان اوٹھا

بوے وفا و رنگ محبت نہین ہے یان
یارب تو اس چمن سے مرا آشیان اوٹھا

پہونچیگی تیرے گھر ہی جو جاہیگی دخت رز
سودا نجا کے منت پیر مغان اوٹھا

تیرے کوچے سے جو ہم آپکو چلتے دیکھا
جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا

تیغ تیری کی سدا شکر ادا کرتے ہین
لبونکو زخم کے دن رات مین ہلتے دیکھا

کیون دیا دل مین ترے طرۂ شکین کو کہ مرغ
آہ مین بھی پنجۂ شاہین مین پلتے دیکھا

ڈوبے اوچھلے تو بہت دیکھے ہین مین دریا کے
ڈوبا اُس چاہ ذقن کا نہ اوچھلتے دیکھا

استقامت ہی عجب شے ہے نہین جسمین لغزش
نخل کا پانون زمین پر نہ پھسلتے دیکھا

عیش آلودہ افسوس ہی اس جا کہ حنا
جسکو پہونچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا

فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے
قطرۂ گوہر ہو صدف سے مین نکلتے دیکھا

آہ و نالہ سے مرے دل نہ پسیجے اوسکا
مین ہوا سے نہ کبھو سنگ پگھلتے دیکھا

تیغ کا زخم اُٹھا سنبھلے ہے انسان لیکن
سامنے تیر نگہ کے نہ سنبھلتے دیکھا

سوجھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی
جب تجھے قتل پہ عاشق کے مچلتے دیکھا

اپنے منہ سے کے نکلا کن نے سخن کو گوہر
لعل سودا ہی کو پہ منہ سے اُگلتے دیکھا

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا
پردے مین تھا آفتاب دیکھا

کیونکر نہ بکون مین باتھ اُسکے
یوسف کیطرح مین خواب دیکھا

کچھ مین ہی نہین ہون ایک عالم
اُسکے لیے یان خراب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق
مذہب مین ترے ثواب دیکھا

کچھ ہو وے تو ہو عدم مین راحت
ہستی مین تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی
اُس چشم کو مین پر آب دیکھا

سرگردان ترے ہی عشق مین ہے
یان ہمنے جو شیخ و شاب دیکھا

دل تونے عبث لکھا تھا نامہ
جو اُس نے دیا جواب دیکھا

بھولا ہے وہ دل سے لطف اُسکے
سودا نے یہ جب عتاب دیکھا

ساقی چمن مین چھوڑ کے مجکو کدھر چلا
پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

گل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار
غنچے کا دل دہن پہ کسیکے بکھر چلا

نشو و نما یہ تھا تو ہمارا نہال عشق
خوبونکی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا

کدا اپنے دل مین یار سے کچھ کم ہے اذ زون
آلودہ آب گرد سے تھا پر نتھر چلا

اس بحر مین ہے سوج کی حافظ شکستگی
فیصل ہوا حباب کہ جسدم ابھر چلا

ابھی ہے یہ بہار کہ یار و بطرف باغ
زاہد گرو کلال کی دستار دھر چلا

غافل ہے اُس مریض سے ظالم کہ جسکے پاس
آیا کوئی تو پوچھتا اشک اپنے گھر چلا

عالم تو مر رہا ہے سراک آن پر تری
تیغ و سپر یہ لیکے تو کس پہ بپھر چلا

سودا کی زرد چہرگی شوخی کی راہ سے
کہتا ہے تیرا رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
آیا تھا آہ کس لیے اور کیا میں کر چلا

ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام
اس روز و شب کے دھندے میں میں تو بھی مر چلا

مجلس سے مجکو اُٹھتے جلیسوں کے سامنے
عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے کدھر چلا

نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ اندنوں رقیب
تھوڑے سے دم دلاسے میں کتنا ابھر چلا

چلنے کا مجھکو گھر سے ترے کچھ نہیں ہے غم
اور رونے کو ملیں یکدو قدم بیشتر چلا

کیا اس چمن میں آ کے لے جائیگا کوئی
دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا

جامہ قمار خانہ میں چیرہ ہے پیش مغ
اب کاٹوں کسکی سیب کہ دل بادہ پر چلا

بھیجا ہی وہ پیام میں اُس شوخ کو کہ آج
کر خضر راہ مرگ کو پیغامبر چلا

طوفان بھرے تھا پانی جن آنکھوں کے سامنے
آج ابر اُنکے آگے زمین کرکے تر چلا

روکا بصد ہنر اُسے ملنے سے غیر نے
لیکن ہنر پہ اُسکے نہ میرا ہنر چلا

سودا کہے تھا یار سے یک ہو نہیں غرض
اودھر کھلی جو زلف ادھر دل بکھر چلا

سودا غزل چمن میں تو ایسی ہی کہکے لا
گل پھاڑیں سنکے جیب کو دیں بلبلاں جلا

حکاک کا بسر بھی مسیحا سے کم نہیں
فیروزہ ہو وے مردہ تو دیوے ہے وہ جلا

نہیں چھوڑتا ہے اشک مرا دامن و کنار
یہ طفل بد سرشت نہ گہوارہ سے پلا

شاکی نہیں خدا سے بنی گر یہ شکل زشت
ممکن نہیں کمہار کا ماٹی کرے گلا

غم سے خزاں کے خون جگر چھپٹا اب اے نسیم
غنچے گلوں کے کچھ نہیں کھاتے انھیں کھلا

دبکے ہے اسقدر تو مجھے دیکھکر رقیب
چوہے کی بھانت چھپے ہے نظروں سے یہ بلا

اسلوب شعر کہنے کا تیرا نہیں ہے یہ
مضمون آبرو کا ہے سودا یہ سلسلا

نگاہ مست نے ساقی کے عالم کو جھکا ڈالا   کہین مدہوش ہے شیشہ کہین ہے جھو متوالا
کرے کیا دل صف مژگان سے نے خنجر ہے نہ بھالا   کہ تیرے روبرو ہے ترکش دان یہان اک بے اثر نالا
نکھرائے کھینچی شوق اس سے تو انداز بوسے کا   ڈرون ہون نہین نہ پڑ جاوے کہین ابلا لب پہ چھالا
نگہ قیمت کہی دل کی تو اسپر بھی گران سمجھا   جو نقد جان بکتا ہو کہین تو مجکو دلوالا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار مین سودا
بغل مین لیچلے ہین دل تو اک آتش کا پرکالا

مین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا   سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالا
جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا   غنچے نے صراحی لی اٹھا گل نے پیالا
کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو   دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو نکالا
مانگا جو مین دل کو تو کہا بس یہی اک دل   جلتے ہی تو چاہے مرے کوچے سے اٹھالا
اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن مین   گل پھاڑے ہے دامن تو نے تجھے کو سنبھالا
اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے   پردے مین چھپا اسکے تئین تجھکو نکالا
تنہا تری مژگان سے یہ دل کیونکہ بر آوے   لے تیر ہے اس پاس نہ خنجر ہے نہ بھالا
فتنہ ہی اٹھاتے ہو گئی پشت فلک خم   ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

ملک آئین جب سے تین لوٹا   کفر و دین گبر و شیخ سے چھوٹا
موج آتش سے ہے سیل آنکھون کی   شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیری چشم کا مارا   نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا
چمن دل مین عشق بویا تھا   داغ و شعلہ ہوا گل و بوٹا
گرد ہستی نے دلکو دی ہے شکست   آئینہ اس غبار سے ٹوٹا

دل یار کے ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا   اور اسکو سر بار سمجھ عشق نے کوٹا
گا ہے دل خون گشتہ سو ابزم مین اپنے   شیشہ ہے گلرنگ کا ساقی سے نہ ٹوٹا
جا بیئے کدھر ہاتھ سے اب چشم بتان کی   تھا دل کا نگر اپنے سو ان ترکون نے لوٹا
اسکی نگہ مست چمن پر ہے کہ سودا   غنچہ سے کھلا ہے کہ سبو بادہ کا پھوٹا

طبیعت سے فرومایہ کی شعر تر نہین ہوتا
جو آب چاہ کا قطرہ ہے وہ گوہر نہین ہوتا

ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کا آئینہ
خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہین ہوتا

نجانے عکس رو اسمین پڑا کس اہل جنت کا
کہ آب آئینہ سے لب کسو کا تر نہین ہوتا

سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم مین
ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہین ہوتا

طمع دولت کی بیتاب تعب مت رکھ زمانے سے
مہوس تا نہ پھونکے آگ مین مس زر نہین ہوتا

نہین لاتے زبان پر حرف مطلب سر گذار اپنا
بدست یار تا کھینچا ہوا خنجر نہین ہوتا

سراپا شکل اخگر ہے تب ہجران سے جسم اپنا
نہین وہ پیرہن جو تن پہ خاکستر نہین ہوتا

دیا مین نقد دل اپنا اب ان خوبون سے خطرہ کیا
جو مفلس ہوا سے کچھ رہزنون سے ڈر نہین ہوتا

تلاش خضر بہر منزل مقصد نکر سودا
کوئی خود رفتگی سے راہبر بہتر نہین ہوتا

ترا دل مجھسے نہین ملتا مرا جی رہ نہین سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا

ترے آگے مری آنکھون سے آنسو کیونکہ چلتے ہین
جو تو دریا سے گذرے ہے تو پانی بہہ نہین سکتا

نہ شکوہ یار کا لب تک دلا پیرانہ سر لیجا
بخاموشی ہی گذری ہے تو باقی بھی بسر لیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا کر برگ و بار اپنا
جہان کے باغ سے نادان بہ زردی مت ثمر لیجا

نہین شایان اپنی ٹال دینا دلکے سائل کو
دگرنہ شے یہ دینے کی نہ تھی مجھسے کوئی پر لیجا

کسوف مہر سے تارے جھلک آئے ہین لے کو خط
نہ قطرونکا عرق کے تو گمان اس چہرہ پر لیجا

نہ قصد کعبہ ہے دلمین نہ عزم دیر بندہ ہون
اسیر دام الفت ہون جدھر چاہے ادھر لیجا

نہال آسا نہین ہے خرمی ماٹی مین غربت کے
وطن سے مشت خاک ہی دل قدم پر باندھکر لیجا

قصور ہمت گردون ہی ہمیر یکایان باعث
کہ نالان دل مجھے دیکر نہ پولا یون اثر لیجا

نہین گر نرگس شاداب اس گلشن سے قسمت مین
تو یہ بھی ارمغان اک طرح کا ہے چشم تر لیجا

یہ پیاسا موج زن دیکھے ہے دریائے کرم تیرا
ورنگ آمین ہی کیا کہدے سبو اپنا بھی بھر لیجا

نکین گو صندلین رنگ آ کے بازار محبت مین
گنوا کر نقد دل اپنا نہ یہ تو درد سر لیجا

چراغ آ دیگا کا ہیکو کبھو گور غریبان پر
کہو سودا سے دل پر اپنے داغ ہجر دھر لیجا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا
ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا

صحبت تجھے رقیب سے ہین اپنے گھر مین داغ
کیدھر پتنگ شمع کہان انجمن کجا

تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اُسے
مانند طفل اشک کے تھم وطن کجا

سو حرف آرزو ہے زبان پر مری ولے
چاہون جو تجھسے ایک کہون وہ دہن کجا

غرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا
یوسف کہان نصیب ہے چاہ ذقن کجا

عریان تنی نے باز رکھا اُسکے رنج سے
ناصح جو چاہے جیب ہیلئے پیرہن کجا

خلوت سرا کو پہونچے نہ سودا کے تبکدہ
تو اور وہ جہان ہو بت و برہمن کجا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تین نے دام لیتا جا
چمن مین ہمصفیرون کو مرا پیغام لیتا جا

اگر دل لیجلا جی کی خلش مت چھوڑ سینہ مین
سحر لیجا نہین سکتا تو اُسکو شام لیتا جا

نہ تھی توفیق اگر بوسہ کی تو اتنا ہی کہد یتے
جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا

اگر اے نالہ تو چاہے کہ اُسکے گوش تک پہونچے
اثر تھوڑا کہین سے کرکے قرض و وام لیتا جا

ہوا مین دلکے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے
کہا کب تھا کہ ساتھ اُسکے مرا آرام لیتا جا

خیال ان انکھڑیون کا چھوڑ مت مرنیکے بعد از بھی
ولا آیا جو تو اس میکدہ مین جام لیتا جا

جو چاہے ہے نہ تجکو اذیت دین نہ لے زاہد
گلی مین اُسکی اب سودا کا اکثر نام لیتا جا

قاتل کا ہاتھ ہرگز ہتھیار تک نہ پہونچا
کار شہادت اپنا تلوار تک نہ پہونچا

افسوس کام غم کا اظہار تک نہ پہونچا
یہ لخت دل بھی چشم خونبار تک نہ پہونچا

تیر ستم کو تیرے کہتا مین نوش جان ہو
منہ زخم دل کا لیکن سوفار تک نہ پہونچا

کیا گوش فہم کرے عالم مین اب کہ کوئی
خاموشی کی ہماری گفتار تک نہ پہونچا

اس مرغ ناتوان کی صیاد کچھ خبر ہے
جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہونچا

جون غنچہ اس چمن مین تیرے مقید نکلا
راز خموشی لے دل اظہار تک نہ پہونچا

اے بخت خواب تجھسے تحفہ طریق کا ہے
یک شب ہماری چشم بیدار تک نہ پہونچا

سودا کی شاعری کا منکر نہ مین دو دیکھا
آخر کو کام جس کا اقرار تک نہ پہونچا

حال دل سے مرے جبتک وہ خبردار نہ تھا
جز دم سرد کوئی محرم اسرار نہ تھا

جو عمل چاہے کیجے مرے دکھ دینے کا — وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا
پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف — دل کو جس روز لیا کونسا اقرار نہ تھا
صحبتوں کا نہ کرو غیر کے مجھ سے اخفا — کونسی شب تھی کہ میں وان پس دیوار نہ تھا

شب تری بزم میں سوداؔ کو میں دیکھا جبتک
کچھ خموشی کے سوا اُسکو سروکار نہ تھا

افسوس تم اور دنے ملو رات کو تنہا — ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
نے تو ہے نہ دل ہے نہ کوئی مونس و ہمدم — کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے مجکو تو سمجھوں — پاتا نہیں میں ناصح بدذات کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا نہیں اے شیخ — خلوت میں ہے کیا جانیئے کس بات کو تنہا

سوداؔ تو کبھی بزم میں رندان کے تو آبیٹھ
کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

وہ ہم نہیں جو کریں سیر بوستان تنہا — بہشت ہو تو نہ منہ کیجے باغبان تنہا
کدھر کو چھوڑ گئے مجکو ہمرہان تنہا — پھروں ہوں دشت میں جوں گرد کاروان تنہا
اگرچہ تمکو نہ چھوڑیں گے بدگمان تنہا — کرو جو بندہ نوازی تو مہربان تنہا
اکیلے آنے کی تمکو بتاؤں میں تقریب — کہو جو جاؤں ہوں میں بہر امتحان تنہا
ہوا ہے دل صف مژگان کے روبرو ہیہات — ہیں نیزہ باز ادھر اتنے یہ جوان تنہا
خبر لے حال سے مجنون کے صاحب محمل — کرے ہے آج جرس نالہ و فغان تنہا
سنا نہووے جو سوداؔ یہ مصرع صائب — تو پوچھ خلق سے میں کیا کروں بیان تنہا
کہ ایکدن میں اُسے راہ میں اکیلا دیکھ — کہا کدھر چلے اے فخر شاعران تنہا
دیا جواب دلم سیر باغ می خواہد — کہا میں ہو متبسم کہ مہربان تنہا
جو ہووے امر تو میں بھی چلوں رکاب کے بیچ — رکھے ہے لطف بھی کچھ سیر بوستان تنہا

سنا یہ مجھسے تو کہنے لگا کہ ہیچ مگو
گرفتہ ایم اجازت ز باغبان تنہا

جب بزم میں تبا کی وہ رشک مہ گیا تھا — آئینہ ہر پری رو منہ دیکھ رہگیا تھا
غنچے نے حال گل کا مجھسے کہا کہ اُس سے — وہ بند پیرہن میں دیگر گرہ گیا تھا

وہ شوخ آج ہمسے نظرین نہین ملاتا ہُ
شاید سنا ہین جو کچھ محرم سے کہہ گیا تھا

کیا کیا دلاکے غیرت رکھا ہین باز دلکو،
ورنہ نہ سہتی باتین تیری یہی سہہ گیا تھا

سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آئیان ہین
عالم کے ڈوبنے مین کل کچھ بھی رہگیا تھا

ٹکڑے ہوے جگر کے آبدیدہ بھلے کو
خونناب دل سے ورنہ آفاق بہ گیا تھا

جگہ تھی دلکو مرے دلمین اک زمانا تھا
مرے بھی شیشے کو اس سنگ مین ٹھکانا تھا

خرید عشق نے جس روز کی متاع چمن
جو نقد جان پڑی قیمت تو دل بیعانہ تھا

جو ذکر بعد مرے ہوگا جان نثارون کا
کروگے یاد مجھی کو وہ اک دیوانا تھا

جو حد ریش کے رکھنے سے مین سخن پوچھا
ہر ایک بات مین زاہد کے شاخسانا تھا

بجرم نیم نگہ تھا نہ قتل سودا فرض
اجل کیواسطے یہ اسکے اک بہانا تھا

عشق کی خلقت سے آگے مین ترا دیوانہ تھا
سنگ مین آتش تھی جب تو شمع مین پروانہ تھا

جزو کل مین فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد
ورنہ جس خرمن کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا

بر سر لطف و عنایت ہمپہ جب آیا فلک
سر پہ جو تیر بلا بیٹھا سو وہ پرخانہ تھا

شب کہ مجلس بیچ وہ غارتگر سرخانہ تھا
تھے جو باہم آشنا ایک ایک سے بیگانہ تھا

جینے دینے کی نہین یاد اس ماہنگی کہ شب
نالہ اپنا وقت شب اُنسکے لیے افسانہ تھا

کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے
پھر نظر جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا

اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

اس چمن مین جب تلک ہم نشۂ ستی مین تھے
عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ
پنجہ انکا مبدم ڈارھی کا انکی شانہ تھا

اک برہمن زادہ کل کہتا تھا یون ملل کے ہاتھ
ہم مین اور سودا مین یارو کسقدر یارانہ تھا

چشم اہل قبلہ مین آج آن سنے کی جون سرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاک در بت خانہ تھا

عشاق تیرے سب سے پر زار تھا سو مین تھا
جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا سو مین تھا

داخل شہید دنہین تو تو ہونگا کے سب تھے
شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو مین تھا

سنبل کے پیچ مین دل تیرے نہ تھا کسیکا
نرگس کا ایک تیرے بیمار تھا سو مین تھا

تجھ گھر مین عرض مطلب کسکی نہ تھا زبانپر
در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو مین تھا

داغ محبت اے گل جب تھا ترا نہ جگ مین
داغون نے جسکا سینہ گلزار تھا سو مین تھا

گو عشق کے تمھارے عشاق اب مقر ہین
اول زبان پہ جسکے اقرار تھا سو مین تھا

تجھ عشق مین نصیحت سب یار مانتے تھے
ناصح کے ہر سخن سے بیزار تھا سو مین تھا

کافر تری زبانی اکثر ہین لیک جون شمع
ہر استخوان مین جسکے زنار تھا سو مین تھا

اس میکدے مین سودا ہم ہین تو کبھی نہ بہکا
سب مست و بیخبر تھے ہشیار تھا سو مین تھا

رات نالہ مین کیا یار سنا یا نہ سنا
بہگئے آب ہو کہسار سنا یا نہ سنا

قاصدا حال دل زار سنا یا نہ سنا
راست کہہ ہمسے تو اے یار سنا یا نہ سنا

اشک خونین سے ترے ہجر مین دامان میرا
ہو گیا تختۂ گلزار سنا یا نہ سنا

حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے
تو نے کیا جانین ستمگار سنا یا نہ سنا

باز رونے سے نہ آؤنگا مین ناصح پھر بھی
مین کہا تجھسے بتکرار سنا یا نہ سنا

حال کہنے کا مین خوگر ہون بس اپنا تجھسے
اسپہ موقوف ہے کیا یار سنا یا نہ سنا

شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا سودا
اس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

بہت سے ہے بہت آسان ہمکو مر جینا
بغیر یار نہین چاہتے ہین ہم جینا

دعا سے کسکی قیامت کو پہونچی میری عمر
ہے روز حشر شب ہجر ایک دم جینا

کمان ناز دوتا راب کہ شوخ تیرے ہاتھ
ہوا ہے صید کو مشکل ترے حرم جینا

کیا ہے خط کے تئین جب سے تیرے چہرہ پہ
ہوا ہے خلق کو مفقود یک قلم جینا

جہانمین لطف کوئی جینے سے نہین بہتر
پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا

وہ فتنہ خیز ہے ظالم جہان مین تیرا حسن
کہ باپ بیٹے کو مشکل پڑا بہم جینا

ہمین تو غم ہی مین گذرے ہے عمر تیرے ساتھ
جنھین خوشی تھی انھین ہو تا ہے غم جینا

تلاش نیست مین اتنا نہ مر کہ ہستی کی
خبر جنھون کو ہے سمجھین ہین وہ عدم جینا

دل اپنا پھیر لیں خوبان سے تو اے سودا
کہ تا کجا بلب خشک و چشم تر جینا

کب کسی دل سوختہ سے ساز کرتی ہے حنا
اندنون ہاتھون پہ تیرے ناز کرتی ہے حنا

فی الحقیقت دست تیرے ہین ید بیضا سے خوب
تیرے ہاتھون کو کوئی ممتاز کرتی ہے حنا

مین نچا ہون گا کسی سے داد اپنے قتل کی
کس لیے تجھ ہاتھ سے پرواز کرتی ہے حنا

حسن پر اپنے نہین گل کے تئین اتنا غرور
جو ترے ہاتھون پہ یہ اب ناز کرتی ہے حنا

اسکے ہاتھون مین لگا کر چور لوٹے کیفیت
کیا کہون مین وزدی شہناز کرتی ہے حنا

قتل کر سودا کو خون اسکا چھپایا گو صنم
پر ملا عالم مین اب یہ راز کرتی ہے حنا

دیکھکر جو مر گئے ہین تیری پورون پر حنا
باندھیو ہاتھون مین جا کر انکی گورون پر حنا

دست رنگین کی تمھارے دھوم ہی چار و طرف
اندنون آفاق مین ہے زور شورون پر حنا

یون گران ہی عہد مین اُس یار فندق بند کے
ہاتھ آتی ہے جہا نمین اسکر ورون پر حنا

یون لگا فندق تو لے مشاطہ اُسکے ہاتھ مین
اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈورون پر حنا

دل ندون اُسکو یہ طاقت ہی تو اب مجھ مین نہین
کیا کرون سودا ہے اُسکی اب تو زورون پر حنا

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا
پوچھ اُس سے ٹک کہان نے ترا کیا کیا حنا

پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے
تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا

گر قتل کر کے خون چھپا وے ہے تو مرا
دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا

آمان قتل بیگنہان سے تو در گذر
رہتی نہین ہے ہاتھ مین پیلے سدا حنا

سودا تو ہائے بوس کی حسرت مین نت لہا
لوٹے ہے اب تو ہاتھونکا اُسکے مزا حنا

یان پھر اس شرم سے عیسیٰ نے گذارا نہ کیا
چشم خوبان سے جو بیمار کا چارا نہ کیا

کس گلی دیکھ کے مین اُسکو پکارا نہ کیا
مر کے اٹک دیکھنے کا ننگ گوارا نہ کیا

کسیکا دین کیا حق نے کسیکی دنیا
سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا

کیا گلا ہمکو ہے اسکا کہ نچا ہا اُسنے
ملک دل یار کا کچھ ہم نے اجارا نہ کیا

آتش عشق پہ جون ہے دل بیتاب مرا
قائم النار ہوس نے بھی یارا نہ کیا

خلق پیدا ہے جہان کا کہ کیا جو اُسنے
قصد اس گھر مین پھر آنیکا دوبارا نہ کیا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال — گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا

دہر بانٹے تھا متاع دو جہان لے سودا
بینوائی نے مری اسکو اشارا نہ کیا

کہتے ہین لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا — تیغا سا کچھ نظر مین ہماری سڑک گیا
مین کیا کرون اداے غضبناک کا بیان — بجلی سا میرے سامنے آکر کڑک گیا
نالے سے میرے گل تو ہوا چاک پیرہن — بلبل ترا جگر نہ یہ سنکر تڑک گیا
کوئی گیا نہ خوف سے قاتل کے سامنے — مین ہی تھا اسکے روبرو جو بے دھڑک گیا
مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو — جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

سودا جو راچکا ہی تھا گلشن سے گل تو گل
قسمت کو اپنی کیا کہون پتا کھڑک گیا

پہلو سے میرے صبح وہ دلدار اٹھ گیا — روز وصال کر کے شب تار اٹھ گیا
آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا — شاید ترا جہان سے بیمار اٹھ گیا
لائق نہ تھا یہ سینہ ترے زخم تیغ کا — پر اسطرف بھی ہاتھ ترا یار اٹھ گیا
بدنام تو عبث مجھے کرتا ہے ناصحا — مدت ہوئی پیتون سے سروکار اٹھ گیا
تو رہ جہان مین اے گل گلزار کیا ہے غم — مجھسا جو تیرے کوچہ سے اک خار اٹھ گیا
غیرونکو دیکھ بیٹھے ہوئے بزم مین تری — جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اٹھ گیا

وعدے سے پھیر دینے کے دل لیگیا تھا شوخ
سودا نے جبکہ مانگا کر انکار اٹھ گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہگیا — مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا
ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا — ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا
دل ہمصفیر زلف مین صیاد کے مرا — اس مرغ کا ہے ہو جو تہ دام رہگیا
ہون تو چراغ راہ ہنر زیر آسمان — لیکن خموش ہو کے سر شام رہگیا
اے دل ٹک اسکے حسن مخطط کو دیکھکر — خورشید آکے تا لب بام رہگیا
ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے — جلنے کا اشک کر کے سرانجام رہگیا

بوسہ کی ان لبون سے یہ سودا ہوس نہ لکھ — خجلسے کہ مانگ مانگ مین دشنام رہگیا

اجل نے عہد مین تیرے ہی تقدیر سے یہ پیغام کیا
ناز و تغافل بیجا اُسکو مجھکو کیون بدنام کیا

چمن میں آتے سنکر تجکو باد سحر یہ گھبرائی
ساغر جبتک لاوین ہین لاوین توڑ سبو کو جام کیا

ناگن کا اس زلف کی مجھسے رنگ نہ پوچھو کیا حاصل
خواہ تھی کالی خواہ تھی پیلی بس نے اپنا کام کیا

لوح مجھے اس دیر کہن مین کیا پوجے ہم پتھر کو
مجھ وحشی کو سنا برہمن بتون نے اپنا رام کیا

تھا نہ بجوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی مین صبح ہوئی آرام کیا

خاص کرون مین ہی نظارہ تو تو دید کی لذت ہے
کور کھلین یہ آنکھین اُسدن جسدن جلوہ عام کیا

کونسا مجھسے حسن تردد عمل مین آیا تری حضور
دلکو غارت کرکے میرے جان کو کیون یہ نیام کیا

مہر و وفا و شرم و مروت سبھی کچھ اسمین سمجھے تھے
کیا کیا دل فیتنے وقت اسکو ہمنے خیال خام کیا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

شمع رخون سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہان نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغ شام کیا

فخر نہین اے شیخ مجھے کچھ دین مین تیرے آنیکا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب مین قبول اسلام کیا

سپش نہ مالے سے اے حاجی تو اپنی حج کی شرطون مین
حرص ہوا کو قتل اے حاجی باندھکے مین احرام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھی بھلا مینخانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

مین لب ساجت دیا ہے دلکو جور و جفا کا شکوہ کیا
اُن نے کب آنے پر اُسکے قاضی کا اعلام کیا

یار کہے ہے سودا کے ملنے سے ہمکو کیا حاصل
شعر جوان نے خوب کہے آفاق مین اپنا نام کیا

سالہا ہمنے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز ترے دلمین نہ تاثیر کیا

قتل کر مجکو کھلے تا مری خاطر سے گرہ
مین یہ عقدہ گرو ناخن شمشیر کیا

حشر مین بھی نہ اٹھون بسکہ اذیت سے کھینچے
زندگانی نے دو عالم سے مجھے سیر کیا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ہمنے فرسودہ بہت ناخن تدبیر کیا

کیا ہی وحشت زدہ مضمون تھے جنھونکو سودا
تونے ہر مصرع موزون مین زنجیر کیا

قابو مین ہو نہین تیرے گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

کر قطع ہاتھ پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

اسوقت مین جو مجھ تک پہونچو تو واہ وا ہے
گر قصد بعد میرے تمنے کیا تو پھر کیا

ملے اگر تباں سے ہے لطف زندگی کا　　اے خضر آب حیواں تونے پیا تو پھر کیا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

دل میں تیرے جو کوئی گھر کر گیا　　سخت مہم تھی کہ وہ سر کر گیا
وہم غلط کار نے دل خوش کیا　　کس پہ نجانے وہ نظر کر گیا
جا ہی بھڑا اس صف مژگاں سے یار　　دل تو بڑا ساہی جگر کر گیا
رات ملا تھا مجھے تنہا رقیب　　یار خدا کا ہی میں ڈر کر گیا
فیض دری وصف بناگوش کا　　اپنے سخن کو تو گہر کر گیا
دیکھ لی ساقی کی بھی دریا دلی　　لب نہ ہمارے کبھو تر کر گیا
کیونکہ کراہوں نہ شب و روز میں　　درد مرے پہلو میں گھر کر گیا
نفع کو پہونچا یہ تجھے دیکے دل　　جان کا اپنی میں ضرر کر گیا

اور غزل اب کوئی سودا تو کہہ
یہ تو یوہیں تھی میں نظر کر گیا

قاصد اشک آکے خبر کر گیا　　قتل کوئی دل کا نگر کر گیا
فائدہ اب کیا کرے تریاق وصل　　زہر غم ہجر اثر کر گیا
دیکھیے واماندگی اب کیا دکھائے　　قافلہ یاروں کا سفر کر گیا
سیر کی یوں کوچۂ ہستی کی ہم　　سینے میں سے جوں نالہ گذر کر گیا
خاک ہماری پہ بجز نقش پا　　کوئی نہ آ خاک بسر کر گیا
گریہ تحمل کر نہ کہ ناصح ابھی　　پاک مرے دیدۂ تر کر گیا
کیونکہ کوئی کھائے ترا اب فریب　　حال مرا سب کو خبر کر گیا
میں نے یہ سودا سے کہا ایک دن　　غم ترا کیا سینے میں گھر کر گیا
سن کے کہا جو کوئی آیا سو یاں　　سیر باندازِ دگر کر گیا
ایک جو مانند گل اس باغ سے　　خرم و خنداں ہو گذر کر گیا
آن کے شبنم کی طرح دوسرا　　شام سے رو رو کے سحر کر گیا

کیا تجھے اب فائدہ اس ذکر سے
ہر کوئی اک طرح بسر کر گیا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا
دی تھی خدا نے آنکھ پہ ناسور ہو گیا

بھٹکی پھرے ہے تب سے خدایا مری دعا
دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

خوش ہین شکستہ بالی سے اپنی ہم اسلئے
پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا

شب آ گیا جو بزم مین پیارے تو یک بیک
چہرے سے رنگ شمع کا کافور ہو گیا

جا ہی بھڑا تھا اُس صف مژگان سے دل مرا
پر زخم یہ اُٹھائے کہ بس چور ہو گیا

سودا کو کہتے ہین کہ ہے اُس سے مصاحبت
کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

اوروں کی نسبت اندنون کچھ تک چلا تھا وہ
دو چار جھڑکیون مین بدستور ہو گیا

نامہ کو میرے جو سوے جانانہ لے گیا
گویا وہ نامہ شمع کو پروانہ لے گیا

بزم بتان ہین یا دل صد پارہ جو گیا
آئینہ خانہ مین نہ پری خانہ لے گیا

اس سے ہوا ہے کسکو سخن کرنے کا جو شوق
جرم نگہ پہ دل بہ جرمانہ لے گیا

دیوانے کا ترے بجہان اشتیاق دید
آبادی جہان کو ویرانہ لے گیا

تقوے کا اب کے موسم گل نے کیا یہ رنگ
زاہد کو خانقہ سے میخانہ لے گیا

کیا جانے شیخ کعبہ گیا یا بسوے دیر
اتنا تو جانتے ہین کہ پیمانہ لے گیا

ملا یہ مست ہے کہ ہر اک طفل مکتبی
مقراض چوک سے عوض شانہ لے گیا

گذرا کبھو نہ وہم مین وہ اہل ہوش کے
دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا

چونکین ہین تیرے بخت تو سن لکھ وہ اہل ہوش
خواب عدم مین مجنون کا افسانہ لے گیا

پہلے قدم کے نقش پہ جسکا گرا ہے سر
گو راہ عشق مین وہی مردانہ لے گیا

زردی کا ظلم کیا ہم انبا ہے دہر نے
خرمن سے مور انھون کے گر دانہ لے گیا

ظالم تری زبان نے کیا مجھپہ کار تیغ
فرقت کا نام تو کبھو سودا نہ لے گیا

سودا وہ شاد ہے کہ ز الطاف دوستان
اس دور مین پناہ بہ بیگانہ لے گیا

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا
اس دل کو کیا کہون کہ دیوانے نے کیا کیا

یا تنگ ستانہ مجھکو کہ رو رو کے تو ہاسے
یا رو نہ تم سنا کہ خدا نے نے کیا کیا

پردہ تو راز عشق سے اے یار اٹھ چکا
کہہ سو دہمسے منھ کے چھپانے نے کیا کیا

آنکھونکی رہبری نے کہون کیا مین دلکے تئین
کوچے کی اُسکے راہ بتانے نے کیا کیا

کام آئی کوہکن کی مشقت نہ عشق مین
پتھر سے جوے شیر کے لانے نے کیا کیا

ٹک دیر تک اپنے آمرے ناصح کا حال دیکھ
مین تو دیوانہ تھا پہ سیانے نے کیا کیا

چاہون مین کس طمع پہ زمانے کی دوستی
اورونسے دوستی کے زمانے نے کیا کیا

کہتا تھا مین گلے کا ترے ہونگے گا ہار
دیکھا نہ گل کو سر پہ چڑھانے نے کیا کیا

سودا ہے بیطرح کا نشہ جام عشق مین
دیکھا کہ اُسکو منھ کے لگانے نے کیا کیا

ردیف بای موحدہ

موتی کو بھی ترا کرے احیا پیام لب
عیسی سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب

جون خضر زندگی ابد ہو اُسے نصیب
یکبار دے تو جسکے تئین بھر کے جام لب

بوسے کی آرزو مین کٹی عمر بھر کبھو
اک دن ترے لبونسے نہ پایا مین کام لب

ہم سلسلے مین بات کے اُسکی ہوئے اسیر
رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب

جبتک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
سحبان سنے جو سودا کا شیرین کلام لب

کھولی گرہ جو غنچے کی تونے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھسے تو ہولے صبا عجب

گل وا و عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا
فریاد کو مری ہے پہونچنا ترا عجب

فرزند اس زمانے مین کب ہو پدر سے صاف
آئینے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب

اسلام چھوڑ ہمنے کیا کفر اختیار
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

بالین پہ تو میرے نہ جگہ تنگ کر مسیح
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونی شفا عجب

بیگانہ وار آکے نہ پوچھا کبھو ہمین
تم بھی کوئی ہو جان مری آشنا عجب

کی سیر ملک کی سودا نے بھی ولے
اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

کر حذر میرا نہین ہے شیشہ خالی محتسب
تیغ ہے اسمین شراب پرتگالی محتسب

کیونکہ ترک مے کرین کچھ آج کے میکش نہین
ہمنے میخانے مین آکے سد بٹھالی محتسب

گر سبو سے مے مرے سر پہ ہی تیرے مے نہین
وضع کچھ دستار کی اس سے نرالی محتسب

دخت رز کچھ ایسی ہی تیری جو تجھپر ہے حرام
ہمنے تیری ضد سے اب گھر مین ڈالی محتسب

ریش کو شملے سے بن باندھے ترے چھوڑون ہونہین
ہاتھ آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو پہنچے ترے
بیت یہ سکھلا لگا دونگا ڈفالی محتسب

تیرے غرانے کو سودا لائے کب خاطر کے بیچ
تجکو وہ سمجھین ہین پشم شیر قالی محتسب

گرچہ ہون زیر فلک نالہ شبگیر نصیب
پر اسے کیا کرون یارو نہین تاثیر نصیب

جب نہ تب اسکو پڑا زلف گرہگیر سے کام
کسقدر یہ دل دیوانہ ہے زنجیر نصیب

ٹوٹے دل کو نہ بناتے مین کسیکو دیکھا
ظاہرا دہر مین یہ گھر نہین تعمیر نصیب

کام جو خوب بھی ہو مجسے تو مانو ہو برا
کچھ تمھین دوس نہین ہو نہین ہی تقصیر نصیب

جرم گر غیر کرے تو بھی معاتب ہون مین
بیگنہ دیکھا ہے مجسا کوئی تعزیر نصیب

کوئی ہے کشتۂ ابرو کوئی بیجان نگاہ
تیغ قسمت مین کسو کے ہے کوئی تیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے سودا
حق تعالی کرے اسطرح کی اکسیر نصیب

نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب
راہرو باندھے ہے چلنے پہ کمر آخر شب

گر نہ تزئین کرے مقبول نظر آخر شب
گوش مین گل کے نہ شبنم ہو گہر آخر شب

سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہین ورنہ نسیم
کر سکے ہے ترے کوچے سے گذر آخر شب

مژدۂ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا
جون مہ عید کے صائم کو خبر آخر شب

دوست ہرچند ہمارا ہے موذن لیکن
دشمن خواب ہے جون مرغ سحر آخر شب

اسقدر شیفتہ ہے شکل کا اپنی کہ سدا
آئینہ ہاتھ مین مشرق کو نظر آخر شب

روکون نالیکو نہ لب پر تو کرون کیا اے دل
شام تاثیر نہ اسمین نہ اثر آخر شب

انتہا عیش جہان کی جو تو دیکھا چاہے
بزم مستان پہ نگہ غور سے کر آخر شب

صورت ماہ شب بست و چہارم سودا
کچھ ڈھلا جلوے سے آیا وہ نظر آخر شب

ٹک خاک سے تو چھوڑ کے غافل پلنگ و خواب
آخر کو پھر یہی ہے کہ چھاتی پہ سنگ و خواب

بیداری مسجدون کی خوشا حال زاہدا
اک ہم ہین روسیہ کہ خرابات و بنگ و خواب

کیا کیا کہون جو مجھسے ترے عشق نے لیا
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

پھولونکی سیج پر جو نہ سوئے تو کیا ہوا
یہ عیش ہے کہ تو ہو بغل بیچ ننگ و خواب

گھائل کی تجھ نگہ کی لگی کسطرح سے آنکھ
تجھ بھی ہے ربط عشق کا ظالم خدنگ و خواب

کیا کیا لڑائیان تھین سر کے سونے مین بہم
جاگینگے بخت پھر بھی کہ ہووینگا جنگ و خواب

کسنے چمن مین آنکھے آنکھین لڑائیان
نرگس کا اُڑ گیا ہے مری طرح رنگ و خواب

جھولے کے پینگ بن نہین آتی ہے اسکو نیند
یکجا کرے ہے شوخ ہمارا شلنگ و خواب

ٹوٹا وضو شیخ تو جو روکے انکی نیند
اُچٹی تو یہ کہا کہ صدا لے تفنگ و خواب

دے سر شکست خواب دل سخت کو فلک
پائے طلب کو دے عوض اسکے تو لنگ و خواب

بیخوابی سے ہے میرے جو شاکی وہ شمع رو
یارو کہو یہ اُس سے کہ نادان تپنگ و خواب

سکھ نیند چاہتا ہے سوون زیر آسمان
سودا یہ کچھ شعور ہے کام نہنگ و خواب

مجھ اشک میں جون ابر اثر ہوئیگا یارب
قطرہ بھی مرا بھی گہر ہوئیگا یارب

آوارہ ہے اتنا کہ مین جاتا ہون جب اُس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئیگا یارب

گذرے ہے شب و روز اسی فکر مین مجھکو
کیا جانیے اسوقت کدھر ہوئیگا یارب

آخر تو پھرے ہے وہ سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اُسکا گذر ہوئیگا یارب

کہتے ہی کٹتی ہے مجھے ہجر کی ہر شب
اب پھر بھی کبھی وقت سحر ہوئیگا یارب

نالے سے مرے بہ گئے کہسار ہو پانی
اُسکے بھی کبھو دل مین بھی اثر ہوئیگا یارب

دلکو تو نہ کر اُسکے گرفتار کسیکا
اسمین ترے سودا کا ضرر ہوئیگا یارب

ہمیشہ ہے مری چشم پر آب در تہ آب
سوائے اسکے نہ دیکھا حباب در تہ آب

تو اپنا رخ عرقناک آئینے مین دیکھ
کہ گل سمیت ہے پیارے گلاب در تہ آب

سخن کی جستی درستی ہے بحر معنی مین
کہین گہر ہے کہین ہے سراب در تہ آب

گئی ہے سر سے گذر موج اشک آنکھون کی
مجھے یہ سے گئی خانہ خراب در تہ آب

گرہ جو تو لب دریا پہ زلف سے کھولے
رواں ہو موج ز شرم و حجاب در تہ آب

دلیل ہے تری شب بے نقاب پھر نکلی
چھپے ہے شرم سے جا آفتاب در تہ آب

جو دیکھے مرغ ہوا کو وہ دام میں تیرے
تو ہووے رشک سے ماہی کباب در تہ آب

نکل کنارے پہ جھاڑے غبار دامن سے
غریق بولے جو یا بو تراب در تہ آب

جبین صاف دلوں پر کہاں غبار و ملال
رکھا ہے ریگ کو دریا نے داب در تہ آب

تو نفع بے ضرر اس بحر بیکراں میں نہ ڈھونڈھ
مگر ہے پہلو میں دُرِ خوشاب در تہ آب

اگر نہ چرخ دنی ہو تو کر یقین سودا
گہر ہو بر کف دریا حباب در تہ آب

کیا تاب ہے جو منھ پہ ترے آوے آفتاب
دیکھے تو بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب

دیکھے جو منھ ترا تو یہ کہتا ہے شرم سے
یارب نہ کھٹے زمین تو سما جاوے آفتاب

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہو گئے کو نسے گلشن خراب

فصل گل ہے لیک گلگشت چمن کی کسکو تاب
مست ناز اپنے میں ساقی ہیں سبہ مست شراب

بہ گئے پانی ہو سب اعضا مری آنکھوں کی راہ
پیرہن میں ایک دم باقی ہے مانند حباب

نہ جاوے سر سے مرے تا ابد ہوائے شراب
برنگ دُرد تہ خم ہوں خاک پائے شراب

اٹھا نہ سکے ارض و سما کے پردے کو
نگہ کے آگے سے میرے کوئی سوائے شراب

ردیف التاء

دوا بہت ہی جو دے سر کو سنگ و خشت شکست
نہ ہو وہ روز کہ پہونچے ز بخت زشت شکست

نکر وہ کام دل دیندار و کافر سے
کہ پہونچے تا بدر کعبہ و کنشت شکست

وہ دکھ نہیں جو تجھے کو سے یار کا کانٹا
نپاوے پاؤں میں خار گل بہشت شکست

شکستہ دل نہ رہوں کس طرح کہ عاشق کے
بسان زلف بتاں رکھتی ہے سرشت شکست

جو پوچھا حال یہ کچھ آج سے نہیں عشاق
ازل سے رکھتے ہیں عاشق یہ سرنوشت شکست

بیاں کیا کروں میں تیری نشت گوئی کا
یہ دل ہے وہ کہ جسے دیوے ایک ہشت شکست

غزل یہ سودا تری سنکے زچ ہوئے شاعر
کہ جوں ملے شہ شطرنج کو زشت شکست

فندقی انگشت سے کیا کر رہا ہے رنگ دست
نظر و نمین عشاق کے ہی دستہ اورنگ دست

کیسی ہی دولت ہو گو عاشق یہی ہی وہ تنگدست
یار کی گردن سے جب بجائے سوفر سنگ دست

یان نگین لعل کی انگشتری ہے کسکو طمع،
فقر کا ہرگز نہین آتا ہے زیر سنگ دست

شانہ پہونچے زلف تک اسکے رہے محروم تو
کاٹ ڈالون تجکو مین اے نارسائے ڈھنگ دست

کیا دیا ان نے کسیکو آسمان ہے جسکا نام،
اس دنی کے سامنے پھیلانا لے بی سنگ دست

گر خدا توفیق دے کچھ دے نہ لڑ سائل سے تو
کب کیا ہی خلق تیرا حق نے بہر جنگ دست

چھوڑ دے دنیا کو جب کوئی بزیر آسمان
ہمت حاتم کا پہونچے اسکے کب پاسنگ دست

نقش پائے شاہ مردان ہے منور اسقدر
جسکو سودا دیکھکر خورشید کا ہو دنگ دست

لاگے ہے کسکے منہ پہ یا ین زور پشت دست
باندھے پھرے ہے آج وہ مغرور پشت دست

پیدا ہو کیونکہ قرب قدمبوس مجکو آہ
جنبش مین دیکھتا ہون بازو در پشت دست

کس کس طرح کی جنبس کو دل کی بنا بنا
جب لیگیا ہون مین تو بدستور پشت دست

سر رکھ کر تیرے بازوے ہمت کے اے فلک
ہے فقر کا مرے کہین پر زور پشت دست

شہرہ اگر رکھے ہے کف جود خلق مین
اس سے زیادہ اپنے ہی مشہور پشت دست

گت سو طرح کی گردے ہے جب آن زاہدا
رکھ گال پر چلے ہے ترا پور پشت دست

یا جام مے وہ دست دے یا پیالہ زہر کا
لانا کسی پہ یان نہین مقدور پشت دست

ہر صبح وہ ہنسے ہے رخ آفتاب پر
دیکھی ہی جن نے یار کی پر نور پشت دست

کوچے مین تب تو عشق کے سودا قدم تو رکھ
بھر عمر کاٹنی ہو جو منظور پشت دست

ہوئے ہین غنچہ سنکے دل بیقرار تیرے ہات
گئی گلو کی چمن سے بہار تیرے ہات

خزان سے پوچھے ہی بدر دسکے آج یون بلبل
لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دل رمیدہ مرا ایک جانسے اے صیاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات

جنھون کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیونکہ رو دین نہ اب زار زار تیرے ہات

تمام عمر مری اس چمن مین جون نرگس
مندی نہ چشم تک اے انتظار تیرے ہات

نہین کچھ اور دکھا اسوقت اے ستم ناصح
مین اب تو رو دون ہون بے اختیار تیرے ہات

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجران
جلے ہے سودا کا دل شمع وار تیرے ہات

دین و کفر آنکھون نے تیری کر دیا اے یار مست
صاحب تسبیح مست و صاحب زنار مست

چشم و ابرو کو ترے یون دیکھکر کہتی ہے خلق
تل رہے ہین کھینچ کر آپس مین دو تلوار مست

جام گل نے کھو دیا ہے باغبان کا ابکی ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

چاہتی ہین خون دل یون ہر دم آنکھین تری
بادۂ گلرنگ کو مانگین ہین جون ہر بار مست

چشم سے گو شب کے آئینکا اشارا کر گیا
بات وہ ثابت نہین جسکا کرے اقرار مست

ہوش مجکو تا دم محشر نہ آوے گا طبیب
ہو گیا ہون مین بیاد نرگس بیمار مست

سچ تو کہہ کس میکدے میں آج سودا پی ہے مے
دیکھکر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

ہستی کو تری بس ہے اک گل کی اشارت
کافی ہے مرے نالے کو بلبل کی اشارت

فتوی طلب اے یار نہ قاضی سے کرو مین
تو بہ شکنی کو ہے مرے تل کی اشارت

تل بیٹھے مری آنکھو مین ہے ساعت نیک آج
یہ چشم ترازو ہین ترے تل کی اشارت

ہے باعث جمعیت دل ایک جہان کی
اے شوخ پریشانی کاکل کی اشارت

تقوے کے نہین بار سے قد خم ترا اے شیخ
اک خلق مین مشہور ہے اس پل کی اشارت

یاد آئی تری زلف نہ مجکو جو چمن مین
دے تاب مرے دلکو نہ سنبل کی اشارت

عشاق کو بجز چشم کے حاجت نہین مے کی
بیہوش کرے سودا کو قلقل کی اشارت

تا مے کا اپنے چمن مین جو کرون ساز درست
اب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز درست

سرو گلشن کو قد یار سے نسبت کیا ہے
قامت اسکے مین قیامت کا ہی انداز درست

آجتک عیسی سے عاشق نہ کوئی مر کے جیا
کام کرتا ہے یہ معشوق کا اعجاز درست

اور ونکا ناز جو دیکھا تو یہ بد خلقی ہے
ناز تجسا جو کرے تب تو ہے وہ ناز درست

ڈرتے ڈرتے جو کہا مین کہ ترا عاشق ہون
قہقہہ مار لگا کہنے وہ طناز درست

وعدۂ وصل سے تیرے نہین دلکو تسکین
قول کہتے ہین کوئی تجھسے دغاباز درست

مغ نے دی پگڑی یہ زاہد کے مجھے قرص شکر
کام سودا ہی کا ہوتا ہے خدا ساز درست

بزم غم خون جگر پر مرے مہمان تھی رات ‖ آہ سرگرم مرے شمع شبستان تھی رات

دیکھیے آج کہ کس طرح سے گذرے ہم پر ‖ دل نے محشر کی تو کل دست و گریبان تھی رات

قطرے اس چہرے پہ شب یون تھے عرق کے گویا ‖ جائے شبنم بگلستان گہر افشان تھی رات

گریہ صبح سوا چشم کسو نے نہ دھوئی ‖ اشک خونین سے مژہ پنجۂ مرجان تھی رات

گذری یون مارتے اس طرح کہ جیسے شب وصل ‖ بیخودی اپنی عجب بر سر احسان تھی رات

شب جو دیکھا مین تجھے آئینہ خانہ مین یار ‖ گویا اس گھر مین پر از ماہ جبینان تھی رات

دن تو نظر دمین شب تیرہ تھا میرے تجھ بن ‖ محفل غیر مین خورشید درخشان تھی رات

ہو کے مایوس شفا شب یہ کہے تھا سودا ‖ شمع بالین بھی سن اس حرف کو گریان تھی رات

لاکھ تدبیر طبیبون نے مری کی افسوس
درد ہجران کے لیے وصل کی درمان تھی رات

عشق اپنے کی فلک نے جہا نہین ہوائی بات ‖ اس پیٹ مین نہ اتنی سی یارو سمائی بات

صورت ملی دلی کی زبانکو کر دے گئے کیا ‖ گو ہمسے تمنے صحبت شب کی چھپائی بات

کوتہ ہوا تھا قصہ خط آنے سے یار کے ‖ کھلوا کے ہمنے زلف کو ناحق بڑھائی بات

غماز سے نہ یار کا خس پوش ہو گلا ‖ شعلہ زبان دراز ہے اسکی لگائی بات

کیا جانیے یہ کس گل و بلبل کا راز ہے ‖ غنچہ کی رگ رہی ہے دہن پر جو آئی بات

فرماؤ گے جو تم تو اُٹھا لونگا مین پہاڑ ‖ پر غیر کی نجائیگی مجسے اُٹھائی بات

چھپنے کی عشق کی نہ بنی بات پیش یار ‖ سو طرح سے مین سامنے اُسکے بنائی بات

خوبی بدی سے دہر کے کچھ یاد اب نہین ‖ کر تب نے دل کی جیسے مری سب بھلائی بات

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھسے پوچھ ‖ اپنی نہ کہ سکا تو کہون کیا پرائی بات

کل مین کہا تھا یار سے تھے وہ ہی خوبرد ‖ ہر اک سے اختلاط کی جنکو نہ بھائی بات

سودا بریدہ ہو یہ زبان جسکی رو سے آج
میری ہی خصم جان ہوئی میری تہائی بات

ہندو ہین بت پرست مسلمان خدا پرست ‖ پوجون مین اس کسیکو جو ہو آشنا پرست

اس دور مین گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ ‖ معدوم ہے جہان سے چشم حیا پرست

دیکھا ہے جب سے رنگ کفک تیرے پانو مین ‖ آتش کو چھوڑ گبر ہوئے ہین حنا پرست

چاہیے کہ عکس دوست رہے تجھ مین جلوہ گر
آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست

آوارگی سے خوش ہون مین اتنا کہ بعد مرگ
ہر ذرہ میری خاک کا ہوگا ہوا پرست

خاک فنا کو تاکہ پرستش تو کر سکے
جون خضر مت کہا ئیو آب بقا پرست

سودا سے شخص کے تئین آزردہ کیجیے
اے خود پرست حیف نہین تو وفا پرست

بنگ پی بنگ خیال اسکا ہے افلاک پرست
زاہدا پینک افیون سے نہو خاک پرست

کنہ مین جلوۂ خوبی کی تری ہے شب و روز
شکل آئینہ کے حیران دل ادراک پرست

دختر رز کے تو ہم بندۂ موروثی ہین
مے پرستی سے کہین آگے تھے ہم تاک پرست

صد لب تشنہ ہو اس قلزم خون کا اپنے
وقت جولان جو نہووے ترا فتراک پرست

گبر آتش کے تئین پوجے ہو آتش خس و خار
مین پرستش کرون تیری تو ہوسناک پرست

قطرۂ اشک مرا گرکے زمین پر ہو تلف
چرخ سر سبز کرے دانہ جو ہو خاک پرست

کر رکھا ہے کلس گنبد دستار اوسے
شیخ جی آپ ہین کس مرتبہ مسواک پرست

واعظا دیکھیو بولا تو اگر سودا سے
بے طرح کا ہے یہ کافر بت بیباک پرست

نظر آجاے ہے جیسی کہ ہندوستا نمین صورت
کبھو کاہیکو خلق ایسی ہوئی کنعا نمین صورت

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے
سبا از یوسف نظر آویگی ہر انسا نمین صورت

چمن مین شور ہے تجھ جامہ زیبی کا ہر اک گل کے
نظر آتی ہے چاک جیب کے داما نمین صورت

ترا دل کیون نہ میرے خونکا پیاسا ہو اے ظالم
ملی ہے اسکو تیرے تیر کی پیکان مین صورت

سمجھتا لیک ہر پتھر کی نادان نقش شیرین کا
بنانے کیون گیا فرہاد کوہستا نمین صورت

گذر کرنیکا میری خاک پر کیون عہد کرتا ہے
نہین ایفاے وعدہ کا ترے پیما نمین صورت

زمانے کو بھلا سودا کوئی کسطرح پہچانے
کہ اس ظالم کی پھرسے پھر ہے ہر اک آنمین صورت

دیکھے بلبل جو یار کی صورت
پھر نہ دیکھے بہار کی صورت

برق دیکھی ہو جسنے سو جانے
مجھ دل بے قرار کی صورت

دل تڑپتا ہے دیکھنے کو مرا
خنجر آبدار کی صورت

جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے
پھر دل داغدار کی صورت

کیون نہ سودا ہو بلبلون کا دل
دیکھے بن نالہ زار کی صورت

مانے ہے کسے واقف اسرار محبت
پوجے نہ خدائی کو پرستار محبت

آتش ہے تری گرمی بازار محبت
کیا لیگا بجز داغ خریدار محبت

کیون مجکو نہ مارا غم دوری نے ترے آہ
کس منہ سے کرونگا مین پھر اظہار محبت

کرتے ہین اسیر قفس و دام بھی فریاد
لے سکتے نہین سانس گرفتار محبت

کیونکر نہ کراہے بھلا وہ ناصح بیدرد
جس دل مین کھٹکتا ہو پڑا خار محبت

دعوی مری صحت پہ مسیحا کو غلط ہے
بچتے ہی نہ دیکھا کوئی بیمار محبت

قاصر ہے زبان شکر مین قاتل کی ہمارے
کیا سہج مین آسان کی دشوار محبت

ہر جرم کو ہے عفو ترے عہد مین ظالم
گردن زدنی ہے سو گنہگار محبت

یاں تن سے کچھ اپنی نہین تیرا گلہ منظور
شکوے سے مرا دیتی ہی گفتار محبت

تک سادہ دلی پر تو مرے رحم کرے یار
ہون تجھسے ستمگر سے طلبگار محبت

روتی تھی مرے حال پہ بہیری افلاک
جس روز کیا تجھسے مین اقرار محبت

ہر خار سے الجھا ہے مرا دامن پردار
ہون رشتہ بپا بلبل گلزار محبت

دل طوطی خط کو نہ دے اس شوخ کے سودا
کھاویگا اس آئینے کو زنگار محبت

جب تک ہے جہان مین گل گلزار سلامت
یارب رہے وہ گوشۂ دستار سلامت

سرسبز ہوا باغ ترے حسن کا خط سے
گرد رخ آئینۂ زنگار سلامت

ردیف ثاء مثلثہ

آگہ کی عجب ہے کہ رہے سطح یار بحث
کرتا ہو مست بادہ سے جون ہوشیار بحث

زاہد نہین ہے اپنی تجھے پاس آبرو
رندون سے تو کرے ہے جو وقت خمار بحث

واعظ کسے دماغ ہے تکذیب کا تری
تو ہی کہے ہے سچ نہین اپنا شعار بحث

مارے نہ کیون طمانچہ صبا منہ پہ اسکے صبح
غنچے نے تجھ دہن سے کی ہے گلعذار بحث

سودا خموش ہرزہ درا اُنکے سامنے
طوطی کو زاغ سے ہے بہت ناگوار بحث

جسکے خط آ ترے تو اُس سے دل لگانا ہی عبث
سیر کو وقت خزان گلشن مین جانا ہے عبث

پوچھتے کیا ہو کہ شب کسطرح گذری تجھ بغیر
گذری سو گذری ہی جو کچھ اُسکا دُہرانا ہے عبث

ابر مین اے یار رہ سکتا ہے کتنا آفتاب
چہرے کو تیرے نقاب اندر چھپانا ہے عبث

کارگر ہوگا ترا افسون یہ یاد رہے تجھے
اس پری پر اے دل وحشی دِوانا ہے عبث

یاد کسکو رحم جی مین کب دماغ و دل کہان
یان نہ آئیگا مرے صاحب بہانا ہے عبث

ناصحا داغ جگر جون شمع پہونچا تا قدم
جل چکا جب کچھ آتش کا بجھانا ہے عبث

کعبۂ دل کی حقیقت کو پہونچ اے شیخنا
خانقاہ و مدرسہ تیرا اٹھانا ہے عبث

بوسہ کیا مانگے ہے اس لب سے باین ریش سفید
زاہدا نزدیک آتش پنبہ لانا ہے عبث

غیرت سے اے سودا نہین ہے مقتضی اسبابکی
جی کی دوری مین پھر اسکو منہ دکھانا ہی عبث

ردیف جیم فارسی

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت عدم کے بیچ
اس زندگی نے لاکے پھنسایا ہی غم کے بیچ

تجھ بن مرا گلا ہے تہ خنجر اجل
ظالم پہونچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ

دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ
صید حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ

گرمی لگی جو تجکو تو اے یار آ کے بیٹھ
خسخانے کی ہوا ہے مری چشم نم کے بیچ

آیا نظر جو سودا کو جام شراب مین
دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جام جم کے بیچ

سودا گرفتہ دل کو نہ لا دے سخن کے بیچ
جون غنچہ سو زبان ہے اُسکی دہن کے بیچ

پانی ہو بہ گئے مرے اعضا نین کی راہ
باقی ہے جون حباب نفس پیرہن کے بیچ

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آ کر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ

وہ خار سرخرو نہیں اہل جنون کے پاس
پا بوس کو مرے جو نہ پہونچا ہو بن کے بیچ

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت مین رونا
دیا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

آتشکدے مین دیکھ کہ شعلہ ہے بیقرار — آرام دل جنون کو نہین ہے وطن کے بیچ
بعد از شباب ہون تری انکھیان نہ بادہ مست — ہوتا ہے زور کیف شراب کہن کے بیچ
دیتا ہے مشک مجکو مرے خون دل کی بو — پہونچی شمیم زلف کسیکی ختن کے بیچ

سودا نے اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہون
ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

نے چشم نہ ابرو نہ کرشمہ نہ ادا ہیچ — مہ گیند ہے بازی کی ترے اسکے سوا ہیچ
سیر چمن عمر جو کی ہمنے تو کیا ہیچ — رنگین ہے جوانی کا گل اسمین سو بقا ہیچ
شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہو اک آواز — عاشق ہی کا وہ دل ہی کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ
اسباب جہان دل نے کیا جب نظر انداز — پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانے کہا ہیچ
ناصح تو نہین چاشنی درد سے آگاہ — بے عشق بتان جینے کی لذت بخدا ہیچ
اس جامہ پہ اتنا نہ ابھر بلبلے کیطرح — جامہ یہ ترا پوچ ہے تو غیر ہوا ہیچ
مانی نہ بندھے گا کبھو نقش اسکی کمر کا — فرسودہ نہ کر خامہ کو بیفائدہ کیا ہیچ
کیا قافلہ عمر سبکرو ہے کہ جس مین — جا ہے جو سنے سامعہ آواز درا ہیچ
شاہان سے سوال اپنا رعونت شکنی ہی — کونین تلک ورنہ ہے پیش فقرا ہیچ
ہم شیخ کی سنتے تھے مریدونسے بزرگی — دیکھا جو انھین جا کے تو عمامہ سوا ہیچ
دل دے ہی گواہی کہ ہے اس ناقہ مین لیلا — مجنون تو خبر لے نہین آواز درا ہیچ
سودا سے کہا مین کہ ترے شہر کو شکر — دیکھا جو تجھے آکے تو اسے بے سروپا ہیچ

بولا کہ تجھے یاد ہے وہ مصرع بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

جان عشاق کی سے چھوٹے یہ کر بیا کے بیچ — دل سمجھتا نہین تو اس بت عیار کے بیچ
دلکو تو کھینچ لیا تار کمند کاکل — جان کے پیچھے پڑے اب تری تلوار کے بیچ
کسطرح آنکھین لگاتی ہے مرے گرد سے — باغبان دیکھ تو اس نرگس بیمار کے بیچ
عشق پیچے کی گیا سر کو آخر وہ صنم — باغبان اپنی نظر مین ہین یہ گلزار کے بیچ

سبحہ گردانی پہ سودا کے تو مت جا اے شیخ
ورد کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

گھر کیا اپنا بتان نے دلکو میرے شکست
توڑ کر کعبہ بناتے ہین یہ بتخانے کی طرح

جائے گل توڑے ہے گلچین باغ مین ہاتھ پہ گل
کچھ نظر آتی ہے اسے سوداؔ بہار آئینہ کی طرح

آہ کس سرو مین قمری سے قد یار کیطرح
نالہ کرتی ہے تو میرے دل افگار کیطرح

طفل گنجشک کا بھی دیکھا کبھو ربط بہم
دلسے میرے ہی اس شوخ کی ہے پیار کیطرح

نہ بندھی قصد پہ کاتا تلک ہم سے کمر
تیغ اگر جزو بدن اپنی ہو کہسار کیطرح

کچھ قدر و تن کی ہی جون نقش نگین بات پسند
گو بظاہر ہو سیدھی مری گفتار کیطرح

دیکھتا ہون نہین تری بزم مین ہر ایک کا منھ
طلب رحم کی نظر وسے گنہگار کی طرح

ڈالی بازار جو سوداؔ نے متاع دل کو
لٹ گئی دیکھتے ہی جنس خریدار کیطرح

لطف نشاط بادہ و حسن ظہور صبح
ملکر ہوا ہے خلق دو جہان سرور صبح

لہرائی ہے نسیم سحر کیا ہے ساقیا
گویا ہے موج بادہ بجام بلور صبح

حلقہ مین اسکی زلف کے عارض پہ کر نظر
جو شب مین رہگیا ہو گرہ کھاکے نور صبح

گذرے ہے چشم تر سے مری یون وہ سیم تن
جیسے کنار بحر سے ہوئے عبور صبح

آویزہ گہر ہے نہ اگوش یار مین
یا سرنگون ہے اسکے مقابل غرور صبح

خاکستر اپنے سوختہ دل کی صبا کے ہاتھ
تحفہ تری گلی کو ہے بھیجا حضور صبح

سوداؔ لہون مین یار سے کیا جیسلے سامنے
اُڑ جائین ہین حواس برنگ طیور صبح

ردیف خاء معجمہ

ندیجے دل کہین یار و بزیر نیلین کاخ
ہین دلبران جہان بہر مرغ دل طباخ

کسی سے ہو نہ علاج رہ اذیت دہر
کہ بند ہو نہ سکے منھ پہ موش کے سوراخ

کریم وہ تبو اضع کرم جو کرتے ہین
ثمر نہ پھیر کے دے ہے جو پر ثمر ہو شاخ

جگہ حرم مین نہ راہب کو شیخ کو نہ دیر
مین صدقے خانہ مشرب کے کسقدر ہے فراخ

سخن انھون کا جہا نہین قبول دلہا ہے
سخن نہ کر سخن مقبلان مین ہو گستاخ

مین مرغ معنی کا اپنے ہون پوست کن سودا
جو شاہباز ہین کب پونہچینگے ہون سلاخ

یہ ہات ہوسکے زلف اسکی سی کہان گستاخ
نسیم و شانہ مگر ہو تو ہو دے وان گستاخ

چمن کی سیر مین اسکو اگر سنے دم صبح
چلے بجاے صبا سوے بوستان گستاخ

ضرور ہے ادب خفتگان خاک اے یار
قدم زمین پہ نہ رکھ زیر آسمان گستاخ

ادب سے چل نہ چل آگے وزیر و سلطان کے
قدم نہ رکھیو کبھو سوے مقبلان گستاخ

سمجھ کے ٹک کوے میخانہ سے گذر زاہد
کہ رند ہوتے ہین اکثر بزاہدان گستاخ

اسے بہت در منعم سے اخذ مشکل ہے
مزاج جسکے ہو غیور حاجبان گستاخ

تو بادشاہ و گدا مین سوال نامعقول
کھڑے کھڑے نہ گدا ہون بخسروان گستاخ

کچھ اسکی بے ادبی کا گلہ نہین مجھکو
نظارہ بازونسے ہوتے ہین مہوشان گستاخ

نجائیو کبھو اے شیخ بزم خوبان مین
کہ تو وقار طلب اُنکی ہے زبان گستاخ

نہین مرا سخن طبع زاد اے سودا
کسی بزرگ کی خدمت مین درجہان گستاخ

مگر انھون سے کئی ہرزہ گو ہوے ہین ورنہ
پدر رنجا ہے پسر ہو بمردمان گستاخ

ردیف دال مہملہ

اشک کو کب ہے شناساے گہر سے پیوند
صاحب درد کی رکھتا ہے نظر سے پیوند

نسبت معنوی لازم ہے دو مصرع مین بہم
شاخ آہو سے نہو شاخ شجر سے پیوند

ہو نہین شرمندۂ ناصح کہ گریبان کو مرے
شام آتی ہے اسے کرنے سحر سے پیوند

داسائین دل یہ دلو نہین ہے کہ جسکی فریاد
گوش سے یار کے ہو دور اثر سے پیوند

دامن ابر پچھڑتا ہے جو اتنا شاید
کسو عاشق کے ہوا دیدۂ تر سے پیوند

سو جتن ہمنے کئے پر نہ تھمی سوزش اشک
آسمان پھاٹے تو ہو اسکو کدھر سے پیوند

دلکو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم
مین کیا ہے یہ بہت خون جگر سے پیوند

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین
شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

کھینچتا کیون ہے عبث ناز طبیب اے سودا
درد کو دے لے نہین درد جگر سے پیوند

کھینچکر پوست کرے گردش ایام سفید
چاہے تجھ چشم کے آگے ہو جو بادام سفید

چوٹ ہو دل مین تو وہ سدرہ پیری ہے
موے چینی نہین کرتا غم ایام سفید

ہے جوانی سے فزون عشق کو پیری مین فروغ
ظلمت شب کی ہے آغاز کا انجام سفید

لعل حل کردہ ہے جون ظرف بلورین کے بیچ
پیرہن پہنے ہے جب دم وہ گل اندام سفید

بہت ہر ایک سے ٹکرا کے چلے تھا کالا
ہوگیا دیکھ کے تجھ سے وہ زلف سیہ فام سفید

آج بیمار ترے کا ہے ترقی پر ضعف
صبح تھا زرد منھ اُسکا سو ہوا شام سفید

راتدن اشک ندامت سے دھوا کر سودا
چاہیے رو ہو ترا حشر کے ہنگام سفید

بزم مین وہ شمع رو یارب کریگا کب ورود
یون ہوا آتش زیر پا جس طرح سے مجمر مین عود

آتشین رخسار پر اُسکے کیا خط نے نمود
گھر جلا وے دیکھیے کس کا اس آتش کا دود

رونق افزا کیون نہو اُس چہرے پر آغاز خط
جلتی ہو تاریک شب ہو نور شمع اتنا فزود

کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل
ہوگیا ہے رشک سے تجھ لب کے رنگ اُسکا کبود

ہے مسلم حسن کہ ہر چند ہیش کائنات
گر ترے ہم جم ہو بیٹھے تو ہے پہلو کا غدود

تاہد ابکی مغ نے مے اس بوکی کھینچی ہے کہ آج
کوے میخانہ سے گذرا محتسب پڑھتا درود

یان فقط بجتی ہے ڈھولک دخل کھانیکا نہین
مت دکھا ساتھ اپنے پاے خلق شیخ اتنا نہ کود

اجر اندرون کو ہے اُسکا گو کرین زاہد نماز
غیر کی نام آوری کرتا ہے خاتم کا سجود

مین زمانیکی سخاوت کا نہین ہرگز مقر
چھین کب لیتے ہین مجھ دیکر کسیکو اہل جود

یہ دلی جو تجکو سونپے اسکو اپنا مت سمجھ
لے ہے یہ مکڑ یکو لٹکا کر حساب تار و پود

کوچ اس منزل سے یارو نکا نہین ہے جانے غیر
ہم بھی جا پہونچینگے آخر یا بین اُنکے دیر و زود

اسلیے خوش ہے مرے دلکو دکھانیسے وہ شوخ
نالہ میرا گوش مین اُسکے ہے مطرب کا سرود

نقد دل دیکر کہین جی کو بلا مت مول لے
مان لے سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

لے آئے در پہ ترے جو ستمکشان فریاد
ہوئی کسیکی نہ انکین سے رائگان فریاد

ملے نہ داد خدایا وہ باز ہا میرے
گئے زمین سے لے تا با آسمان فریاد

کیا ہے قدکو مرے شاخ ارغوان کا رشک
تھا وے ہاتھ سے اے چشم خونفشان فریاد

ہزار حیف کوئی باغ میں نہیں سنتا
چمن چمن پڑی کرتی ہیں بلبلان فریاد

میں دیکھتا ہوں جسے ہے وہ آپ ہی نالان
تمھارے آگے کیجیے کس پاس جاکے جان فریاد

ہوا ہے اسکو مرا حال باعثِ تضحیک
کہ دیکھکر مجھے کوتاہ ہے شرح بیان فریاد

تم اپنے جور سے مت سمجھیو کہ نالان ہوں
یہ دوستوں کو ہے دوری سے دشمنان فریاد

گیا نہ کوئی ترے شہر سے کہ نے میرا حال
کہ میرے پاس نہ لایا ہوا [illegible] فریاد

نہ میرے دلکو خموشی سے ہے نصیب آرام
کبھو ہوا ہے کرے مرغ نیمجان فریاد

قسم ہے گل کی تجھے عندلیب سودا سے
جو تو کیا نہ کرے مل کے ہمزبان فریاد

ہر رنگ سے نفسِ غیر تا مدد نہ کرے
کبھی نہ کرسکے تنہا یہ ناتوان فریاد

ہوا ہے داغ مرا دل انار کے مانند
جھڑے ہے آنکھ سے آنسو شرار کے مانند

ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار
رواں ہے چشم سے خون آبشار کے مانند

نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا
بغیر یار رگ گل ہے خار کے مانند

صدا نہ دل سے ہوئی دیکھکر یہ میگون چشم
تری نگاہ سے ٹوٹا خمار کے مانند

خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کس کے
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کے مانند

ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے غبار کے مانند

ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا
خط اُسکے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت بے رنج ملنی ہے زمانے سے بعید
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید

اشک میری چشم کا کیونکر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید

جو نصیحت کرتے ہیں مجکو نہیں یہ جانتے
عاقلوں کو بات سننی ہو دیوانے سے بعید

مجھ دل صد چاک ہی سی دیا نہیں ہوتی دریغ
ورنہ کھلتی گانٹھ اسکی کب ہے شانے سے بعید

[illegible] تو جاؤں در سے تیرے پر کہیں گے نیک و بد
بیوفائی اُس سے کرنی تھی فلانے سے بعید

ٹھونک ہوں ناصح کو میں تو بھی اسیکو سب کہیں
بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے سے بعید

یا علی پہونچا ہے سودا در پہ تیرے آپ سے
پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

مین چاہتا نہین دنیا مین عز و جاہ بلند — یہی کہ دونون جہان سے رہے نگاہ بلند
مگر تو مہر کو اے شعلہ خو ستاتا ہے — کہ اوسکا ہاتھ ہے جون دست داد خواہ بلند
عجب نہین کہ چھٹے ہر فلک سے فوارا — بڑی ہے اشک کے آنیکی دل سے راہ بلند
الٰہی خیر ہو مجنون کی اب کہ یہ برپا — کیا ہے لیلی نے کیون خیمۂ سیاہ بلند
ہجوم فوج خط اسکا نہ کیون بڑھاوے حسن — کرے ہے رتبۂ شہ کثرت سپاہ بلند
یہ چشم قد سے کسو کی ہے آشنا قمری — دکھا نہ سرو تجھے ہے مری نگاہ بلند
اسی سے واعظ احمق کو پست فطرت جان — ہوا ہے چڑھکے یہ منبر پہ خواہ مخواہ بلند
بحر غرور تو زنہار اسپہ اے ناداں — جو مرتبہ سے ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند
کرے ہے گردش دوران طرح ہندو لیکے — ہر ایک شخص کو یان گاہ پست و گاہ بلند
لیا ہے دل کو جو میرے تو اسکو مت کر تنگ — کہ ہو وسے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند

ترا بھی نالہ تو پہونچا ہے تا فلک سودا — خدا وہ دن نہ کرے ہو جو میری آہ بلند

ردیف ذال معجمہ

دفتر دہر کا ہے پیش نظر ہر کاغذ — لکھے اپنے کا نہین علم ہے کیونکر کاغذ
لکھ رکھا ہے نہ ملے کیا ترے یان ظلم کی داد — دونگا حاکم کو بہنگامۂ محشر کاغذ
لکھنے سے وصف بناگوش کی تیرے اے یار — یاد سے ہے ملکون مین اب قیمت گوہر کاغذ
اسکی مین راستی قد کی ثنا لکھتے وقت — نہین پاتا کبھو محتاج بہ مسطر کاغذ
نامہ اس شوخ کو کرکے مین رقم اے بازو — اتنا رویا ہون کہ لیجاے شناور کاغذ
سانس ٹھنڈی سے ترے سوکھے تھا اک دن بھی وہ — اشک میرے سے ہوا لکھنے مین گر تر کاغذ
اب تو مجمر مین طرح عود کے دی ہے آتش — جب مین بھیجون ہون تجھے کرکے معطر کاغذ
مینے سودا سے کہا ملکو نہین اڈھونڈھے ہے — تیرے اشعار کا ہر کہتر و مہتر کاغذ
ان سوا سحر نگاہون کو یہان نبھی نہ تھی — تیری تصنیف کا دیکھا ہے مین اکثر کاغذ
خط اٹھاتے ہین ترے شعر و سخن کے یا تنگ — لکھنے کو آتے ہین لے لیکے ترے گھر کاغذ

نقش عامل سے ہی کیا لم کر پریرویون کو　تیری ابیات کا کرتا ہے مسخر کاغذ
سنکے یہ ان نے کہا کیا ہے تعجب اُسکا　دلکش خلق ہے دیوان کا مرے ہر کاغذ

بسکہ رنگینی معنی ہے مرے دیوان کی
ہر ورق کا ہے گلستان کے برابر کاغذ

ردیف راء مہملہ

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر　دنیا کی مرے واسطے طلب ہو گئی آخر
نازاُسکے نے عصیان سے ہمین باز رکھا ہے　تا ہو وہ رضا مند کہ شب ہو گئی آخر
حاصل تو ہوا وصل ہمین رات پر افسوس　یک پل مین شب عیش و طرب ہو گئی آخر
کیا فائدہ ہمکو جو ترے لب ہیں مسیحا　عمر اپنی تو جون شمع بہ تب ہو گئی آخر
کیا جام تہی ہاتھ سے لین عشق کے عشاق　مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر
شوکت نے ہمین حسن کی کہنے نہ دیا کچھ　بات آن کے سو بار بلب ہو گئی آخر

مٹ بھیڑ ہی سودا سے یہ کل ہو جو گئی شیخ
شیخی تھی جو کچھ اسمین وہ سب ہو گئی آخر

دیا ہے پیچ دلکو سادہ لوح اس زلف نے پاکر　خط نورستہ لیگا جان باغ سبز دکھلا کر
دم برگشتہ خنجر سے کیا ہووے میں حیران ہون　کرے کیونکر قتل مژگان نے کیا منھ پھیر جاکر
اُٹھا دے گر نقاب اُس چہرے سے بلبل کی نظر مین　گئی باد سحر آخر چمن سے گل کو رسوا کر
چمن مین کھلکھلا کر جب ہنسا تو ساتھ غیرون کے　گرا اپنے دو ہین دل کا گل نورستہ کھلا کر
کبھو آنکھین دکھائین اور کبھو دکھلائیاں لفین　لیا ہے دل کو میرے تو نے جادو سحر کیا کیا کر
دل و دین بیچتے ہین ہم تو اک بوسے کی قیمت پر　اگر تو اسمین اپنا نفع جانے آکے سودا کر

چلا جب جوئی خط سے بس زلفو نکا کچھ سودا
تو پیچ و تاب میں آرہ گئین عارض پہ بل کھا کر

سمندر کر دیا نام اوسکا ناحق سب نے کہہ کہکر　ہوئے تھے جمع کچھ آنسو مری آنکھوں سے بہکر
دماغ آشفتہ یان ہوتا ہے غنچے کے چٹکنے سے　چمن مین ہم سے اے بلبل پھڑک جا سے چہکر
فریب وعدہ کا شکوہ جو میں رو رو کے کرتا ہون　تو میری سادہ لوحی پر وہ ہنس دیتا ہے قہقہکر
کسے طاقت ہے شرح شوق اُس مجلس مین کر سکی　اٹھا دیتے ہیں کے ڈر سے سانس ان لیتی ہین رہکر

نکالے ہے وہ بیرخ ہو کے اپنے گھر سے یون مجکو
شہ شطرنج کو جس طرح کشتین دیوین شہ شہ کر
اتھید ترک مے کا تجکو روز روشن ہو اے زاہد
جو چکھے سہو سے گاہے تو پچھتاتا ہون سو وہ کر
لگایا منھ نہین دو روز کسکو اُس ستمگر نے
تنک ظرفی ہے اپنی مت لے عیب اتنا تو یہ بکر
سیاہی مار کر مرتون کو پیارے کب کہاؤگے
عبث گھورو ہو مجکو قبضۂ شمشیر گہہ گہہ کر
بچشم فہم کھولے ہو اُسے ڈھونڈھو ش اے یارو
رکھون ہون لفظ و معنی کو جو مین مصرع بیت تہہ کر

نسیم اس باغ مین سودا نہین باقی گذر اب تو
رکھے ہے رخت گل کو غنچہ نیچے بیچ تہ کر

کھینچین ہین کٹاری جو بتان مجھپہ اکڑ کر
نتھنے ہین یہ بانکے مری نظرون مین بگڑ کر
اُٹھ جانے مین ہے زور مزا یار سے لڑ کر
ملتے ہین تو پھر چھاتی سے چھاتی کو رگڑ کر
پوجون ہو نہین جس بت کو خدا کا ہے تراشا
آویز نہین لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر
خود کردہ کے درمان کہو مین کیا کرون یارو
دل اُن نے لیا مجھسے نہ لڑ کر نہ جھگڑ کر
کیا لشم اکھاڑیگا بھلا دیکھین تیرا اے شیخ
رندون کو دھراتا ہے جو ریش اپنی پکڑ کر
کہتا ہے یہ سودا وہ بچا ہیگا کہا تک
جا بیٹھونگا دروازے پہ اب اُسکے مین اڑ کر

دانا ہو تو سمجھے کہ محبت نہین وہ شے
در پر کسی کے بیٹھیے جسکے لیے اڑ کر

تو جسے چاہے وہ یارب تجسے ہو بیباک تر
ملنے مین ہر نیک و بد کے تجسے ہو چالاک تر
عشق مین اُسکے نہنسے روز خوش تیرے نصیب
غم مین اُسکے تجکو دیکھون آپ سے غمناک تر
ابر سان روتا ہون یون کو چمن تیرے مین سدا
تو بھی رو رو دلون کرے اُسکی گلی کی خاک تر
دیدہ گریان پہ تیرے ہو نہ اُسکو اعتنا
تیر سے مژگان کو وہ تجھے یون کہ ہو خاشاک تر
روز و شب خون جگر سے ہے نت مجھے یہ آرزو
میری آنکھون سے رہین آنکھین تری نمناک تر
نالہ و فریاد مین گذرے تجھے جون عندلیب
دامن گل سے لسے ہے تیرا گریبان چاک تر
جسطرح تجکو نہ سمجھا مین نہ سمجھے تو اُسے
اُسکو دل دینے مین تو سمجھے ہو بے ادراک تر
سینہ اُسکا صاف ہو الفت سے تجہ سینہ کیطرح
مہر سے دل اُسکا تیرے دل سے ہووے پاک تر

حق مین تیرے سب یہ سودا کی تمنا حق سے ہے
ہان مگر چھٹ اُسکی تجسے ہو نہ وہ سفاک تر

پھینکے جو کماندار مرا تیر ہوا پر
یہ مرغ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر

مرقد پہ مرے موج نسیم آوے تو یہ جان
دیوانہ تہ خاک ہے زنجیر ہوا پر

کر خانۂ گردون پہ نظر چشم فنا سے
ہے مثل حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر

پہونچیگا ترے کوچہ مین ہو راکھ کی ڈھیری
موقوف رکھی ہے مین یہ تدبیر ہوا پر

تا دم رہے سینہ مین ہے نطق زبان ساتھ
ہے منحصر انسان کی تقدیر ہوا پر

توسن پہ تجھے دیکھ کہین مانی و بہزاد
اللہ نے کھینچے ہے یہ تصویر ہوا پر

سودا کے درودست جو یا رب تھے خاک
اس جرم کی تو کیجیو تعزیر ہوا پر

گر دم سے جدا تن کو رکھا دیر ہوا پر
اب دربدر اس خاک کو مت پھیر ہوا پر

لاتا ہے بلندی سے شکم سب کو یہ پستی
طائر کو بھی ہوتے نہ سنا سیر ہوا پر

کیا جانیے کس عالی دوران کی ہے یہ خاک
اٹھتا ہے بگولا جو ہوا ڈھیر ہوا پر

دامان شفق آج خون آلودہ مین دیکھا
چلتی ہے ترے عہد مین شمشیر ہوا پر

وہ شعبدہ باز آکے اڑا جاوے ہے یون دل
کرتا ہو کوئی جیسے کہ ہت پھیر ہوا پر

باندھون ہون مین جسطرح سے مضمون زبردست
رستم نکرے دیو کو یون زیر ہوا پر

ہے ضعف سے یون نالۂ زار اب مین سودا
ساون مین پپیہے کی ہو جون ٹیر ہوا پر

غزل در ہجو میان حسرت عطار

بہ لے کا آندھی سے اڑا ڈھیر ہوا پر
ہر مرغ اسے کھا کے ہوا سیر ہوا پر

عناب کے دانون کی کردن کیا مین زرسگی
نہ چرخ کا جس طرح ہو چپکیر ہوا پر

چوب اصل السوس دیر سیا دشان ملکر
جون تیر نہ جلتے مین کرے دیر ہوا پر

دو پیسے کے نسخے سے جو ادھی بھی ہوئی کم
اس نسخے کو دیتا ہے اڑا پھیر ہوا پر

بولے جو فرشتہ کہ دوا ہے بری اسکی
مارے ہے اسے جا کے وہ شمشیر ہوا پر

دو پات کے پتے سے جو دو کا نیہ بکری
سو پات کا بھرا اڑنے لگے کھیتر ہوا پر

برسات مین جو کھاوے دوا اسکی درد کا نسے
مانند پپیہے کے کرے ٹیر ہوا پر

قیمت مین تو نسخے کی لگا پھاکنے یہ بادُ
ڈالا ہے زمانے نے یہ اندھیر ہوا پر

اظہار سخن کیجئے کیا خاک زمین پر
ڈھونڈھے نہ ملا صاحب ادراک زمین پر

صدقے ترے یون ہوئی مری خاک زمین پر
جسطرح کلاون کا پھرے چاک زمین پر

تجھ کوچے سے غبار اپنے کو مین اُٹھنے نہ دونگا
رہتا ہون مین با دیدۂ نمناک زمین پر

ساقی بطِ مے لیکے پہونچ جلد چمن مین
انگڑائیان لیتا ہو نہین جون تاک زمین پر

نالہ کا ستون ہو نہ مرا گر بشب تار
تو گر پڑین اک آن مین افلاک زمین پر

نکلا جو مرے منھ سے ہوا شہرۂ آفاق
بیٹھی ہے سخن سنجونکی یہ ڈاک زمین پر

راون کی نہ تھی سیف کی ہیبت یہ کسیکو
مصرع کی مرے آج جو ہے دھاک زمین پر

چل چاہو اگر دین کے تم نخل سے اے شیخ
تو جا کے وضو گاڑ دو مسواک زمین پر

اس صید کو مضبوط گرہ دیجو مبادا
یہ کھل نہ پڑے بستۂ فتراک زمین پر

گر ہو کشش شاہ خراسان تو سودا
سجدہ نہ کرون ہند کی ناپاک زمین پر

تیرا ہے بزر مہر خریدار فلک پر
یوسف کی نہ تھی گرمی بازار فلک پر

تارے یہ نسمجھو بشب تار فلک پر
پہونچی ہے مری آہ شرربار فلک پر

پاتا ہون دماغ اسکے قدم رکھنے کا ایسا
گویا ہے مرے یار کی رفتار فلک پر

سینہ پہ تو گردون کے نہ یہ کاہکشان ہے
تجھ زلف کے ہے کفر کا زنار فلک پر

ہے چیرہ بدل مہر مرے شوخ سے یارو
پر اسکی جھمکتی نہین دستار فلک پر

ابھرا ہے چمن آج یہ گلگشت سے تیری
ہے زمزمۂ بلبل گلزار فلک پر

عیسیٰ سے بھی پاوے نہ شفا مجکو یقین ہے
پہونچے جو تری چشم کا بیمار فلک پر

اس دل کے مین رتبہ کو اسیری مین کہون کیا
پرواز مین ہے مرغ گرفتار فلک پر

مداح علی کا ہون مین سودا شعرا مین
پڑھتے ہین ملائک مرے اشعار فلک پر

بکھرا ہے ہو وہ زلف سیہ فام جہان پر
کیا گذرے ہے اب دیکھیے تا شام جہان پر

ہر ایک کا دل تڑپے ہے جون مرغ گرفتار
مارا ہے تغافل نے ترے دام جہان پر

عالم کو کیا محکمۂ حسن مین حاضر
قاضی کا خط یار ہے اعلام جہان پر

مذکور ترا شب جو کسی بات پہ نکلا
کیا تنگ ہوا عرصۂ آرام جہان پر

کل سقف پہ چرخ کہن کی نکتاں نے یہ کہتے
سرکوب ہے جون مہر مرا بام جہان پر

ممکن نہین دے نالہ مرا چین کسیکو
لایا ہے غضب یہ دل ناکام جہان پر

برگشتہ نصیب اپنے نہ پھرتے کبھو دیکھے
ہر چند رہی گردش ایام جہان پر

دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ پھر چھین لے تجھسے
زنہار نہ رکھ یہ طمع خام جہان پر

دنیا نہین اے یار تلاش اپنی سے منظور
کرتا ہون اس صحبت کو مین اتمام جہان پر

زلفون کے تلے شوخ کے خط کا نہین آغاز
ڈوری ہے شب خون سیہ شام جہان پر

اس صفحہ مین مانند نگین آن کے سودا
وہ مرد تھے جو اٹھ گئے رکھ نام جہان پر

باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے کین میرے پر
تاب جدھر کی ہے سپر بین جبین میرے پر

سچ ہے کیا عشق مجھے کیون ہے وہ بدترا نا
باندھی ہے یارون نے اک بات وہ نہین میرے پر

دام سے زمزمہ سازان چمن کو کیا کام
لائی آفت مری آواز حزین میرے پر

آب شمشیر بجھا دیگی مری آتش عشق
آنسو کچھ کر نسکین گے ہے یقین میرے پر

مین زمین پر ہون ترے کوچہ مین کیا خاک بسر
تب ہو تسکین جو اولٹجاے زمین میرے پر

میری قسمت مین اگرچہ نہ لکھا دوران نے
اسپہ ہے جاے سخن حرف نہین میرے پر

زعم مین اپنے تو مین بھی ہون سلیمان لیکن
نام میرا ستم ہے نگین میرے پر

دام الفت کے اسیرون کی جدی ہے پرواز
کہین اڑتے ہین مرے بال کہین میرے پر

اسکے کوچے مین نہ چل ساتھ مرے اے سودا
آفت آجاے نہ اے یار کہین میرے پر

صبا حریف سے لے آئی ہے تو مرے دل پر
لگی ہے تیری یہ گل کی بو مرے دل پر

بتان کا دید مین کرتا ہون شیخ جب سے لئے
ملال تب سے ہے نے وضو مرے دل پر

کسی ہی چیز کو ڈھونڈا نہ مینے دنیا مین
مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر

خدا کے واسطے سودا نہ لے تو نام اسکا
غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

یہ اُسکے رنگِ عارض سے ہے دلِ بیتاب آتش پر
ٹھہرتا ہی نہیں سینے میں جوں سیماب آتش پر

نہ شبنم پر بسر ہر گل کرے ہے خواب آتش پر
یہ اشکِ چشمِ بلبل کا پڑا ہے آب آتش پر

کباب دل وہ بھونا ہمنا اُس میخوار کی خاطر
کہ خونابِ جگر ٹپکے ہے جوں تیزاب آتش پر

برابر ہو سکے کب عشق میں پروانے سے بلبل
کہ شمع و گل ہے اُسکے مرگ کا اسباب آتش پر

دُر آویزہ اُسکی زلف اور رخسار سے باہم
جھمکتا ہے برنگِ گوہرِ شب تاب آتش پر

لبِ لعلِ بتاں پر سرخیِ پان ہے کہ جادو نے
بنا دی شکلِ طوطی صورتِ سرخاب آتش پر

نہ نکلے کیونکہ شعلہ دلسے مے پینے میں اے ساقی
رہے ہے کسطرح بن بھڑکے شرابِ ناب آتش پر

یہ عکسِ چہرۂ گلنار آئینہ میں ہے اُسکا
کہ گویا حسن کے دریا کا ہے گرداب آتش پر

نہیں اُس گل کے عارض پر یہ زلفِ سیہ سودا
جلے دلکے دھوئیں کا ہے یہ پیچ و تاب آتش پر

دل نہ کر منت ز راہِ بیقراری بیشتر
ناز کو کرتی ہے یاں الحاح و زاری بیشتر

ناصحا اس عشق سے ہوتا ہے لذت یاب دل
جسمیں حرمت کم ہو رسوائی و خواری بیشتر

یارو کیوں ہوتے ہو مستفسر مرے احوال کے
غم کو کرتی ہے تمہاری غمگساری بیشتر

کیوں نہ لاگو ترکِ چشمِ یار اس دلکے رہیں
صید چلیا لے کے درپے ہوں شکاری بیشتر

سوزِ دل سُن سُنکے میرا ہنسکے یہ بولا وہ شوخ
ہوئیگا خلقت میں اُسکے جزوِ ناری بیشتر

جرم گو لاانتہا اپنے ہیں پر سمجھے ہمیں
عفو کی اُسنے بھی ہے امیدواری بیشتر

میں کسیکے واسطے روتا نہیں زیرِ فلک
خانۂ پُر دود میں ہوں اشک جاری بیشتر

کوچ شاہِ حسن کا ہے وہ غبارِ خط نشان
گرد لشکر سے اٹھی وقتِ سواری بیشتر

کشت بر تخمِ عمل سے اُسکے جتنا ہو تو رو
نفع یاں رکھتی ہے سودا آبیاری بیشتر

دلِ نا آشنای نالہ سے صد رہ جرس بہتر
نہ ہو مژگاں جو خوں آغشتہ اُنسے خار و خس بہتر

نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہمنے غنچے میں
ہوا سے اس چمن کے ہے دلا ترکِ ہوس بہتر

وفائے گل میں نے چشمِ مروت باغباں میں ہے
نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنجِ قفس بہتر

نظر میں اُنکے جنکو دولتِ استغنا بخشی ہے
مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے مگس بہتر

بلند آتش جہاں ہو دے ہوائے جنبشِ لب سے
تو اپنی فہمِ ناقص میں ہے واں ضبطِ نفس بہتر

ساقی سے نشہ کے بادۂ گلرنگ کے مجلو
لے رکھے ہے یار کی سرخوش نگاہ نیم رس بہتر

شہید رسم ملک حسن دل میرا ہے اے ہمدم
کہ سمجھے قتل فریادی جہان ہر داد رس بہتر

بگرد دل ہے طوف کعبہ سے نزد اپنے اے منعم
بسان دانہ ہائے سبحہ پھرنا ہمیشہ دل بین بہتر

کہے ہے دیکھکر شانے کو یہ سودا سے دیوانہ
شب تاریک مین تنہا نہین گشت ایسے عسس بہتر

تو مری آنکھون مین ہے حور و بشر سے بہتر
یار ہے حسن ترا شمس و قمر سے بہتر

دل عشاق ہے پہلو مین جواہر خانہ
اشک خونین ہے مرا لعل و گہر سے بہتر

جو ہے جوہر مجھے جانین ہین برا بدگوہر
عیب کو سمجھین ہین اس وقت ہنر سے بہتر

مورد سنگ ہے وہ نخل جو ہو بار آور
پائی ہے بےثمری ہمنے ثمر سے بہتر

فائدہ باغ کے جلنے سے در آسینہ مین
سیر لالہ کی نہین داغ جگر سے بہتر

چاہیے رتبہ سخن کا ہو سخنور سے زیاد
کہئے اسکو ہی پسر جو ہو پدر سے بہتر

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے ہمکو اے دوست
ہے نہین کونسی جاگہ ترے در سے بہتر

چشم عشاق پہ کس ابر کو ہے فوقیت
کب وہ برسے ہے مرے دیدۂ تر سے بہتر

شام و صبح دمہ و خود زلف و رخ اسکے سی نہین
کب وہ ہو سکتے ہین اس شام و سحر سے بہتر

آشیان سے نہ اٹھے ہو پہنچے سہم دام تلک
ہم تو بے بال و پری سمجھین ہین پر سے بہتر

ہین جو والی مرے بارہ دہ جہان مین سودا
خاک در انکی سمجھتا ہون مین زر سے بہتر

پیون ہون خون دل اپنا مجھے کہان ساغر
کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہے کہان ساغر

شراب سرخ سے لبریز گو ہے یان ساغر
جو تو نہین ہے تو ہے چشم خون چکان ساغر

بجانے کسکی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہے مہر کا آتشکدے سے آسمان ساغر

پیام کیونکہ مرا پہونچے دختر رز کو
کہ شیشہ پنبہ دہن اور بے زبان ساغر

نگاہ مست کی تیری طلب ہے یون ہمکو
تنک شراب کہ جون مانگے ہمہ زبان ساغر

چمن مین گل نہ سر شاخ پر یہ جلوہ دے
جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے ایوان ساغر

مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بدشراب ہون مین
نہین یقین تو دے بہر امتحان ساغر

اسی ہی طرح سے مین بھی دہن پہ مرتا ہون
کہ جیسے دے ہے لبون پر تمہارے جان ساغر

شراب شوق کی جب تک پیا کرے سودا
تجھے نصیب ہوا مرت کا مہربان ساغر

یہ نہو مہر کہ تا شب رہے گھر سے باہر
سو جتن کیجئے تو ٹک نکلے وہ گھر سے باہر

طاقت اک آن تحمل کی نہیں یاں اور دوست
صبر فرمائیے ہے مقدور بشر سے باہر

غیرت اے آہ تجھے کچھ بھی ہے رہ سینہ مین
نے سے بھی نالہ نکلتا ہے اثر سے باہر

منفعل ہو عمل زشت سے اے دل کہ نہین
عیب کو اپنے پہونچنا بھی ہنر سے باہر

راز دیر و حرم افشا نہ کرین ہم ہرگز
ورنہ وان کیا ہے جو ہو اپنی نظر سے باہر

دل رکا آئے ہے تنگی سے فلک کی ہیہات
نکلون اس خانۂ بیدر کے کدھر سے باہر

ضعف سے نالہ بھی اب دل سے نہین آسکتا
درد لاتا ہے بہت خون جگر سے باہر

اشک لے بچھوں ہون کہ جب خون سے گذر کر نوبت
لخت دل گرنے لگے دیدۂ تر سے باہر

اثر ان باتون نے تجھ مین نکیا سنکے جنھین
سنگ سے نکلے شرر شعلہ شرر سے باہر

ناصحا تجھ پہ نصیحت سے نہین ضبط سرشک
طفل آوے نہ کبھو جوتے کے ڈر سے باہر

آوے ہی گھر سے وہ زاہد پسر طرح کہ جون
نکلے ہے مہر گریبان سحر سے باہر

چرخ پر چڑھتے سنی تیغ تری جس دم سے
سر نکالا نہ مہ و خور نے سپر سے باہر

دینے کو ملک سلیمان کے بلایا مجھکو
پر قدم مین نہ رکھا دل کے نگر سے باہر

ہون وہ آوارہ کہ طفلی ہی مین جون اشک مجھے
کر دیا مادر ایام نے گھر سے باہر

جنس ناکارہ کے خواہان ہین خریدین مجکو
یہ وہ سودا ہے کہ ہے نفع و ضرر سے باہر

کام آیا نہ کچھ اپنا تن زار آخر کار
نے مجھے اکسیر تجھے نکلا یہ غبار آخر کار

داغ مت کھائیو تم عشق کا ہم کہتے تھے
کیون دلا کی ہے نہ اس گل نے بہار آخر کار

وضع تغافل نہ تھا اس دل کی گرفتاری کا
ہاتھ سے مفت دیا تمین یہ شکار آخر کار

باغبان تھا تجھے دو دن کی ہوا پہ یہ غرور
نہ رہے باغ مین گل رہ گئے خار آخر کار

عشق ذرہ بھی اگر ہو تو اسے کم مت جان
ہو کے شعلہ ہی بجھے گا یہ شرار آخر کار

آپ سے کام نہین نشو و نما کو اپنے
شجر خشک کو آتش سے ہے کار آخر کار

اسقدر جرعہ کش خون خلائق ہے تو
جی دھڑکتا ہے کہ کھینچے نہ خمار آخر کار

جون وہ پروانہ جسے شمع سے ہو صحبت وصل ‌ ‌ گرم ہمسے جو ہوئی صحبت یار آخر کار
ناصح اس جیب کے آیا تھا رفو کرنیکو ‌ ‌ آخر کیا ہاتھ سے سر رشتہ کار آخر کار

سوزش داغ دل اپنے کی دکھلا کے سودا
کیا کہوں میں کہ ہوئی شمع مزار آخر کار

تب جائے کیونکہ عشق کی اے یار تجھ بغیر ‌ ‌ عیسیٰ نفس بھی ہو گئے بیمار تجھ بغیر
قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر ‌ ‌ گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر
ہو جلوہ گر شتاب تو اے نور بزم عشق ‌ ‌ آنسو گلوئے شمع کے ہیں ہار تجھ بغیر
موجب گرفتہ رہنے کا عاشق سے تجھ بن نہ پوچھ ‌ ‌ کیا خوشدلی سے اسکو سروکار تجھ بغیر
سبحہ سے شیخ ہی نے اٹھایا نہیں ہے ہاتھ ‌ ‌ اب برہمن بھی توڑے ہیں زنار تجھ بغیر
ناز و عتاب اٹھانے کی کسکی ہے مجھکو تاب ‌ ‌ خاطر سے یہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر
تو ہی نہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول ‌ ‌ آب رواں بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر
تیرا ہی گر نہ ہمکو میسر ہو ہمکنار ‌ ‌ نوروز عید بھی ہے شب تار تجھ بغیر

سودا کا دو جہان میں یا مرتضیٰ علیؑ
اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جام گل تیرے لیے اب بلبل کو مستی ہے بجا ‌ ‌ ہمکو آنکھوں نے یہ ذوق مے پرستی ہے بہار
خندۂ گل نے کیا ہے بلبلوں کا قتل عام ‌ ‌ پھر اب گلشن میں کیا منہ لیکے ہنستی ہے بہار

جوش سے میرے جنوں کی کیا خوش آتی ہے بہار ‌ ‌ پیرہن میں گل کے نہیں پھولی سماتی ہے بہار
آشیان باندھے ہے کس امید پر اے عندلیب ‌ ‌ آتش گل سے کوئی دن میں جلاتی ہے بہار
کسکو گلگشت چمن کا ہے دماغ اے باغبان ‌ ‌ کھینچ کر پیر گریبان یاں لے آتی ہے بہار
دل فسردوں کو کہاں خون گرم کرتا ہے جنون ‌ ‌ کیوں مجھے ہر سال آ ناحق ستاتی ہے بہار
شور سنکر ہمنوایوں کا الٹتا ہے یہ دل ‌ ‌ رخصت یکنالہ اے صیاد جاتی ہے بہار
عارض گل پر نہیں شبنم عرق ہے شرم کا ‌ ‌ دیکھکر میرا جنون یار و لجاتی ہے بہار
کسکی آنکھوں سے نکالا آئی ہے مستی سیکھ کر ‌ ‌ اس برس نرگس پہ کیا دھوم مچاتی ہے بہار
خوش رکھو اے عندلیبو اپنے گلشن میں ہمیں ‌ ‌ خانۂ زنجیر تھا خالی بلاتی ہے بہار

اب خدا حافظ ہے سودا کا مجھے آتا ہے رحم ‌ ‌ ایک تو تھا ہی دیوانہ تسپہ آئی ہے بہار

دیکھا جو او صرصر حسد اسے ڈر کر
دل خالی کیا مین آہ بھر کر

رنجش کا مرے نہ پوچھ باعث
آجانے دے یار در گذر کر

قطرے کو صدف کے دل مین اے چرخ
تا کر سکے ور دمت گہر کر

نکلو ہو تو نکلو گھر سے ورنہ
مین یان سے اٹھونگا آج مر کر

غیرون سے نہ کر تو گرمجوشی
میرے دم سرد سے حذر کر

پانے کو جگہ تو دل مین اوسکے
سودا نہ تلاش اسقدر کر

بستا ہی رقیب وان تو اے یار
کچھ خوب نہین ہے گھر مین گھر کر

زخمی پھرتی ہے یون دلپہ مرے غم سے دل
جون پھرے ساحل طرب خانۂ ماتم سے دور

گذری جس غم سے مجھے زندگی وہ روزہ
رکھے اس غم کو خدا ماہ محرم سے دور

کب تری داد کو پہونچے ہے فلک اے بلبل
زخم گل کو جو رکھے بخیہ و مرہم سے دور

پنبۂ داغ مین سینے کے مرے ہے جو سوز
یارب اس سوز کو رکھیو تو جہنم سے دور

ہمین دہر مین توام ہین سدا شادی و غم
خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دور

آہوے دشت جنون ہون مین نہ پوچھ اپنا رام
مرتبے کو مرے وحشت کے سمجھ رم سے دور

تنگ درد سے ہوتی ہو جو مجھکو سیری
زخم یارب نہ رہے سینے کا مرہم سے دور

عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے
پاس یا ہم سے رہا کیجیے یا ہم سے دور

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے
جسکے باعث سے رہو تم دل عالم سے دور

بلبل کو کیا تڑپتے مین دیکھا چمن سے دور
یارب نہ کیجیو تو کسیکو وطن سے دور

مجھ کشتگان کے شعلۂ فانوس کیطرح
تن پر اگر کفن ہے تو تن ہے کفن سے دور

اے شمع کچھ خبر ہے تجھے اس پتنگ کی
جو بال و پر جلاکے پڑا ہے لگن سے دور

پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہین آرزوے دل
وہ بات کیون کہین جو ہو اپنے دہن سے دور

کاٹتے دل کو ہین ابروے یار کی تلوار دار
یہ جگر کسکا ہے اتنا جسکو ہو ہموار دار

خون کی مجھ بیکس کی بس نہین تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کسکے قتل کو ہتھیار یار

باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کیواسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

ایک مین ہی کچھ تری خاطر نہین پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہین گے غمخوار خوار

مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

بات سنتا ہی سبک ضعفونکی تو دل دیکے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یکبار بار

آپ کو مت دیکھ جون منصور واحد یار سے
چشم وحدت بین کو ہے یان جلوۂ دیدار دار

آج کون آیا تھا گلشن مین خدا جانے کہ ہی
باغبان کا دل نزار و بلبل گلزار زار

دیکھ سودا کو مغان آپسمین کہہ اٹھتے ہین لوگ
دختر زر کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

منزل کے پہونچنے سے ورے قافلہ دے چھوڑ
ایدل تجھے ان ہمسفرون کا گلہ دے چھوڑ

ہو صاعقہ اس خار پہ صحرا مین الٰہی
اس دل کا رہ عشق مین جو آبلہ دے چھوڑ

تکلیف مریدی مجھے کر شیخ سمجھ کر
اس زلف کا کسطرح کوئی سلسلہ دے چھوڑ

گر سینہ خواری تو مرا چاک گریبان
چل دامن تنگی کو تو اے حوصلہ دے چھوڑ

تا خاک در دوست پہونچنا نہین کچھ کام
گر تفرقۂ دہر رہ فاصلہ دے چھوڑ

ممکن نہین یہ روح مقدس سے حزین کے
ایسی جو غزل ہووے تو سودا صلہ دے چھوڑ

دیکھا مین نخل وادی ایمن ہر ایک جھاڑ
روڑا ہے کونسا جو نہین طور کا پہاڑ

تیر نگہ تری نے دلون کو الٹ دیا
مژگان تری نے دی ہین صفونکی صفین پچھاڑ

کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آئینہ
چھاتی سے کے جسکے سامنے کھلے ہین کواڑ

خطرہ ہے بخشے مسند شاہی کو لے فلک
حاضر ہے پوست سخت مرا پشم تو اکھاڑ

منعم نہ مر بنا سے عمارت کی فکر مین
یہ سب حویلیان تھین جہانتک ہین اب اجاڑ

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کے نہ کھاے باڑ

تنہا نہ شمع روتے ہے سودا کی خاک پر
گل بھی تو لوٹتا ہے گریبان کو پھاڑ پھاڑ

ردیف زاء معجمہ

کرتا ہون ترک عشق مین یون پیش و پس ہنوز
ناصح ذرا نہین ہے مرادلبہ بس ہنوز

سیر چمن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا
غنچے رہے ہین باغ مین ظالم مگس ہنوز

اسکو حوالے کرکے مرے بوجھ اے فلک
دونون جہان سے ہے مجھے اب کچھ ہوس ہنوز

فریاد عندلیب کو پہونچا چمن مین گل
آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

آتے ہین تیرے قافلۂ رفتگان دلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگ جرس ہنوز

نالان جو باغبان سے ہو بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہین ہے اُن نے جفائے قفس ہنوز

سو طرح ٹھونک بولا ہے سودا رقیب کو
آتا نہین ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نگیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے دربدر
جاتی نہین ہے مجھ سے تری جستجو ہنوز

غنچون سے رنگ و بو کی تمنا نکل چکی
تڑپے ہے خون مین دل کے مری آرزو ہنوز

یان تک ابھی ہو گرم کہ ہو جاوے تو سموم
خاکستر اے نسیم ہماری نہ چھو ہنوز

سودا کا حال تو نے نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لیکے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

انکار قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز
میلا نہین ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

کلیون نے دیکھ شوخی گلچین کو اسقدر
اتنا لہو پیا کہ ہے پرخون دہن ہنوز

اتنا جلا ہے آتش گل سے دل ہزار
دیتی ہے بوے دود نسیم چمن ہنوز

اے شمع کچھ نہین غم پروانہ تجکو حیف
ٹک دیکھ تو پر آب ہے چشم لگن ہنوز

آئی بہار دیکھیو طفلان سنگ دل
آئے ہین پار سال کے سب زخم تن ہنوز

صدقے ترے نہ کیجیو گلشن مین پھر گذر
اُسدن سے چاک کرتے ہین گل پیرہن ہنوز

سودا یہ کیا ہوا نہین صحرا مین آج قیس
تھا ہی دلون پہ داغ دل کوہکن ہنوز

کسکے ہین زیر زمین دیدۂ نمناک ہنوز
جابجا سوت ہین پانی کے تہ خاک ہنوز

گل زمین سے جو نکلتا ہے برنگ شعلہ
کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

ایک دن گھیر مین دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہین گریبان کے مرے چاک ہنوز

جستجو کرکے تجھ آفت کو بہم پہونچایا
باز آتے نہین گردش سے یہ افلاک ہنوز

ماتم مین حبیب کے [illegible] تھا وہ [illegible]
گل ہین خمیازہ مین انگڑائی مین ہین [illegible]
زخم دل پہ [illegible] تیغ جنون [illegible]
تو گریبان کا نادان ہے چاک ہنوز

کیونکہ سودا مین کرون وصف بنا گوش اسکا
کی نہین آب گہر سے یہ زبان پاک ہنوز

بے خبر درد محبت سے ہے وہ یار ہنوز
دکھ سے دل ٹوٹنے کے واقف نہین دلدار ہنوز
ہم کہ گشتگی میری پہ اُسے کیا آوے
نہین گلیون مین کبھی اسکو نسب تار ہنوز
نہ ابھی قطرۂ اشک اسکی مژہ تک آیا
نہ کھسا اسکے گریبان کا کوئی تار ہنوز
آپ نالان ہو تو دیوے مری فریاد کی داد
سو تو وہ گل ہی نہین بلبل گلزار ہنوز

کیون نہ بہا دے اسے قیمت شکنی سودا کی
جنس دل اپنی تو ڈالی نہین بازار ہنوز

یار کے حسن سے ہین خجلہ غبار ہنوز
نہین اس شعلہ سے آگہ خس و خار ہنوز
بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز
ہو گئے پامال نہ کر یہ کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہین تا سر دیوار ہنوز
جی کو تو کھینچ رکھا آنکھون نے پر حسرت دل
بند رہتی ہے صف مژگان سے مرے یار ہنوز
آہ یہ کسکی شکایت ہے مرے دلمین کہ شرم
جسکو دیتی ہے نہین رخصت اظہار ہنوز
تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز
رتبہ شمع حرم کو مین بہت سم پہونچایا
ساتھ ہے جی کے دل الفت زنار ہنوز
زخم شمشیر ستمگر نے کیا اپنا کام
یار و تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز
شیخ اتنا تو جتائے نہ تم اپنا تقوی
عرض سے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز
تیری دوری سے عجب حال ہوا اب دل کا
مین تو دیکھا نہین ایسا کوئی بیمار ہنوز
[illegible] دیکھو دنیا مین
[illegible] سے نہین ہے [illegible] ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ مین اب تک
دشت ہین خاک بسر روتے ہین کہسار ہنوز

بیہودہ اسقدر نہین آتا ہے کام ناز
ہم پر خط آ چکا نہ کرو صبح و شام ناز
وہ دن گئے کہ جس سے پہلے تھا تجھے غرور
بدخلقی اب رہی ہے فقط ہے بنام ناز

ازبسکہ اب ڈرے ہے وہ تیری شبیہ سے
بھاگے ہے تجکو دیکھتے ہی لاکھ کام ناز

آئینہ تیرے سامنے ہوکر بدن نما
سمجھے تو یہ کہ مجھپہ ہوا اب حرام ناز

پیالہ سے ہر ایک وقت کا مقطع ہے ایک چیز
لیزم ہی اب ادا ہے تری اور نیام ناز

سنتا ہے دل جلوں سے کہے پر نجائیو
ذی ظلم ادا آئینہ سے تیری شکست لام ناز

خوبان کی کیا مجال جو تجھ تک پہنچ سکیں
کرتا پھرے ہے گرد ترے اہتمام ناز

ٹک جا کے اپنے ابرو و مژگان دکھلائیے
مسجد میں اپنی صف سیہ کرنے ہو امام ناز

گل کو چمن میں شاخ پر اتنا نہیں غرور
کرتا ہے تیرے ہات پہ جو کچھ کہ جام ناز

سودا خرام قد کو ترے دیکھ کر کہے
ہے راستی تو یہ کہ ہوا یاں تمام ناز

نخل امید کیونکہ ہمارا ہو آہ سبز
اس باغ میں کبھو نہ ہوا برگ کاہ سبز

بودیں کسی ہی طرح سے ہم تخم آرزو
ہونے نہ دے کبھو فلک روسیاہ سبز

رونق نہ پاوے شام تری زلف کے حضور
ہرگز نہ سامنے ترے رخ کے ہو ماہ سبز

آغاز خط کا ہے ترے عارض پہ معجزہ
شعلے کے یاں کلہ سے ہوا ہے گیاہ سبز

ایسی سجی ہے سر پہ ہمارے کلاہ فقر
جسکے حضور ہو نہ سکے تاج شاہ سبز

طاعت کا شیخ شہر کے میں کیا بیان کروں
شیطان جسکے آگے نہووے گناہ سبز

روتے گئے گلی سے ترے بسکہ اہل دل
ہے انکے چشم فیض سے ہر خار و کاہ سبز

مزرع مرے کو خشک سحاب کرم نہ دیکھ
پل مارتے کرے ہے مری یک نگاہ سبز

سودا کو درد دل سے یہ نسبت ہے بیقرار
ہوتا ہے گہ سفید ترا رنگ گاہ سبز

ردیف سین مہملہ

کب ہمکو ہے بہار میں گلزار کی ہوس
نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہمکو نہیں ہو رخ یار کی ہوس
ہے گل کو اسکے گوشۂ دستار کی ہوس

قاتل ہی تیرے خون کی رکھتا تھا آرزو
اپنے بھی جی میں تھی دم تلوار کی ہوس

نرگس جو شکل چشم اگی ہے زمین تلے
کیا جانے ہے کسے ترے دیدار کی ہوس

پائے نہ جھانکنے بھی کبھو ہم در چمن، رکھتے ہین دلمین رخنۂ دیوار کی ہوس
بیش از سخن زبان جو کاٹی قلم کیطرح اُس شوخ سے رکھون ہو نمین گفتار کی ہوس
قدرت نہ ہمکو آہ کی نے طاقتِ فغان نکلے سو کیون کہ اپنے دل زار کی ہوس

سودا یہ جنس دل کے تیئن دیجیے ہم آگ
رکھتے نہین ہین کوئی خریدار کی ہوس

ہمنے بھی دیر و کعبہ سے دن چار کی ہوس اب سبحہ کا نہ شوق نہ زنار کی ہوس
گھر امن کا اُسی کو ملا زیر آسمان جسنے جہا نمین آن کے سمار کی ہوس
نے چین روز وصل نہ شب ہجر کی قرار کیا جانے کیا ہے اپنے دل زار کی ہوس
یون چاہتا ہون داغ مین دلبر ہزار ہا جسطرح باغبان کو ہو گلزار کی ہوس
اے شوخ تیری گرمی بازار دیکھکر سب خوبرو رکھین ہین خریدار کی ہوس
دیر و حرم کی پوج چکا ہے وہ سنگ و خشت جسکو ہے تیرے سایۂ دیوار کی ہوس
عارض کا دیکھنا ہے تمنائے عندلیب گل کو ہے تیرے گوشۂ دستار کی ہوس
تیری مژہ نے سیر کیا ہے بہت ہمین باقی رہی ہے کچھ دم تلوار کی ہوس

سودا تو آپ آپ کو سمجھا کے رہ خموش
منصور کو ہوئی ہے سر دار کی ہوس

بلبل کو ہے ترے سرِ دیوار کا ہلاس، جون گل ہے اُسکو گوشۂ دستار کا ہلاس
نرگس کی باغ مین نہین لگتی کبھی پلک ازبسکہ ہے اُسے ترے دیدار کا ہلاس
آوے ہزار رنگ سے گلشن مین گر بہار نکلے کبھی نہ مرغ گرفتار کا ہلاس
یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس
جپنا زبان سے نام ترا ہمکو اس سوا تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس
مرتا ہون اب تو یار گلے ٹک مجھے لگا تا دل مین رہ نجائے ترے پیار کا ہلاس

سودا ہوئی ہے جنس وفا جب سے بیقدر
دل مین نہین ہے اپنے خریدار کا ہلاس

ساقی گئی بہار رہی دل مین یہ ہوس تو منتون سے جام دے اور مین کہون کہ بس
کچھ اس چمن مین آکے ندیکھا مین جون حباب آب روان کو سیر کیا سو بھی یکنفس

ردیف شین معجمہ

یون دیکھ مرے دیدۂ پرآب کی گردش
دریا مین ہو جس طرح سے گرداب کی گردش

مرتا ہون ترے واسطے روتا ہون نہیں یار
ہے سیل مری چشم مین گرداب کی گردش

پھر جاتی ہین اسطرح سے اک پلمین وہ انکھیان
جون بزم مین ہو جام مے ناب کی گردش

از بسکہ ہے آنکھو نمین خمار اسگھڑی ساقی
مے مانگے ہے بخشے سر احباب کی گردش

گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
مرکر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش

جنس خرد و صبر بن اس دلکو ہو کیا چین
مفلس کو بُری ہوتی ہے اسباب کی گردش

دل زلف و رخ یار مین سودا نہ پھرے کیون
خوش آئے ہے اسکو شب مہتاب کی گردش

رکھتے ہین تری زلف کے ہر تار کا خلش
کس برہمن کے دلمین ہے زنار کا خلش

گر ہو نصیب مرغ چمن تجھ گلی کی سیر
پھر دلمین اُسکے ہووے نہ گلزار کا خلش

خطرہ نہین کچھ اور ہمین روز حشر سے
گر دلمین ہے تو اپنے ہی کردار کا خلش

ایسا نہین ہے غنچہ کوئی جسکے دلمین یار
ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش

کیا جانیے کہ اس سے کہیگا وہ کسطرح
مجکو پیامبر کی ہے گفتار کا خلش

اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہمسے شوخ
لیکن ہمارے دلمین ہے انکار کا خلش

سودا کے دلمین کھٹکے ہے اس شوخ کی ہوس
اے بلبلو یہ گل کے نہو خار کا خلش

ماہ نو تجھ یاد ابرو مین ہے سینے کا خراش
کس بھوکے سے ہے کم یہ ہر مہینے کا خراش

دل بسکہ گم ہونے کا غم کب ہو نہ میرا جان خراش
جب لیا مانگے ہو سینے مین نگینے کا خراش

گو کوئی چیز ایسی نہین مجکو جو ہو سوہان روح
تیری دوری مین مگر دلکو ہے جینے کا خراش

درد زخم تیر کی اسکی نہو لذت تمام
آگے سوزن کی خلش ہے اور سینے کا خراش

نازک اندامی کرون کیا اسکی مین سودا بیان
شمع سان جسکے بدن پر ہو پسینے کا خراش

دوری ہے ہو تری اپنے دل زار کو آتش
ہے یاد چمن مرغ گرفتار کو آتش

ہم گرم تگاپو ہین تری راہ طلب مین
یان آبلۂ پا ہے سر خار کو آتش

اب شیخ و برہمن ہین مبرا از مذہب
تجھ عشق نے دی سبحہ و زنار کو آتش

کچھ سوز محبت کا نہین دل مین ہمارے
گلخن کے لگی ہے در و دیوار کو آتش

اندام مین تو کچھ یہ شب ہجر نہین ہے
دی عشق نے ظالم ترے بیمار کو آتش

گل سر پہ نہین دوڑ د بجھانے کو مرید
زاہد کے لگی گوشۂ دستار کو آتش

لے دختر رز بھاگ گئے گھر محتسب اگر
دیوے جو کہین خانۂ خمار کو آتش

با چشم پر آب اسکو مین دیکھون ہون مبادا
ہوئے نگہ گرم مرے یار کو آتش

ابر اُسکو بجھاتا ہے وہ بجھتی نہین سودا
دی لالۂ خود رو نے یہ کہسار کو آتش

سینے مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دھڑکے ہے پڑا دل کہ نہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش

یک لحظہ طرف ہو کے مرے دیدہ و دل سے
نادم تو سمندر ہے سدا منفعل آتش

یاقوت نہین ہے وہ ترے لعل سے اے شوخ
جا ڈوبی ہے یہ آب مین ہو کر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلونکا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو بھڑکا تو رہا کیا
اے جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ مے لے اڑی سودا کو جگہ سے
باروت کے تودے کو ہی بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کے فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ مرے دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالے ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کس طرح مرا خالی ہو سودا
وہ ناشنو حرف مین گفتار فراموش

آشیان کو مت اجاڑو کر کے فریاد و خروش
باغبان ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

دیکھے وہ آنکھیں کوئی محراب ابرو کے تلے
اے مسلمانون ہے مسجد مین دکان میفروش

لالہ و گل سے نہ سمجھو یہ زمین ہے سرخ رنگ
خون ناحق نے ہماری خاک سے مارا ہے جوش

اچھرے ہے کیا حباب نمط لے حریر پوش
یان جسکو دیکھیے سو ہوا ہے کفن بدوش

سکھ نیند زیر سقف فلک کیونکہ سو سکون
ایدھر دہل بجے ہے اُدھر نوحہ و خروش

ردیف صاد مہملہ

آرام پھر کہان ہے جو ہو دلمین جاے حرص
آسودہ زیر چرخ نہین آشناے حرص

ممکن نہین ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع
دن مین کرڑ و ڑ گھر جو پھرا تے گداے حرص

انسان نہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے
ذلت کوئی کسیکو نہ دیوے سواے حرص

کر منھ کو ٹک لبو سے قناعت یہ حرف مان
رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفاے حرص

نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ
جون شمع یہ نہو کہ ترا سر کٹاے حرص

اپنے سوا کسیکو نپایا حریص حیف
کی قطع روزگار نے ہمپر قباے حرص

سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح
پر درمیان نہووے بشر طیکہ پاے حرص

وہ مانگتا ہون ترا حق سے مہربان اخلاص
رکھے ہے خضر سے جو عمر جاودان اخلاص

دلو نمین بہتون کے مین ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہارا
کہین جو پایا بھی مینے تو بر زبان اخلاص

مجھے یقین ہے کہ اخلاص بھی ہے زر کا نام
کرے گدا سے نہ نواب اور خان اخلاص

دل اسکا کیونکہ ملے دل مرے سے لے یارو
جہان ہو شیشہ و سنگ اُس جگہ کہان اخلاص

وہ کیونکہ دوست ہو مجھسے مگر خدا چاہے
تو ہووے پنبہ و آتش کے درمیان اخلاص

نہ اپنی دید مین آیا کوئی بروے زمین
نبام ہو گا کہین زیر آسمان اخلاص

نہ کر جوان سے تو اے پیر دوستی کا فکر
کہین ہوا ہے کرے تیر با کمان اخلاص

ثبات دوستی اے دل نہ دلبرون سے چاہ
کہ بارہا مین کیا اُنسے امتحان اخلاص

بدر کو اُسکے تو از رہ مت کرا اے سودا
اگر ہے طالب گل رکھ بباغبان اخلاص

ایک ہمسے تجھے نہین اخلاص / گھر بگھر تجکو ہر کہین اخلاص

روسیاہی سوا نہین حاصل / نام سے مت کرے تمھین اخلاص

دیکھ تجھ زلف و رو کی الفت کو / کرتے ہین آج کفر و دین اخلاص

روز ہی ہمسے تین رکھا پیارے / واہ وا رحمت آفرین اخلاص

مثل نقش قدم یہ رکھتی ہے / تیرے در سے مری جبین اخلاص

گر تمنا گہر کی ہے تو کر / چشم میری سے آستین اخلاص

آدم اس دام مین پھنسا سودا / رکھے دانے سے خوشہ چین اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

چھوڑا مین کفر و دین فقط یار سے غرض / تسبیح سے نہ کام نہ زنار سے غرض

سینے مین دل جو ہے سو تری یاد کیلئے / جز دید کیا ہے دیدۂ خونبار سے غرض

طوبی کی تجکو چھاؤن مبارک ہے زاہدا / ہے دلکو اپنے سایۂ دیوار سے غرض

پیارے کہین یہ مفت نہ دام مرنجاسے / غافل نہو تو مرغ گرفتار سے غرض

آتے ہین تیرے کوچے مین سر سے کفن کو باندھ / ہمکو ڈرا نہ شوخ تو دو چار سے غرض

لیجا تو دخت رز کو بچا ہاتھ محتسب / ہرگز نہین ہے کچھ ہمین مردار سے غرض

پرسش مرے عمل کی ہو جو روز حشر مین / پوچھا نجاے اور گنہگار سے غرض

تم کان دھر سنو نہ سنو اسکے حرف کو / سودا کو ہیگی اپنی ہی گفتار سے غرض

دیکھ لینا ہمکو تیرا یار ہے جب تک غرض / اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض

دوستی کا مارتے ہین یکدگر دم آشنا / ہووے ہے معلوم باہم آپڑی ہے جب غرض

چاہ جو کچھ کر ہے یہ دنیا و ما فیہا ترا / پر کسیکی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض

مین کہا شب آج یان رہیے تو یون بولا وہ شوخ / رات کے رہنے کی مت رکھیو تو مجھسے اب غرض

مدعا سودا نہ لیجے یار سے معلوم ہو / جی نکلجا وے کسیکا اس سے نکلے تب غرض

چشم بینا ہو تو لیکر گل ہی سے تا خار فیض
بخشتے ہے یار و بہر صورت جمال یار فیض

شیخ صاحب سے مرید انکو نہین زنہار فیض
بخشتے ہے زہد و انکو انکا جبہ و دستار فیض

خط سبز اسکے سے عارض پر ہوئی دونی صفا
یہ وہ آئینہ ہے پہونچاوے جسے زنگار فیض

فیض ہی وابستۂ تار عقیدت ورنہ یار
نفع نے تسبیح بخشتے ہی نہ کچھ زنار فیض

بخشتے ہی یون دلکو میرے تقویت دشنام یار
جون دوا اس تلخ سے پاوے کوئی بیمار فیض

مہر سے جون سر کو پہونچے ہے ضیا جو خور سے ہے
تیرے سنگھ ہو تو پہونچا وے ترا رخسار فیض

جی بچے وہ دن ہمتون سے تو غنیمت جانیے
کسکو گنج اپنے سے پہونچاوے ہی یا انبار فیض

کرکے صاف آئینۂ دل اسمین تو دیکھ آپکو
بخشتے گا اے یار تیرا ہی نہ تجھے دیدار فیض

تونے وہ سودا زبان ریختہ ایجاد کی
پڑھکے آن عالم اٹھاتا ہے ترے اشعار فیض

ردیف طاء مہملہ

سرسبز جس کھیتی ہے تیرا بہار خط
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

آنکھین برنگ نقش قدم ہو گئین سفید
اس سے زیادہ خاک کرون انتظار خط

بے مہر خط جو ہو تو نہین اسکو اعتبار
عارض کے حال سے ہی ترا اعتبار خط

اور رونکے خط کی طرح سمجھتا نہین یہ خط
گرد آئینہ کے منہ پہ ہی تیرا غبار خط

آنکھین تو صید تھین ترے چہرے کی خال کے
دل اندنون ہوا ہے پیارے شکار خط

آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
رسواے زلف خلق ہی عالم ہی خوار خط

پہونچا ہے کوئی قاصد سودا ابھی یار تک
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

تری آنکھون کیطرح سے نہ رکھے جام نشاط
مے مین کیدھر ہی جو رکھتے ہین یہ بادام نشاط

مطلع ثانی

تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
دیکھنا تجکو ہے اے جان دل آرام نشاط

فضل حق جسکی طرف ہو تو اسے بخشتے ہے
دور ساغر کیطرح گردش ایام نشاط

دل جنھونکا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
ہے قفس بیچ انھین عیش وتہ دام نشاط

عکس تا اسکی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہو سکے نشئہ مے سے نہ سرانجام نشاط

دیکھ ہوتے ہین سبھی قمری و بلبل شادان
تو ہے اس باغ مین اے سرو گل اندام نشاط

شیشہ ہے زیر بغل آبلہ دل ہے سودا
مے سے ہمکو نہین بے ساقی گلفام نشاط

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط
تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط

کھاتے ہو تم قسم کہ تجھے چاہتا ہون مین
مشفق غلط ملاذ غلط مہربان غلط

سملانی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

تیرا جو کوزہ پشت ہوا اسکی نظر سے بیچ
کرتی نہین ہے تیر کبھو یہ کمان غلط

جو حسن دیکھتا ہون مین فندق پہ یار کے
وہ لطف کب رکھے ہو گل ارغوان غلط

بھٹکے نہ رفتگان عدم رستہ سے کبھو
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کاروان غلط

مردونکی بات ایک ہے سودا سے سن صنم
مانند خامہ اونکی نہ پلٹے زبان غلط

چاہنا تجھ فرومایہ سے واللہ غلط
در کون تجھے جو کوئی ہے یہ تہ جاہ غلط

خواہ اسے رشک چمن راست سمجھ خواہ غلط
گل ترے عہد مین بلبل کا ہو دلخواہ غلط

ٹکڑے ٹکڑے ہو کتان تجھ بدن سیمین پر
عاشق مہ نہ سمجھ اسکو ہے واللہ غلط

عشق تیرا مین چھپایا تو ہے دلمین لیکن
مخفی آتش کا ہے رہنا بہ تہ کاہ غلط

شمع سان سوز دل اپنے کا کہونگا مین راز
چاہو کاٹے سے زبان ہو مری کوتاہ غلط

دونون سے ہیتے اثر دل مین نپایا اسکے
نالۂ شب ہے عبث آہ سحرگاہ غلط

اب تو ہے آمد و شد آپ کی ہر ایک جگہ
راہ ادھر بھی تو کیجے کہ دیے گاہ غلط

دید کچھ منع نہین عیش جہان کا پرادسے
سمجھے گر یہ تماشاے سر راہ غلط

جزو مین کل کو وہ جانے ہے جو ہو واقف راز
قطرے کو بحر نہ سمجھے دل آگاہ غلط

بادہ سے بیچ ہے کہ نفرت ہے بہت زاہد کو
پر گزک سے ہو برائے اسے اکراہ غلط

بزم آراستہ کی جسکے لیے اے سودا
آج آنے کی ادھر اسکی ہے افواہ غلط

چودھوین رات ہے اور وہ دل عالم کا چور
دزد کا گھر سے نکلنا شب ماہ غلط

تجھسے چاہوں جو محبت کا ہو نرباہ غلط
نہیں نادان کہ ہوں عمر کا طالب تجھسے
جیوے تو جیوے کوئی اپنے نصیبوں ورنہ
سنکے سو وصف ترا ہم تو ملے تھے تجھسے
جی سے نفرت ہے کسی سے جو تجھے سوہم ہین
بیخطر نے ہے جو تو دکھ یہ کہاں سے جانا
درد دل جن نے کہا تجھسے مرا لاکھ طرح
وعدہ کرتے ہین جو طناز جہان عاشق سے
یہ غضب جھوٹ نہ دیکھا مین کہین اے کاذب
سہوا یہ کہ مرے کلبۂ احزان کی طرف

یار رو اللہ غلط فہمی ہے با للہ غلط
شعلے سے چاہے محبت جو یہ کاہ غلط
جان اسکی تو نہ لے جسکا ہو دلخواہ غلط
پر جو دیکھا تجھے تھی محض یہ افواہ غلط
صحبت ہے سے ترے دلکو ہوا اکراہ غلط
پڑی تاثیر سے ہر بار مری آہ غلط
یہی سن سنکے کہا تو نے کہ واللہ غلط
گاہ کرتے ہین وفا اُسکے نہین گاہ غلط
عہد روزانہ غلط قول شب ماہ غلط
آتے جاتے تو کسی گھر کی کرے راہ غلط

گر کوئی سمجھے کہ لے یار زبان سودا کی
مرتے مرتے ترے شکوے سے ہو کوتاہ غلط

یون ہے طرق عشق مین ہو راست یا غلط
قاتل کو بیگنہ کے تو پہونچے ہو مزد قتل
وا شد ہے دل مرے کو دم سرد سے ترے
سر تا بپا جو دستۂ نرگس کیطرح چشم

اجر جفا درست ہے مزد وفا غلط
وارث اگر قتیل کا لے خون بہا غلط
اس غنچے کو شگفتہ کرے گر صبا غلط
ہووے اگر وہ شوخ ادھر دیکھنا غلط

قامت کو اپنے یار کے تشبیہ سرو سے
سودا اگر مین دون تو ز سر تا بپا غلط

ردیف ظاء معجمہ

اُٹھے نشہ مین محبت کے خط یار سے حظ
ہلال عید سے یہ عیش ہے نہ صائم کو
یہ لخت دل مری پلکون پہ چشم تر کے دیکھ
عبث ہین منتظر اس شوخ کی مری آنکھین
مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھر نیمین

بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ
جو مجکو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ
کیا جو چاہے تو دریا یہ الانار سے حظ
سوائے آئینہ کسکو ہے انتظار سے حظ
کہ جون پتنگ کو ہے شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت مین
کیا ہے یاد مین ساقی کے جو خمار سے حظ
عجب ہے تنگ سلاسل مین ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو مری زلف تا بدار سے حظ
حلاوت اتنی ہے اس داغ دل کے گننے سے
کہ جو بخیل کو درہم کی ہو شمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی سودا
اُٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

زہے وہ معنی قرآن سکے جو تو واعظ
پھٹے دہن کے تئین اپنے کر رفو واعظ
مجھے یہ فکر ہے تو اپنی ہرزہ گوئی کا
جواب دیویگا کیا حق کے روبرو واعظ
خدا کیواسطے چپ رہ اُتر تو منبر سے
حدیث و آیہ کو مت پڑھ تو بیوضو واعظ
سنا کسی سے تو نام بہشت پر تجھ کو
گل بہشت کی پہونچی نہین ہے بو واعظ
ثبوت حق کی کرامت سبھون پہ ہے لیکن
تری تو نفی کرم پر سے گفتگو واعظ
بتون کی حسن پرستی سے کیا خلل دین مین
خدا نے دوست رکھا ہے رخ نکو واعظ
ڈرون ہون مین نہ کرین رند تیری داڑھی کا
تبرکات مین داخل ہر ایک مو واعظ
ہزار شیشۂ مے اسمین تین چھپائے ہین
تری جو پگڑی ہے یہ سو بریت سبو واعظ
سخن ہے وہ کہ موثر دلون کا ہو نادان
یہ پوچ گوئی ہے جس سے ہے تجکو خو واعظ

کہا تو مان لے سودا کا تو بہ کراہین سے
لب دو دہن کے تئین کر کے شست و شو واعظ

ردیف عین مہملہ

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع
سر سے لیکر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع
کون ہے میرا بجز پروانہ مرغ نامہ بر
شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع
تو مرے غمسے نہ رو یا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع
رہرو سوے عدم کو جنبش پا کیا ہے شرط
خانۂ فانوس مین ہر شب سفر رکھتی ہے شمع
جسقدر جلتے ہین تیرے ہجر مین اعضا مرے
استخوان مین اپنے کب سوز اسقدر رکھتی ہے شمع
شعلہ پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار
واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع

حسن کو سودا جو دعوی سلطنت کا اب نہین
سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

کب آپ مجھ غریب کے بالین پہ لائے شمع
دل بیکسی کا مجھ پہ جلے ہے بجائے شمع

پروانہ کے ہون مین اثر عشق سے خجل
کیون منفعل نہ تجھ سے نہین کرتی وفائے شمع

آتا ہے جی مین یہ کہ قدم تیرے چھوڑ کر
گر رہئے جون پتنگ بہم ہو کے پائے شمع

تنذر گناہ سے مین پتنگون کے داغ ہون
ظالم جلے ہے آپ تو کرتا ہے بلائے شمع

ٹپکا نہ تیرے چشم سے مجھ پر تو اشک گرم
جلنے سے اسکے آپکو آگے جلائے شمع

لطف اس چہرہ کے آگے کوئی یان رکھتی ہے شمع
خوبی نظرو نمین جہان رکھتی ہے وان رکھتی ہے شمع

بس اُٹھا آگے سے اپنے اب نہ کر اسکو خفیف
چشم پروانہ مین اک عزت و شان رکھتی ہے شمع

اِستی یہ ہے کہ ہے لیکہ طویل القامت
حسن تیرا سامنہ اپنے پہ گمان رکھتی ہے شمع

سر پہ اُنکے بھی کیا فرض دھوین کی لٹے
کاکل اس طرح کی کب مشک فشان رکھتی ہے شمع

ٹلتے اپنے دہنون سے کوئی آتش نفسان
گذرے ہے سر سے وہان پاؤن جہان رکھتی ہے شمع

جان تک دے چکے بات اپنی پہ دل سوختگان
واسطے سر ہی کٹانیکے زبان رکھتی ہے شمع

کیا کیا اس خانۂ پردود مین تھے بزم آرا
سو نہ اب نام ہی انکا نہ نشان رکھتی ہے شمع

کٹتی ہے عمر تاسف ہی مین اس بزم کے بیچ
لو ہے انگشت کہ جسکو بدہان رکھتی ہے شمع

تیرے بیمار کے بالین پہ نہ تنہا آپ ہی
شام سے صبح تلک اشک روان رکھتی ہے شمع

شمع شبہائے محرم کی طرح اپنے ساتھ
ایک عالم کے تئین گریہ کنان رکھتی ہے شمع

شہرۂ تاب و تب انکی بس ہے زبان زد اوسکا
ہم بھی کہدین جو کوئی پوچھے کہان رکھتی ہے شمع

سوز تا سوز تفاوت ہے یقین کر سودا
داغ جو دل پہ ہے اپنے سو کہان رکھتی ہے شمع

مژگان کی گر خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع
سینہ بھی یان برائے صف جنگ ہے وسیع

زاہد جگہ نہ دان ہو تو حاضر ہے گھر مرا
میخانہ شکل کعبہ نہین تنگ ہے وسیع

نقص صفائی اپنا نہ پہونچا تو وان تلک
آئینہ خانہ ورنہ بہم سنگ ہے وسیع

دامان سیل اشک مرا ہجر مین ترے
مانند دامن جمن و گنگ ہے وسیع

بے ہمتی سبب تگ و دو کا ہے ورنہ یار
روزی برائے کور و کر و لنگ ہے وسیع

چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو
شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع

تھمون کیواسطے ترے نیمہ کے سرفراز
گلشن مین تختۂ گل اورنگ ہے وسیع

خواہش جنھین ہی ملک کی اُنکو نہین یہ فہم
دو گز زمین ندان نہ تنگ ہی وسیع

بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
سودا کیواسطے قدح بنگ ہے وسیع

ردیف غین معجمہ

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

ڈرتا ہے جون سپند کہین اب چٹک نجائے
ہے سوز دل مرے سے نپٹ بیقرار داغ

سینے سے سوز عشق ترا ہا تھہ کب اٹھائے
تا پھوٹ کر جگر سے نہو جاوے یار داغ

خورشید حشر ڈھونڈھے تو پاوے نہ منہہ پہ تنگ
ہوجاوے دل مریگا گر اوس نے دو چار داغ

دلسوز عاشقان کوئی سودا سا اب نہین
پروانہ جل مرے تو وہ ہو شمع وار داغ

آتش ہے میرا بوجھا سمندر نہ دے داغ
سوزش مین کہین ایسے ہی مین لکھتا ہون کیسے داغ

پروانہ کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
بیداغ ہے عشق کو کب حسن کرے داغ

عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
بجز عشق سے کب کھا سکے ہر ماہ خورے داغ

اے چرخ نہین تجسے مین خواہان زر و مال
دل کو تو مرے رکھ لعنم سیمبرے داغ

بے مہر ہے اُسکی سند عشق جو کوئی
عشاق مین دل اپنے کو جبتک نکرے داغ

ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختے سے چمن کے ہین فزود اسینہ مرے داغ

سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہین پھر مرے سینے کے ہری داغ

تالے سے مین اپنے نہین لے رشک پری داغ
کرتی ہے مرے دل کے تئین ہے اثری داغ

یارون کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے
ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ

پہونچا کے تری زلف کی بو غیر کو بالے
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ

جلنے کی ترے عشق مین خو ہوگئی یا تنگ
لالہ کیطرح سوز سے رکھتا ہون یہی داغ

جانیکا کسیطرح نہین دل پہ یقین ہے
جون جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ

ہوتا ہون خجل مفت مین پروانہ کے آگے
جب شمع کو کرتی ہو تری جلوہ گری داغ

طائر کو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں سودا
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے دبال پری داغ

سرد مہری سے بیان کے مٹ گیا ہی سوز داغ
کر دیا ان ظالموں نے ہائے دل کا بے چراغ

وائے اس پیشہ پہ اے بلبل کہ جسکی ہو یہ قدر
خوار میں کوچہ بکوچہ تو ہے رسوا باغ باغ

مملکت ساری میں باور کر سلیمان کو نتھا
گوشۂ خاطر میں اپنے ہے مجھے جو کچھ فراغ

بلبل خوش نغمہ ہوں لیکر اس گلستان جہان
نالۂ مرغ چمن سے کم نہیں فریاد زاغ

خوش کبھی اس بزم میں دو دل نہ دیکھے ایکجا
دم بدم مینا بھی روتا ہی جو ہنستا ہی ایاغ

حیف اس گلشن میں عاشق سے کوئی راضی نہیں
گل سدا بلبل سے ناخوش مجھسے تیرہ نت بیداغ

دل اگر کھویا ہے سودا چھوڑ مت دنبال اشک
شاید اس دیوانے کا لڑکوں سے تو پاوے سراغ

کسطرح دلمیں چھپاؤں تجکو ہیں سینہ میں داغ
دل ہی یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ

دلکے داغوں نے نرکھا سیر گلشن کا دماغ
زخم سینہ کا ہے میرے رخنۂ دیوار باغ

زلف دیکھوں یا کمر یا چشم یا ابرو کی سمت
اتنی راہیں دل کے گم ہونیکی ہیں کیدھر سراغ

قہقہہ مارے ہے شیشہ ہی نہ میرے عیش پر
تجھ بن اے ساقی مرا منھ دیکھ ہنستا ہی ایاغ

جی کے خوش ہونے سے رکھتا ہی تعلق حسن لطف
رنگ و بو نکلے ہی جب غنچے کے دل کو ہو فراغ

خاک کیا انکا ہے سودا اس سے جو ملتی ہیں گرم
رو دے نادیدا ونے جسکا آسمان پر ہو دماغ

کب نظر جوشش طلب رکھتی ہی سوے سرد مہر
نور مہ کو نہ سمجھے پروانہ کم از دود چراغ

عشق کی ہو سے تو ہو ہمکو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ

اس لیئے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہمصفیری کا دماغ

ہوں اگر ایسے کی نظروں کا کہ میری خاک پر
باد کو بھی اب نہیں ہی دستگیری کا دماغ

بچسے کتنے ہی کریں دعوی مریدی کا اگر
شیشنا ولکو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

پوچھنا اشعار کا سودا سے کیا ہے شاعرو
گفتگو میں اسکی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

ردیف فاء

اب ہو تو نہ ہرگز ہے کنعان مین یوسف
آ غرق ہو تجھ چاہ زنخدان مین یوسف

ہوتا اگر اس عہد مین تو دیکھ کے تجکو
پڑھتا قبا رک کو تری شان مین یوسف

آنکھون مین نظر بازون کی رہتی ہے تری شکل
بستا تھا زلیخا کے دل و جان مین یوسف

بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن مین
خاموش کہ ہے سیر گلستان مین یوسف

کیا شاہد معنی کا ترے اب مین کہون حسن
سودا بھرے ہین اب ترے دیوان مین یوسف

دیکھون ہون یون مین اُس ستم ایجاد کیطرف
جون صید وقت ذبح کے صیاد کیطرف

بے مشورت نگہ کے تری طبع روزگار
آوے نہ تازہ جور کے ایجاد کیطرف

سنے دانہ ہم قیاس کیا سے لحاظ دام
دہنس گئے قفس مین دیکھ کے صیاد کیطرف

ثابت نہووے خون مرا روز باز پرس
بولین گے اہل حشر سو جلاد کیطرف

پتھر کی لیک تھا سخن اسکا ہزار حیف
بولی زبان تیشہ نہ فرہاد کیطرف

طرے کے تیرے واسطے صد چوب شانہ دار
قمری گئی ہے کاٹنے شمشاد کیطرف

سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجکو میر سے استاد کیطرف

مائل تھا بسکہ دل مرا بیداد کیطرف
خون بہ چلا بدن سے تو جلاد کیطرف

غیرون کی بات پر نکہون کان ست رکھو
لیکن کبھو تو میری بھی فریاد کیطرف

پہچانین ہم نہ گل کو نہ بلبل کے آشنا
منھ کرکے آنکھین کھولیان صیاد کیطرف

جور و ستم تعدی واندوہ و درد و غم
مائل ہوے ہین اس دل ناشاد کیطرف

سامان نالہ سب ہے مہیا پر اے اثر
مین دیکھتا ہون تیری ہی امداد کیطرف

خون کر رہا ہے جوش رگ جان مین تری
سودا نہ دیکھ نشتر فصاد کیطرف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کیطرف
مائل کیے دل اُس ستم ایجاد کی طرف

تصویر ہوکے آپ ہی حیران رہ گیا
بیٹھا تو منھ کو پھیر جو بہزاد کی طرف

دیکھے جو ایک آن ترا سرو خوش خرام
قمری نہ دیکھے پھر کبھی شمشاد کی طرف
بھاوے نہ گل چمن نہ کبھو تجکو عندلیب
دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف
صد شور حشر آوے تو یکدم نہو سکے
تیرے ستم رسیدہ کی فریاد کی طرف

ردیف قاف

بلبل نہ چمن ہے گل گلزار کا عاشق
جو گل ہے سو تیرے گل رخسار کا عاشق
اے وائے بران عاشق نادار کہ جسکا
معشوق ہو اور درہم و دینار کا عاشق
رشتے کو محبت کے بگہ دی ہے میں دلمیں
نے سبحہ کا طالب ہوں نہ زنار کا عاشق
باتیں مجھے بھاتی ہیں باآمیزش دشنام
ہوں اسلیے اس شوخی گفتار کا عاشق
ہے سرو سے قامت کے تری قمری تو والہ
اور کبک دری تک تری رفتار کا عاشق
بچکر رہ میخانہ سے اے شیخ نکلنا
ہر رند ہے واں جبہ و دستار کا عاشق

کیا قدر رکھے جنس دل اس شخص کی سودا
جسکا ہو فروشندہ خریدار کا عاشق

رنگ سے پہچانیے رسوا ہوئے ہے بیمار عشق
عشق کو یارو چھپا سکتا نہیں انکار عشق
گاہ اشک تر گہے خون گاہ ہیں لخت جگر
اسطرح جاری ہے ان آنکھوں سے آثار عشق
کیا کہوں ان نے مجھے جوں کر دیا بے خانمان
گھر پہ کافر کے نہ پڑیو سایۂ دیوار عشق
ترک مجھ سے کیونکہ ہو عشق بتاں اے اہل دین
سمجھوں ہوں تا نفس اپنے کو میں زنار عشق
خط سمجھ اے دل نہ اس عارض کے ملک حسن میں
آ پڑی ہے یہ فوج پھر غارت گلزار عشق
تجھ سے سکندر طالع اس دم تک کہ تھا دل اپنے پاس
کھا گیا افسوس اس آئینہ کو زنگار عشق
اس چمن میں طرح بلبل کے وہ نالاں کیوں نہ ہو
روز و شب کھٹکا کرے سینہ میں جسکے خار عشق
گر کہیں عاشق ہو اے سودا تو میں تجھ سے کہوں
وہ عمل میں لائیو جو نیک ہو کردار عشق

عشق کے ذرہ شریعت سے قدم باہر نہ رکھ
سمجھے ہے دوزخ کو اپنا ایک شمہ نار عشق

ناصح نہ انسے بک کہ ہیں آگاہ راز عشق
وہ کر چلیں ہیں دین و دل و جان نیاز عشق
جھمکے ہے آتشیں جھلکی تجلی کہ جو کوئی
جوں شمع ہو رہے ہیں سراپا گداز عشق

ہر چند نہ راز تیغ سے کہتا تھا راز عشق
مجھ ناتوان نے کیا کیا اٹھایا ہے ناز عشق

سینہ سپر ہے انکا سدا پیش تیغ یار
مین جو گئے ہوئے جہان سرفراز عشق

گر زخمت تیر نہ سنانے بھی جان عاشقان
ہے مثل موم دان ہی جہان تر کہ ناز عشق

ہے حق بجانب آپکے پیارے غرور کا
دیکھا نہین ہے آج تلک ان نے ناز عشق

شراب تیغ دوست سلامت ہے دم
کعبے مین کب مین جاکے پڑھونگا نماز عشق

سودا یہ قصہ خط سے نہ کوتاہ ہو سکے
ہے حسن زلف یار سے عمر دراز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہے جز اشیائے فراق
دیکھے نقد دل نہ کر زنہار سودا اے فراق

دوستان رفتہ کا اتنا فراق اے دل تجھے
دل لے بیٹھینگے اکدن ہرگز نہین جانے فراق

لطف ان دور از وفاؤن سے محبت کا نہین
خانۂ دل کو عبث کیون کیجے ماوائے فراق

بس نہ تھا اک داغ اے دل پھر تو اس سے لگ چلا
اس دبی آتش کو ڈرتا ہون نہ سلگا دے فراق

وصل گر اس شوخ کا سودا ہو تیری ستداد
ہو جیو مغرور مت ہے درمیان پائے فراق

زندگی کیون نہووے مجھپر شاق
یار بے اعتنا و دل مشتاق

تجھ بن اعضا کا ہے یہ میرے حال
تار شیرازہ بن ہون جون اوراق

عشق تیرے مین سب منافق ہین
ایک غم کو نہین ہے مجھسے نفاق

الفت اس دل سے کب ہو دلکو ترے
یہ تو ہے لعل اور وہ سنگ سماق

غم نہین اسکی بیوفائی کا
کرے ترک وفا نہ ہم سے فراق

جور کر تو ہے تجھ گران ستم
کر رکھو تہ دور روز کا اشفاق

شیخ صاحب کے عقد مین دنیا
آئی تھی کب جو دی انھون نے طلاق

دیکھ زاہد کے سر عمامۂ تو
ہاتھ اٹھا رند بولے یار زناق

نکھنے بچھ خط سے جب چمن مین بہا
روزہی کی خزان سے آشلاق

بدبر کیا اسکے آگے اے سودا
منھ تو دیکھو کہ جلیے ہوسے طباق

ردیف کاف

شمع اُس عارض کے سب کہتے ہیں پہونچے نور تک / ہمسے جو پوچھے کوئی ہے حرف شمع طور تک

بس چلے تو دیکھنے ہرگز تجھے تجکو نہ دون / آئینہ گھر میں ترے رہنے نہ دون مقدور تک

آن کر اس میکدے کے بیچ جز چشم پُر آب / قسمت اپنی ہم نہ پائے ساغر معمور تک

رہیو مت غافل نگاہ حسرت آلود اُسکی سے / پہونچے وقت جانکنی گر اپنے تو رنجور تک

دل شرمے ان سانورون کے تو نمک کو دیکھکر / تخم الفت کو نہ پہونچا اس زمین شور تک

باغ ہاتھ آوے تو کر لین غصب اہل اتقا / سنبلت مے سے نہ کھینچیں دانۂ انگور تک

کونسے عارف کو یان دعوی انا الحق کا نہیں / یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک

فی الحقیقت جو مقام وجد ہے اے شیخنا / وہ نہیں وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

غیر بی میخانہ و ساقی نہیں اُسکے نصیب / پہونچے گو زاہد عبادت سے قصور و حور تک

ہجو ہو اُس زلف کی تشبیہ دنیا مشک سے / شاعرو یہ بات پہونچیگی دراز و دور تک

یہ غزل سودا کہی ہے تونے اس انداز کی / ہند سے پہونچیگی ہاتھوں ہاتھ نیشاپور تک

رہے اس فصل ہم اے بلبل گل ناتوان یانتک / نہ نالہ لب تلک پہونچا نہ چاک جیب دامان تک

کوئی بیماردارون سے یہ کہیو جاکے جانان تک / مریض عشق کا تیرے نہ پہونچا کام درمان تک

عبث باندھون ہون لکھ لکھ شرح دل بال کبوتر سے / ولے تنکے اُڑ گئے پر نے نہ پہونچی کچھ خبر وان تک

ترے غم کا دل پُرخون سے استقبال کرنے کو / وہ قطرہ نارسا طالع ہو جو پہونچا نہ مژگان تک

روا کرتا ہی کیا دلکو تو اگر خال پر سودا / کہیں خط آگیا اُسکے تو ظالم حرف ہے جانتک

آباد شہر دل تھا انھے شہر یار تک / پہونچا نہ آکوئی پھر اس اُجڑے دیار تک

ٹک دیکھ لین چمن کو چلو لالہ زار تک / کیا جانے پھر جئین نہ جئین ہم بہار تک

دیکھا نہ اُسکو وہ ہین گمان سو طرف کیا / آئے نہ ہوتے کاشکے ہم کوئے یار تک

قسمت نے دور ایسا ہی پھینکا ہمین کہ ہم / پھر جیتے جی پہونچ نہ سکے اپنے یار تک

ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق / آخر کو کام پہونچیگا اسکا خمار تک

دیکھا کرون مین دور سے اے یار کب تلک
تڑپا کرے مرا یہ دل زار کب تلک

تنہا مین بستر اپنے پہ فکر وصال مین
یون کروٹین سدا شب تار کب تلک

کچھ وصل بن نہین مرض عشق کی دوا
جیوین کہو تو ہجر مین بیمار کب تلک

بھیجی اگر ہو بات تو آوے ظہور مین
جھوٹے قبول کیجئے اقرار کب تلک

دور دور کی بہار ہے اتنا نہ کر غرور
پیارے ہے یہ باغ حسن گلزار کب تلک

رخصت جو دے تلک بھی نکلنے نہ باغبان
جھانکا کرون مین رخنۂ دیوار کب تلک

رشتہ نہ ہو صنم کی جو الفت کا ہاتھ مین
گروون مین برہمن رشتۂ زنار کب تلک

اب کیجئے مرے مرض عشق کی دوا
رہیگا دل کے درپے آزار کب تلک

یوسف نہ ہاتھ آئے جو سودا بنقد دل
بیٹھا رہے دکان پہ خریدار کب تلک

خط آچکا پہ مجھسے وہی ڈھنگ اب تلک
ویسا ہی میرے نام سے ہے ننگ اب تلک

دیکھے ہے مجکو اپنی گلی مین تو پھرتے مجھے
ویسی ہی گالیان ہین وہی سنگ اب تلک

سب سے ہوا یہ ربط کہ جون غنچہ و نسیم
رہتا ہے مجھسے ویسا ہی دلتنگ اب تلک

عالم سے کی ہے صلح مگر ایک میرے ساتھ
جھگڑے وہی عتاب کے وہی جنگ اب تلک

دیکھے نہ مجھ کو تا نہ کرے تیغ پر نگاہ
یا تنگ ہے میرے قتل کا آہنگ اب تلک

سنتا ہے جس جگہ وہ مرا ذکر ایک بار
بھاگے ہے واں سے لاکھ ہی فرسنگ اب تلک

سودا نکل چکا ہے وہ ہنگام ناز سے
پر مجھسے ہے ادا کا وہی رنگ اب تلک

رخ سے دیکھون ہو جہان اُس زلف سیہ فام تلک
شام سے صبح تلک صبح سے لے شام تلک

یک نفس گرد چمن ہم نہوئے بال افشان،
آشیانے سے اٹھا آک لات گئے دام تلک

آپ سا مجکو تو زاہد نہ سمجھ کورسواد،
خط خوبانسے پڑھا ہون مین خط جام تلک

شاعر دین کب لکھے ہو شیر کی تقریر جنگ
نہ جدل تقریر مین انکی نہ در تحریر جنگ

بعضے ایسے بھی ہین نامعقول ہم جنکا سخن
اپنی شہرت ہو جنکی سمجھین ہین وہ تدبیر جنگ

پیچ گوئی سے نہین ہٹتے یہ میدان سخن
کرتے ہین گویا وہ ہنگامہ کریا ہو نہین زنجیر جنگ

یکدگر ہوتا ہی ہے سقم سخن پر اعتراض
اسپہ کیا لازم جو تب ہو گریبا نگیر جنگ

ابرو و مژگان کے مضمون گر کرے جو انکے دخل
کرنے یہ اُس سے لگین ناولن بہ تیغ و تیر جنگ

مین تو حیران ہون اب ان ناشاعرونکی وضع پر
کرتے پھرتے ہین جو پڑھ پڑھ شعر بے تاثیر جنگ

کچھ بھی انہین عقل ہے اتنا سمجھتے یہ نہین
کرتے ناحق ہر مسلمان ساتھ ہی تکفیر جنگ

ایک اُنہین سے لگا سودا کے آگے پڑھنے شعر
واسطے اتنے کہ تا کیجے باین تزویر جنگ

سنکے یہ بولا خدا کے واسطے کیجیے معاف
مین تو ہون شاعر غریب اور آپ ہین شمشیر جنگ

دل مسخر کر نہین سکتے بہ تیغ و تیر جنگ
ملک تو یہ کچھ نہین جسکو کرے تسخیر جنگ

یہ نہ کر مہر و محبت سے جو ہاتھ آوے تو آئے
اسکے ہاتھ آئیگی اے پیارے نہین تدبیر جنگ

جنبش ابرو نے مارا لشکر صبر و قرار
ہووے ہی فیصل کہ جب پہونچے ہے با شمشیر جنگ

اُسکے مل چلنے کے ہی انجام سے غفلت مین دل
پر مین سمجھا ہون کہ ہے اس خواب کی تعبیر جنگ

جب دو صف بیجان سپاہی ہون تو ہو کسطرح صلح
روز و شب باہم ہے جون لشکر تصویر جنگ

سامنے چہرے کے تیرے مہروسہ کا ہے یہ حال
رنگ رو نامرد کا کرتی ہے جون تغییر جنگ

کب سپاہی کام پر آقا کے اب دیتا ہی جی
بھوک سے کرتا ہی ہر کر زندگی سے سیر جنگ

یہ نہین ممکن ہے وہ وحشی کسی کا ہووے رام
کرتے ہین اُسپر عبث باہم جوان و پیر جنگ

در پڑا تحریر پر سودا کی قسمت کا لکھا
کر چکی اُسکی قلم با خامۂ تقدیر جنگ

پھونکدی ہے عشق کی تپ نے ہمارے تن مین آگ
دہکے ہے جون شعلۂ فانوس پیراہن مین آگ

رنگ گل کچھ بے طرح دہکے ہے اے ابر بہار
آشیان میرا چھڑک لگتی ہے اب گلشن مین آگ

لالۂ خودرو نہین ہے خون نے فرہاد کے
جوش مین آکر لگادی کوہ کے دامن مین آگ

گر نہو پانی دل اُسکا خوف سے اے شعلہ خو
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن مین آگ

رنگ یہ یاقوت کا دہکے اب انگارے کی طرح
حسرت لب سے تری ازبس لگی معدن مین آگ

برج مین ہے دمعوم ہو رہی دلیکن تجھ بغیر
یہ گلال اوڑتا نہین بھڑکے ہے اب تن مین آگ

گو بہار آئی کسے سودا بھلا لگتا ہے باغ
یون چمن مین گل نظر آتے ہین جون گلخن مین آگ

عدو ہے دوریٔ ت ایک اور خمار ہے ایک
گل ایک دشمن جان ہے مرا بہار ہے ایک

پہر پچ شتاب کہ بیٹھا ہوں اسگھڑی ساقی
دو چار ایک ہوئے ہیں یہ دلفگار ہے ایک

نہ بچے تو بچ رہے آنکھوں سے دل مرا لیکن
غضب ہے یہ کہ ہیں صیاد دو شکار ہے ایک

بدن میں جسکے ترے عہد تک دل و جان ہے
ادا پہ ایک فدا ناز پر نثار ہے ایک

یقین ہے یہ کہ درازان سے عمر خضر نہو
ہے ایک اپنی شب ہجر و زلف یار ہے ایک

ڈبو دیں ہیں یہی دو جان و مال عاشق کے
دل ایک خون شدہ ہے چشم اشکبار ہے ایک

رہی نہ دین کی عزت نہ حرمت دنیا
خراب ایک ہے اے عشق تجھسے خوار ہے ایک

ہوس ہی نہ چمن کی ہمیں کہ داغوں سے
دل ایک باغ ہے اور آنکھیں آبشار ہے ایک

نہ کیجو تکیہ تو اس جان و جسم پر سودا
ہوا تو ایک ہے ان دو میں اور غبار ہے ایک

میں بتاؤں تمکو یارو گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانے کو اس زلف کی زنجیر ایک

دل دھڑکتا ہے مبادا اجل بجاوے یہ قفس
ورنہ اے صیاد کرتے نالۂ شبگیر ایک

کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
یار ثابت کر تو مجھ پر بھی بھلا تقصیر ایک

اس چمن کی سیر میں لیجا بسر تو سطرح
چاہیے ہووے نہ تیرا خار دامنگیر ایک

بزم میں تیری تو یوں آزردہ خاطر ہیں بہت
پر نہ دیکھا ہمنے سودا سا کوئی دلگیر ایک

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

دیکھیے کیونکہ بچے جی کہ ہوئے ہیں تیرے
تجھ بن اب درد و غم و رنج و تعب چارون ایک

باتیں دو کہنے کی ہیں دو نہیں کہنے کے تئیں
لب پہ گر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چارون ایک

گل و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
ہیں کب کہ نہیں یہ نور کا اب چارون ایک

شعلہ و برق و تجلی و شرر لے سودا
رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چارون ایک

رونیکو میرے تا بکجا دل سے آئے اشک
نکلے ہے خون چشم سے اسکو بجائے اشک

خون جگر تو چشم سے جو تھا سو بہ گیا
آتا ہے لخت دل بھی چلا اب قفائے اشک

رونے سے باز ہم کوئی آتے ہیں مثل شمع
لے سر سے پاؤں تک نہ ہمیں تا گھلائے اشک

نظر وہ نسے جو کسو کے گرے بول کیا سکے
ہمنے سنی نہ چشم سے گرتے صدائے اشک

آنکھوں سے ایکدم نہین ہوتا ہے جدا
سودا مین کیا بیان کرون آب و فائے اشک

کب لگ سکے ہے اُس سے کوئی رنگ اور رنگ
بیرنگی کا ترے ہے جو نیرنگ اور رنگ

لذت ہی تیغ عشق مین کیا جب تلک نہو
دامن فراخ زخم دل تنگ اور رنگ

ساقی جو تو منوے تو ساغر بلور کا
مینا ے مے کیواسطے ہے سنگ اور رنگ

مخمور ہوکے جام مے ناب کی طرح،
پیدا کرے ہی چشم تری رنگ اور رنگ

لذت ہے دل کو آنکھ لڑانیسے یار کے
دیکھا کہین نہ اسکے سوا جنگ اور رنگ

ملنا ترا ہر ایک سے پھیکا کرے نہ دل
چاہے ہے دوستی مین تو یہ ڈھنگ اور رنگ

موزون ہے اس چمن مین بہنگام میخوری
بھر کباب مرغ بد آہنگ اور رنگ

خط ساده رونکے چہرے پہ رکھتا نہین ہے لطف
ایسا کچھ اُسکو جان کہ جون بنگ اور رنگ

کب سیر ہون وہ نان قناعت سے جو کوئی
کھاتے ہین خوان دہر پہ سر جنگ اور رنگ

جز خط سبز عارض دلدار ہمنشین
دیکھا ہے آپ نے یہ کبھو رنگ اور رنگ

سودا سے کیونکہ یار کو ہووے موافقت
پیر و جوان ہین بادۂ گلرنگ اور رنگ

کرتی ہی مرے دلمین تری جلوہ گری رنگ
اس شیشہ مین ہر آن دکھاتی ہی پری رنگ

کس رنگ مین دیکھا نہ ترے رنگ کا جلوہ
سب رنگ مین ہی تو یہ ترا سب سے بری رنگ

اے شیشہ گران دل کوئی ٹوٹا جو بنا دے
پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہے خاک بسر آج خدا جانے چمن کا
دیکھ آئی ہے کیا جاکے نسیم سحری رنگ

کس گل مین یہ جلوہ ہی جواب کنج قفس مین
دکھلاتی ہی میری مجھے بے بال و پری رنگ

گر جامۂ عریانی کو خاکستری سودا
ہو عزم سفر یا تنے تو ہے یہ سفری رنگ

ردیف لام

کھینچ شمشیر جاؤ دل کے نکال
آج در پر ترے پڑا ہون نڈھال

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ
اپنے ہونٹھون کو دیکھتا ہے لال

کم ہے ناصر علی سے نعمت خان
اُس سے مرغوب تر ہے اسکا خیال

شیخ اس داڑھی پر تو ناچے ہے
کیا ہے اے مسخرے یہ تیرا حال

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت
لے گئے لڑکی لڑکے ایک ایک بال

اُس کے قامت کو صحن گلشن مین
ہو گئے سرو دیکھتے ہی نہال

لے مرے دل کو دے کے اپنا دل
سنگ کے مول یہ بکے ہے لعل

دے ہے دولت فلک ہمین لیکن
اس سے ہم لین یہ کیا ہے ایسا مال

واہ وا بے تما کو والے کے
دے ہے تو وہ جا ہمین دکھا کر گال

میوہ نخل امید سے سودا
جتنا چاہے تو کھا پہ توڑ نہ ڈال

سخن عشق نہ گوش دل بیتاب مین ڈال
مت یہ آتش کدہ اس قطرہ سیماب مین ڈال

گھر کا گھر بیچ نہ کر خرچ مے ناب مین ڈال
زاہدا سباتیان کچھ نہین دے آب مین ڈال

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شور قیامت یہ پلک
صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب مین ڈال

کر کے معیوب طمع دل کو نہ سن حرف درشت
یہ بڑی چیت ہے نہ اس گوہر نایاب مین ڈال

شمع سان روئیے کیونکر کہ یہان بیٹھے ہین
ہم بنا ہستی کی اپنی رہ سیلاب مین ڈال

دسترس ہووے تو کر مہر کا طرہ مقراض
ساقی کے سامنے دیجے شب مہتاب مین ڈال

گو ہے میخانے سے رکھ دل تو کنارے اے سودا
شیشہ ٹوٹا ہے نہ جا کر رہ احباب مین ڈال

پوت بیچتے ہین دُرِ دیدۂ نمناک کے مول
مژۂ تر کو بتان لیوین نہ خاشاک کے مول

دل پر خون کو نہ وہ غنچہ لیوے بہ نگاہ
جرعہ مے جو ہے شیشے مین تو دے تاک کے مول

زاہد انطق گھر بار پہ واعظ کے بجا
ابلہی بیچے ہے بیٹھا دُر ادراک کے مول

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم
بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول

ترپ اپنے دل بیتاب کی خاطر اے شوخ
برق سے لے ہے ترے غمزۂ چالاک کے مول

شوق کسکو ہے پتنگون کے لڑانیکا کہ خلق
شیشہ ٹوٹا ہو تو لے ہے دل صد چاک کے مول

عکس رخ اپنے سے کہتا ہے لب آئینہ مین دیکھ
ان نگینون کا بتا کیا ہے بے حکاک کے مول

کوزہ پشت اتنے ہوئے شیخ ہمارے کہ عصا
بیچے اپنا تو وہ شاید بکے مسواک کے مول

محتسب رحم کر اب مفلسی رندان پر
تنگ قدغن سے ترے بکتی ہے تریاک کے مول

بے زری خلق کو ہے یہ کہ کسی کا کیسا
کوئی کاٹے تو بکے کیسۂ دلاک کے مول

جنس دل اپنی کے بکنے کو کہون کیا سودا
مفت بر لیگئے وہ ہنس دے اُسے خاک کے مول

مرا لگتا نہین اے باغبان تیرے چمن مین دل
لگے کیونکر کہ بیکا یار بن سرو و سمن مین دل

جلے ہم شام سے تا صبح ہم بزم و نہین یون اپنے
جلے ہے شمع کا جسطرح تیری انجمن مین دل

کہا مت کر ہمین حرف درشت اے یار تو ہر دم
نظر آیا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن مین دل

جو تو سیر چمن مین ساتھ ہوتا ہے تو شادی سے
سما تا دان نہین جون غنچہ میرے پیرہن مین دل

نہین سودا جو وہ مر کے بعد از بھی تجھے بھولے
پڑا تڑپے گا تیری یاد مین اسکا کفن مین دل

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

مانند غنچہ تا کہ پریشان نہو سکے تو
کب اس چمن کی سیر مین پاوے فراغ دل

شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا
سینے مین اب تو خاک نپایا سراغ دل

یکدست اک زمانہ جہان مین لٹائے گل
سر کو ہمارے خاک نہ یوسے چہ جائے گل

کہتے تھے اسلئے کہ نہو آشنائے گل
اے عندلیب دیکھی نہ آخر وفائے گل

دیکھے اگر صفائے بدن کو ترے صبا
کھولے کبھو نہ شرم سے بند قبائے گل

مین اور عندلیب ازل سے ہین ہم نصیب
تجھ پر ستم ہوا ہے تو اُسپر جفائے گل

ہے شرط دردیون کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل

ہستی سے نیستی مین جو بہتر نہو مزا
ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نجائے گل

سودا سے بہار مین وضع زمانہ دیکھ
اے وائے بلبل و نے ہائے ہائے گل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل
بلبل نے گل کو دیکھے تجھے لی رسید گل

آنے کی تیرے باغ مین ہے آج یہ خوشی
نوروز عندلیب کہون یا مین عید گل

ساقی تلاش بادہ مین مطرب بفکر ساز
بلبل ہی غرق زمزمہ سُن کر نوید گل

جوں لالہ داغ داغ ہے دل تیرے اب مین
رکھنے کی اس چمن سے ہی سر پر امید گل

جب جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اُس جگہ
لائق نہین جو کیجیے گفت و شنید گل

بندہ مین بیدرم ہون ترا اسکو جان لے
بلبل نہین مین ہر کسی ہے زر خرید گل

نسبت نہ عندلیب سے سودا کو دیجیو
بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آجکل
چلتی ہے اسکے کوچے مین تلوار آجکل

خنجر مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابروان
مجروح جس سے ہے یہ دل زار آجکل

کوئی دوا نہین ہے موافق بغیر وصل
مرتا ہے تیرے غم مین یہ بیمار آجکل

گر زمزمہ یہی ہے ہمارا تو ہم صفیر
ہوتے ہین اس چمن مین گرفتار آجکل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر
اے یار ہم تو پہنین گے زنار آجکل

عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہونچ شتاب
جاتی ہے اس چمن سے یہ گلزار آجکل

گر ہے ترا سلوک یہی ہمسے اے صنم
بت سے کریگا برہمن انکار آجکل

مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے
مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آجکل

تیری زبان سے عہدہ برآ کیونکہ ہو کوئی
سودا سے ہے جو کچھ تری گفتار آجکل

اس چمن کی سیر مین آیا رہو مین سلکے مل
کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گلکے گل

یہ نہو دریا کہ جس سے گذرے تو پل باندھکر
بیچ چشم عاشقان دے توڑین ملکے پل

قتل کا کسکے کیا ہے آج ان آنکھون نے عزم
کھینچکر تیغے رہے ہین ابرو اُس قاتل کے تل

عہد مین تجھ حسن کے جسکو ہوا ہے شغل عشق
مچ رہی ہے شرق سے تا غرب اُس شاغل کے غل

حل مشکل اس سے ہو سودا کی شاہا تجھ بغیر
کھولدے مشکل کشا عقدے مری مشکلکے کل

ردیف میم

سنتا ہے اب تجھے خط آیا ہی کس اسلوب دیکھین ہم
لکھا ہو وصل قسمت مین تو یہ بھی خوب دیکھین ہم

ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں / جفائے صبر یہ دل پر کہ جوں ایوب دیکھیں ہم

ہوئے ہیں غرق ہم جسطرح آب چشم میں اپنے / بھلا لے ابر یوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوز دل بجز پروانہ اے ظالم / تجھے اب کون پہونچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم

لگو ہوں سے نگہ کرتے ہو تم آئینہ پر اکثر / مزاج آئے ہوا یدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہوئے جو کوئی تند خو تجسا / ترا دل راغب اُس پر وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم

ترے دیسے تو اُٹھ جاویں یہ دو آنکھیں کہاں جب سے / جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم

نہ دیکھا ہمنے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے / جو طالب ہوں کسیکے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

خوشی سودا کو کب ہے حور سے نسبت کی لئے اہل
وہ دن ہو دخت رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

ترے ہی دیکھنے کے نہ آوے جو کام چشم / تو زخم چہرے پر ہے کہ اسکا ہے نام چشم

کیونکر نہ دیکھے خلقت انسان تجھے کہ سنگ / دیکھے لباس آئینے میں ہو تمام چشم

مبدا جو بلا کا ہو سو ہے وہ نظر چشم / آئے ہو کسی دل پہ جب آفت زدہ چشم

آتا ہے نظر رونے سے ہر دم کے یہ مجکو / ہے قافلۂ اشک کے ہمرہ سفر چشم

آڑ لگتی ہے جلوے پہ حسینوں کے مری آنکھ / دید اُنکی سے پہونچے ہے ہم بال و پر چشم

مکتوب غم اُس شوخ تلک سیل سے پہونچا / دیکھا نہ بجز اشک کوئی نامہ بر چشم

دیدار کے وعدے پہ نہ رکھ منتظر اتنا / تا مجکو برابر پڑے سود و ضرر چشم

چاہے تو جہاں رہ مرے پیالے کہ تصور / رکھتا ہے ترے جلوے کو میری ہر چشم

موتی کو صدف کے ہے مرے اشک پہ ترجیح / عالم میں نہیں قدر شناس گہر چشم

سرمہ تو اُن آنکھوں میں ہے پر کیا کہوں سودا
آفاق کے ہے موجب نور بصر چشم

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام / ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

صیاد سے ہوں اے اثر نالہ منفعل / آتش دی اُن نے دام کو توڑ قفس تمام

اشک آنکھ سے تھمنے تو رہے نالہ سے قیل / جب قافلہ تھکے تو ہو بانگ جرس تمام

آتش کو رنگ گل کے صبا تو نے پھونک ہی تک / جلوائے آشیاں کے مرے خار و خس تمام

سودا ہوئی ہے شانہ کو زلفوں میں اسکی راہ / اس دست نارسا کو ہے کیا دسترس تمام

اب اسطرف تری دل گرمی شعلہ خو معلوم
تپاک غیر سے جو ہو نکلے ہم سے وہ معلوم

بھری ہے دلمین ترے یان تلک محبت غیر
کہا نہین مرے کینے کو مہر تو معلوم

گلہ مین غیر کے میری وفا کرو تو یاد
سو غائبانہ کبھو اسکے رو برو معلوم

خطا ہے زلف کو تیری کہون جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

ستم ترے کی کرون کسکے آگے جا فریاد
جو تجکو رو ہے جتائین سو مجکو رو معلوم

عبث ہے مہر کی نت اُٹھ تلاش کرنے کو
ہے وصل دور ترا میری جستجو معلوم

طبیب اُٹھ مرے بالین سے دے اجل کو جگہ
دوا مری وہ لب شربتی ہے سو معلوم

نہ زر نہ زور نہ طالع نہ تیرے دلمین مہر
جو چاہے اس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم

سخن تو یار بھی سودا برا نہین کہتے
ولے جو چاہیے یہ انداز گفتگو معلوم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام
مدعا ساقی سے اپنے ہین اور جام سے کام

دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام
کوئی بیچین رہو اپنے اسے کام سے کام

اس چمن مین نہ کسی چشم سے ٹپکے کوئی اشک
صبح تک ہمکو بھی شبنم ہے یہی شام سے کام

کیون نہ افعی چلے ہر ایک جگہ مکڑا اکر
نہ پڑا اسکو تری زلف سیہ فام سے کام

گر اکیلا کہین مل جاوے ہمین تو دل کا
لیجئے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

ہوا اسیر اُسکا جسے بعد گرفتاری عید
نہ گرفتار سے مطلب ہے نہ دام سے کام

ہے مبرا یہ زبان کہنے سے اب رام رحیم
جن نے پایا ہے نشان اُسکو نہین نام سے کام

جو مین آغاز ترے کام کا دیکھا سودا
واے وہ دن کہ نہ سمجھا اُسکے ہو انجام سے کام

کیا مچائی اُن نے میرے دل کے کاشانے مین دھوم
شور ہی جسکے لیے کعبہ مین بتخانے مین دھوم

مٹ گئے وہ شور دنگے ہاے ترک نئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے مین دھوم

زلف کو کھولا تو کر اس دل کی شورش کا علاج
سخت دیوانے نے کی زنجیر کھلجانے مین دھوم

تحفہ نگاہ گرم کی حسرت سے دل مارے ہے جوش
رات کو دیکھون ہو کہین جب شمع و پروانے مین دھوم

اسقدر ہین لاغری میری سے خوش ابنائے دہر
جون ہلال عید ہے میرے نظر آنے مین دھوم

دل کو میں کوچے مین تیرے اب چلے ہین شکل سی
ہو گئی بیوجہ دان اطفال دیوانے مین دھوم

کب تک اے سودا شراب اس بزم مین پیتے مین یار
تو نے کم ظرفی کی پہلے ہی پیالے مین دھوم

اے دیدۂ تر جدھر گئے ہیں ڈوبے جو تھے خشک بھر گئے ہم
تجھ عشق مین روز خوش نہ دیکھا دکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم
تیرا جو ستم ہے اسکو تو جان اپنی سی تو خوب کر گئے ہم
یہ قطعہ پڑھتا تھا سوز دل سے سودا کے جو رات گھر گئے ہم
جون شمع لبون پر آرہا جی تھا تن سو گداز کر گئے ہم
اتنی بھی تو تنگ پیش دستی گر شام نہین سحر گئے ہم
ہوگی نہ کسیکو یہ خبر بھی اس بزم سے آ کدھر گئے ہم

ہین صفائے بادۂ و دُرد تہ پیمانہ ہم نور شمع مجلس و سوز دل پروانہ ہم
جان عقل کامل و شور سر دیوانگان رونق آبادی کے ہین اور وحشت ویرانہ ہم
چشم شیخ و برہمن مین ہے ہمین جون سرمہ جا گرد راہ کعبہ و خاک در بتخانہ ہم
فیض سے مستی کے دیکھا ہمنے گھر اللہ کا جا رہے مسجد مین غش گم کردہ میخانہ ہم
فرصت اکل و شرب کی پائی نہ یان مانند شمع لیگئے ہمراہ جو لائے تھے آب و دانہ ہم
زاہدا گو صلاح نیک ہے دونون مین کیا جام کا بوسہ لین یا چومین لب جانانہ ہم
گر نکالا آسمان نے گھر سے اپنے ہے سزا آن کر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم
مین سے پانو کی لغزش کے کیا اے شیخنا دیر سے اٹھتے ہوئے کل سجدۂ مستانہ ہم
واعظا سوز جہنم سے ڈراتا ہے کسے والے پھرتے ہین بغل مین دل سا آتشخانہ ہم
ہاتھ ان زلفون تلک پہونچے نہ اپنا ایکبار گر بہم پہونچائین صد انگشت مثل شانہ ہم

ماندگی گر محنت دنیا کی خواب آور ہو یان
شور محشر کو بھی سودا سمجھین اک افسانہ ہم

دھن سے کے سر بولا گئے جب یار کے کاشانہ ہم جی مین آتا ہے کرین اس گھر کو خلوتخانہ ہم
ہے عجب قسمت کہ سمجھے جسکو اپنا آشنا آخر کار اسکو پایا آپ سے بیگانہ ہم
کوہ کا پیارے اٹھانا زور مردی کا نہین جو اٹھا دے تجھسے دل سمجھین اُسے مردانہ ہم
شیخ جی مانگو دعا تا یار ہووے مہربان آپ کی داڑھی مین دے چھلے کرینگے شانہ ہم

دختر رز سے ہمارا باندھ دے گر تو نکاح
خوب سا کھلوائیں لے ملا تجھے شکرانہ ہم

آبیار کشت ہستی گو نہو اپنا کہ ہین
اشک کے مانند آپھی آب پی دانہ ہم

کام سے نے شمع حرم سے نے چراغ دیر سے
جسجگہ تیری تجلی ہو وہان پروانہ ہم

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس لئین کہ دوست
آشنائی مین ترے ہین آپ سے بیگانہ ہم

جب تصور بیچ ان زلفون کے جھپکے ہے پلک
کرتے ہین انکو خیال اپنے مین سودا شانہ ہم

عاشق تو نامراد ہین پر اسقدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم

کہتا تھا کل کسو سے کرونگا کسیکو قتل
اتنا تو کشتنی نہین کوئی مگر کہ ہم

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل
تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم

بیٹھا نہ کوئی چھانوں نہ پایا کسینے پھل
بے برگ و بر نہین کوئی ایسا شجر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہین یون لیکے میر نامہ
دیکھین تو پہلے پہونچے ہے وان نامہ بر کہ ہم

اتنا کہان ہے سوز طلب دل تپنگ کا
جلتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم

یا نتک ہوئین ضعیف کہ کہتے ہین میرے عضو
باریک و ناتوان ہے اب اسکی کمر کہ ہم

سودا نہ لیتے تھے کہ کسیکو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

خانہ پرور دچمن ہین آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

خندۂ گل بے نمک فریاد بلبل بے اثر
اس چمن سے آہ جا کر کیا کرینگے یاد ہم

خاکسارون سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا
راہ مین تیری گئے جون نقش پا برباد ہم

ذبح تو کرتا ہے ٹک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قربان ہے تجھے دے لین مبارکباد ہم

قیس جبدم سے گیا اپنے قدم کے فیض سے
خانۂ زنجیر رکھتے ہین سدا آباد ہم

نہین نکل سکتے اسیری سے تری اے سرو قد
طوق قمری کی طرح رکھتے ہین مادر زاد ہم

اے جنون مصرع ترا سودا کی ہے زنجیر پا
قید سے تیری نہین ہو سکتے اب آزاد ہم

اے گل صبا کیطرح پھرے اس چمن مین ہم
پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن مین ہم

شیشے کی طرح دلگیے تئین روتے تا سحر
خالی کرین ہین بیٹھ تری انجمن مین ہم

فانوس بیچ شمع جلے جسطرح ہنوز
جلتے ہین تیرے ہجر سے ظالم کفن مین ہم

کرنے کو وصف طول تری زلف کا صنم
پھیرے خدا ہی جائین جو فکر سخن مین ہم

سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من مین ہم

تو کیون جھینپتی رہی بلبل چمن مین دیکھکر شبنم
کہ وہ دامان پاک گل جسے کرتی ہی تر شبنم

نہ دیکھا اس سوا کچھ لطف ای صبح چمن تیرا
گل ادھر لیگئے گلچین گئی روتی ادھر شبنم

بھلا گل تو تو ہنستا ہی ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کسکی ہستی موہوم پر شبنم

پڑے ٹک بر سیہ گلشن سے ہم نازک مزاجونکے
بہا دیتی ہے رنگ گل کو یان آ ابر تر شبنم

کہا بلبل سے مین گلشن مین کچھ تجکو بھی ای نادان
خبر ہے اسکی یان کرتی ہی کیون اتنا گذر شبنم

چمن مین وقت رخصت صبحکو مین کیا کہون تجسے
روئی ہر گل کی چھاتی سے لپٹ کر کسقدر شبنم

بس ان باتون سے یہ روشن ہی پیش دیدۂ بینا
رکھے ہے عشق کے محبوب پہ تیری نظر شبنم

یہ بولی سنکے وہ یون بھی ہوا بالفرض ای سودا
تو کیا چھپنے تھی مین گل کا کلیجہ لیگئی توڑ کر شبنم

مجھے وضع جہان اس شک سے محفوظ رکھتی ہی
بہار آخر ہے اک پل مین کہان پھر گل کدھر شبنم

ترے آگے ادے خورشید کا منہ خوش نہین آتا
چمن سے ورنہ کیون جاتی رہی وقت سحر شبنم

پیتا ہون یاد دوست مین ہر صبح و شام جام
بے یاد دوست مجکو ہے پینا حرام جام

اے شمع سرکشی نہ کر اتنے فروغ پر
ہے کلبۂ فقیر کا بدر تمام جام

کیون شیخ اسکو منہ نہ لگا دن مین کس لیے
لاتا ہے لب سے یار کے ہر دم پیام جام

رہتا مثال جام دہن وا تمام عمر
دیتا نہ زخم دل کو اگر التیام جام

جمشید کو تھی مملکت جم ہی ستم
کرتا نہ جلد آن کے گر انتظام جام

سودا تھا وقت نزع کے کلمے کا منتظر
جنبش لبون کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

وہی ہین دن وہی راتین وہی فجر وہی شام
وہی ہے روشنی مہر و مہ جو کچھ تھی مدام

نجانو دور محبت کا کیا ہوا یارب
کہ دوستون سے جدا کرکے گردش ایام

ہمین لے آئی ہے شہر غریب جسمین نسے
کبھو انھون کیطرف سے نہ نامہ و پیغام

علی الخصوص تغافل کو میر صاحب کے
کہو نہین کس سے کہ باوصف اتحاد تمام

لکھا نہ پرچۂ کاغذ بھی اتنی مدت مین
کہ بے قرارون کو تا ہووے موجب آرام

کبھو اُنھون کو ہماری بھی الفت سابق
کسیکے ہاتھ جو نے بھیجے ہے نامۂ و پیغام

جو وہ پھرے ہے اُدھر سے تو یہ بھی کہتا نہین
کہ مین کہی تھی تری بندگی اُنھون کو سلام

ردیف نون

سوتے مین ترے گھر کی طرف رو نہ کرون مین
تا دو سے ترے ملنے کو یکسو نہ کرون مین

دل دون اُسے تجھسے بھی وفا مین جو زبون ہو
خواہش تری تو گو کہ ہے نیکو نہ کرون مین

دیکھون نہ ترا منھ کبھو اب گلگے مین ہوتے
سنبل کے سوا زلف تری بو نہ کرون مین

نظارہ کرون نرگس شہلا کو شب و روز
پر دید تری نرگس جادو نہ کرون مین

سایہ ہو پڑا سرو کا جس جا کہ چمن مین
وان یاد ترا قامت دلجو نہ کرون مین

عادی ترے کوچے مین جو ہون ہرزہ دوی کے
کیون اسکی عوض سیر چمن خو نہ کرون مین

جس جا کہ ہلال مہ عید آوے نظر وان
تا خن بدل اپنے ترا ابرو نہ کرون مین

اُٹھتے ہوئے لٹ دیکھون دھوین کی سر شمع
کاکل پہ نگہ تیرے سر مو نہ کرون مین

میزان خرد مین جو کرون حسن بتان وزن
تجھ حسن کو پاسنگ ترازو نہ کرون مین

تجھ وحشی نگہ سے جو مین اب آنکھ لگاؤن
دل تنگی کیون اپنی کو آہو نہ کرون مین

اب تجھسے ملون تب کہ کھا کر جو قسم تو
آزردہ کسیطرح سے تجکو نہ کرون مین

ہے دوسریکا شکوہ جو ہر دم تجھے سودا
ہرگز جگہ اُسکی ترے پہلو نہ کرون مین

حسن یکتا مین ترے ہرگز دوئی کو رد نہین
بلکہ یون سمجھا ہے عالم نے کہ تجسا تو نہین

گر نہین باور تو دیکھ آئینے مین اپنا جمال
عکس گلمین رنگ ہر گل کا کہ گل کی بو نہین

بولنا بجا تا نہین اُسکا جو بے مورد نہو
خوش صدا ہوتی ہے وہ چینی کہ جسمین مو نہین

جب امید وصل ہوتی ہے تو یون مجھے ہے یاس
مختلط انسان سے ہو جیسے پری کی خو نہین

تیغ کہ سکئے نہ اُسکو نے کمان ونے ہلال
شے ہے اک ناخن بمل اُس چشم پر ابرو نہین

شانہ کھوے گا صبا میرے دل صد چاک کا
زلف کی اُسکی گرہ کچھ غنچۂ خوشبو نہین

سنکے ترک عشق میرا ینکے ہین ابرا وہ شوخ
نیل بگڑا ہے کہین یار وہ یقین مجھکو نہین

روئے برسون پر نہ پہونچی منزل مقصد کو چشم
حامل کشتی ہے دریا ہے چپو آب جو نہین

خط سبز اسکا سیہ کچھ رو ہوا میرا سفینہ
خواہش ترک نیاز و ناز دونون کو نہین

مین کہا سودا سے وہ بھی چاہتا ہے تجکو یار
وہ لگا کہنے محبت ہم مین تجھ مین فیصلہ نہین

مجھے عاشق نہ بوجھ اپنا جفا کا کب مین حامل ہون
لگا لوہو شہیدون کے کسے کا ہیکو قاتل ہون

جہان پوچھو مجھے جرم وفا پر اپنے قائل ہون
مین سر سے تا قدم یارو نیاز تیغ قاتل ہون

ذبیحان ادا اسکے تو سہر کو جیتے ہین لیکن
گرہ کا چین پیشانی کے وقت ناز بسمل ہون

نہ دانا آبلہ چھوٹ خوشہ چین میرے کے ہاتھ آوے
جو ہر دم برق کا سر پر رہے اس خرمن کا حاصل ہون

خم وحدت مین میرا بادہ کیا کیا جوش مارے تھا
فلک کے شیشے مین آکر مین اس مستی سے غافل ہون

جگہ تجھ بن ہے کیونکر کسکے منھ دکھانے کی
مین عکس اپنے سے آئینے مین کس منھ سی مقابل ہون

مجھے یارو دماغ اب کب ہے گلگشت دو عالم کا
قدم رکھنے مین باہر گوشۂ خاطر سے کاہل ہون

بچشم کم نہ دیکھ اے شاہ تو میری گدائی کو
مین لیتے ہے [illegible] سائل ہون

نصیحت کیون تو کرتا ہے نہین بادہ مین اے ناصح
کہ ملنے سے ملیحون کے نشے اپنے سے زائل ہون

مکرر رنجیدہ تو مجکو کہ تیری طبع اے ظالم
اگر جون شیشہ نازک ہے تو ستا پا مین یکدل ہون

مین عاشق اپنا اور معشوق اپنا آپ جن بیارے
لگے پروانا اس مجلس مین کا ہے شمع محفل ہون

نم فیض آکے مجھ تک ایک عالم نے اٹھایا ہے
نہین سودا مین دریاے سخن پر اسکا ساحل ہون

زبس رنگینی معنی میرے عالم مین پھیلی ہے
سخن جس رنگ کا دیکھو گے مین بھی اسمین شامل ہون

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آشنا آتش مین
سمندر رات دن رہتا ہے جون خرسند آتشین

برہ کی آگ سے کیونکر گریزان ہو نہاں اے ناصح
ازل سے ہم ہین شعلہ کی طرح پابند آتشین

ہوا آئینہ حیران دیکھکر خال اسکے عارض پر
کہ یارب کسطرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتشین

بجھی سینے کی تف ہرگز نہ میری ایکدم یارو
کیا پی پی کے آنسو آب مین ہر چند آتشین

ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہین ہرگز
پتنگا بیٹھ کر کہتا ہے یہ سوگند آتشین

شرر سے شعلہ شعلہ سے شرر اک پل مین ہوتے ہین
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتشین

ملے جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خوبان سے
ہوا سودا کا اس وصلت سے تب پیوند آتشمین

لڑین ہین کیون ترے مژگان ز ابرو یار آپسمین
ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپسمین

لگا ول چھپنے تو جسگھڑی آئینہ رو بولگا
رہے حیران ترا منہ دیکھ لے خونخوار آپسمین

دل و جان دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہین
رہے ہین منتظر پیارے کئی بیمار آپسمین

ہمارے درد کی تدبیر ایسی ہو نہین سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہین یہ غمخوار آپسمین

چکلے انصاف حسن و عشق کا تب جسگھڑی پیارے
اکیلے بیٹھکر ہم تم کرین گفتار آپسمین

تری تسبیح کا دشمن نہین ہے دیر مین اپنے
رہے ہے شیخ ہمکو الفت زنار آپسمین

وہین مارے ہے سنگ تفرقہ سودا کو یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوے دیکھے فلک دو چار آپسمین

قیس کی آوارگی ہے دلمین سمجھو تو کہون
ورنہ لیلی ہے ہر اک محمل مین سمجھو تو کہون

چشم کم سے خلق کو آپس مین مت دیکھا کرو
زور ہی جھمکا ہے مشت گل مین سمجھو تو کہون

میکدہ اور کعبہ مین کیا ہی تفاوت شیخ جی
شیشہ ہی پتھر کی ہر اک سل مین سمجھو تو کہون

ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل مین سمجھو تو کہون

جانتے ہو عیش تم دنیا مین جسکو سو نہین
عیش ہے دنیا کی جو محفل مین سمجھو تو کہون

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمۂ آب حیات
آب ہے جو خنجر قاتل مین سمجھو تو کہون

تم جو پوچھو ہو بھڑک دل ہی کا سودا نے سواد
جو تڑپ کا ہے مزا بسمل مین سمجھو تو کہون

خوبین دلدہی کی روش کم بہت ہے یان
خواہان جان جا ہو تو عالم بہت ہے یان

غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے
تیغ و کمان کیطرح خم و چم بہت ہی یان

چشم ہوس اٹھالے تماشے سے جون حباب
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یان

خون جگر یا دم دل و زہر ہے بکاؤ
صورت معاش خلق کی برہم بہت ہی یان

آنکھون مین دو دن اس آئینہ رو کو جگہ دے
ٹپکا کرے ہے بسکہ یہ گھر نم بہت ہی یان

کہتا ہی حال ماضی و مستقبل ایک ایک
جام جہان نما تو نہین جم بہت ہے یان

دیکھا جو باغ دہر تو مانند صبح و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یان

آیا ہوں تازہ دین بحرم شیخنا مجھے
یوجا نماز سے بھی مقدم بہت ہے یان

سودا الم سے دل کی تسلی کہو واسطے
گوشہ سے چشم کی نگہ کم بہت ہے یان

عاشق ترے ہمنے کیے معلوم بہت ہیں
ظالم تو ہی دنیا میں ہے مظلوم بہت ہیں

گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئیں ہزارون
خوش ہوینگے کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں

موجود ہے اک آدھ ہی مجھسا سو برے حال
تجھ عشق میں جو ہو گئے معدوم بہت ہیں

آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیرے
محرم تو وہی ایک ہے محروم بہت ہیں

جتنے ہیں تہ دام فلک سب کو میں دیکھا
آیا نہ ہما ایک نظر بوم بہت ہیں

دل چاہے تھا بوسہ کو جو تم سے نہ کہا میں
مت مانگ وہ دینے کے نہیں شوم بہت ہیں

مجھ جیسے جو خادم کی ہو خدمت سے تمھیں عار
تو خوش رہو تم مجکو بھی مخدوم بہت ہیں

شہرہ کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو
دو چار بھی کرسینے لیے دھوم بہت ہیں

مضمون نہیں تیرا کسی بیت میں سودا
یون شعر تو موزون نکلے منظوم بہت ہیں

جو بزم بیچ تجھے دیکھکر کے ہٹ جاوین
یہ شمع رو جو ہیں مانند شمع کٹ جاوین

تو اس چمن میں ہر گل پہ نہیں ہیں ہم شبنم
وگرنہ رو در و گلے سے ترے لپٹ جاوین

ہزار طرح جو ملے تبان سے ہو کر شاد
پر اُنکے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاوین

مرا دل اس صف مژگان سے کب اٹکتا تھا
ولے میں کیا کرون طالع ہی جب الٹ جاوین

ہوے غبار نہ سودا جو چھوٹے دامن یار
پر ایکی ہو کے حنا پاؤن سے لپٹ جاوین

کر دے ہے مہر بد کین افلاک ایک پل میں
پھر جاے انکی طینت جون چاک ایک پل میں

نازان نہو تو ہووے گر تجھکو شادمانی
کر دے فلک دل خوش غمناک ایک پل میں

اکسیر سے نہیں کم مجھ مست کسر کی صحبت
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل میں

ورنہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا
کر دے ہے سرد چشم نمناک ایک پل میں

دامن کشان چمن سے گذرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریبان صد چاک ایک پل میں

کوچے میں یار تیرے مجھ وہ ستم کی برابر
پہونچے جو ہوے قاصد چالاک ایک پل میں

زاہد نے پی ہے سودا چھپ چھپ کے شراب کی
سو اُس کے [illegible] ہوا اک ایک پل [illegible]

یار آزردہ ہوا رات جو بے ہوشی میں
کیا ہوا ہمسے خدا جانے بیہوشی میں

رہ گیا [illegible] کا [illegible]
[illegible] ہم آغوشی میں

آئینہ [illegible]
[illegible] بیہوشی میں

بات آوے نہ تو چپ رہ [illegible]
سو طرح [illegible] سخن پردہ [illegible] میں

درد دل مرغ چمن کا تو کہے ہے شبنم
وہ پیا رات کو تیں گل کی جو سرگوشی میں

بھولنا ہم کو نہیں شرط مروت کہ ہمیں
یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی میں

میں نہ سمجھوں کہ قیامت کو ہوا ہے سودا
قامت یار سے نکلے ہے وہ ہم دوشی میں

پوچھ کیا تجھ سے کریں ہم جو نثار دامن
باج خواہاں ہو رنگ ابر سے تار دامن

حسن دل جیب نہ نکلی کچھ پدر و مادر کے
ہم تو ہیں روز تولد سے غبار دامن

پوچھتا کیا ہے کہ تو کون ہے اک ہم بھی ہیں
خاک راہ بت بے رحم و نثار دامن

غیر سے تجکو جو صحبت ہے تو ہو کیا کیجے
کونسا گل ہے کہ رکھتا نہیں خار دامن

آتش عشق جو ذرہ ہو کسی دل میں تو پھر
کرتی ہے جنبش مژگان تری کار دامن

اشک گلرنگ سے ہوں غم میں ترے باغ بہار
نالہ بلبل ہے چمن نقش و نگار دامن

موسم گل ہے نکل شہر سے اب اے سودا
دیکھ کہسار کی تیں جا کے بہار دامن

تنگ گل ہمنے تمام اپنا کیا تا دامن
یاد کر تجکو بھرا خون سے یہ گلشن دامن

دل کبھی کا نہ کسی سے چھٹے یارب کہ یہ
سینے دیکھا نہ محبت کا بسوزن دامن

بوئے گل باد صبا کوچے کو کسکے یارب
دوڑیں ہیں دونوں ہم باد صبا کے دامن

شیخنا دیر کے مسجد سے نہ کر منع مجھے
چھوڑے کب بت کی [illegible] کا برہمن دامن

پھونچے ناصح کا ہمارے نہ گریباں تک ہاتھ
عشق کا چھوڑ دے جو یہ دل دشمن دامن

کہا زاہد نے مجھے دختر رز گھر میں نہ رکھ
پاک رہتا نہیں رکھتی ہے یہ زن دامن

چھوڑ دنیا کو کہ اس مادر بے مہر کا آب
[illegible] دامن

عشق فولاد مرا حسن ترا مقناطیس
چھوڑیگا اُسکی کشش کا نہ یہ آہن مے من

داغ دل پر ہے مرے دم کی یہ صورت سودا
جیسے چھپتے ہے کوئی بردر گلخن دامن

بلبل تصویر ہون جون نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ در کار چمن

کیا گلا صیاد سے ہمکو یونہین گذرے ہے عمر
اب اسیر دام ہین تب تھے گرفتار چمن

نوک سے کانٹون کے ٹپکے ہے لہو اے باغبان
کس دل آزردہ کے دامن کش ہین یہ خار چمن

زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
سیکھے گر ہمسے تو رونا شبنم زار چمن

لخت دل گرتے خزا مین جاے برگ اے عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جا گہ گرفتار چمن

فصل گل جاتی ہے سودا دیکھ لے نرگس تو ٹک
باغ مین مہمان کوئی دن ہے یہ بیمار چمن

سمجھ کے باندھا تھا آشیان ہم رہیگا آب و تاب گلشن
یہی کہ غنچہ نے آنکھ کھولی خیال گل تھا نہ خواب گلشن

نگاہ بھر بھر کے تو جو دیکھے ہے لا سکیگا یہ تاب گلشن
مجھے ہے دھڑکا کہ بہ نجا دے چمن سے ہوکر شراب گلشن

طرف ہو نقشے سے تیرے منہ کے یہی تو پایا نہ باغ نے رنگ
بہار رسوا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

بہار آئی تو آؤ اس سے خوشی نہین ہے کچھ اپنے دلکو
فسردہ خاطر جو ہوے انکو ہے فصل گلمین عذاب گلشن

نہ میل دانہ پہ بلبلونکو نہ خوش کرے ہین نہال پانی
بہیج کر دیتا ہے عمر اپنی کو آج تجھ بن جواب گلشن

کرے ہے ترغیب تجکو سودا عبث تو گلگشت کی ہمیشہ
جہان مین تجسے ہے میرزا ڈنکے سیر کرنے کا باب گلشن

ابھی جو صحن چمن مین جا کر کوا کچھاتی کے کھول دیجے
جگر کے داغونکو عاشقونکے لگے ہے دینے حساب گلشن

چیتی آنکھ مین تجھے رات کرون یا نہ کرون
حق خدمت بھی کچھ اثبات کرون یا نہ کرون

آج تو مل گئے تنہا یہ کہو تو یار سے
اب نہ ملنے کی مکافات کرون یا نہ کرون

خون مرا تو ہی نہ پیا غم دل کو بھی چھوڑ
کچھ مین اسکی بھی مدارات کرون یا نہ کرون

گھر مین آنے سے کیا منع تو یہ بھی سنکے
راہ کوچے کی ملاقات کرون یا نہ کرون

شیخ کہتا ہے مریدون سے جو تم سے احمق
ہون تو اظہار کرامات کرون یا نہ کرون

زہد کو چاہیے ہے زور تو عصیان کو زر
مین بھی یون ہی بسر اوقات کرون یا نہ کرون

دل سے لب تک سخن آتے مجھے سودا سو بار
مصلحت یار سے ہی بات کرون یا نہ کرون

کیون مین تسکین دل اے یار کرون یا نہ کرون
نالہ جا کر پس دیوار کرون یا نہ کرون

سن لے اک بات مری تو کہ رمق ہے باقی
پھر سخن تجھسے ستمگار کرون یا نہ کرون

ناصحا اٹھ مری بالین سے کہ دم رکتا ہے
نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نہ کرون

سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھو
ہے زبان میرے بھی گفتار کرون یا نہ کرون

خواب شیرین مین ہو اور دل ہے مرا مائل شوق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کرون یا نہ کرون

موسم گل ہی مین صیاد سے جا کر یارو
ذکر مرغان گرفتار کرون یا نہ کرون

حال باطن کا نمایان ہے مرے ظاہر سے
مین زبان اپنی سے اظہار کرون یا نہ کرون

عہد تھا تجھسے کہ پھر عمر وفا کرئے گا
ان سلوکون پہ جفا کار کرون یا نہ کرون

کوچۂ یار کو مین رشک چمن اے سودا
جا کے با دیدۂ خونبار کرون یا نہ کرون

چمن کا لطف سیر اور رونق محفل ہے شیشے مین
پہونچ ساقی کہ اپنے دوستونکا دل ہے شیشے مین

بمعنی آشنا مینائے مے ہے بہ زخاموشی
برائے ہرزہ گو گفتار لاطائل ہے شیشے مین

تڑپتی ہے یہ خون دل مین ظالم آرزو میری
کہون کیا تجھسے مین گویا وہ اک بسمل ہے شیشے مین

پیے جس مے کو تو اے یار بزم غیر مین جا کر
تو پھر اس مے کا ہر قطرہ مرا قاتل ہے شیشے مین

طلب ان دو سے کب ہے ایک کی بھی بادہ خوار انکو
ہوائے ابر و فصل گل کی مے سائل ہے شیشے مین

ہمارا مصطبہ کیا کم ہے زاہد تیری مسجد سے
کہ یان بھی چار قل ہے مے سدا شاغل ہے شیشے مین

اگر بیٹھے ہے تیرے دل مین آ کر حور اے زاہد
تو یان بھی دختر رز سی پری داخل ہے شیشے مین

جہان میخانہ مین دیکھو شکست اس جا ہے مینا پر
نہین معلوم پھر کس سنگدل کا دل ہے شیشے مین

کہاتا ہے تو اے سودا غلام ساقی کوثر
جو دولت دین و دنیا کی تجھے حاصل ہے شیشے مین

اسی کو چھپا رکھیے جو یہ قلقل ہے شیشے مین
مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہے شیشے مین

جو کچھ دیکھا تو چاہے دیکھ لے دو قطرہ مے پیکر
بیان جام جم احوال جزو کل ہے شیشے مین

لپٹ کر کسکی زلفون سے صبا اے سو چمن گذری
گلاب آ کر تو ٹک سونگھو نوے سنبل ہے شیشے مین

کھلے بالونکو خوبان ہو کے کیفی کھولدیتے ہین
نظر کر ٹک پریشانی سدا کا کل ہے شیشے مین

دو عالم کا تماشا جسکے اک جرعے سے ہم دیکھا
وہ نور چشم بینا کور آگے مل ہے شیشے مین

اذان کا شور بھی کیا کم ہے ہاؤ ہوئے مستان سے
جو غوغا طاق مسجد مین ہے وہی غل ہے شیشے مین

بغیر از مے جہان کے باغ مین کیا سیر سے حاصل
یقین تو جان سودا حسن ہر اک گل ہے شیشے مین

غم کی مے ہمنے جو شب دل کے بھری شیشے مین
شور قلقل ہے اب آہ سحری شیشے مین

آشنا مفت نہین دل سے خیال رخ یار
اتری ہر لاکھ فسون سے یہ پری شیشے مین

راز دل فاش کیا مے نے مرا ساقی پر
کچھ نہ دیکھا مین بجز پردہ دری شیشے مین

مست پرواز ہوا ہے نالہ مرے دل سے کہ ہے
طائر نشہ کو بے بال و پری شیشے مین

طرفہ صحبت ہے کہ ساقی تو یہ کہہ کر دے جام
ہے خبر شرط کہ آتش ہے بھری شیشے مین

تشنگی اپنی یہ چاہے ہے کہ ایسا بھر دے
نہ رہے خم ہی مین قطرہ نہ دھری شیشے مین

یار کا دل مین ہمارے ہے خیال اے رفتار
ہم سمجھتے ہین اسے کبک دری شیشے مین

بادہ جس روز کہ ساقی ازل بانٹے تھا
نظر ادھر جو پڑی آگ بھری شیشے مین

دلمین جس رنگ سے سودا کے گذرتی ہے لہر
موج مے کر نہ سکے جلوہ گری شیشے مین

خانۂ دل کہ ہو خون ہونیکا آئین جسمین
ہے وہ اک بیت کہ سو معنی رنگین جسمین

وہ خط اس روے کتابی پہ بہم پہونچا ہے
سیکڑون مشق ستم کے ہین مضامین جسمین

ہے وہی گردن عشاق کہ جز تیغ جفا
ہو حمائل نہ کبھو دست نگارین جسمین

صاف طینت سے نہ خو ہونگے ہو خاطر پہ غبار
زشت رو کا ہے دل آئینہ سے ہو کین جسمین

ہجر اور وصل سے کچھ کام نہین ہے مجکو
بات وہ کیجے کہ ٹک دل کو ہو تسکین جسمین

عمر وہ روزہ بھی عشرہ ہے محرم کا سا
کہ دل اپنے کو سدا پاؤن ہون غمگین جسمین

کار فرما جو ہمین پوچھے تو کیا دینگے جواب
وہ کیا کام نہ دنیا ہووے نے دین جسمین

لطف کیا رکھے ہے اس باغ کی سیر اے سودا
شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچین جسمین

تجھ بن چمن مین ہر خس و ہر خار پریشان
حیران ہے نرگس گل و گلزار پریشان

سنبل سے صبا کسکی لئے آئی ہے تقصیر
ہے زمزمہ مرغ گرفتار پریشان

کیا چیز دل اسکا ہے جو لے لی کی ہو رخصت
کر دیجئے جمعیت کہسار پریشان

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام
ہے در طلب سبحہ و زنار پریشان

اس جنس کا انسان ہو تو پیارے کہ تجھی دیکھ
یوسف کی ہو جمعیت بازار پریشان

ہیں راز دل اس واسطے کرتا نہیں اظہار
تا غم نہ کرے خاطر دلدار پریشان

اختر نہ سمجھیو یہ مری آہ شرربار
ہوتی ہے فلک پر شب تار پریشان

دی ناز نے رخصت نہ ٹک ادھر جو وہ دیکھے
اس پر کہ سدا ہے نظر یار پریشان

ہوش اور حواس اپنے عمل سے ترے سودا
کرتا ہے نویسندۂ کردار پریشان

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

نہ دیکھا جو کچھ جام میں جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے میں ہم دیکھتے ہیں

یہ رنجش میں ہمکو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہیں

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں

حباب لب جو ہیں اے باغباں ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہیں

نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤں سے
جو نامہ اسے کر رقم دیکھتے ہیں

اکڑے سے نہیں کام سنبل کے ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہیں

ستم سے کیا تو نے ہمکو یہ خوگر
کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہیں

مگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

کشور عشق میں وہ مرد قدم رکھتے ہیں
نالہ و آہ کا جو طبل و علم رکھتے ہیں

برہمن آج جو نازاں ہے بتوں پر اپنے
کیا مجال انکی وہ میرا سا صنم رکھتے ہیں

لاکھ شمشیر برابر کرے کوئی لیکن
تیرے ابرو تو نرالے خم و چم رکھتے ہیں

مفلسونکو نہیں دنیا میں کسیکا خطرہ
خوف ہے انکو کہ جو دام و درم رکھتے ہیں

ایک اس شوخ کے دلمیں نہیں آتا ہے رحم
ورنہ ہمسوں پہ سبھی لطف و کرم رکھتے ہیں

کوئی پوچھے تو بتو نے ہوا کیا مجھسے گناہ
اتنا کیوں مجھپہ روا جور و ستم رکھتے ہیں

تجھسے واقف جو نہون انکو ہو باور وعدہ
تیری قسمون کی عوض ہم تو قسم رکھتے ہین

جلتے ہین زیر فلک عاشق شیدا مفتون
چھاتی پر اپنی یہ سب داغ بہم رکھتے ہین

جنکا سودا ہے علی ہر دو جہان مین سودا
وہ نہین دل مین کسیطرح کا غم رکھتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب دیکھنے کو جنکے آنکھین ترستیان ہین

آیا تھا کیون عدم سے کیا کر چلا جہان مین
یہ مرگ و زیست تجھ بن آپس مین ہنستیان ہین

کیونکر نہو مشبک شیشہ سا دل ہمارا
اُس شوخ کی نگاہین پتھر مین دھنستیان ہین

برسات کا تو موسم کب کا نکل گیا پر
مژگان کی یہ گھٹائین اب تک برستیان ہین

لیتے ہین چھین کر دل عاشق کا پل مین دیکھو
خوبان کی عاشقون پر کیا پیش دستیان ہین

اسواسطے کہ ہین یہ وحشی نکل نہ جاوین
آنکھون کو میرے مژگان ڈورون سے کستیان ہین

قیمت مین اُنکے گو ہم دو جگ کو دے چکے اب
اُس یار کی نگاہین تسپر بھی سستیان ہین

جب مین کہا یہ اُس سے سودا سے اپنے ملکے
اس سال تو ہے ساقی اور مے پرستیان ہین

اُن نے کہا یہ مجھسے اب چھوڑ دخت رز کو
پیری مین اے دوانے یہ کون مستیان ہین

لخت جگر آنکھون سے ہر آن نکلتے ہین
یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہین

تجھ تیر نگہ کے ہے کشتون کا جہان مدفن
سینے کی جگہ جن سے پیکان نکلتے ہین

سر خاک گریبان چاک آغشتہ بخون ہین
کیا گھر سے ترے عاشق باشان نکلتے ہین

یہ خوبرو اے یارو کیا بطن سے مادر کے
لے قتل کا عاشق کے فرمان نکلتے ہین

کسطرح کوئی عالم آسودہ ہو روزی سے
دن رات مین اُس گھر سے دو خوان نکلتے ہین

موتی تو صدف مین سے نکلے ہین سمندر کے
بحرین سے عاشق کی مرجان نکلتے ہین

مجھ دل سے تری الفت مشکل ہی سے جاویگی
جیشون سے میان جی کچھ آسان نکلتے ہین

زاہد کی زبان سے یون حرف لگے مرید کہنے
حق مین خلف اپنے کے ہر آن نکلتے ہین

جوبات یہ کرتا ہے تم غور کرو یارو
کچھ کشف کے آئین سے عنوان نکلتے ہین

اور انکی جو صبح دیکھو یون گھر سے وہ نکلین ہین
جو رات کے رہنے کے مہمان نکلتے ہین

اک سیجی کی بیچ اکثر جون ہار گلے ہین ہین
مستی کی جمع رنگین کھایان نکلتے ہین

مین کیا کہون اے یار رولنے مین نہین آتا
جس جھمکی سے ہر اک جادہ آن نکلتے ہین

جو گھورنے والے ہین دیکھ انکو اس برن سے
ہر کوچے سے ہونیکو قربان نکلتے ہین

کہتا ہے یہ تب سودا لاحول و لا قوت
ولیون کے بھی نطفے سے شیطان نکلتے ہین

مست سحر و توبہ کن شام کا ہون مین
قاضی کی گرفتارئ اعلام کا ہون مین

بندہ کہو خادم کہو جیسا کر کہو مجھ کون
جو کچھ کہو سو ساقی گلفام کا ہون مین

خدمت مین مجھے عشق کے ہے دل سے ارادت
نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہون مین

اک روز حلال اسکو بھی مین کرکے نکھایا
نوکر جو خرابات مین دو جام کا ہون مین

نے فکر ہے دنیا کی نہ دین کا متلاشی
اس ہستی موہوم مین کس کام کا ہون مین

یکرنگ ہون آتی نہین خوش مجکو دورنگی
منکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین

مطلوب ہے عاشق مین نہین اپنے کسو کی
طالب لب محبوب سے دشنام کا ہون مین

بندہ ہے خدا کا تو یقین کر کہ بتان کا
بندہ بجہان بے زر و بیدام کا ہون مین

ہے شیشۂ مے عینک پیری مجھے سودا
نظارہ کن اب شیب کے ایام کا ہون مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان
بیوفائی نے پرسکی دین مناسب خوبیان

نامۂ پیچیدہ کو جون شمع وہ دیتا ہے آگ
کسطرح اسپر کھلین باتین مری مکتوبیان

رکھتی ہے چشم محبت کیا ہی یارو فیض حسن
جس سے نظرون مین بہ از یوسف ہون ہر اسلوبیان

آہ و نالہ سے مرے ساتون فلک سے تا بعرش
بجتے ہین پنبہ بگوش ار روز و شب کروبیان

عشق یا پیغمبر وقت اسکو یارو کیا کہون
دل تو اتو پی ہوا آنکھین ہوئین یعقوبیان

حسن بالادست ستر اکیا مہ عاشور ہے
تیرے کوچے مین سدا رہتی ہین سینہ کوبیان

تھین مری آنکھین الٰہی یا کہ طوفان تنور
ساتھ اپنے یہ جو اک عالم کو لیکر ڈوبیان

زیب و زینت کا مین دنیا کی نہین پاتا گناہ
زائل عزت ہین اپنی طبع کی مرغوبیان

حسن کے دعوے سے ہے وہ منکسف یہ منخسف
مہر و مہ دونون کو اسکے رو سے ہین محجوبیان

ترک کر سودا ہنر کو اب ہنر رکھتا ہے عیب
ہو گئین خلقت کی نظرون مین ہنر معیوبیان

لاتا ہے بزم مین وہ سخن بر زبان زبون
سر جس سے ہو بخدمت فرزانگان نگون

دنیا نہ لے سکے ہے نہ دین مجھسے دل مرا
میدان سے لیگئے ہین یہ گو دلبران بہ بین

سنتا نہین کسیکا کوئی درد دل کہین
اب تجھ سوا مین جا کے خدایا کہان کہون

جون گل نہین ہے تازہ جنون یان کہ از عدم
لایا ہون شکل غنچہ گریبان دران درون

وعدے کو وصل کے یہ بڑھایا کہ ہو گیا
اسکے تلے فلک کے قد ولستان ستون

ایسے کو دل دیا ہے کہ کرنے کو مسترد
پھرتا ہون گرد اُسکے مین زاری کنان کنون

یوسف کے غم مین رودے تھا یعقوب جسطرح
تجھ غم مین چاہتا ہے میرا ہر روان رون

دل عاشق غریب سے لے شکل آسیا
چاہے ہی یون ہر ایک زسنگین دلان دلون

ناصح کہے ہے تھا راست کہ بد ہین یہ خوبرو
حاشا نہ بازی عشق کی پھر با بدان بدون

سودا سخن کو جامی کے مین سمجھ کر نصب
مشہور اس غزل کو کران تا گران کرون

اسکا یہ ٹھر ہے مجھ سے لئے اختر مرا بچرخ
نیکان نمودہ میل بہ نیکان بدان بدون

عقل اُس نادان مین کیا تیرا جو دیوانہ نہین
نور پر تیرے مگس ہے وہ جو پروانہ نہین

اپنی توبہ زاہدا جز حرف رندانہ نہین
تم ہو یان تو احتیاج جام و پیمانہ نہین

خال زیر زلف پر مت جی چلا اے مرغ دل
مان میرا یہی کہا یہ دام بے دانہ نہین

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
از روے تاریخ تو پیش از صنم خانہ نہین

کر ہے گوش فہم اپنا ورنہ یون کہتا ہے جغد
تھی نہ آبادی جہان ایسا تو ویرانہ نہین

باغبان مت دور کر گلشن سے تو مجکو کہ ہے
آشنا ے رنگ گل یہ سبزہ بیگانہ نہین

صبح دیکھا تھا جو کچھ وہ کم نہین ہے خواب سے
ذکر اُسکا شام ہو تو بیش از افسانہ نہین

بے تجلی طور کے کس سے یہ دل گرمی کرے
جل نہ بجھے ہر شمع پر اپنا وہ پروانہ نہین

زاہدا لنگھی کی مت کر فکر آئینہ تو دیکھ
چاہیں چھٹ جامے کی اور اُس ریش کا شانہ نہین

ہاے کس ساقی نے ٹپکا اسطرح مینا ے دل
ہو جہان ریزہ نہ اسکا کوئی میخانہ نہین

سنکے ناصح کا سخن مجنون نے سودا یون کہا
ایسے احمق سے مخاطب ہے جہان مین دیوانہ نہین

آپکو تو کو سمجھتا ہے کہ وہ دانا نہین
حق بجانب ہے ترے مین اُسکو پہچانا نہین

گر کہون مین حال اپنا سنکے غافل ہو دو چند
درد دل میرا تو اُسکو بیش از افسانا نہین

عشق کے کوچے مین اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے منظور دان سر سے گذر جانا نہین

زلف مین شانہ کو دی جاگہ تو اسکا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہین

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لیجا سکے
پھر پھرا اس گلشن مین اے نادان تجھے آنا نہین

سنگ سے بیت الحرم کی شیخ اٹھائے ہے بنا
آئنہ دلکا مجھے اس گھر مین ٹھہلانا نہین

ناصحا بالین سے میرے اٹھ خدا کیواسطے
جان کھانی اسکو کہتے ہین یہ سمجھانا نہین

وعدۂ کوثر پہ واعظ کیجیے ترک جام مے
نقد کو نسیہ پہ کھونا کار فرزانا نہین

شیشۂ دل سی کوئی دیتا ہے چیز اس شوخ کو
اب غرض سودا سا دینا ہیچ مستانہ نہین

تیرے پہلو سے جو مجلس مین ہٹے جاتے ہین
شمع رو نظرون مین جون سایہ گھٹے جاتے ہین

جھٹکے دامن سے تھے نمازی سو ترے کچے ہین
انکی خرقون کے گریبان پھٹے جاتے ہین

کھینچ کر تیغ مگر چرخ پڑا ہے پیچھے
رات دن زیست کے جو جلد کٹے جاتے ہین

زخم دل قابل مرہم نرہا جب کیون یار
رشتے سینے کو تب الفت سے بٹے جاتے ہین

گوشوارون کی کہان تاب ہے ان کانون کو
گوش گل جب دُر شبنم سے پھٹے جاتے ہین

خار رہتے نظر آتے ہین بگلزار جہان
گل جنھین کہیے سو وہ گل سی چھٹے جاتے ہین

ابر مژگان کو ترے دیکھ لے تر لے سودا
چل ہر اک نالے پہ صحرا مین سٹے جاتے ہین

کو سونکا نہین فرق وجود اور عدم مین
قصہ ہے تمام آمد و شد کا دو قدم مین

کیا جام نہانے سے ہوا سود جو یارو
طاقت نہ مے عشق کے پینے کی تھی جم مین

کچھ ہرزہ دوی سے نہین کم عزم حرم شیخ
دے خرقہ و دستار رہ مغ بیٹھ جا ہم مین

ہم ساقی قسمت سے ہر شکل ہین راضی
یان فرق نہین ذائقہ کو شربت و سم مین

کب چشمے کے پانی سے پھلے تخم محبت
ہان ابر مژہ آب دے اس کشت الم مین

ہے جام سے عیش مجھے دیدۂ پر آب
مین نشو و نما پائی سو میخانۂ غم مین

بہکے گا تو سنکر سخن شیخ و برہمن
رہتا ہے کوئی دیر مین اور کوئی حرم مین

موجب یہ تہیدستی کا لینے کہ کسو کے
کچھ رتبہ نہ دیکھا مین کبھو دست کرم مین

اچھا ہووے موتا تری شیریں سخنی سے
سودا دم عیسیٰ ہے تری نالے قلم میں

جب لبوں پہ یار کے مستی کی گھڑیاں دیکھیاں، جوں زحل کی ساعتیں اس دل پہ کڑیاں دیکھیاں
عشق و طفلی کے ہیں سر سہرا کہ تار اشک سے، موتیوں کی عاشقوں کے منھ پہ لڑیاں دیکھیاں
داغ چیچک کے سے تبلاتے تھی آتش بے تمیز، پھنیاں سی ہمنے اس مکھڑے پہ چڑیاں دیکھیاں
دیکھو اُس شوخ کی زلفوں کو سر سے تا بپا، حسن کے پاؤں پہ زنجیریں جو پڑیاں دیکھیاں
عہد میں تجھ حسن کے مارے ہیں اُنکو جوں گل، پھول کی جن پر کبھو چھوتی نہ چھڑیاں دیکھیاں
کیوں نکلے دل اپنا مکدر زندگی سے اب نہو، صورتیں کیا کیا زمیں پر ہمنے گڑیاں دیکھیاں

جب سے وعدہ تو نے سودا سے کیا ہے وصل کا
اٹھ پہر اسکے تئیں گنتے ہی گھڑیاں دیکھیاں

خاک و خوں میں صورتیں کیا کیا نہ رلیاں دیکھیاں، اے فلک باتیں تری کوئی نہ بھلیاں دیکھیاں
وہ رہا دست تاسف کے تئیں ملتا ہوا، جن نے وہ انکھیاں خمار آلودہ لیاں دیکھیاں
ہائے جسدن سے گیا ہو کر خفا وہ تند خو، غنچۂ دل کی کھلی پھر میں نہ کلیاں دیکھیاں
کسکے گھر میں چھپ گیا اے شوخ تو کیا جانیے، ہمنے سارے شہر کی دن رات گلیاں دیکھیاں

آہ اپنی میں ثمر ڈھونڈھے ہے اے سودا تو کیا
بید مجنوں کی نہ شاخیں ہمنے پھلیاں دیکھیاں

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان، یکساں نہیں رہیگا ترا مان مان مان
آئینہ ٹک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو، کیا کیا بنائی صورت انسان سان بان
گذرا ہے تو چمن سے کہ جلتے ترانہ آج، کھینچے ہے آہ مرغ گلستاں تان تان تان
دشنام دیکے ہائے وہ جھڑجھڑ کا کھینچنا، چبھتی ہے میرے دل میں وہی آن آن آن

پوچھا کسی نے مارا تو سودا کو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہے کہ نہیں، جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں
پھر ہر ذرہ میں مجھکو ہی نظر آتا ہے، تم بھی ٹک دیکھو کہ صاحب نظراں ہے کہ نہیں
پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل، ورنہ یاں کونسا انداز فغاں ہے کہ نہیں

دل کے ٹکڑون کو بغل بیچ لئے پھرتا ہون
کچھ علاج انکا بھی اے شیشہ گران ہے کہ نہین

آگے شمشیر تمھاری کے بھلا یہ گردن
مو سے باریک تر اے خوش کمران ہے کہ نہین

جرم ہے اسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میان منھ مین زبان ہے کہ نہین

پوچھا اک روز مین سودا سے کہ اے آوارہ
تیرے رہنے کا معین بھی مکان ہے کہ نہین

یک بیک ہو کے بر آشفتہ لگا یون کہنے
کچھ تجھے عقل سے بہرہ بھی میان ہے کہ نہین

دلکو جنکے ہے تعلق یہ مکان کیا جانے
عدم و ہستی انھون کے بگمان ہے کہ نہین

دیکھا مین قصر فریدون کے دراد پر اک شخص
حلقہ زن ہو کے پکارا کوئی یان ہے کہ نہین

اسباب جہان کچھ اب پاس گو نہین
یہ فکر تو نہین کہ یہ ہے اور وہ نہین

گو منتظر دعا کا ہمارے ہے اب قبول
دست و دہن لیے یارے اپنی یہ خو نہین

آنکھین تو ایسی خلق نہوئین ہین نہوئینگی
پر چاہیے کہ اُنمین مروت ہو سو نہین

باندھا ہم اس چمن مین اگر آشیان تو کیا
ہے گل مین آب رنگ وفا کی تو بو نہین

سرگوشی پر تو میرے بر آشفتہ کیون ہوا
مین درد دل کہا ہے یہ کچھ اور تو نہین

جو چاہین یار حال سے دین میرے اشتہار
پروا کچھ ایسی باتونکی اُس شوخ کو نہین

سودا نہ کرنے کاش ترا وصف پیش یار
اب ہمکو اُس سے آنکھ ملانے کا رو نہین

کہے ہے تو بہ یہ زاہد کہ تجکو دین تو نہین
ولا مین پیتے ہی پیتے ہوئیگا عشق کی مے

بھرا وسے تم ہی ہرے منھ سے جل نہین تو نہین
یہ جام زہر ہے پیا ہے کچھ انگبین تو نہین

یہ جو ہے دوستی غیر و دشمنی میری
کسی نے کچھ اُسے منظور مہر و کین تو نہین

جو کوئی دے تجھے دہن پسپار کر دشنام
ترے بھی ہاتھ مین کچھ صرف آستین تو نہین

ولا خموشی کی میری تو دیکھیو تاثیر
ہو ڈرا اُسکو ترا نالۂ حزین تو نہین

نگار خانۂ گردون کی سیر کی سودا
ولیک واز ہے گھر اپنے دلنشین تو نہین

ہر جو کچھ ہو سو مجھے بھاگنا ترے در سے کہ ہار نکو نہین
کہان چھپیے ہے یہ روسیہ کوئی سے جگہ جہان تو نہین

دو جہانکے آئینہ خانہ مین ترے عکس کی ہین صورتین
پھرے جلسے تم ترا منھ نہین کیسو جو پھر کہین رو نہین

چمن زمانہ کا مین بیان کرون کیا ہی مسلخ انس و جان
کوئی گل تبا تو مجھے یہان مرے خون کی جسمین کہ بو نہین

ہی عجب طرح کی یہ آب رخ کسے تاب لاوے جو تابِ رخ
اٹھی جبسے تیری نقابِ رخ مہ و خور کے منھ پہ لہو نہین

مری پائے خم تلے سنکے جا نہین منصفی تو کہے برا
ترے سر او پر بھی تو زاہدا یہ عمامہ کم ز سبو نہین

کرون توبہ بادہ سے مین اگر نہو پھر شکست اسے شیخ جز
تو اب اس سخن کو یقین کر مری توبہ بہ تیرا وضو نہین

کہے سودا سے کوئی تجکو ہم سبھی فن مین باتین ہین بیش و کم
تجھے تجھ مین دیکھا ہوا یکدم مرے مہربان سو لہو نہین

پیارے تمھارا پیار کسی انسان پر نہین
لیکن ہزار شکر کہ اک آن پر نہین

تنہا کہین بٹھا کے تجھے آج ایک بات
دل چاہتا ہے کہیے مری جان پر نہین

کر بیٹھنا ہر ایک کسی سے قبول عشق
زیبا تمھارے حسن کی یہ شان پر نہین

سودا وہ کونسا ہے بھلا اس چمن مین گل
ٹکڑے جگر کے جسکے گریبان پر نہین

موسم گل ہے ولے کچھ یہ دل اب شاد نہین
تاب پرواز نہین طاقتِ فریاد نہین

آہ اس دل نے تجا ننگ و حیا کو ورنہ
کیا کیا باتین ہین تمھاری کہ ہمین یاد نہین

ڈرتے ڈرتے جو ترے کوچے مین آجاتا ہون
صید خائف کی طرح رو بقفا جاتا ہون

گرچہ طاقت نہین لیکن بخدا جاتا ہون،
اتنی رنجش کا سبب کیا ہی کہا جاتا ہون

کیون نہ مجھے گھر سے نکالے ہو کہ اب تجکو دیکھ
آپ سے مین تو مری جان چلا جاتا ہون

ہون مین جون نالۂ زنجیر سدا پا برکاب
چاہیے سلسلہ جنبان ہے چلا جاتا ہون

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا
سادگی دیکھ کہ اسپر بھی ملا جاتا ہون

ناتوان مرغ ہون مین اے رفقائے پرواز
اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہون

طائر رنگ حنا کی بمطاب اے صیاد
ہون تو مین ہاتھ مین تیرے پہ اڑا جاتا ہون

کوئی تعمیر کی میری نہین درپے ہیہات
شکل دیوار خرابے کی مین ڈھا جاتا ہون

فکر موزون نہین کرنیکو گرفتار مرے
ہو نہین مضمون تری بات تو مین بندھا جاتا ہون

سوچون ہون اپنے تئین جون سخن رفتہ زیاد
گاہ بیگاہ اگر آپ مین آجاتا ہون

گرم جوشی نہ کرو مجھسے کہ مانند چنار
اپنی ہی آگ مین مین آپ جلا جاتا ہون

ہو نہین وہ وحشی رم خوردہ کہ تا دشت عدم
پات کھڑکے ہے تو مانند صدا جاتا ہون

صفحۂ ہستی پہ یک حرف غلط ہی سودا
جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اُٹھا جاتا ہون

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

گریان بہ شکل شیشہ و خندان بہ طرز جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون

تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ مین
یکحرف آرزوے طلب نارسیدہ ہون

کوئی جو پوچھتا ہو تو کس پر ہے دادخواہ
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ مژہ خون چکیدہ ہون

کس سے کرون مین دعوی دل جا کے اے خدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون

کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن مین تو
خوان جگر مین مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

غافل ہے کیون ترا مری فریاد سے گوش دل
اے بیخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

عاشق کی سی کہے چشم روے بن نہ رہون مین
مین رخنۂ کشتی ہون روون اور رہون مین

پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہون مین
کس لطف کی امید پہ یہ جور سہون مین

چھپ کر جو کہین تجکو ٹک دیکھ رہون مین
ہر ایک مجھے آ کے ستاتا ہے کہون مین

یہ تو نہین کہتا ہون کہ سچ مچ کرو الطاف
جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا ہی رہون مین

سہتا نہین خط آنے سے کوئی ستم یار
سودا اگر اب ایک سہون یا نہ سہون مین

چشم تر میری سے کیا رکھتی ہے مطلب آستین
ایکدم ہوتی نہین اُسنے جدا اے آستین

لخت دل کس دن نہین گرتے مرے اس کے بیچ
تر نہین ہوتی لہو مین کونسی شب آستین

ہے مجھے اے ابر دریا بار اتنا تو یقین
تجھسے نکلینگے کئی جھاڑونگا مین جب آستین

کہکشان ہے نام کو لیکن مرے احوال پر
آسمان روتا ہے منہ پر دھر کے ہر شب آستین

تجھکو بھی سودا کچھ اپنی بیقراری پر ہے شرم
برق ہنستی ہے تجھے رکھ منہ پہ جب تب آستین

نگر آباد ہے بسے ہین گانون،
تجھ بن اوجڑ پڑے ہین اپنے بھانون

یاد کر باغ مین تجھے ساقی
روز ہم رو دیے بیٹھ تاک کی چھاؤن
تجھ دہان و کمر سے ہے جنھین عشق
اب انکھون کا کہین نہ ٹھور نہ ٹھاؤن
جن نے سجدہ کیا نہ آدم کو
شیخ کا پوجتا ہے بایان پانون
تم نے ہمسے بہت کی کج خلقی
کبھی تو ہووے گا ہمارا داؤن

نوبت قیس ہو چکی آخر
اب تو سودا کا باجتا ہے ناؤن

کس کس طرح کی دیکھین اس باغ کی فضائین
کیدھر گئے وہ ساقی وہ ابر وہ ہوائین

حسرت سے آئینہ کا دل کیونکہ ہو نہ پانی
شانہ حضور اسکے زلفونکی لے بلائین

واشد ہو خرمی سے یہ کیا حساب تجھ بن
ہے زندگی سے اپنے دل کو عتاب تجھ بن
اس برگ خشک آسا جو نخل سے جدا ہو
پھرتا ہون نالہ کرتا ہر سو خراب تجھ بن
جلدی پہونچ کہ مجکو ڈرتا ہون لے نجاوے
ہون جسجگہ مین وان سے آنکھونکا آب تجھ بن
بے اختیار منھ سے نکلے ہے نام تیرا
کرتا ہون جس کسیکو پیارے خطاب تجھ بن

مل جا جو چاہتا ہے سودا کی زندگانی
کچھ بیطرح سے اسکو ہے اضطراب تجھ بن

بلاسم ہوگئین دلبر برہ کی ساعتین کڑیان
بہت کٹنے لگے ان بن جنھون بن کاٹتے گھڑیان
گھٹی نکلی ہین لخت دل سے تار اشک کی لڑیان
یہ انکھیان کیون مرے جی کے گلے کی ہار ہو پڑیان
ہنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منھ کو ملتا ہے
خدا جانے کہ کیا کیا صورتین اس خاک مین گڑیان
گرہ لاکھون ہی غنچہ کی صبا اکدم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجھسے اے آہ سحر اس دل کی گلجھڑیان
دیوانہ ان لٹونکا ہون قسم ہے روح مجنون کی
نہ مارو چوب گل مجکو بغیر از بید کی چھڑیان
چھری تلوار کیا بگیر گل و بلبل ہین گلشن مین
تمھاری سچ کہو دونو مین کس سے انکھڑیان لڑیان
کھلائے گو کہ شانہ سے تم اپنی زلف کے عقدے
نہ سمجھے یہ کسی ڈھب مین ہزارون ہین گرہ پڑیان

تسلی اس دوانیکی نہو جھولی کے پتھرون سے
اگر سودا کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو چھڑیان

نہ غنچے گل کے کھلتے ہین نہ نرگس کی کھلین کلیان
چمن مین لیکے خمیازہ کسی نے انکھڑیان ملیان

کہین مہتاب نے دیکھا ہی تجھہ خورشید تابانکو
پھرے ہی ڈھونڈھتا ہر شب جہان آباد کی گلیان
لب و لہجہ ترا سا ہے کہین خوبان عالم مین
غلط ہی یہ زبانونپر کہ سب مصری کی ہین ڈلیان
تبسم یون نمایان ہے مسی آلودہ دندان سے
نہو ابر سیہ مین اسطرح بجلی کی اچپلیان

دیوانا ہو گیا سودا تو آخر ریختہ پڑھ پڑھ
نہ مین کہتا تھا اسے ظالم کہ یہ باتین نہین بھلیان

بلبل چمن مین کسکی ہین یہ بدشرابیان
اڑتی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان
سمجھ کچھ یہ تا نثار کرین مہر و ماہ کو
لبریز سیم و زر سے ہین دونون رکابیان
صیاد کہہ تو کن نے کبوتر کو دام مین
سکھلا دیان ہین دل کی مرے اضطرابیان
افیون بن گر ملاکے تو زاہد پیئے شراب
مصری کی دین منگا کے تجھے ہم گلابیان

فرہاد و قیس دونون گئے سودا کا ہے یہ حال
کیا کیا کیان ہین عشق نے خانہ خرابیان

باتین کدھر گئین وہ تری بھولی بھولیان
دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیان
ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہی رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیان
حیرت نے اسکو بند نکرنے دی پھر کبھو
آنکھین جب آرسی نے ترے مکھ پہ کھولیان
اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزہ سے چاک
جون خوش جھبونکے تن پہ مسکتی ہین چولیان
کن نے کیا خرام چمن مین کہ لے صبا
لاتے ہین بوے ناز سے بھر بھر کے جھولیان
ساقی بہو بیچ کہ تجھ بن اس ابر بہار سے
پڑتے نہین تگرگ برستی ہین گولیان
کسطرح ہووے آنکھونکی کاوش سے دلکو چین
مژگان نہو سکین تو نگاہین چبھولیان
کیا چاہیے سنجھے یہ سر انگشت پر حنا
جس بیگنہ کے خون مین چاہین ڈبولیان
جون برف ہو گئے ہین خنک اب بتان ہند
انسے تو بلکہ گرم ہین کابل کی لولیان

سودا کے دل سے صاف نہ رہتی تھی زلف یار
شانے نے پیچ پڑکے گرہ اسکی کھولیان

نہ اشک آنکھونسے بہتے ہین نہ دل لے اٹھتی ہین آہین
سبب کیا کاروان درد کی مسدود ہین راہین
ہرے گلشن مین کب تا لہ ترا اس سبز ہو قسمت
بجاے سرو یان خاک چمن سے اگتی ہین آہین
ارے مین دہر میں اس سرزمین پر جاکے ہے دہقان
بجاے دانہ دل بو دین اگر اسکی زمین گاہین

بتان کی دوستی پر مطمئن ہووے سو کافر ہو
یہ ظالم مار ڈالین بات کہتے ہین جسے چاہین

نہ پہونچا منزل مقصود کو مجنون بھی اے سودا
سمجھکر جائیو لٹتی ہین ملک عشق کی راہین

تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

جس سے پوچھا مین کہ دل خوش ہے کہین دنیا مین
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین

محتسب بے کسی میخانہ مین جا اے زاہد
ایک شیشے کو بھی ثابت نہ رکھا کہتے ہین

تو تو اس معنی کو سن شاد ہوا ہووے گا
پوچھیے اہل یون سے کہ وہ کیا کہتے ہین

نہ اپنا سوز ہم تجھسے بیان جون شمع کرتے ہین
جو دل خالی کیا چاہین تو آہین سرد بھرتے ہین

جگر انکا ہے جو تجھکو صنم کہہ یاد کرتے ہین
میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کہتے ڈرتے ہین

گہے بولین عقیق اور گہ نگین لعل ٹھہراوین
یہ ناشاعر ترے ہونٹھونکو کیا کیا نام دھرتے ہین

گلی مین اسکے مت جا بوالہوس آمان کہتا ہون
قدم پڑتا نہین اُس کو مین وان سرکے گڑتے ہین

یہ رتبہ جاہ دنیا کا نہین کم مال زادی سے
کہ اس پر روز و شب مین سیکڑون چڑھتے اترتے ہین

نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا
کہین وارستگان زنجیر جکڑ طلبے سے ٹھہرتے ہین

ثنا مین کسکے غنچون نے دہن کھولا ہے اے شبنم
کہ انکا موتیون سے منھ ترے قطرے جو بھرتے ہین

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز
بہت سا رو دیئے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

طرح پیچ نکی اپنے پگڑی کے سودا کی نظر مین
یہانکے خوبرو جتنے ہین بگڑے پر سنورتے ہین

عاشق فنا مین اپنے بہبود جانتے ہین
جی کا زیان جو ہووے تو سود جانتے ہین

غنچہ کھلین ہین کیونکر تجھسے صبا چمن مین
واشد کی رسم ہم تو مفقود جانتے ہین

پروانہ تک تو پہونچا مکتوب شمع لیکن
ہم راہ نامہ بر کی مسدود جانتے ہین

کچھ اس سوا ترقی اپنی مین ہم نہ سمجھے
اک دن بدن غم دل افزود جانتے ہین

مجمر کا دخل کیا ہے محفل مین تفتگان کے
جو داغ دل کی اپنی ہم عود جانتے ہین

اپنا چراغ دل کا جسدم سے بجھ گیا ہے
ہم گھر کو آسمان کے پر دود جانتے ہین

ڈرتا ہون بات میری کردے نہ تو [illegible]
ابتک تو اس سخن کو معدود جانتے ہین

آئینہ سازی انکو ہے کفر اے سکندر
جو مرد شکل ہستی نابود جانتے ہین

جس خشت کو اٹھا کر دیکھین وہ چشم دل سے
صورت کو اپنے اسمین موجود جانتے ہین
کیا شکر و کیا شکایت اپنی ہی شکل ملتی ہے
دونون سے آپ ہی کو مقصود جانتے ہین
گن گن اقدم جنھون نے کوئے قناعت اندر
کب مجلسون مین جا کر وہ کود جانتے ہین
آوے ہین کاسہ گر کے گھر ہی جو ہو سفالی
شیخ آپ کو اسی پر موجود جانتے ہین
عجز و غرور دونون اپنی ہی ذات سے ہین
ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہین
ہم سر نوائین کسکے آگے کہ بید آسا
انکے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہین
سودا سے یہ کہا مین تجھ درد دل کے حق مین
کرنے دعا دوا سے ہم سود جانتے ہین
یہ بات سنکے مجھسے بولا وہ آہ بھر کر
تدبیر ہم بھی یہ ہی محمود جانتے ہین
لیکن نہ وہ دعا ہے جسکو اثر کی ڈر سے
گویندگان آمین مردود جانتے ہین

باتین کتنی ہی نہین منھ لگنے سے منظور ہمین
سو میسر نہوا تا بلب گور ہمین
قدرت اور ونکو ہے سرگرم سخن ہونیکی
نہین بھرنے کا دم سرد ہے مقدور ہمین
کام ہے چشم کا نظارہ نہ بہنا شب و روز
آنکھ خالق نے رقیبونکو دی ناسور ہمین
ساقیا بزم نہین آج خلل سے خالی
جام کچھ اور ونسے دیتا ہے تو معمور ہمین
نیش زن کام مین اپنے ہین یہ اپنی سکین
لگے آئینہ محل خانۂ زنبور ہمین
بوسہ ہنسکر نہ دیا ان نے سوائے دشنام
سو بھی یہ جب نہ ملا کوئی تو مجبور ہمین
کوئی سمجھے ہے ترے گھر مین کہ ہم آئے کیون ہین
ہوکے مانع تو نہ کر خلق مین مشہور ہمین
رات حاضر ہوے سودا کی جو ہم بالین پر
شعر پڑھتا یہ نظر آیا وہ رنجور ہمین
پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک گ
سو تجھے ہی شکل ملاقات ابھی دور ہمین

گلشن مین یار بن نہ مجھے شرب مدام مین
مانند لالہ خون ہوا لبریز جام مین
کاڑھے قفس بغل مین سے دشمن کہ مرغ کو
لادے ہے شاخ سے پر پرواز دام مین
آزادگان کے تنگ ہین وہ جو سیاہ بخت
نقش نگین کیطرح سے ہین قید نام مین
ان جوش قدونکی چال کا انداز کیا کہون
ٹھوکر لگی ہے دل کے تئین جس خرام مین
سودا سے ہم سخن ہے جس انداز سے وہ شوخ
آتی ہے بو لہو کی مجھے ان کلام مین

گر کیجئے انصاف تو کی زور وفا مین
خط آتے ہی سب چلگئی اب آپ ہین یا مین

تم جسکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اونکی
لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار
بت ہو گیا ہیچ دیکھ کے اُسکی بخدا مین

یارو نہ بندھی اُس سے کبھو شکل ملاقات
ملنے کو تو اُس شوخ سے ترسا ہی کیا مین

جب مین گیا اُسکے تو اُسے گھر مین نہ پایا
آیا وہ اگر میرے تو در خود نہ رہا مین

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

جاتا ہون ترے در سے بس اے یار رہا مین
نظرون مین رقیبون کی بہت خوار رہا مین

مین جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک
ذلت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا مین

آئے تھے سبھی ہمنفس اکبار تہ دام،
آزاد ہوئے اور گرفتار رہا مین

پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
آنکھون کو تری دیکھ کے بیمار رہا مین

تجھ حسن کی اسواسطے ہے گرمی بازار
اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا مین

اک دم نہ تھمبا خون مری آنکھونسے کبھو یار
ازبس ترے ہاتھونسے دل افگار رہا مین

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہون سودا
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا مین

ناوک نے ترے صید نچھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون
دیکھون ہون تیری زلف کو مین دست شانے مین

زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمان کو دیکھ
نقش و نگار چھٹ نہین کچھ اسکے خانے مین

اے مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول
تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے مین

چلّے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بیٹھا یا نشانے مین

پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے
معنی کو جسطرح سخن عاشقانے مین

دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک
مہندی بندھی نہ دیکھی مین انگشت شانے مین

ہمسا تجھے تو ایک ہمین تجھسے ہین کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے مین،

سجدہ کیا صنم کو مین دے لگکے کنشت مین
کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت مین

جون تاک اینڈتے ہین پڑے میکدے مین مست
زاہد بھلا یہ عیش ہے باغ بہشت مین

گذرا ہے آب چشم مرے سر سے بارہا
لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سرنوشت مین

ہرگز نہ مر تو قصر فریدون کے رشک سے
جا کہ کر اپنے دوست دل خوب و زشت مین

سودا کو شمع بزم جو کہتے تو تھا بجا
ہے اشک و آہ و سوختن اسکی سرشت مین

مژہ اس چشم کا کھٹکے ہے دل مفتون مین
نیشتر سے پرے ہے لہو کی کڑی جستجو مین

سبق ناز پڑھا کن نے چمن مین کس کے
جنبش لب نے الٹائے ورق گل خو مین

موسم گل ہے جہا نہین تو ہمین کیا سودا
اپنے جی سے یہ عداوت ہے دل گردون مین

شب کو خاطر مین اگر قصد صبوحی ہووے
نمک صبح ملا دے وہ مے گلگون مین

خلش کرون نہ کسی سے اگرچہ خار ہون مین
جلے نہ مجسے دل خس جو شعلہ بار ہون مین

جو گرد ہون تو رہون خاکپاے دشمن و دوست
نہووے یہ کہ دل مور کا غبار رہون مین

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین
دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

اور ونسے چھٹے دلبر دلدار ہوا میرا
برحق ہے اگر پیرو کچھ تم مین کراماتین

کل لڑ لئین کوچے مین آنکھو نسے مری انکھیان
کچھ روز ہی آپسمین وو دو وہ چلین سکھاتین

نہار اسکی نہین لگتی ہے اک پا سنگ آنکھون مین
بتان کی ہمنے دیکھی ہے کہ گلرنگ آنکھون مین

ہے جبتک اسکی تو حایل یہ باہر آ نہین سکتا
گل لخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھون مین

چمن کی سیر کو جاتا ہے تو یہ مجکو خطرہ ہے
نہ ہو گلشن مین نرگس سے کہین اب جنگ آنکھون مین

کہان طاقت جو اٹھنے پانسے جا نیکے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجکو یک قدم فرسنگ آنکھون مین

ندہی فرصت کسیکی خو نے یکقطرے کے بہنے کی
وگرنہ ہم تو رکھتے ہین چمن اورنگ آنکھون مین

نہین ہرگز تری چشم سیہ محتاج سرمہ کی
لگے اے شوخ تیرے دشمنوں کے سنگ آنکھون مین

نشے سے چھک گیا سودا تو دیکھ اس خط کے سبزہ کو
رکھو ہے زور کیفیت یہ کافر بنگ آنکھون مین

گر دوا کرنی ہو کرا ے یار دن دو چار مین
ورنہ مرجاوے گا یہ بیمار دن دو چار مین

جسم کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیل اشک
بیٹھ ہی جاویگی یہ دیوار دن دو چار مین

اب تو گل کھاتے پھرے ہین لوگ تیرے نام پر
دیکھیو پھولی سہے یہ گلزار دن دو چار مین

جو چلن چلتے ہو تم ہمکو بھی اسکی ہے خبر
اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار مین

چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کوچے کے بیچ
لوٹتے دیکھے گا اپنے یار دن دو چار مین

پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ
ہو گی گنبد سے بڑی دستار دن دو چار مین

جب مین کہتا ہون کہ وعدہ وصل کا پورا کرو
ہے یہی اس شوخ کی گفتار دن دو چار مین

لیکن اسکے قول کو سودا تو یون جانون ہون مین
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار مین

جو مرض مہلک ہوا ور بولے تشفی کو طبیب
دور ہو جاویگا یہ آزار دن دو چار مین

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل مین
رہا کرے ہے تمنا اسیر سی دل مین

خدا کیواسطے خاموش ناصحا بیدرد
لگے ہے بات تری مجکو تیر سی دل مین

نجانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو
ہے نالہ مرغ چمن کی صفیر سی دل مین

یہ کسکے اب صف مژگان نے دلکو دی ہے شکست
کہ اشک پھرتے ہین لوٹے بہیر سی دل مین

وفور یار کے یانتک ہے سرد مہری کا
کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل مین

کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ
لگے ہے مہر کی مجکو نظیر سی دل مین

اگرچہ دختر رز فاحشہ ہے اے سودا
لگے ہے پنبہ مینا سے پیر سی دل مین،

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوے یار مین
ہمراہ تیرے پہونچئے ملکر غبار مین

مین وہ درخت خشک ہون اس باغمین صبا
جسکو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار مین

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن یہ نوبہار
دیتی ہے زہر ہمکو مے خوشگوار مین

خنجر پکڑ کسو سے یہ مژگان نہ پھیرین منھ
تلوار مارین بیٹھ کے ابرو ہے سنزار مین

سودا تو دخت رز کو تو اتنا نہ منھ لگا
تکلیف پاویگا بہت اسکے خمار مین

کسکے آرام سے ہے چرخ مینا فام دنیا مین
سا گردش ہی مین گذری برنگ جام دنیا مین

کہو نہین کونسا گھر ہے جسے ہمنے نہ دیکھا ہو
بجز خلوت سرا ے دل نہین آرام دنیا مین

جو بوجھے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے
قبول خاطر اُسکی پھر نہوا اسلام دنیا مین

بغیر از مرنے چلتے کچھ نہ دیکھا بزم ہستی مین
کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا مین

لیا دل کو تھا جبتک مری کیا کیا خوشامد تھی
نہوگا کوئی تمسا بھی میان خودکام دنیا مین

دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے
یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیا مین

نہ کر سودا تو شکوہ ہم سے دل کی بیقراری کا
محبت کسکو دیتی ہے میان آرام دنیا مین

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسوائے بتان
خوار بازار ملامت ہے بسودائے بتان

کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت بیزار
در میان کیا کرون اے شیخ کہ ہے پائے بتان

الفت و مہر کی ذرہ جو کہین انمین ہو بو
کاش دنیا مین کسی سنگ کو دل جائے بتان

بیگناہون پہ یہ ناحق جو ستم کرتے ہو
اب کسیطرح بھی تم مین سے یہ خو جائے بتان

دل ہی تم جنس کو بیقدر کیے رکھتے ہو
کیا مین تمسے کہون افسوس بتان ہائے بتان

مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یون ہی لیجئے
تم دیے دام مجھے اور مین بھر پائے بتان

اب خدا ہی تمھین سمجھائے مرے دل کا درد
تم سمجھتے ہو کوئی سودا کے سمجھائے بتان

جی تک تو دیکے لون جو ہو تو کارگر کہین
اے آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجکو نیند
جسکو پکارتا ہون سو کہتا ہے مر کہین

ساقی ہے اک تبسم گل فرصت بہار
ظالم بھرے ہے جام تو جلد یسے بھر کہین

پھرنے لگے تو جون کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑیے اے ابر تر کہین

جادو بھرے ہین چشم مین مت آئنہ کو دیکھ
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہین

دل آہ شعلہ بار کے ہر دم پھرے ہے گرد
پروانہ آسکے ہے مری شمع پر کہین

خونناب یون کبھو نہ مری چشم سے بہا
اٹکا نہ جبتک آن کے لخت جگر کہین

منہ تو نے مجھے لگا دے تو کب جام کیطرح
اتنا بھی واہ وا ہے میسر ہو گر کہین

صحبت مین تیری آن کے جون شیشۂ شراب
خالی کرون مین دل کے تئین بیٹھ کر کہین

اے دل یہ کر تو مجھسے کہ مین کیا کرون نثار
آوین کبھو جو حضرت سودا ادھر کہین

انگشتری کے دل کی طرح غیر سنگ و خشت
گھر مین تو خاک بھی نہین آتی نظر کہین

سودا سے رات مین کہا مغموم کیون ہی تو
اٹکا ہے ان دنون مین ترا دل مگر کہین

کہنے لگا کہ سچ ہے پر ابکی اگر یہ جی
بچ جاے تو نہ دل کو دون بار دگر کہین

پوچھا جو مین سبب تو کہا کیا نہین سنی
قاصد مرے کے حال کی تو نے خبر کہین

نامہ لکھا تھا یار کو مینے سمجھ کے یہ
عالم مین رسم نامہ و پیغام ہے سر کہین

لیکن سواے بندگی و عجز و انکسار
نکتہ ہو اسمین حرف تمنا سے گر کہین

وان لاکے مجکو ماریے گردن کہ جسجگہ
پانی کے قطرے کا بھی نہووے اثر کہین

ورنہ خدا کیواسطے انصاف تو کرو
آتا ہے ایلچی پہ زوال اس قدر کہین

اُلٹا تا پھرے ہے نامہ گلی مین کسی طرف
دھڑ سے جدا پڑا ہے سر نامہ بر کہین

وقتیکہ دلبران جہان کا ہو یہ سلوک
پھر دل کو دون کہو تو کس امید پر کہین

بلبل کہین پتنگ کہین اور ہم کہین
اکھٹے یہ دل چلے نہوے ایکدم کہین

کب تک یہ سرکشی مری شمشاد کے حضور
اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سی خم کہین

گردون پھرے حباب کی صورت بہا بہا
آجاوین موج پر جو مری چشم نم کہین

لیکر چلے ہین مہر بتان ہم سوے حرم
ہوجاے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہین

آہو نین کو رام کیا ایک عمر مین
ہر آن ہے یہ خوف نکر جاے رم کہین

درکار کچھ نہین سے مجھے چلنے مین خضر راہ
کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہین

سودا رہیگی آہ اگر آتی متصل
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہین
ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہین

جز سنگ کیا ہے دیر و حرم مین جو سر جھکے
سجدہ کیا ہے تجکو مین پہچان ہر کہین

سچا تو ہووے وعدے مین کسطرح ہمسے یار
وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہین

میرے ہی دل پہ یار چلے ہی یہ ہٹ ترا
ہوتا نہین ہی شوخ تو نادان ہر کہین

جو جو ستم ہین ہم پہ کیے اُسکے برخلاف
کرتے ہین ہم بیان تیرے احسان ہر کہین

معمورہ کچھ علم و امکان مین رہ چکا
یون ہی اُٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہین

کعبہ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
سودا کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہین

یاد میان اب دلمین تیرے وے باتین نہین آتی ہین
کس ہوشکی حیا و کری جو آنکھین بھی شرماتی ہین

گھڑی گھڑی کی وے جو ادائین جنھونسے مین گھبرایا تھا
گلا اب اسکا مجھسے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہین

کیون نہ مکافات اسکی پیارے ہووے نہ تری بیتونکو
لیکر پہلے دل عاشق کا جان بھر اسکی کھاتی ہین

خون ہمارے دل کا پیوین جسصورت سے چاہین وہ
بس کب چل سکتا ہے اُنسے جو انکھیان مدماتی ہین

پھنسواتین ہین دلکو میرے زلف مین ہر اک مہر وکے
آنکھین میری مجھسے یار و ناحق بیر بساتی ہین

جیسے گیا ہے برسے میرے تو آرام جان و تن
آنکھین طفل اشک کو تب سی گود مین ٹھلاتی ہین

گئے وہ دن جب تلخ تمھارے منھ سے میٹھا لگتا تھا
سنو ہو پیارے اب وہ باتین تمکو نہین سُہاتی ہین

گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانین سب عشاق کی پیارے سینونمین گھبراتی ہین

دیکھئے کہ ہوا دیوانا سودا تو کچھ عجب نہین،
عشق کی باتین افلاطونکی ملین مت بوراتی ہین،

آنکھونکو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہین راہین
بیٹھنے مسافرون کو دیتی نہین نگاہین

کیا حسن و عشق مین اب بگڑی ہے یہ بطرح سے
تیر نگہ تو وان ہین یان برچھیان ہین آہین

آوے جو سیر کرنے اکبار وہ چمن مین
گل آسمان پہ پھینکین اپنی سدا کلاہین

اس دلمین گو ہماری الفت نہین رہی اب
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہین

تاب مہر دے خدایا کافر بتون کے دلمین
یا عاشقون کے جی سے کھو دے انھونکی چاہین

فریاد کر کسی سے چاہین سودا کیون کر
گردن ہی مارتے ہین ذرہ جو ہم کراہین

سودا تو عاشقی مین ثابت قدم یہ رہنا
فرقہ مین عاشقون کے تا سب تجھے سراہین

جو صبر ہو سکے عاشق مرغوب جانتے ہین
عاشق جو ہون انھونکو ایوب جانتے ہین

ذرہ نہین ہین واقف اطوار دلبری سے
دل لیکے جور کرنا محبوب جانتے ہین

ہر ایک نیک دیدے مل بیٹھنا بتان کا
غیرت جنھین دی حق نے معیوب جانتے ہین

سمجھو یہ شرح جسکو خلوت مین اپنی پیارے
ہم دل جلونکا اسکو مکتوب جانتے ہین

کہتے ہین جسکو سودا آفاق رند مشرب
تقوی کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہین

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گمان ترتے ہین
ڈوبے گرداب محبت کے کہان ترتے ہین

اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
تہ کے بیٹھے ہوئے بھی کوئی میان ترتے ہین

لخت یون ہی ہو مری سیر چمن پر تجھ بن
برگ گل جون بروے آب روان ترتے ہین

وصل کی رات بھی محروم ہین اک بوسے کے
آب حیوان مین پڑے تشنہ دہان ترتے ہین

یاد کر مستی مین تجکو مین جہان رویا تھا
آجتک یار بط مے پڑے وان ترتے ہین

منہ مین تیری سی جو رکھتے ہین سو اہل زبان
بحر مواج سخن مین وہ جوان ترتے ہین

صاحب فہم اوسے کہتے ہین جو ہر سودا
دست و پا مار کے یہ گنگ جہان ترتے ہین

اُس سرو قد کی دوستی مین کچھ ثمر نہین
نخل محبت آہ مرا بار ور نہین

اُس سنگدل کو حال پہ میری نہ آیا رحم
اے آہ و نالہ حیف کہ تم مین اثر نہین

یاقوت لعل یار سے بہتر نہین ولے
ہر جوہری کو اسکی پرکھ کی نظر نہین

کیون مجھسے بیگناہ کو ناحق کرے ہے قتل
اے یار تیرے دل مین خدا کا بھی ڈر نہین

قاصد کی کیا مجال جو اُس کو ہین جا سکے
جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہین

میری طرف سے دیجیو صبا گل کو یہ پیام
اوڑون قفس بھی توڑ کے پر بال و پر نہین

سودا نہ ہان ایسے تو واعظ کی گفتگو
ذرہ بھر اوسکو اصل سخن سے خبر نہین

امید وصل جز طمع خام کچھ نہین
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہین

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن مین ہمین کام کچھ نہین

اُس شوخ بیوفا و فراموش کار سے
مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہین

نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا
وہ تو اسیر زلف سیہ فام کچھ نہین

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہین

طاقت نہین ہے اتنی کہ بے طاقتی کرون
موجب مرے سکوت کا آرام کچھ نہین

دیکھا نہ حال سودا کا کوچے مین عشق کے
اسے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہین

انکھین بھی اپنی آنکھو نسے گر تک ملا کرین
تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گلا کرین

گر جوش مارے خط کی ترے چہرے پر بہار
غنچے دلون کے گل کی طرح سے کھلا کرین

کیونکر نہ چشم ابرو سے ہو قتل دل مرا
دو ترک مست لیکے جو تیغیں بلا کرین

بار دگر بہار نے مارا ہے جوش پھر
برپا جنون کا اپنے ہم اب سلسلا کرین

آئینہ کا عبث ہے سکندر پہ تعبیہ
بہتر ہوا وہ اس سے جو دل کو جلا کرین

ہے معتبر انھون کی جہان مین مہوسی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کرین

سودا ابھی بدون گا مین کار قزاولی
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کرین

مجھے معلوم یون ہوتا ہے میری بھی کہین آنکھین
کسیکی دیکھکر شاید جہان مین رہ گئی آنکھین

خدا جانے کدھر کو دیکھ تجکو وہ نکل جائین
بزور اپنے میان ڈورونسے ہمنے اب کسی آنکھین

ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ ہے پیارے
بسان دستۂ نرگس سراپا ہے تری آنکھین

مری آنکھین جہان مارے پڑین تو کیا تعجب ہے
تری زلفون نے کیا کیا ایک خلقت کی ڈسی آنکھین

نقاب اب دے رکر چہرے پہ کس سے منہ چھپاتا ہے
قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھین

ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جسکو تو گھر سے
پلٹ کر پھر طرف گدی ہی کی اسکی دھنسی آنکھین

مرے رونیکا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
دکھاتی ہین اسے سودا یہ اپنی بیکسی آنکھین

طلب مین سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ہون
در میخانہ پر جا کر سوال جام کرتا ہون

پرستار خدا کہہ کیا برا مین کام کرتا ہون
جہان جس بت کو دیکھون ہون مین اپنا رام کرتا ہون

روا کب باز پرس محتسب ہے مجھپہ اے زاہد
کہ مستی از نگاہ ساقی گلفام کرتا ہون

جو آزادی مین یاد آجاوے ہے لذت اسیری کی
تو کر پرواز گلشن سے تلاش دام کرتا ہون

جو دل تھا کر دیا پامال تونے اب جو تین چاہے
کسی سے جا کے اک دل اور قرض و دام کرتا ہون

دیا تھا کس گھڑی دل اس ستمگر کو کہ اے یا رب
نہ دن کو چین ہے مجکو نہ شب آرام کرتا ہون

طلب بوسہ کیا تھا دے نہ دے جھگڑا نہین اس مین
کسی پہ کیا میان قاضی کا مین اعلام کرتا ہون

مجھے بن یاد تیری دم گذرتا ہو تو کافر ہون
سحر سے شام تک مین ورد تیرا نام کرتا ہون

نصیحت کرنیسے سودا کو تو سمجھا نہ لے ناصح
کہ یا مین پختہ مغزی مین خیال خام کرتا ہون

پیہم ہی سمجھون ہون یار وہ بیدار نہین
گردون میرے کیا کرے ہوا دل پہ اختیار نہین

عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا　　قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں،
میں ہوں وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک　　بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں
جہان کے بیچ غم دل کہوں سو کس سے کہوں　　سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں

ہزار قول کریں یہ نباہ کا سودا
مجھے بتاں کی محبت کا اعتبار نہیں

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہیں　　ہمنے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
صد شکر کہ مرنے کا خلش اٹھ گیا دل سے　　جب سے ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں
اس باغ میں ہمسے نہ ملے سود کسو کو　　نے گلبن سر سبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
کاوش نہ مرے دل سے ہے مژگانوں کو تیرے　　ابرو بھی کجی میں صف مژگاں سے پرے ہیں

سودا جو ترے یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ
کیسا ہی وہ کھوٹا ہو میاں ہم تو کھرے ہیں

میں کس کس شعلہ خو کو سینۂ صد چاک دکھلاؤں　　جو دل تھا ایک سو تو جل بجھا کیا خاک دکھلاؤں
گریباں چاک کر یہ جی میں آتا ہے کہ اک دم میں　　رسائی آہ کی تا دامن افلاک دکھلاؤں
کرے دعویٰ نہ ہرگز ہمسری کا ابر بارش میں　　برائے امتحاں گر دیدۂ نمناک دکھلاؤں،
چمن میں پھر نہ بیٹھے شاخ گل پر بھول کر بلبل　　جو اس گلرو کے کوچے کا خس و خاشاک دکھلاؤں
چل اٹھ سایہ سے دیوار حرم تک شیخ اچھے تک　　تجھے نیرنگی قدرت بزیر تاک دکھلاؤں
پڑے دونوں کی ناگہ دوستی میں جلتوائی سی　　گل و بلبل کو گر دو روئے آتشناک دکھلاؤں

پرستش چھوڑ دے کعبہ کی سودا شیخ گر اوسکو
جو میرے دل میں بستا ہے بت بیباک دکھلاؤں

ردیف واو

دماغ اصلاح دینے کا نہیں کہہ دو ہلالی کو　　کہ فکر شعر ہے اس وقت میرے طبع عالی کو
بغیر از بادہ سمجھوں بزم کو میں حلقۂ ماتم　　تصور قالب بیجان کروں مینائے خالی کو
ترا خط دیکھ یوں بھولیں ہیں سب قرآن کا پڑھنا　　کہ جوں تہ کر رکھیں تقویم ہائے پارسالی کو
سکے ہی سر نگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی　　ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو

نشست شیخ نے مجلس مین تو چھائی بیکا ڈالی
لگے آئے یان کوئی سودا سے اب جا لاابالی کو

چہ بے گنہ چہ گنہگار یہ نہو وہ ہو
وہ شوخ قتل کو تیار یہ نہو وہ ہو

بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو مارے ہین
ہم ایسے ہونے پہ بیزار یہ نہو وہ ہو

ہین اور غیر بعین کیون نہ ایک سے ہو کر ان
نہین تمیز گل و خار یہ نہو وہ ہو

نگہ بمہر و تبسم بلطف کچھ تو ہو
جو رو نہو تو یہ ہو یار یہ نہو وہ ہو

جو وعدے آگے کئے تھے یہ باتین سمجھ نہین
ملے جو ہمسے تو گفتار یہ نہو وہ ہو

جفا و مہر جو خاطر مین ہو کہ سب بہتر
کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہو وہ ہو

ہمین تو ایک سے ہین حسن پہ قبیح و صبیح
کوئی ہو اپنا خریدار یہ نہو وہ ہو

ہے اعتقاد ہمین ہندو و مسلمان پہ
ہین دونون تیرے پرستار یہ نہو وہ ہو

مساوی آپ کو تجھ بن ہے جنت و دوزخ
نہین ہم اسکے طلبگار یہ نہو وہ ہو

نہین ہے وصل مین درخواست ہجر کی مجکو
وسلے خدا سے ہون ناچار یہ نہو وہ ہو

رسوخ سودا رکھے بندگی غیر سے فرق
تمھارے جور سے بیزار یہ نہو وہ ہو

یون نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہو
اسکی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہو

بندگی کی ذات سے واقف جو ہین انکی زبان
بول کب سکتے ہین یون اللہ یہ ہو وہ نہو

تو ہوا جب پاس پھر دنیا و ما فیہا کے بیچ
کب ہمین اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہو

جب سے ہو آیا ہے تو گلشن مین تب سے عندلیب
دیکھکر کہتے ہین گل کو واہ یہ ہو وہ نہو

شکل آئینہ کی رو دے دیکھ میرے دلکو یار
منہ لگانے سے ترے گمراہ یہ ہو وہ نہو

دیکھکر ہنستا ہے عالم آپکا دامان و ریش
شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہو

صاحب محمل جرس سنکے سمجھے ہو دل کو قیس کے
قدر اسکی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہو

گھر مرے تب آئیے جب ہمدم نہو ہمرہ رقیب
مجھسے ملنے کی تمھاری راہ یہ ہو وہ نہو

غیر کو گھر مین جگہ دی کرتے ہو سودا کو منع
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہو وہ نہو

حال دل پوچھے ہے کیا تجھسے مرا اے یار تو
سن لے جا عالم سے در در کوچہ و بازار تو

اب نکل سکنا نہین ممکن تجھے یان سے دلا
زلف کے حلقہ مین ہے جون نقطۂ پرکار تو

ہوگیا آشفتہ سر ہر ایک اُسکو دیکھکر
باندھکر نکلا نکر یہ لپٹی دستار تو

کچھ تو یان نسبت برو دنکو ہی بھلو تسے اے صنم
گو کہ ہین باغ جہان مین خار ہم گلزار تو

گر چمن تک رخصت اے صیاد تین دیتا نہین
بیٹھنے کی فرصت نہین دے تا سر دیوار تو

گر نہین ملکے میسر ساقی و ابر بہار
جام دے اے دل برسا ہی دیدۂ خونبار تو

زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھکو عزیز
مان سودا سے نہ کر ہر وقت یہ گفتار تو

لہو اس چشم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو
جو دل ٹوٹے کسیکے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو

ملے ہے غنچۂ گل خاک مین یک لب تبسم سے
کسو کا دل کہو اس باغ مین خورسند کیونکر ہو

فراہم مال و زر گھر مین کیا اپنے تو کیا حاصل
غنی جسکا نہین ہے دل وہ طالع مند کیونکر ہو

مقابل ہوکے میرے مہوشن کے ناخن پاسے
جو چاہے ماہ نو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو

حلاوت شہد سے بھی زیادہ تر ہے جسکی باتون مین
برابر اُس لب شیرین کے یارو قند کیونکر ہو

خیال زلف کو تیرے نکلنے دون نہ مین دلسے
یہ کالا ہے کہ جب تو بنی نے نکلا بند کیونکر ہو

نہو دل جبتلک میرا مشبک شکل مجمر کے
کسی کے روے آتشناک پر اسپند کیونکر ہو

غزال دشت کی ہر چند ہین ابلہ فریب آنکھین
برا انکھیونکا ترے اے یار انہین چھند کیونکر ہو

ہنسے ہے وہ سخن گر تیئن تجھ دارھی کے کہنے پر
اثر سودا کے تئین ناصح تری یہ پند کیونکر ہو

کرے ٹک منفعل کوئی مرے بیدرد قاتل کو
دکھا دے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو

الٰہی ہو سکت تجھ البدل کے تجکو دینے کی
مجھے اسکے عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

کرر کھا تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو
تیر مژگان نے کیا غربال چار آئینہ کو

تیرے مشتاقونکی حیرانی مین ہے ہم چشم نم
بسکہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو

مان اے مشاطہ وہ مغرور ہوویگا دو چند
وقت آرایش نہ کر اُس سے دوچار آئینہ کو

گرد خط سے یار کے چہرے پہ ہو دونی جلا
صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو

یار کے منھ کو وہ تکتا ہے سودا رشک سے
جی مین آتا ہے کرون مین سنگسار آئینہ کو

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکھیان مجکو
پھر گئے دیکھتے ہی خنجر مژگان مجکو

سیر کرتا ہے خیال اوسکی نگہ کا جیدھر
نظر آتے ہین اودھر گنج شہیدان مجکو

گل و گلزار ترحم ہون کسی کے سر پر
جا خوش آتی نہین جز گور غریبان مجکو

ہاتھ کس کا ہے تری زلف کا شانہ سچ کہہ
رات آتے ہین نظر خواب پریشان مجکو

اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستان مجکو

ایک گل تک مرے مانع نہوا چلتے وقت
خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
پر کبھو مین نہ کہا اوس سے کہ دوران مجکو

کسکی ملت مین گنون آپ کو بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

مجھ مین اور یار مین ہے ربط سپند و آتش
اوسکی جوشش نے کیا اوس سے گریزان مجکو

ریختہ اور بھی دنیا مین رہے اے سودا
جینے دیوے جو کبھو گردش دوران مجکو

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اوس آفت جان کو
اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

جب عزم کرون گھر سے کوئی دوست کا یارو
دشمن ہے مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

موجب مری رنجش کا جو پوچھے ہو تو یہ جان
موندونگا نہ پھر کھول کے جون غنچہ دہان کو

ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارو
بے رتبہ کیا تیغ کو خنجر کو سنان کو

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد
کعبہ سے نہ کم سمجھے در پیر مغان کو

یہ رسم نہین تازہ کچھ اے شیخ جہان مین
جا گہ حرم دل مین جو مین دی ہے بتان کو

ناصح یہ مجھے راست کہے تھا کہ بجز داغ
کیا لیویگا دل دے کے تو ان لالہ رخان کو

دل کسکے دم تیغ کا پیاسا ہے کہ سودا
بسمل کی طرح تڑپے ہے دیکھ آب روان کو

مٹا کر خط تم اپنے حق مین کیون کانٹے ہی بوتے ہو
نہونگے اب یہ عارض گل عبث سبزہ بھی کھوتے ہو

خبر ہے کچھ بتقیین بیداری شب کی ان آنکھون کی
خمار انکا ہے قاتل خلق کا کس نیند سوتے ہو

رقیب اور مین ہون زیر آسمان یکجان دو قالب
مخاطب تم بلفظ جان ہم دونون کے ہوتے ہو

سمجھنا آپ کو بیٹا خدا کا ہے غلط فہمی
غرور و ناز اتنا کس لیے آدم کے پوتے ہو

محتسب آیا بزم مین ساقی لے آ شراب کو
یہ نہ سمجھ کہ شب پرک دیکھے گی آفتاب کو

آنکھوں نکا میرے اندنون یارو ہی طرفہ ماجرا
مین تو روؤں ہوں انکے تئین ہنستی ہیں یہ سحاب کو

دم ہی رہا بہ پیرہن تن تو ہوا اشک بہ گیا
جن نے نہ دیکھا ہو مجھے دیکھ لے وہ حباب کو

پند سے تیری زاہدا حال مرا ایسے سی ہے
سگ کا گزیدہ جسطرح دیکھ ڈرے ہے آب کو

مجنون برنگ بادیہ کیون نہ کرے شمار غم
یان تو نہ جا شمار کی دخل نہ یان حساب کو

موسم گل مین ابکی سال بادہ بغیر ساقیا
ہمنے کیا بجام چشم خون دل خراب کو

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقط
آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خامشی موجب رضا کب ہو سوال بوسہ کی
تنگی ہی اُس دہن کی راہ دیتی نہین جواب کو

سودا امید وصل کی کسکو ہے یان کہ رہ نہین
اپنے دل و چشم مین ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اُس بت کو جس کو جبین دیکھا شام کو
لے چراغ اب ڈھونڈھے وان ہی تا سحر اسلام کو

ہو لے مجکو تو دون یون آپکو مین اشتہار
چاہے پھر بیچے تو لے کوئی نہ کھوٹے دام کو

کوہکن ہو مجھ جگر کن کے گھر آئیکا وہ ننگ
تو مین لب پر نہ لاوے کوئی جسکے نام کو

چھوٹ کر تجھسے نہ تپیاوے کسی پھر یہ دل
مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو

جنس دل کتنی ہے ناکارہ بیازار بتان
ایک پوچھے یون تو بولے دوسرا کس کام کو

کیا کرون پاکیزگی کا شمع کی اُسکی بیان
بھیجون ہون خوناب لے دھو کے مین پیغام کو

مست پیش کا طعمہ ہو کر کعبۂ دل کا طواف
دور کر اے شیخ تن سے جامۂ احرام کو

شفق مت سمجھیو یارو خدا جانے فلک
پونچھے ہی دامن سے کسکی تیغ خون آشام کو

پھر کہین دل دینے کی ہمنے تو کھائی ہے قسم
دل جو دیتا ہے کوئی تو جان کے آرام کو

کرکے توبہ ناصحا سودا اصلی کل ہوا
آج پھر لی ہے مصلا رکھ گرو دو جام کو

بادشاہت دوجہاں کی بھی جو ہووے مجھ کو
تیرے کوچے کی گدائی سے نکھووے مجھ کو

اٹھ پہر اسکو ہے نظارۂ خوبان کی تلاش
کہین یہ دیدۂ تر دون ہون نہ ڈبووے مجھ کو

کی مین جو عرض تمنا تو یہ ظالم بولا
پھر کہے مجھ سے جو یہ بات تو رووے مجھ کو

خرمن برق زدہ کا ہون وہ دانہ کہ مجھے
نہ کوئی مرغ چگے نے کوئی بووے مجھ کو

خشک رکھتی ہی کبھو چشم جو دامن تجھ بن — آستین چاہتی ہی خون سے بھگوے مجھ کو
کچھ کہین گو کہ مخالف مرے حق مین سودا — دون نہ سمجھے وہ مجھے کہتے ہین جو وے مجھ کو

ہون گریبان دل یار مین الفت کا گل
داغ نہئین دامن عصمت جو دھوے مجھ کو

آلودہ زقطرات عرق دیکھ جبین کو — اختر پڑے جھانکین ہین فلک سے زمین کو
اک صید مرے دل کی ہی بس باندھ لفتراک — ہر صید کے مت خون سے کر بر دامن زین کو
آتا ہے تو آ شوخ کہ مین روک رہا ہون — مانند حباب اپنے دم باز پسین کو
دیتی ہے نہین چین بدی اپنے گمان کی — ساتھ اسکے مین ہوتا ہون کوئی جا کے کہین کو
ہرگز بجہان رو سیہی اسکو نہو تی — لگتا نہ مرے نام سے گر عیب نگین کو
جون دانہ سبحہ مورد ابر کرم حق — زاہد در میخانہ کے ہر خاک نشین کو
یک گل کا چمن مین شنوا گوش نہین ہی — دے مرغ گرہ سینے مین فریاد حزین کو
راہب ہے بہر بتکدہ مطعون مرے باعث — تلقین نہ کر لے شیخ تو اپنے تئین دین کو

مطلب کے مرے عرض پہ اکبار بھی سودا
ہان سے نے چھوڑا کبھو اُس لب نے نہین کو

دے کے دل ہاتھ سر نہ دھر کر رو — زندگانی کی مت حلاوت کھو
رشتہ محکم نہین محبت کا — دل سے گوہر کو تمین تو نہ پرو
گل کو تین جب سے بو گیا بچمن — گل کے اور آئے ہی دماغ مین بو
جو کہا مین ہون عاشق تئین ترے — بولا وہ مسکرا کے یہ نہ کہو
یار موتی نے گوشوارے کے — دیکھ تیری صفائے عارض کو
خجل ایسا ہوا کہ اپنے تئین — قطرۂ آب مین دیا ہے ڈبو
سچ ہے یارو اثر ہے صحبت کا — ایک جا گہ جو مل کے بیٹھین دو
کل جو اُس بیوفا تلک پہونچا — گل سے نے پیدا کی ویسی ہی خوبو

اب تو دل دے چکا ہے سودا
آگے قسمت ہے ہونی ہو سو ہو

نہ پوچھو قتل کرنین کسو سے بیر ہے اُسکو — چلے تلوار تو آب روان کی سیر ہے اُسکو

یہ عاشق پیشہ عہد اُسکے ہیں مجھیں قلندر صبح کی
شکار انداز انسان کا ہے وہ کہ جائے صحرا میں
سبب آزار دل میرے کا ہے بے التفاتی اُسکی

نصیحت کرنے سے منظور سبکی خیر ہے اُسکو
سوائے مرغ دل کب میل وحش و طیر ہے اُسکو
نہ اپنے سے محبت ہے نہ مہر غیر ہے اُسکو

کیا برگشتہ دین سودا اگر کس کافر کی مژگان نے
کہ سر چشمہ کا اب خاک راہ دیر ہے اُسکو

تو نہووے تو شب ہجر دے جینے ہم کو
شادی خوش باش رکھی دہر نے آفاق کے بیچ
آدمی ہو تو ہم آپ میں پہونچا کچھ فضل
ہم کسو کی نہ چڑھے نظر و نہیں عنقا کیطرح
عشق کی تیغ کا گھائل ہوں ستاؤ نہ مجھے
ہے کہ اب لاکے دکھادیں اُسے تجکو ناصح
پونچھوں عارض سے عرق اسکے تو یوں کہتا ہے
حسن فیاض ہے گل کا کہ سحر پہنچے ہے

خالق اے صبح سلامت رکھے تیرے دم کو
دائم الحبس کیا دل میں ہمارے غم کو
ورنہ بدنام نہ کر تو نسب آدم کو
دیکھ ڈالا ہے بیک آن ہم اک عالم کو
زخم الماس طلب اسے ہو تم مرہم کو
مت نصیحت ہو عبث کرکے نصیحت ہم کو
پھٹے چھونے میں دامن نہ دوں نامحرم کو
جسکے دامن سے پہنچنے ہی گہر شبنم کو

بادہ پیتا تو وہ اک لطف اُٹھاتا سودا
فائدہ جام شبانے سے ہوا کیا جم کو

دیکھ بہلی میں شکاری کی مرے چنگل کو
اُسکے طرہ کے تئیں پہونچے ہے کوئی کیا دخل
پہلوے یار نہ ہم عنبر کو بٹھا دیکھیں
اہل دل کی یہ دعا نت ہے کہ مجکو یارب
شیخ کو ذوق اُچھلنے سے نہیں مجلس میں

کوئی کج کوئی نہ پھرے ہند میں آ کابل کو
دھووے ہے ابر بہاری یہ عبث سنبل کو
اس چمن میں رکھے بے خار خدائی گل کو
دور گلشن سے قفس میں نہ دکھا بلبل کو
اس بہلانے سے مٹاتا ہے وہ اپنی جل کو

زاہدان کیوں اسے کہتے ہیں بُرا اے سودا
جو بہر انسان کا نکال آئے ہی جام مل کو

کیجے نہ اسیری میں اگر ضبط نفس کو
بہ جائے لہو ہوکے دل قافلہ سالار
پہونچا ہے نم داغ جگر تا سر مژگان

دے آگ ابھی شعلۂ آواز قفس کو
تعلیم دے نالا جو مرا بانگ جرس کو
شاداب میں رکھتا ہوں سدا آگ سے خس کو

پھرتا ہی ادھر زلف مین شانہ تو اُدھر دل
اے عشق نہ فرہاد بچا تجسے نہ پرویز
لے سکتے نہین سانس ترے کوکے مقید

یہ وزد نہ لایا کبھو خاطر مین عسس کو
با خاک برابر تو کیا ناکس و کس کو
تا خون جگر بیچ نہ غوطہ وین نفس کو

ترغیب نہ کر سیر چمن کی ہمین سودا
ہر چند ہوا خوب ہے وان لیک ہوس کو

خواہی رہ صد سالہ ہو تو خواہ یہین ہو
دم مارنا پھبتا ہے اُسے عشق کا تیرے
تن چھوڑ کے گذرون ترے کوچے سے کہ غیرت
تک مقتل عشاق پہ انداز تبسم
نا صاف ہے اس وضع سے اپنے دل عالم
مت دیر و حرم کے تو سمجھ سجدہ مین کچھ فرق

نزدیک بدل ہی تو مری جان کہین ہو
جسکا دم اول نفس باز پسین ہو
یہ جا ہے نہ وان نقش قدم خاک نشین ہو
تا زخم شہیدون کے جگر کا نمکین ہو
آئینہ کو منھ کیجے تو وہ چین بجبین ہو
پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہین ہو

سودا کے خیالات مین جھگڑے ہے خدائی
جو اپنے تخیل مین یہ چاہے سو وہین ہو

خط اسکا سادہ لوحونکی پرستارونسے مت پوچھو
نہ استفسار کیجئے ہمسے اُس لب کی حلاوت کو
طلبگار نشان ہمسے ہو اُس خوش قد کے کوچے سے
ہمین گر نالۂ کنج قفس کہیے تو آتا ہے

عزیز و کفر مجھ کافر کا دینداروںسے مت پوچھو
شکر کا ذائقہ خون جگر خوارونسے مت پوچھو
بہشت و سایۂ طوبیٰ گنہگارون سے مت پوچھو
چمن کے زمزمے کرنا گرفتارونسے مت پوچھو

فراموش اندنون ہم شہریون کے دلسے سودا ہی
خبر اسکی یہان آباد کے یارون سے مت پوچھو

مرے نامہ کے خاطر مرغ جان سی کون بہتر ہو
لکھون گر شرح سوز دل تو ہر اک حرف پر ہیرے
کیا ہے عہد و پیمان اشتیاق اپنے سے یہ مینے
رو وُن مین چشم داغ سینہ سے اس وقت اس خط

مجھے نامہ لکھون اور نامہ بر سیر اکبوتر ہو
شرار کاغذ آتش زدہ کی طرح مسطر ہو
کہ جس ساعت گلے لگنا مجھے تیرا میسر ہو
مبادا مانع نظارہ اشک آ کبھو نہین آ کر ہو

خط اپنا مرغ جانکے پر سے باندھا آج سودا نے
نہ کھینچا انتظار اتنا کہ نا پیدا کبوتر ہو

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو نہو
دل یار سے پھٹے تو کسی سے رفو نہو

اس دل کو دے کے لون دو جہان یہ کبھو نہو
سودا تو ہووے تب یہ کہ جب اسمین تو نہو

آئینۂ وجود و عدم مین اگر ترا
رو درمیان نہ ہو تو کہین ہم کو رو نہو

جھگڑا تو حسن و عشق کا چکتا ہے پل کے بیچ
گر محکمے مین قاضی کے تو روبرو نہو

طرہ کی کھل گئی ہے گرہ ورنہ ای نسیم
شور دماغ مرغ چمن گل کی بو نہ ہو

گذرے سو گذرے اِن مین پر اب ای فلک
آیندہ یان تلک تو کوئی خوبرو نہ ہو

دل لیکے تجھے برق کے شعلے کو دیجئے
پر ہے یہ ڈر کہ اسکی بھی ایسی ہی خو نہ ہو

گل کی نہ تخم مرغ چمن کر سکے تلاش
ہم خام فطرتون سے تری جستجو نہ ہو

سودا بدل کے قافیہ تو اور کہہ غزل
اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

تجھ بن تو دو جہان سے کچھ اپنے تئین نہو
ہو وین نہ ہم کہین کے اگر تو کہین نہو

آزردہ خاطرونکی جو آنکھون سے نم چھنے
پیارے تمھارے ہاتھ کی وہ آستین نہو

دلدار اسکو خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہین کسو کی مرا یار کچھ کہو

غمزہ ادا نگاہ تبسم ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اسکے خریدار کچھ کہو

شیرین نے کوہکن سے منگائی تھی جوئے شیر
گر امتحان ہے اس سے بھی دشوار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اُنسے بھی تو یکبار کچھ کہو

اے ساکنان کنج قفس صبح کو صبا
سنتی ہی جائیگی سوئے گلزار کچھ کہو

سودا موافقت کا سبب جانتا ہے یار
سمجھین مخالف اسکو بھی اغیار کچھ کہو

عالم کی گفتگو سے تو آتی ہے بوئے خون
بندہ ہے اک نگہ کا گنہگار کچھ کہو

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہے کہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
ریائے زہد چھپے راز عشق رسوا ہو

بھرا ہے اسقدر اے ابر دل ہمارا بھی
کہ ایک لہر مین روئے زمین دریا ہو

جو مہربان ہین وہ سودا کو مغتنم جانین
سپاہی زادون سے ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

بوؤن مین تخم گل کو جہان وان ز قوم ہو ۔ پالون جو عندلیب قفس مین تو بوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھ سے اے نسیم ۔ یہ جا ہے وہ کہ یان دم عیسیٰ سموم ہو

اس درد دل سے موت ہو یا دلکو تاب ہو ۔ قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمین ۔ اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

اے نالہ مت سبک ہو نکلکر جگر سے تو ۔ مدت سے کر چکا ہے اثر کی نظر سے تو
دامن مکان اشک سے ہے دو قدم کی راہ ۔ آہین جیسا نہ سخت دل اتنے سفر سے تو

جو مرغ ز صیاد گل اندام قفس ہو ۔ جس طائر بے چین کو آرام قفس ہو
راضی ہے اسیری پہ تری چشم کا مائل ۔ اس شرط سے گر صورت بادام قفس ہو
چھوڑونگا نہ دامان اسیری کبھو صیاد ۔ ہر صبح رہائی ہو تجھے شام قفس ہو

شب کے تئین یہ روسیاہ خانہ بخانہ کو بکو ۔ دیکھون ہون تجکو مثل ماہ خانہ بخانہ کو بکو
ظلم کے تیرے ہین گواہ خانہ بخانہ کو بکو ۔ بسکہ پھرا ہون وا دخواہ خانہ بخانہ کو بکو
تجکو فقط چراغ شام ڈھونڈھے نہین ہے گھر بگھر ۔ پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو
سو نہین ہون جسکو منصفی جرم رکھے ہے سر بسر ۔ بسکہ ہوئی ہے تجکو راہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھی ہے جب سے خلق نے تجسے مری ملاقات ۔ مانگین ہین عشق سے پناہ خانہ بخانہ کو بکو
دل سے اٹھا کے دست صبر منھ سے ملونگا اسکا خون ۔ پوچھونگا اپنا جا گناہ خانہ بخانہ کو بکو

پھرتے ہین رات دن خراب گردش چرخ مین ہم
رشک سے تیرے مہر و ماہ خانہ بخانہ کو بکو

تمھاری فہم مین پیارے جو ہم ہین غیر یون سمجھو ۔ اگر سمجھے ہو بیگانون کو اپنا خیر یون سمجھو
کہا اُنسے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب مین ۔ جو تم اس دوستی کرنیکو سمجھے بیر یون سمجھو
زمین کو دیکھنا رنگین بھرا ہے خون عاشق سے ۔ اگر سمجھے ہو تم اسکو چمن کی سیر یون سمجھو
تواریخ جہلن سے شیخ جی ہم خوب ہین آگہ ۔ ادے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

بھلا مانے تو مت گفتار سے سودا کی ہی پیارے
کہ اسکی بات کچھ رکھتی نہین سر پیر یون سمجھو

ردیف ہا

کرون گرم باد دیدۂ تر نگاہ ۔ کہ ڈالے پھپھولا نہ رخ پر نگاہ

بچے کیونکہ تیغ نگہ سے ہلاک دل ۔۔۔ کرے دو جہان کو مسخر نگاہ
کسی کے یہ نرگس کا والہ ہے گل ۔۔۔ کہ مینا نہ کردے معطر نگاہ
ہوا زرد عاشق برنگ طلا ۔۔۔ تری کیمیا سے ہے بہتر نگاہ
نہین زخم سے اسکے واقف کوئی ۔۔۔ ہے باطن یہ برچھی لطیف ہر نگاہ
جو ہین ترک چشم اسکے ابلق سوار ۔۔۔ اٹھو نکا ہے نیزہ سراسر نگاہ
دل و جان کا حصہ برابر ہے یان ۔۔۔ جفا جو ہین مژگان ستمگر نگاہ
تسلی بھی ٹک دل کو اب کیا کرون ۔۔۔ کرے تھا تو آ کر جو اکثر نگاہ
کن آنکھیون سے دیکھو ہو جون غیر کو ۔۔۔ نہ کی یون کبھو تمنے ادھر نگاہ
کدر اسکے دل مین ہے مجھسے کہ اب ۔۔۔ کرے آئینے کو مکدر نگاہ
نہ آلودہ خون ہووے دامان برق ۔۔۔ نہ ہو خون عشاق سے تر نگاہ
سپر داغ دل کے سوا کیا کرون ۔۔۔ بھوین تیغ کھینچین ہین خنجر نگاہ

جو سودا نکلتا ہے تلوار سے
کرے ہے وہی کام اکثر نگاہ

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ ۔۔۔ بھیجین گے ہم بھی نامہ و پیغام گاہ گاہ
سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا ۔۔۔ دیتے نہین ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ
خورشید کیطرح سے یونہین ہر زہ گرد وہ ۔۔۔ نکلے ہی ماہتاب مرا شام گاہ گاہ
دیوار گھر کے یار کی مت ڈھا تو سیل اشک ۔۔۔ کرتا ہون اسکے سایہ مین آرام گاہ گاہ
جاوے وہ کب سے لگے مگر گھر رقیب کے ۔۔۔ لاتی ہے اسکو گردش ایام گاہ گاہ
طاقت ہین بھی مرغ چمن کچھ ہو آئی اب ۔۔۔ ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کہا سودا نے اس سے یہ
نکلے ہے یون ہی تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

گیا ہی جی تو نکل کب سے ہمصفیرون ساتھ ۔۔۔ یہ مشت پر ہی رہے ہین مرے اسیرون ساتھ
ہدف ہو آہ کے تیر سے پہ دل نہ بچے کیونکر ۔۔۔ نشانے اڑتے ہین ہر دم نگہ کے تیرون ساتھ
نکل چکا تھا سیاست سے ابروان کے دل ۔۔۔ اٹک رہا ترے مژگان کی دار گیرون ساتھ
کیا ہے قتل جہان کو جنھون نے باتو نین ۔۔۔ پڑا ہے دل کو سرو کار ان شریرون ساتھ

خدا پناہ مین رکھے دل ایسے ترکون سے
دعا کرین ہین یہ بے پیر اپنے پیرون ساتھ

جہان مین دیکھ کے طالع کی نارسائی کو
خیال سے نہ مجھے اب ہاتھ کی لکیرون ساتھ

ہزار طرح سے دیوین جا اُسے سودا
برابری نہ کرے گا بلور ہیرون ساتھ

بار ہا دل کو مین سمجھا کے کہا کیا کیا کچھ
نہ مری سنکے کبھو آپ بکا کیا کیا کچھ

عزت و آبرو و حرمت و دین و ایمان
روؤن کس کس کو مین یار وگیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہون یا کہ مین اب ہوش و حواس
ہوگیا اُسکی جدائی مین جدا کیا کیا کچھ

عشق کس ذات کا عقرب ہے کہ لگتے ہی نیش
دل کے ساتھ آنکھون سے پانی ہو بہا کیا کیا کچھ

سادہ روئی نے تو کھویا دل و دین سو دیکھین
خط کے آنے مین ہے قسمت کا لکھا کیا کیا کچھ

دخل کیا راہ محبت مین نکو نامی کو
آیا اس کوچے مین جو اُن نے سنا کیا کیا کچھ

والۂ و شیفتۂ و زار و حزین و مجنون
اپنے عاشق کو کل اسنے نہ کہا کیا کیا کچھ

گریۂ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندہ جام
ساقی اس دور مین تیرے نہوا کیا کیا کچھ

غرہ مت ہو کہ زمانے سے تری بن آئی
تھا وہ کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

شادی آئیگی نہ کر یار نہ جائیگا غم
آیا کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

سینۂ قانون و غنا نالہ و دل ہے مضراب
نکلے ہے ساز محبت سے صدا کیا کیا کچھ

دوستو حق مین ترقی و تنزل اپنے
کیا کہین ہم اے زمانہ سے ہوا کیا کیا کچھ

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے مین جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

سیر کی قدرت خالق کی بتان مین سودا
مشت بھر خاک مین جلوہ ہے بھرا کیا کیا کچھ

کہان وہ نور کا شمس و قمر مین ہے شعلہ
جو حسن یار کا اپنی نظر مین ہے شعلہ

نظر کرو وہ بنا گوش و گوشوار و نہین
کنز حسن کی ہر ایک گہر مین ہے شعلہ

غضب جو ذرہ دل اسکے مین ہو تو کم بخت جان
کہ سنگ مین ہے شرر اور شجر مین ہے شعلہ

شرر سے کم نہین آتا ہے گرم قطرۂ اشک
یہ عاشقون کی مگر چشم تر مین ہے شعلہ

سموم عشق کی تاثیر نے جلا مارا
تری بھی اے نفس سرد اثر مین ہے شعلہ

سدا تلاش مین یار و اُس آتشین خو کے
یہ رات دن مہ و خور کا سفر مین ہے شعلہ

ترے تو نالہ کی تکلیف ہم نفیر سے مجھے
کہ نالہ یاں نہین اس مشت پر مین ہی شعلہ

پڑا جلون ہون مین تنہا گھر اپنے مین تجھ بن
طرح اجاق کے دیوار و در مین ہی شعلہ

یہ تکمہ کی ہے جھلک یار کے گریبان پر
کہ جیسے مہر کا جیب سحر مین ہی شعلہ

جلون ہون رشک سے مین شمع بزم کی تیرے
جب اسکے دیکھون ہون آہ جگر مین ہی شعلہ

تبان کا عشق بھی سودا بڑا ہے شعبدہ باز
کہ دل کی سوخت کو اسکے ہنر مین ہی شعلہ

تجھ حسن کا یون جسکو مریجان ہے شعلہ
جیسے کہ ہر اک گبر کا ایمان ہے شعلہ

جلتا ہون سدا ہاتھ مین شانہ کے لئے دیکھ
اپنے تو لیے زلف پریشان ہے شعلہ

کون اٹھ گیا جان سوختہ مجلس سے کہ ہر شب
لگ لگ کے گلے شمع کے گریان ہے شعلہ

شعلہ کا یہ احوال ہے تجھ حسن کے آگے
تصویر کے جون شمع کا حیران ہے شعلہ

دیکھین ہین تپ عشق سے جسطرح مرے عضو
مین کیا کہون گویا یہ نیستان ہے شعلہ

ہے زیست کا اپنے بھی سبب داغ ہی اے شمع
جون زندگی تیرے کا نگہبان ہے شعلہ

رعد اسکو نہ سمجھون مین کچھو خو سے کسیکی
اکثر بفلک برق کا نالان ہے شعلہ

گر آتش گل کا چمنستان جہان مین
اے باد سحر تیرے بفرمان ہے شعلہ

سودا کا بھی سینہ ہے اک آتشکدہ جسمین
محکوم دم سرد کا ہر آن ہے شعلہ

خلقت کے نہ خلق اپنا پایا مین پسندیدہ
جز غم نہ کوئی دیکھا دل اپنے سے گرویدہ

سب خواب سے خلق اٹھے سن شور قیامت کو
طالع مرے کروٹ لین ایسے نہین خوابیدہ

عریان تنی اس تن کی سو جامہ سے بہتر ہے
گر عیب کسی تن کا جس تن مین ہو پوشیدہ

جب بدر نے منھ اپنا تیرا سا نہ بن آیا
شکل ابرو کی پیدا کی اس غم سے ہو کاہیدہ

کیون منھ کو چھپاتے ہو تم ہمسے مرے صاحب
کچھ حسن نہین وہ شے کیجے جسے دزدیدہ

وہ شوخ کہ جب مجکو باتون مین اڑاتا ہے
ہوتا ہون خوشی سے تب جون گرد مین بالیدہ

مت مجکو ڈرا واعظ محشر کی صعوبت سے
ہے مبدا صد محشر میرا دل شوریدہ

زاہد نے نہ کی تزئین رندونکی شرارت سے
دن عید کے باندھے ہے عمامہ بوسیدہ

ہستی سے کبھو اپنے جز اس دل پر خون کے
شیشہ مے گلگون کا دیکھا ہے نہ غلطیدہ

یان محفل شادی بھی غم سے نہ جدا دیکھی ‌‌ کیا شیشۂ مے رویا جب نے ہوئی نالیدہ

جو مردہین شکل اُنکی یون سطح زمین پر ہے ‌‌ تصویر ہو شیرون کی جون قالی ہین بافیدہ

تحریر مین سودا کی ہے جائے سخن کسکو
خامہ یدِ قدرت سے اُسکا ہے تراشیدہ

غم کا ہے پسر خواندہ اور درد کا پالیدہ ‌‌ مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہو زائیدہ

اس تپ کے طبیب اپنا موجب کو نہ سمجھے گا ‌‌ دامن رمق دم کا چھوڑا ہے تن تفسیدہ

مت مجکو ستا ظالم آمان مین کہتا ہون ‌‌ ہے تیر قضا نادان آہ دل رنجیدہ

مین جور بتون سے مل کچھ تازہ نہ دیکھونگا ‌‌ آنکھین مری اے ناصح ہین کہنہ ستم دیدہ

بکھرا ہے یہ تنگ آکر غم سے نے مرے سینہ کو ‌‌ دل سانس کے بھرنے مین ہوتا ہے خراشیدہ

بھیجا تھا دیا راُسکے مین نامۂ شوق اپنا ‌‌ کیا شرح کرون اسکی بہتر ہے وہ نشنیدہ

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین
قاصد کنے یون میرا ہے نامۂ پیچیدہ

نہین وہ روے عرقناک جنس آب زدہ ‌‌ چمن مین صنع کے اک گل ہے وہ گلاب زدہ

چمن مین کسکے صبا رخ سے اٹھ گیا ہی نقاب ‌‌ کہ گل مجھے نظر آتے ہین آفتاب زدہ

کرین ہین طالع بیدار یار سے ہمخواب ‌‌ سوا اپنے بخت ہین روز ازل سی خواب زدہ

رکھے ہی دل کو مرے اشتیاق سینہ مین ‌‌ کہ جیسے مرغ قفس مین ہو اضطراب زدہ

میکدہ مین ہی نہ اے بادہ کشان ہی شیشہ ‌‌ ہمنے جس سنگ مین دیکھا تو نہان ہی شیشہ

مے پیا کر جو ترقی ہو تری بخشش مین ‌‌ تیغ ہمت کے لئے سنگ فسان ہی شیشہ

دیکھکر بزم مین یارونکے نشست و برخاست ‌‌ شور قلقل نہین لبریز فغان ہی شیشہ

عیش یارونکو ہے رنجیدگی نازک دل ‌‌ ہاتھ سے انکے سدا گریہ کنان ہی شیشہ

ساقی مت آکے ستا مجکو تو ادھر ہی رہ ‌‌ ساغر عیش ہی جیدھر کو جہان ہی شیشہ

چشم نمناک و دل پر مین رکھون ہون تجھسے ‌‌ جام کیدھر ہے مرے پاس کہان ہی شیشہ

بادہ پیتے نہین محبوب سوا ہم سودا
عاشقونکا گرو حسن بتان ہے شیشہ

ہے زلف مین دل سیر امت کیجیو تو شانہ ‌‌ زنجیر نہ کھلجاوے ہے سخت یہ دیوانہ

مین تجھسے نہ کہتا تھا مت گھر سے تو نکلا کر
اب شور قیامت نے گھیرا ہے در خانہ

اے آتش گل تو ہی کر خس کو مرے اپنا
ہر چند مین گلشن مین ہون سبزۂ بیگانہ

کعبے کی زیارت کو اے شیخ مین پہونچونگا
مستی مین مجھے بھولے جبدن رہ میخانہ

تنہا نہ ہمارا ہے مضحک ہے تو اے زاہد
گیدی تری داڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

در خلق کے منھ پر مین باندھا ہے حباب آسا
تا دم ہے نہ کھولونگا ہرگز در کاشانہ

روزی کو نہو مضطر ٹک دیکھ تو گوہر کو
ہے ساتھ نصیبونکا ہم آب و ہمدانہ

ہر چند کہ سب عاشق مضبوط و جوان ہین پر
اٹھتا ہے دھوان جس سے سودا ہے سو مستانہ

یان نہ ذرہ ہی چمکتا ہے فقط گرد کے ساتھ
جلوہ گر نور ہے خورشید کا ہر فرد کے ساتھ

زخم کی طرح زمانے مین تو کاٹ اپنی عمر
خندہ یا گریہ جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ

کسطرح خانۂ گردون کی بنا ہو دلچسپ
معنی اس بیت کے اک ہم ہین سو آورد کیساتھ

قدر نہین دولت بے سعی کی تجھکو ورنہ
زر کو نسبت نہین عاشق کے رخ زرد کیساتھ

امن دو دل کو ہو یکجا بہ بساط دوران
چوٹ کھاتی نہین وہ نرد جو ہو نرد کیساتھ

تیغ چوبی سے کہان قبضۂ فولاد ہو نصب
نہ رہے صاحب جوہر کبھو نامرد کے ساتھ

ہم کہاتے ہین ترے بندۂ بے زر پیارے
گل نے بلبل کو خریدا ہے زر زرد کے ساتھ

صبحدم آج چمن مین بلبل جو سودا ہو
شعر بیٹھا وہ یہ پڑھتا تھا نپٹ درد کے ساتھ

دل کو چاہا مین کہ خالی کرون مانند حباب
ہو گئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ

تشنگی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ
وابستہ ہے طلسم جہان اپنے دم کے ساتھ

اٹھا ہوا نہ قافلہ دنیا مین اس سوا
جو یان سے اٹھ چلا سو گیا درد و غم کے ساتھ

کیا ربط خورمی سے کہ مانند طفل اشک
پائی ہے پرورش مرے دل نے الم کے ساتھ

تھا مردہ وہ کوئی کہ جو اس بزم سے گیا
مانند شمع سر بھی لگا کر قدم کے ساتھ

یون چاہیے انھین ہے جنھین عزم سلطنت
یا زیر پا سر رہے یا سر علم کے ساتھ

پروانۂ تجلی وحدت ہو ادھر دیکھ
نور چراغ دیر ہے شمع حرم کے ساتھ

لے ہی چلے ہو دل کو یہ خاطر مین ہے رہے
اک وقت مینے پالا تھا ناز و نعم کے ساتھ

ہے تخم دل زمین محبت مین ٹک سلوک — ابر مژہ ضرور ہے کشت الم کے ساتھ

سودا غلام لطف و محبت سے ورنہ یان
کن نے اُسے خریدا ہے دام و درم کے ساتھ

لٹی مے اُٹھ گیا ساقی مرا بھی ٹوٹ پیمانہ — الٰہی اسطرح دیکھون مین کن آنکھون سے میخانہ

بنا ہی اٹھ گئی یارو غزل کے خوب سننے کی
گیا مضمون دنیا سے رہا سودا سو مستانہ

ہون سرمہ کوری سے وہ چشم تر آلودہ — مژگان نہ رہین جنکے لخت جگر آلودہ
لب تشنۂ خون ہے دل اس خون کے قطرہ کا — جس سے نہوا مجھ بن دامان تر آلودہ
مت ہنس مرے رونے پر آمان مین کہتا ہون — ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ
جا عرش پہ لہرا وے خون قتل تمنا کا — ہووے لب زخم دل شکوے سے گر آلودہ
آلایش ہستی مین کیونکر ملون جانا نسے — ٹک رہ کہ ابھی ہون مین گرد سفر آلودہ
مت ساتھ رقیبون کے مجکو نظر آیا کر — ڈرتا ہون نہو سرزد آہ شرر آلودہ
سودا سے کہا مینے کیون تجسے نہ کہتی تھے — لب عشق کے ساغر سے ظالم نہ کر آلودہ
اب دیکھ تو حال اپنا ٹک رحم کی نظرونسے — ناحق کی بلا مین تو ہے کس قدر آلودہ
آنکھین تری رکھتی ہین دامان و گریبان کو — خوناب کے قطرونسے شام و سحر آلودہ
جس سمت نگہ کیجے اودھر نظر آتا ہے — لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ
جب مین تجھے سمجھا کر رو رو کے یہ کہتا ہون — کہتا ہے نہووے گا بار دگر آلودہ
لیکن یہ نصیحت سے ہے بیفائدہ کیا حاصل — یہ ہے کہ ادھر دھویا اور پھر ادھر آلودہ
اس بات مین اے نادان بتلا کہ مزا کیا ہی — پاؤن سے جو تو خون مین ہے تا بسر آلودہ
جسوقت غرض ان نے یہ بات سُنی مجھسے — اتنا ہی کہا بھر کر آہ اثر آلودہ

لذت کو ہلاہل کی کیا اُنکو بتاؤن مین
ہے کام و دہن جنکا شہد و شکر آلودہ

نیند سے اُٹھے ہے جب دم دیکھے ہی تو آئینہ — دے ہی باد صبح کو گلزار کے بو آئینہ
حسن لاثانی کا تیرے دوسرا ہوگا شریک — دیکھ پاویگا کہین گر تیرے منھ کو آئینہ
چاہتا ہے سینہ کو اسکے گریبان مین چاک چاک — ہاتھ مین شانے کے جب دیکھے ہی گیسو آئینہ

باز رکھے گا تماشے سے مجھے گلزار کے — رو برو ہوئیگا گر پاوے گا قابو آئینہ
فیض تیرے حسن کا یہ عام ہے اے مہر وش — عکس رو تیرے سے ہو جاتا ہی مہر آئینہ
اسقدر ہے شوق نظارہ سے اپنے یار کو — رو برو دیکھوں ہوں اسکے یا بہ پہلو آئینہ

کیا لگا لیتا ہے مہرویون کو سودا آپ سے
چشم مین اپنے مگر رکھتا ہے جادو آئینہ

حسن سے اسکے اسے دے ہے خبر آئینہ — در پئے جان ہماری ہے مگر آئینہ
عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا جسمین — حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ
عشق سے صاف دلونکو نہین تازی نسبت — رہے تھا سنگ مین پہلوے شرر آئینہ
منعکس جلسے ہے خورشید سے منھ کا تیرے — سمجھے ہے آپ کو ہم چشم قمر آئینہ
پانی بھر آئے ہے آگے ترے اسکے منھ مین — دیکھے ہے تجھکو باندازِ دگر آئینہ
عکس تیرے کے تری تیغ نگہ کے ڈر سے — منھ پہ فولاد کے روکے ہے سپر آئینہ

خودنمائی پہ سدا اہل جہان کے سودا
دیدہ پر آب ہو کرتا ہے نظر آئینہ

لیتا ہے تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ — بازی نہ جان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ
کیا کیا ملی ہین خاک مین یان صورتین کلال — گردش مین اپنے چاک کے گل لے سمجھ سمجھ
خورشید کی کرن سے نہین کم دلا تو دیکھ — خوبون کی پگڑیون کے پیچ تلے سمجھ سمجھ
قابل نہین ہے کوئی ملاقات کے دلا — ملتا ہے گر کسی سے تو مل لے سمجھ سمجھ

زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا +
جا مدرسے مین کھینچ تو چلے سمجھ سمجھ

آ پہونچ ساقی کہ پھر ایام کب آتے ہین یہ — فصل گل کے پھر گئے دن کچھ چلے جاتے ہین یہ
اسقدر بانکے ہین اے ظالم تری پگڑی کے پیچ — دل مرا اٹکا ہے زلفون بیچ بل کھاتے ہین یہ
کیونکہ غمازون سے سمجھون آہ یون کہدینگے پھر — منھ لگاتے تم نہین غیرون پہ جھنجھلاتے ہین یہ
دل تو ہے آفت طلب پر کور ہو جاوین چشم — جو بلا ملتی ہے انسے اسکو دکھلاتے ہین یہ

غیرت عشق آگے اے سودا تو پروانے سے سیکھ
شمع سے اپنا بھی ملنا دیکھ جل جاتے ہین یہ

دل کو ٹوٹے نہ گرا اے آئینہ رو ہاتھوں ہاتھ
جنس یہ وہ نہیں جو ہووے [illegible] ہاتھوں ہاتھ

روٹھ چلتے ہیں اگر ہم تو وہیں مہر و وفا
کھینچ لیجاتے ہیں پھر یار کے کو ہاتھوں ہاتھ

ہاتھ کیونکر نہ میں اس رشک سے کاٹوں اپنے
لے گیا شانہ تری زلف کی بو ہاتھوں ہاتھ

وسعت اتنی نہیں رکھتی گل و غنچہ کی بہار
تجکو [illegible] جام و سبو ہاتھوں ہاتھ

تجکو یوسف کی خبر ہے کہ نہیں اے یعقوب
بک گیا مصر میں [illegible] ہاتھوں ہاتھ

شب نہ پاؤں سے آلگتی [illegible]
[illegible] تو ہاتھوں ہاتھ

ناصحو تار بتار اب کے کرے گا اسکو
گو کیا تمنے [illegible] ہاتھوں ہاتھ

شیخنا بزم میں رندوں کے چھپا اپنی ریش
گر ترک [illegible] لیجاویں گے [illegible] ہاتھوں ہاتھ

شاہ مردان تری امداد کرے تب سودا
باندھ لے چل سکے جو تیرا ہو عدو ہاتھوں ہاتھ

تجھسے یہ لیے پھرنا تلوار بہت تحفہ
مقتول سے عشق اوپر اصرار بہت تحفہ

بیمار کو تجھ غم کے دینی تھی دوا کوئی
کیا کہیے غرض تجھسے وہ غمخوار بہت تحفہ

دیکھے سے شفا جنکے ہوتی ہے مریضوں کو
رہتا ہے ان آنکھوں کا بیمار بہت تحفہ

احوال مرا کہہ کر مسرور کیا اسکو
اغیار تو تجھسے ہی تھے پر یار بہت تحفہ

دل معنی رنگین سے لبریز ہے سودا کا
اس غنچہ میں چھپے ہے گلزار بہت تحفہ

سودا سے کہا مینے کچھ ہم تجھے سمجھے تھے
پر تو تو نظر آیا اے یار بہت تحفہ

راز اپنے چھپا ہمسے غماز سے کہہ دینا
اخفا تو عجب تھا ہی اظہار بہت تحفہ

وہ شوخ کہ لب جسکے ہیں تشنۂ خون ناحق
بوسے کی طلب اس سے ہر بار بہت تحفہ

معقول ہیں یہ باتیں ہو جسمیں لہو کی بو
اے زندگی اپنے سے بیزار بہت تحفہ

سنکر یہ سخن مجھسے بولا بہ تبسم ہو
دیوانے تو ہم تجھے ہی ہشیار بہت تحفہ

جب خوش ہو تو دے گالی اک بار سو یہ تحفہ
رنجش تو کہوں کس سے ہے پیار سو یہ تحفہ

چپ ہو تو بدی دلمیں بولے تو زبان اوپر
خاموشی میں وہ خوبی گفتار سو یہ تحفہ

ہر دم کے تفحص سے دم ناک [illegible]
غم اپنے کی وہ صورت غمخوار سو یہ تحفہ

صبر و دل و دین طاقت دکھلا کے سے اذیت کے ہین جان مین رفیق اپنے دو چار سو یہ تحفہ

اس دل کو شفا کیونکر ہو عشق کی بیماری سے آزار کا مذہب اپنا بیمار سو یہ تحفہ

اب شیخ کی تسبیح و سجہ پہ کیونکر نہ ہنسین یاران اُڑا دے ہی یہ سودا زنار دستہ رسو یہ تحفہ

سن شعر کو سودا کے منہ پھیر لگا لینے آفاق مین دو شہرا اشعار سو یہ تحفہ

غیر پہ نت ہے کرم ہم پہ ستم واہ واہ دیکھ لیا بس تجھے ہم نے صنم واہ واہ

مہر کرے یا جفا جس مین ہو اسکی رضا اسکی رضا مین سدا گذرے جو دم واہ واہ

سبز کیا کشت کو برس کے عالم کے تو خاک تو اودھر بھی کبھو ابر کرم واہ واہ

خانہ بہشت سب کے دیکھتا نہ دنیا کو مرے کہتے ہین نت ساکن دیر و حرم واہ واہ

سبزہ خط کی ترے وصف مین مجھ نطق کو سُن کے کہے طوطی باغ ارم واہ واہ

خاک نشینی کی راہ یون ہو کہ ہو کر فنا اُٹھیے نہ جاگہ سے جون نقش قدم واہ واہ

کہنے لگے ریختہ جو کوئی سودا کی طرح اوس پہ زمین سے ہو تا لوح و قلم واہ واہ

شیخ تو کعبے کو پہونچے ہے کرامات کی راہ حرم دل کو جو پہونچا سو خرابات کی راہ

ہرگز اُس بت مین نہین وعدہ خلافی یارب کن نے روکی ہے مری قبلہ حاجات کی راہ

زلف کے پھیر سے دل چاہ ذقن مین ڈوبا اسلیے کہتے ہین چلنی ہے بُری رات کی راہ

پھوٹ نکلے ہین مری پشت قدم پر سے خار آہ پیدا نہوئی تس پہ ملاقات کی راہ

اے دل اُسکے تو نہ ہو بات نکلنے کی طول وہ دہن تنگ ہے اتنا کہ نہین بات کی راہ

کس صنم نے یہ بھلایا ہے طریق دین کو اپنے زاہد نے فراموش کی اوقات کی راہ

ناصحو دل تو گھرائے یہ دیا مین کسکو پر نہ سمجھو زرہ عشق مدارات کی راہ

باز آ پھرنے سے اب کوچے بتان کے سودا جب نہ تب چلتے مین دیکھا تجھے آفات کی راہ

ردیف مثناۃ تحتانی

نہ دے عاشق نہ دے معشوق جتنین ہو نہ کچھ خامی عبث لی ہمنے اب دنیا مین سر اپنے یہ بدنامی

اثر نے اشک مین پایا ہون نے تاثیر نالے مین
ارادہ عشق کا فتنے سے ہے یا این بے سرانجامی

تجھے جو کہئے ظالم اُسکے تو برخندہی کہتا ہے
خدا جانے بلا کیا لائیگی یہ بیغرض خودکامی

چلے ہے حسن ظالم سے کوئی بس عشق بیکس کا
حمایت اسکو کسکی اور اسکے آگے مین نامی

فلک نے فتنہ تو کیا کیا ہم پہ ہجا ہی نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو سب سے ہے برا نامی

مین اسکو شرح سوز دل کہو کسطرح کہہ بیٹھون
زبان شمع تک کٹتی ہے وان اسکے پیغامی

اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہین سکتی
ہما کیا باز دست نامراد پردہ جو نہو دامی

ہوئی ہے میخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج
بجا ہے اب جو سر ملا کو کہئے مولوی جامی

فقیر اب جا بنے سودا ہوا ہے کیسی آکھ بیر
سنا ہے آج یون کپڑے رنگے مین ان نے بادامی

بولا وہ جسنے تیری تصویر نظر آئی
یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

وے نالے جو موم اکثر کرتے ہین پہاڑونکو
آگی نہ ترے دل مین تاثیر نظر آئی

مین رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا
گرد رہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی

حلقے جو پڑے باہم ہے جاے گرفتاری
آنکھون ہی کے لڑنے مین زنجیر نظر آئی

دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرو ہم کو
اس امر مین اپنی ہی تقصیر نظر آئی

کچھ اسکی نگہ کا یک مین ہی نہ مسخر ہون
مجکو دو جہان کی وان تسخیر نظر آئی

مستون کا سخن ہمکو سودا یہ بہت بھایا
واعظ کی تو باتون مین تزویر نظر آئی

سودا کی مرے جسکو تدبیر نظر آئی
شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی

مقتل پہ مرے آکر انصاف لگا کہنے
تقصیر سے یان آکے تعزیر نظر آئی

نامہ کا جواب اپنے آتے نہ کبھو دیکھا
قاصد ہی کی گلیون مین تشہیر نظر آئی

کرتے ہو مداوا کب بیمار غم اپنے کا
جب کام ہوا آخر تدبیر نظر آئی

دل پھیر نہین سکتے تجھسے وہ دعا ہرگز
جس سے کہ یہان پھرتی تقدیر نظر آئی

ہے گردش چشم اسکی حلقہ در محشر کا
موج خط پیشانی زنجیر نظر آئی

اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا
سو غنچہ کی وان صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضائع خدمت مین مہوس کی
خاک اپنی ہی جب چھانی اکسیر نظر آئی

دیکھی نہ بنا ہمنے وہ قصر فریدونکی
جو اپنے خرابہ کی تعمیر نظر آئی

صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو
اک اس مین نہ تیری سی تصویر نظر آئی

اس زلف کو جب دیکھا مین ہاتھ مین سودا کے
بچھڑے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

یار کا جلوہ مرے کیا شہرۂ آفاق ہے
جسکو سنتا ہون سو وہ دیدار کا مشتاق ہے

ذات پر اس شوخ کے بس ختم ہی معشوقیت
جو بشر دنیا مین ہے منجملۂ عشاق ہے

ان لبون کے قابل دشنام مجھ جیسا نہین
یہ تلطف ہو کرم ہے مہر ہے اشفاق ہے

صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا
تو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے

فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا ناصح تجھے
زندگی سودا کو اب عشق کرنی شاق ہے

سنگ پر چینی کو پٹکو گر صدا منظور ہے
دل کو عاشق کے یہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے

لوگ کہتے ہین پری کہتا ہون مین یہ حور ہے
فی الحقیقت دونون سے جلوہ صنم کا دور ہے

کوئی تو سمجھے ہے اس چہرے کو مہ اور کوئی مہر
ہم تو سمجھین ہین فقط اللہ کا یہ نور ہے

اے خیال یار اس سینے مین اب مت رکھ قدم
شیشۂ دل سنگ سے ہجران کے چکنا چور ہے

دل نے تو میرے سراپائی پر اب حیران ہون ہائے
آئینے کو اتنے منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے

دل تو نالے کی ہوس رکھتا ہی اسکے سامنے
سانس لینے کا دیوانے وان کسے مقدور ہے

آخر اکیواسطے سودا کو ہر دم مت ستا
عاشق رنجور ہے مجبور ہے مہجور ہے

مین تجھسے کہہ نہین سکتا سخن ای یار نازک ہے
نہ باندھا اس دل کو اپنی زلف سے وہ تار نازک ہے

ہمارے دل کے لینے پر تلی ہین یار کی آنکھین
کہو کیونکر نہ دو نین خاطر دلدار نازک ہے

کہون کیا موجب غم تجھسے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا ہی غم سوائے غمخوار نازک ہے

ادا کر اس چمن مین نالہ ٹک آہستہ اے بلبل
نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے

کرون مین حال کس کسطرح ظاہر سخت مشکل ہے
کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے

مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پہ
سمجھ نادان کہ تار دوستی بسیار نازک ہے

بتون کی بات پر کیون چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنار نازک ہے

جب یار نے اٹھا کر زلفوں کے بال باندھے
تب میں نے اپنے دل میں لاکھوں خیال باندھے

دو دن میں ہم تو ریجھے اے وائے حال اُنکا
گذرے ہیں جنکے والکو یاں ماہ و سال باندھے

تار نگہ میں اُسکے کیونکر پھنسے نہ یہ دل
آنکھوں نے جسکی لاکھوں وحشی غزال باندھے

جو کچھ ہے رنگ اُسکا سو ہے نظر میں اپنی
گر جامہ زرد باندھے [illegible] لال باندھے

تیرے ہی سامنے کچھ بہکے ہے میر اپنا
ورنہ سنا ہے ہم نے [illegible] بال باندھے

بوسے کی تو ہے خواہش پر کہیے کیونکہ اُس سے
جسکے مزاج لب پر حرف سوال باندھے

مارو گے کسکو جی سے کس پر کمر کسی ہے
پھرتے ہو کیوں پیارے تلوار ڈھال باندھے

دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا
مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے

سودا جو ان نے باندھا زلفوں میں دل سزا ہے
شعروں میں اُسکے تو نے کیوں خط و خال باندھے

کیا کہیے جو اس شوخ کی اوقات ہوئی ہے
انسان کا اُسے قتل تو اک بات ہوئی ہے

نوروز کو چہرے نے ترے یار ہرایا
زلفوں سے شب قدر بھی اب مات ہوئی ہے

مجھ چشم کی جھڑیوں نے ڈبو دی ہے اک خلق
کیا دشمن آفاق یہ برسات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں شب نیند جو اچٹی
معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے

کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے
میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے

اے شیخ نہیں تم میں تو اک پشم کرشمہ
داڑھی کی بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے

دعوائے غلامی تو ہے اک خلق کو تم سے
کچھ بندگی سودا کی بھی اثبات ہوئی ہے

نہیں جہان میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے
نباہ تجھ سے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے

رفو ہوا جو گریبان مرا تو کیا ناصح
جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

طلب کرو ہو دل اس منہ پہ گالیاں دیکے
وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے

بچشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ
سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے

میں کہہ تھکا کہ تو اس شوخ سے نہ مل اے دل
شرر یہ ہے اثر یہ ہے جنگجو یہ ہے

غرض نہ ہم سے ہے اُسکو نہ غیر سے مطلب
ملے ہے گرم جو ہر اک سے اسکی خو یہ ہے

عجب نصیب لے اُترا ہے آئینہ لے یار
کہ اسکو جب کوئی دیکھے تو رو برو یہ ہے

ڈرا تو ہمکو نہ تیغ سے یہ ہاتھ رکھ رکھکر
قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

یہ اپنے یار نے تیغے لگا پھرے سودا
جو وہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے

محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے
سدا یہ برق ظالم گرد مشت کاہ پھرتی ہے

ہوئی تاثیر اسکے دلمین نالے سے رقیبونکے
اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے

یہ دل مین آئے ہے کہ ٹوئمین سینہ شانہ سا اپنا
تری زلفون مین کنگھی جس گھڑی ناگاہ پھرتی ہے

سنے جون تجکو رکھ حجام سے اب صلح اے زاہد
کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے

چلین کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر
کہے یہ بات وان سے میکدہ کو راہ پھرتی ہے

خدا کے واسطے باز آ ستانے سے مرے دل کو
کہ اب تاثیر اسکے آہ کی ہمراہ پھرتی ہے

کہون کیا تجسے اے سودا خرام ناز مین اسکا
دلون کو ڈھونڈھتی آفت ناگاہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے
بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

مجکو سونپا ہے زمانے کے تئین قسمت نے
دست نامرد مین شمشیر بہت اچھی ہے

نیکلے کعبے سے کیا سیر مین میخانہ تک
خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے

ذکر کو عیش کے کہتے ہین کہ ہے نصف العیش
ہجر مین وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف مین تیری مین اسواسطے دل سونپا ہے
اس دیوانہ کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے

کیون ہے خاموش مری طرح چمن مین بلبل
تیرے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے

کام دیکھا مین بہت مانی و بہزاد کا یار
آنکھون مین تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے

نیک و بد سے نہ کرون اپنے لکھے کا شکوہ
جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

جلنے ہین کام ترے سونپ خدا کو سودا
تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

عاشق تھا کبھی تجھپہ یہ پھر دل تو وہی ہے
گو عشق نہین اسمین ولے دل تو وہی ہے

خورشید کو کیا رنج جو ترا چہرہ وہ ہو دے
عکس آئینہ مین دیکھ مقابل تو وہی ہے

کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو تجھ کام
گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے

ہو دینگے ترے کوچے مین یون تو ہزارون
میرا جو دل ایک نہین بسمل تو وہی ہے

خوانیے کو تبدیل گر آ سکے تھی جو تجھ مین
اب میری ملاقات کی حائل تو ہی ہے

کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
جو چاہیے آگاہ سو غافل تو ہی ہے

کیا جانیے جو تجھ مین ہے اچھے [illegible]
جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے

خواری کا نہ کر اپنے دلا یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق مین کامل تو وہی ہے

سودا کی اذیت سے ہوا کیا تجھین حاصل
جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

کیا کہیے اپنا حال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
دل مین مرے خیال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہم نے زیر چرخ
اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا گفت و گوی برہمن و کیا کلام شیخ
ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کس خوبرو سے یار کو تشبیہ دیجئے
وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ
اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

شعر و سخن تو سودا پہ موقوف کچھ نہین
اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

گذشتہ حسن کا ابتک نشان باقی ہے
نہوں فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے

امید جینے کی اپنے کہان ہے بلبل کو
چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے

سہی قدون کا نہو کام قامت خم سے
گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے

مری تو سن لے کہ مانند شمع بزم اخیر
نکل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے

ہوئے نہ ہم سے جہان مین تو گو نہوں اے یار
تو رہ جہان مین کہ تجھسے جہان باقی ہے

خط آچکا ترے اپنی گئی نہ سادہ دلی
کہ جھوٹے عہدون پہ ابتک گمان باقی ہے

اسی ہی مجھلے مین روز و شب ملے سودا
بدن مین جب تئین میرے کہ جان باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت
نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہی

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئین تمکین ہی
سر تا بقدم کافر بے دین نمکین ہے

قطرات عرق کا ترے عارض پہ ہے وہ لطف
جون پہلوے مہ خوشۂ پروین نمکین ہے

کب یہ گل و رنگ یہ گلشن مین مزا ہے — فندق سے جو وہ دست نگارین نمکین ہے
یہ حسن کبھو شمع کے شعلے مین نہ دیکھا — جون سر پہ ترے طرۂ زرین نمکین ہے
میٹھا جو لگے بوسے لئے پھر اسکی تو کیا بات — ہو ترش تو حرف لب شیرین نمکین ہے
کب چاشنہ خواران جفا مہر طلب ہین — اس دل کو تری دشمنی و کین نمکین ہے

سودا یہ مرے شوخ کو کیا چاہیے زینت
جون مہر بن آرایش و تزئین نمکین ہے

دل جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے — دیکھو تو کہین کوئی خریدار ہنر ہے
نا قدر شناسی سے خلائق کے جہان مین — جسکو ہنر آیا اُسے انکار ہنر ہے
آیا نہ ہنر وہ کہ پھرین جس سے گئے بخت — اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے
عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اُسکا ہے عاشق — دلبر ہے ہنر جسکا وہ دلدار ہنر ہے
کعبے کو نہ پوجون مین ہنرمند کے ہوتے — اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
اظہار ہنر وان نہ کرون ہو نہ جہان قدر — دل اہل ہنر کا ہے سو غمخوار ہنر ہے
روکا ہے تغافل نے ترے مجکو تہ دام — صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے
دیکھی نہ ہنرمند کی مین قدر جہان مین — اے واے بران دل جو طلبگار ہنر ہے

رنگین سخن اُسکے نے دل خلق کو موہا
سودا یہ مگر طوطی گلزار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمین نہ ذرہ بھی نم رہے — دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے
ٹک ٹھیرہان قافلے سے کہدے اے صبا — ایسے ہی گر قدم ہین تمھارے تو ہم رہے
قسمت حرم کو لے چلی ابلہ نسے تا بدیر — شاکر رہین گے دوست سے تا دم مین دم رہے
غم سے ہوئی ہے کارروائی یہ دل کی بند — چلتے ہوے اب اشک ہی آنکھو نسے تھم رہے
رکھ سر کو اپنے شمع کے مانند زیر تیغ — عاشق ترا وہی ہے جو ثابت قدم رہے
مفلس ہمین نہ بوجھ جو رکھتے نہین ہین کچھ — خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے

سودا ہے کیا طلسم زمانے کا اعتبار
سے نے جام ہی رہے ہین جہان مین نہ جم رہے

نکل پہلو سے میرا دل جو تیری کو مین بیٹھا ہے — سمجھکر چھیڑ لو دیو انہ اُو ہو مین بیٹھا ہے

گذر آئینہ ہو بیٹھا ہے تاب رخ سے جب تیرے
تو عکس اسمین یون جون مہر آب جو مین بیٹھا ہے

سدا آشفتہ ہووے بوے سنبل سی دماغ اسکا
کہ دل جسکا تمھاری زلف عنبر بو مین بیٹھا ہے

جو ناصح مانع وصل بتان ہے خوب ہونے دو
بجا کہتا ہے کب وہ صحبت مہرو مین بیٹھا ہے

لگا دون مین ٹھکانے غیر کو پر ہے خدا کا ڈر
کہ غافل اس سے تو اور وہ مرے قابو مین بیٹھا ہے

نہ بیٹھے ننگ سے پھر وہ کسیکے پاس دنیا مین
تمھارا تیر جسکے اے بتان پہلو مین بیٹھا ہے

مین بندہ ہوگیا سودا اب اس نازک خیالی کا
کہ یار اپنے کو سمجھون ہون مرے پہلو مین بیٹھا ہے

ناصح جفاے عشق اگر مین سہی سہی
تو نے بھی کچھ زیادہ نصیحت کہی کہی

دریاے عشق کیا مین بتاؤن کہ جسکے بیچ
کشتی بھرے سہے عقل کی تیری بہی بہی

یہ دل نہ کھول زلف سے ظالم خدا کو مان
لاکھون گرہ جہان مین تو یہ بھی رہی رہی

پکڑے ہے تیرے ہاتھ کو ہر اکدم رقیب
ہمنے بھی گو کمر تری ذرہ کہی کہی

سودا تو چہرے کو ترے سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہین گو کہ اسکو مشعل سب یہی یہی

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے
اس رات خدا ہی ہو تو ظالم وہ سحر لے

بیغمبر حسن آکے تجھے بولین گے عشاق
قرآن کی صورت جو خط اس رخ پہ اتر لے

ہے تنگ زمانے مین بہت عمر کا عرصہ
اسمین عمل نیک کیا چاہے تو کر لے

دکھ دے نہ کسی دل کے تئین باغ جہا مین
گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے

خاک اسکی پرکھ پر جو کوئی جوہری ای شوخ
آگے لب و دندان کے ترے لعل و گہر لے

جون خضر ہوس عمر ابد کی نہین مجکو
اک دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذر لے

دیکھا اسکو اکیلا جو کیا عرض تمنا
بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو مین سودا سے کہ حال اسکے جی کا
اتنا مین کہا بھر کے دم سرد اگر لے

اے تڑپ چین تو بسمل کو کہین ٹک بھر دے
یہ نہو خون سے کہین دامن قاتل بھر دے

بادہ پینے سے تو خوگر مین نہین ہون اے مغ
ہو کسی شیشہ مین لوہو تو مرا دل بھر دے

لے زمین تا بفلک خون سے بجھ بن یہ چشم
گر ڑے دل سے کے اگر آ جاوین نہ حائل بھر دے

اُسسے امید ہے ٹانکون کے مرے زخمی کو
ٹوٹے شمشیر تو قیمت کے لیے گھائل بھر دے
ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
آمین چھلنی چھپا کر تجھے غافل بھر دے
ساغر ماہ مین جون نور بھرے ہے خورشید
ساقیا جام مجھے آکے مقابل بھر دے
دیکھ کہتا ہون تو اس ضد سے مراجی مت کھو
توڑون ہون سر کے تئین لیکے ابھی سل بھر دے
دام سودا کے ہین کچھ پرگنہ زلف کے بیچ
شانے کے پاس اجارے کہو حاصل بھر دے

ورنہ دو باندھ کے لٹکا کہ یہی ہے معمول
یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھر دے

دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
مانی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی
لخت جگر مژہ سے کرے کیا یہ دیکھیے
آتش کو یہ سنا ہے کہ نمناک سے بنی
ممکن نہین برار ہو خاشاک و شعلہ مین
صحبت مری نہ اُس بت بیباک سے بنی
ناصح کی تار و سوزن و بخیہ کو ابکی سال
ہرگز نہ میری جیب کے اک چاک سے بنی
مسواک تو کرے ہے دہن مین جو زاہدا
لیکن یہ مین سنا ہے کہ وہ تاک سے بنی
صحبت مین اپنی بنتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی تو مجھ دل غمناک سے بنی

ایسی بنی کہ ہو گئی یکسان زمین کے بیچ
سودا یہ جسم زار کی تب خاک سے بنی

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیان چلے
اک ہم صفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے
کیا لے لیا تھا ہمنے اُلجھتا جو کوئی خار
جون گل ہم اُسکے باغ سے دامن فشان چلے
ہر بات مین ہے ایسی کتر بیونت اسکو یاد
مقراض کی طرح سے کہ جسکی زبان چلے
غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بیخطر
کر خوف ایسے تیر سے جو بے کمان چلے
جانیکو اپنے گھر سے کہے تھا تو اور ہم
دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میان چلے
سینہ مفارقت سے نہ ہو رفتگان کے داغ
آتش فشان رہے ہے کہ جب کاروان چلے

راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جسکے بیچ
جسطرح پیر جاے ہے وونہین جوان چلے

جاتے ہین لوگ قافلے کے پیش و پس چلے
دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے
کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ
جمعیت دلی پہ ترے پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا
مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے

نکلا جو دل سے نالہ تو سینہ سے دو چھٹے شک
سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے

صیاد اب تو کیجیے قفس سے ہمیں رہا
ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اُس گلی میں سر سے یہ سودا گذر چکا
کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

یار جس سے خوش رہے مجکو وہ آئین چاہیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دین چاہیے

مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے
چہرۂ خورشید کو دستار زرین چاہیے

چین جبین گر ہے تو دے لب پہ تبسم کو جگہ
بادہ کش ہیں ہم گزک کو ترش و شیرین چاہیے

ہم دعا تو مانگیں اپنے حق میں پر ساماں کہاں
لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آمین چاہیے

میں کہا اُس شوخ سے ہم بھی کبھو ہوں شادماں
ہنس کے یوں بولا دل عاشق تو غمگین چاہیے

ہاتھ پر اپنے حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب
حسن دیوے حق جسے کیا اُسکو تزئین چاہیے

اب تو سودا کی سبک وضعی پہ اے ناصح بجا
جو کوئی ہو شیخ و زاہد اُسکو تمکین چاہیے

نہ تیرے پاٹ و امن کا نہ اُسکی آستین ڈوبی
یہ رویا خون میں شب تا صبح کہ ہر چین جبین ڈوبی

کریگا غرق عالم کو غرور حسن کا دریا
اگر آئینہ میں اُسکی نگاہ شرمگین ڈوبی

سخن اب لعل لب پر اُسکے اس خوبی سے آتا ہے
کہ تیری قدر و قیمت سب اے حرف نگین ڈوبی

ملا جنت میں یارب ہمسے تو اُس رشک جنت کو
نہیں تو اشک خونیں سے یہ فردوس برین ڈوبی

جہاں میں اک بت چین کا میں شہرہ اب نہیں سنتا
مگر اے یار میرے رشک سے پانی میں چین ڈوبی

ندی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پر ہو
جو میں گذرا یہ خاطر میں کہ سب روئے زمین ڈوبی

بہا دریا مری آنکھوں سے اور اُسکو نہ رحم آیا
مگر تاثیر کی کشتی خبر لو تو کہیں ڈوبی

لبان شمع جسکا عکس آب طشت میں ہووے
ہمارے اشک میں اس طرح آہ آتشین ڈوبی

لے آئے گوہر نایاب ہی دریائے معنی سے
کہ جب غواص ہو سودا کی یہ فکر متین ڈوبی

دل تو کیا گر طلب جان ترے من میں ٹھہرے
گر نسا جی ہے پھر ایسا کہ بدن میں ٹھہرے

سیر کر باغ کی جس وقت پھرے وہ گلرو — مار ڈالو تو نہ اک مرغ چمن مین ٹھہرے
کیا کہون اس دل صد پارہ کا غنچے سے راز — کہئے اُس سے کہ سخن جسکے دہن مین ٹھہرے
یار کا ہے وہ بنا گوش کہ جسکے آگے — تاب کیا ہے جو صفا دُرِ عدن مین ٹھہرے
تا بہ نقد وہ جہان اُسکو نہ بیچین عطار — بو ترے زلف کی گر مشک ختن مین ٹھہرے
بیقرارونکو ترے چین کہان بعد از مرگ — ایک اُنمین نہین ایسا کہ کفن مین ٹھہرے
شمع رویان کی اگر اُٹھ چلے تو مجلس سے — نہین امکان کہ تا شمع لگن مین ٹھہرے
کوچۂ عشق مین ثابت جو رہے تو جانین — مانین عاشق نہ اسے جو کوئی رن مین ٹھہرے

گر زبان سے تری الفاظ نہ بندش پاوین
معنی کسطرح سے سودا کے سخن مین ٹھہرے

کیا کیا تھے چاؤ دلمین جب آئے تھے عدم سے — کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے
محفل تری مبارک ہو تیرے دوستونکو — تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے
اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر — واژون ہے عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے
احمق ہین وہ جو تیری بھولین ہین کجروی پر — ٹک اسطرف نظر کر یہ بات اور ہم سے

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے
یہ ساری خوبیان ہین سودا کے دم قدم سے

یا تو جاتے رہے اے یار ہمین دنیا سے — یا سر و کار محبت ہی کہین دنیا سے
شکل آئینۂ شکستہ دلون کے روشن — دیکھ دنیا کو گئے چین بجبین دنیا سے
دم نہ مارا ہین کسی کام مین مانند حباب — اُٹھ گیا مار دم باز پسین دنیا سے
ہرگز اُٹھین نہ کوے یار سے جون نقش قدم — تا فنا ہو نسکین خاک نشین دنیا سے
یاد مین یار کے جو آپ کو بھیجین ہین فنا — نے غرض دین سے نے انکے تئین دنیا سے
گھر خراب اور کا گو کرکے بنائی مسجد — دین ان باتون مین ملتا ہے کہین دنیا سے

صحبت شعر و بکف جام و صراحی در دست
اس سوا سودا کو کچھ کام نہین دنیا سے

چوڑائی مین ٹک اپنے عدو اور بھی جم لے — لمبا کرون ہون دیکھ تو کیسا نجھے دم لے
ہم رندون نے بخشے ہے تجھے کیا ہوا زاہد — جا گھر کو پہونچ خیمے سے اپنا خم و چم لے

ہین کھینچنے والا ہون جفا عشق کی مانی
اے حسن کشش آگے نہ مرے ہاتھ قلم لے

کیا تاب رقیب آگے مری تیغ کے ٹھہرے
دکھلاؤن وجود اسکو تو وہ راہ عدم لے

گلریز محبت ہے دل سوختہ میرا
شب نالہ مین کرتا ہون چھپنے کے نئے دم لے

ٹک ابر مژہ پر تو مری کر نظر اے یار
مانع نہین جانے کا ترے بوند تو تھم لے

اک داغ پہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم
اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم لے

دین و دل و ایمان و حواس و خرد و ہوش
سب کچھ گئے لیکن نہ گئے سینہ سے غم لے

وعدے کی ترے رات سب آنکھون مین ہے کاٹی
تا صبح پلک لگنے کی جا ہے تو قسم لے

سودا جو کوئی مرد ہین میدان سخن مین
خاطر مین وہ لاتے ہین کسی جیب کے زر چلے

جبسے دل کی الفت بے پیر دامنگیر ہے
تب سے موج اشک کی زنجیر دامنگیر ہے

کرچکا تھا سادہ روئی مین ہمین آزاد یار
پر خط رخسار کی تحریر دامنگیر ہے

حسن و عشق ایسا نہین ہو جسمین دخل انصاف کو
جرم عاشق ہو نہو تعزیر دامنگیر ہے

کیونکہ مین پہونچون خدا تک زاہدا دیگا مراد
حسن جس بت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے

دیر سے میرے نکلنا جون حرم آسان نہین
شیخنا ہر بت کی وان تصویر دامنگیر ہے

کسطرح یہ مرغ دل فتراک سے اسکے بندھے
آہ جسکے زین کا نخچیر دامنگیر ہے

داد وہ اے دل کوئی معلوم گوش خلق ہے
گو تری فریاد لے تاثیر دامنگیر ہے

درگذر اے بیخبر تو اپنی تدبیرات سے
تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

مخلصی سودا کی کچھ حق کے کرم سے ہو تو ہو
ورنہ یان ہر کام کی تقصیر دامنگیر ہے

ہے زاہدا عطائے ازل سے خبر مجھے
تجکو تو زہد خشک ملا چشم تر مجھے

کاٹی مصیبت شب ہجران مین بارہا
واعظ نہین ہے روز قیامت سے ڈر مجھے

بازار عشق مین غرض اس سر کو بیچنا
نے نفع پر نگاہ نہ سوجھے ضرر مجھے

جون شمع پانون گاڑ کے جاتا ہون مین کہان
در پیش آگیا ہے کدھر کا سفر مجھے

رہتا ہے اندنون دہن یار کا خیال
بھاتا ہے ناصحا سخن مختصر مجھے

پہونچائے ہے رقیب تلک بوئے زلف یار
ڈستی ہے سانپ سی یہ نسیم سحر مجھے

سودا تو پیش چشم ترے ہے سدا بہار
تجھ برگ گل سے کم نہیں لخت جگر مجھے

ہین تو ملونگا ناصحا باتین یہ تینون جان کے
گو کہ عدو ہین خوبرو دل کے جگر کے جان کے

شکل تری کے اے میان بندے ہین کتنی آنکے
منھ کی مسی کی ریکھ کے لالی کے لب کے پان کے

منھ سے نقاب اٹھتے ہی حلقہ بگوش ہو گئے
خال کے خط کے زلف کے بالے کے بُندے کے کان کے

بندے ہوئے پہ شش جہت ہم دل و جان سے مطربا
تال کے سُر کے ساز کے لَے کے صدا کے تان کے

اُن شعرا مین ہم نہین وہ جو طلب مین پھرتے ہین
تیل کے گھی کے لون کے جَو کے گیہونکے دھان کے

خلق تمام جانتی ہے ہم بھی سخنوران مین ہین
رتبہ کے دہن کے نام کے جاہ کے ذی کے شان کے

سودا کو تم نے سمجھتے تھے کہ نہ سکیگا یہ غزل
آفرین ایسے وہم پر صدقے مین اس گمان کے

بیوفائی کیا کہون دل ساتھ تجھ محبوب کی
تیری تو نسبت میان بلبل سے گل کے خوب کی

مجکو ان آنکھون نے محجوب اس ہیبر سے کیا
لے گئین ہین آبرو یہ گریۂ یعقوب کی

شمع کو آنے نہ دے یار اپنی خلوت مین کبھو
شرح سوز اکبار دیکھے گر مرے مکتوب کی

محتسب ہمنے تو دی تھی دختر رز کو طلاق
پر تری ضد سے اُسے ساتھ اپنے پھر منسوب کی

کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہین
جیب مین اپنے شکیبائی نہین ایوب کی

چشم ہمت مین ہمارے قدر کیا دنیا رکھے
ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت مطلوب کی

جو جفائین تو نے معشوقوں کی سر اپنے سہین
عاشقی سودا کٹھن ہے کرنی اس اسلوب کی

معتقد ہرگز نہین ہین کفر اور اسلام کے
گر مریداس دور مین ہین ہم تو پیر جام کے

ہمسے دیوانونکے عاقل در پے تدبیر ہین
بندے ہین ان پختہ مغزونکے خیال خام کے

عشق کا آغاز تو جون تون گذر جاتا ہے لیک
کہہ نہین سکتا دلا حالات مین انجام کے

نے تلاش مین ہو ہمسے اور نے دنیا کی فکر
اُنکی رزاقی ہی دے ہے ورنہ کسکے کام کے

گذرے تھی آرام سے جب تک شقا دل مبتلا
اسکے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے

ساغر دل خون سے مالامال رہتا ہے مرا
اہل دل گر مست رہتے ہین تو ایسے جام کے

پھر بہار آئی نگاہ ہو نہین اے سودا چار فصل
مست جو ہین سے گے نگاہ ساقی گلفام کے

پوچھے نہ کبھو اشک وہ مغرور کسو کے
پڑ جائین اگر چشم مین ناسور کسو کے

تو کیہ کے ہین سخت نہ بدنام ہو ناصح
یہ شیشۂ دل ہاتھ سے ہے چور کسو کے

قسمت کہ دل اپنا مین کیا ہیں سکے سر
تس پر بھی نہین چشم مین منظور کسو کے

ہو چشم سے کیسا ہی جو نزدیک تو پھر کیا
جس روز پڑا دل سے کوئی دور کسو کے

عاشق پہ تعدی ہے کوئی چرخ سے ایجاد
باندھے ہوئے ہین دل پہ یہ دستور زدہ کے

پھر ملا کاتی ہے کیا دختر رز شیشہ مین آنکھین
تحبہ نہ رہے گھر مین ہو مستور کسو کے

پلکون کے ترے نیش سے گر مارے نہ کراہین
ہلکے وہ پڑا کاٹے جو زنبور کسو کے

ڈھلکے جو چلی جاوے ہے نرگس کی سی گردن
دیکھے ہین مگر چشم وہ مخمور کسو کے

سودا تو عبث رہتا ہے یاد اسکی مین غمگین
وہ ساتھ شب و روز ہے مسرور کسو کے

بے چین جو رکھتی ہے تمھین چاہ کسو کی
شاید کہ ہوئی کارگر آہ کسو کی

اس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم
گوشے کو نگہ کے نہین پرواہ کسو کی

زلفون کی سیاہی مین کچھ اک دام تھے اپنے
قسمت کی ہوئی رات وہ تنخواہ کسو کی

کیا مصرف بیجا سے فلک کو ہے سروکار
وہ شے دے کسیکو جو ہو دلخواہ کسو کی

دنیا سے گذرنا ہی عجب کچھ ہے کہ جس مین
کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

چھینے ہے غم عشق شکیبائی و آرام
اے دل یہ پڑی لٹتی ہے بنگاہ کسو کی

کہون کیا بات اس بے پیر دل کی
یہان سے کہیے کہ ہے تقصیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہین گے
شکایت مین جوان و پیر دل کی

ہوا اس پر یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

بہ از آئینہ خانہ سے ہے منعم
جو تجھسے ہو سکے تعمیر دل کی

جو بجتا ہے تو نج اسکی انی سے
ہے برچھی نالۂ شبگیر دل کی

بریدہ اپنہ کاغذ ہو قلم شمع
اگر حالت کرون تحریر دل کی

ٹپک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
کرون اس سے جو مین تقریر دل کی

جفا سے تیرے اٹھ جاؤن مین لیکن
وفا ہوتی ہے دامنگیر دل کی

طلا کر دے سخن مس کو زمانے کے | بنا وے گر کوئی اکسیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے سودا ؔ
یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

صورت ہمین اُس مہر کی پہچان اگر آوے
ہر ذرہ مین کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے

مجھ چشم سے اب شک نہین آنیکا ناصح
آوے بھی غم دل سے تو لخت جگر آوے

مین منتظر اس وہم سے رہتا ہون شب و روز
آیا جو نہ وہ شام تلک تا سحر آوے

پھرتا ہون ترے واسطے مین در بدر اے یار
تجھسے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آوے

گویا دل عاشق بھی ہے یہ فیل سیہ مست
رکتا کہین روکے سے کسو کے جدھر آوے

کہہ کہکے دکھا اپنا مین کیا مغز کو خالی
اتنا نہ ہوا سُنکے تری چشم بھر آوے

کوچے مین رقیب اُسکے ترے ہاتھ سے سودا
ایسا نہین دیکھا ہے کہ بار دگر آوے

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلاوے
کسی عاشق کے نہ آنسو کی جھلک دکھلاوے

شعلۂ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر
عشق ذرہ گر اُسے اپنی جھلک دکھلاوے

جل رہا ہے ترے ہاتھوں سے اگر نہ کیون بدر
شام سے داغ جگر صبح تلک دکھلاوے

کیمیا جاننے کو اس لیے سمجھا ہے شیخ
کہ خدا تا نہ مجھے سونے کی ڈلک دکھلاوے

چھوڑا فیون کو اگر بنگ پیے تو زاہد
دو ہین لیجا کے تجھے عرش تلک دکھلاوے

تیرے شوریدہ کو جسدن کہ زمین کو سونپا
زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ فلک دکھلاوے

آب ہو جاتا ہے فولاد کا زہرا سودا ؔ
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلاوے

وہ غل ہے جسکا موجب تو ہی ورنہ شور بہتیرے
قیامت خیز تیرا قد ہے ورنہ شور بہتیرے

رہے نت اُٹھکے کشت و خون جس غوغا سے عالم مین
وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتیرے

کیا شوریدہ سر عالم کو اُس زلف پریشان نے
یہ شور افزا اُسی کی بو ہے ورنہ شور بہتیرے

سمجھتا کون ہے وہ ذکر داد کا رہے لب شیرین
کہ جسمین تیری گفتگو ہے ورنہ شور بہتیرے

کرے جو بات ہم خونخوار عالم شور محشر کو
بپا اُس غوغا سے تیری کو ہے ورنہ شور بہتیرے

وہ غوغا دیر و مسجد مین جو صبح و شام رہتا ہے
تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتیرے

جیسے سنکر کے سودا یل مین صوفی مست ہو جاوے
وہ خمخانے کی ہاو ہو ہے ورنہ شور ہے تیرے

نہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے
چمن مین کیسے مچا دیوین دھوم جانے تو
عبث لپٹ سے پلٹتا ہے دل کو ہار سیاہ
مین ایک آن مین دکھلاؤن یہ طلسم جہان

نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے
قفس ہے تجھکو چھپیا داس برس چھوڑے
جو سنم کی زلف سے دل کو کاش ڈس چھوڑے
جو قید تن سے فلک مجکو یک نفس چھوڑے

یہ کیا بہار ہے سودا نہ دیکھ مین جانون ہ
خزان چمن مین اگر کوئی خار و خس چھوڑے

یارب کہین سے گرمی بازار بھیجدے
اپنی بساط مین تو یہی دل ہے میری جان
دعوی جو برشکال کو آنکھون سے ہے مری
دیتے ہین عقد حسن مین عاشق عروس جان

دل بیچتا ہون کوئی خریدار بھیجدے
لیتا نہین تو کیا کرون ناچار بھیجدے
ایسا کوئی تو ابر گہر بار بھیجدے
آتا نہین تو آپ تو تلوار بھیجدے

سودا سے غمگسار کا تھا دل یہ مین لیا
اسکے عوض بھلا کوئی غمخوار بھیجدے

جب سے کہ چشم خلق صنم تجھسے جا لگی،
پامال غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے،
بھڑکی ہے آگ لالہ سے گلشن مین باغبان
فرہاد بیستون مین باندھے تھا نقش کو،
کافر ہون گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا،
الگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر اک سے پیش ازین

کہتا نہین ہے بات کوئی یان خدا لگی
ہاتھون سے کسکے پانون مین تیرے حنا لگی
کس دل جلے کی باغ مین یہ بد دعا لگی
پر تب پسند تھا وہ نقش کہ جب سر پہ آ لگی
کی یک نگہ کہان مین کہ گویا بلا لگی
تمکو بھی اب زمانے کی بیاسے ہوا لگی

پھاڑے نہ کیونکہ سودا گریبان کو اپنے یار
چسپان ترے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

مری آنکھون مین یارو اشک کیا موج مارے ہے
رو یا ہی ابر دریا دل یہ کسکے حال پہ یارو
چھلکنے مین بسکہ دل دریا دل نکلے اسمین لے پیارے

کہ جیسے ساغر سیمین مین صہبا موج مارے ہے
کہ یون سر سبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
ترے مکھڑے پہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے

تری دریادلی کا شور ہے اے مہربان جب سے
ہمارے دل سے دریاے تمنا موج مارے ہے

عبث تو سیر مین دریا کے مت اوقات کھو سودا
سرشک چشم کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہی

ہمین کیا لطف ہی منھ دیکھنا ان یار کا اپنے
جہان وعدہ آئے عالم سے ہو دیدار کا اپنے

ہمارا درد دل سنکر نہ بولا پھر جو وہ ظالم
مخاطب کب ہمین سمجھے ہے وہ گفتار کا اپنے

برہمن کفر کو اور شیخ سن اسلام تج بیٹھے
جو نکتہ حل کرون ان پر کبھو اسرار کا اپنے

کیا ہی دل نے مستغنی وصال یار سے ہمکو
تصور دل مین نت رہتا ہی اُس دلدار کا اپنے

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی مین نہ کم ہوتے
جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

ہوا ہو ویگا کیا مژدہ پر مورد تلطف کا
خبر کن حال بد اپنے کی اسد ان کاش ہم ہوتے

مجرم ہون مین تو کہدو مکافات کے لیے
منھ مین خدا نے دی ہے زبان بات کیلئے

وہ رات وصل دوست کی یارب نہو نصیب
پھر عمر بیٹھے روئیے جس رات کیلئے

چاہو مدد جو غیر سے اغیار کیلئے
تو مین بھی یار کم نہین دو چار کیلئے

طوبا تلے مین بیٹھ کے روؤنگا زار زار
جنت مین تیرے سایۂ دیوار کیلئے

گرمی اس شعلے سے ہیہات نہونے پائی
ہون وہ پروانہ جسے رات نہونے پائی

جی کی جی ہی مین رہی یار مرے بالین تک
پہونچا اسوقت کہ کچھ بات نہونے پائی

دل نہ دیگا وہ کسو کو تو رہے گا یہ ستم
کہ مرے دل کی مکافات نہونے پائی

واجب القتل تو ہم تھے ہی پر اتنی جلدی
یار تقصیر بھی اثبات نہونے پائی

گل و بلبل کی بھی خو بو سے ہون محرم اتنے
اس چمن مین بسر اوقات نہونے پائی

لے گئے حجرے مین خادم کو کہ ہم جا پہونچے
شیخ صاحب سے کرامات نہونے پائی

دل مرا ہے نہ کیا دیر نگہ نے اوسکی
ہے وہ مسجد کہ خرابات نہونے پائی

منتظر باب اجابت یہ رہے شب کو نین
بد دماغی سے مناجات نہونے پائی

تیرے واسوخت سے خالی مین نہ پایا کوئی
شمع بھی سنکے مری اپنا ہی رو ناروئی

تا بمقدور کسی سے بمروت پیش آ سنگ ہو آئینۂ دل کے لیے بے روئی
حرکت جو ہے بتان کی سواے الفت دل سمجھیے نا زِ حقیقت مین ہے وہ بدخوئی
بانی محسود پہ رو رو کے نہ کرے حاسد لکھی قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی
فخر ملبوس پہ اپنے تو نہ کر اے منعم پشم دونون مین تری شال ہماری لوئی
عمر ناصح نے نصیحت مین گنوائی اپنی پر مرے دل سے بتان کی نہ محبت کھوئی
شیخ کعبہ مین خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے طالب اسکا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی
پیر کی پھونک مریدون ہی کے لگتی ہے بیر گھر کی ہانڈی مین بجز ہاتھ نہ دیکھی ڈوئی

کچھ بجز داغ نہ حاصل ہوا اسکو سودا
تخم سے دل کے زمین عشق کی جن نے بوئی

ورد دل اسکو کہو نہین وہ کہان ہے تو ہے یہ یقین تو ہے مری جان بگمان ہے تو ہے
گو کہ ہے زیر فلک پر ز تماشا عالم اپنی نظرون مین تو اے یار جہان ہے تو ہے
حسن کو حق کی تجلی سے نہ خالی پایا شعلۂ طور کا جو کہیے نشان ہے تو ہے
عشق گل محض ہے تہمت چمن بلبل پر جسکی خاطر وہ بفریاد و فغان ہے تو ہے
تجھ سوا مین نے تو دیکھا نہ کہین دشمن و دوست دوست اپنے کا جو اک دشمن جان ہے تو ہے
کون رویا نہ مجھے دیکھ ستم کیش نہین حال میرے پہ جو اک خندہ زنان ہے تو ہے
تیرے دعوے کا مجھے کیونکہ ہو کہہ تو یارا جسکے جون غنچہ زبان زیر زبان ہے تو ہے
گو تو ہتھیار نہ باندھے پھرے پر شکل اجل قاتل خلق جو بے تیغ و سنان ہے تو ہے
مہوشان مین جو کوئی شکل ہے مہر آلود گاہ نظرون سے نہان گاہ عیان ہے تو ہے
جب کسی بزم مین آتا ہے خلیقون کا ذکر جتنی ہے خلق وہان جسکا بیان ہے تو ہے

ایک سودا ہے دعا گو کہ ہمیشہ حق مین
پر بدشنام کسیکا جو وہان ہے تو ہے

ناصحا ہرچند یہ بندہ سبک اطوار ہے پر سبک ہے کب جو خاطر کا کسیکے بار ہے
عارضی سامان حکمت کب ہمین درکار ہے یان تو جون خورشید جو ہے ہر جہتی تار ہے
بستگی ہر چیز کی ہے دل سے با تار نفس یہ جو سب دیکھے ہے تو اس تار کا بستار ہے
دل لگنے کا نہ دیکھا کوئی رنگ اے باغبان یہ دل اس گلشن مین جون خار سر دیوار ہے

دل فروشوں کے لیے نقد محبت چاہیے / جنس کی قیمت کب انکی درہم و دینار ہے
اس چمن میں ہمکو جوں طاؤس لائی ہے ہوس / ورنہ پر جھاڑیں جہاں ہم واں گل و گلزار ہے
ضبط سوز دل سے ہے سینہ شرارہ کا سا گنج / بسکہ یاں ہر دم گرہ اک آہ آتشبار ہے

صاحب تو فیر سودا کو نہ ہرگز سمجھیو
ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل انکا کسی پر زار ہے / مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے
خندہ زن ہیں بلبل و پروانہ میری حال پر / زعفرانی جب سے اسکا چہرۂ گلنار ہے
کیونکہ ہر سو سے چمن سوؤں نہ جوں ابر بہار / گل کو اپنے دیکھتا ہوں تمبل گلزار ہے
درد اپنے کی کروں فریاد کسکے سامنے / دادرس کا آہ و نالہ آسمان کے پار ہے
اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھوں نے جنکے روشناس / اُنکی نیرنگ فلک سے ہر پلک خونبار ہے
کیا کہوں میں حال بیخوابی کا ظالم روز و شب / آئینہ خانہ کے طالع کی طرح بیدار ہے
دیکھکر جس ہرزش کو صبر ہنگام ادا / پیشکش اپنا گریبان کرنے میں ناچار ہے
صبح یوں نکلے ہے وہ گھر سے کہ جوں خط شعاع / جیب کا ٹکڑا ہوا چھاتی پہ ہر اک تار ہے
دل میں جانیکا جو صحرا کیطرف رکھتا ہے عزم / جائے ہے اُس سمت دیوانہ جدھر کہسار ہے
گرد و پیش افغان و خیزاں اسکے خویش و اقربا / کوئی کرتا ہے سماجت کوئی منت دار ہے
وہ قدم جنکو رگ گل سے بھی ہوتی تھی خلش / سجدہ گاہ سنگ ہے یا بوسہ گاہ خار ہے
ساکنان شہر جب یہ دیکھتے ہیں ماجرا / ہائے اس کوچے میں ہے تو وائے ان بازار ہے
کیا خوشی اس سے ہمیں سودا کہ آئی ہے بہار / لالہ و نسرین سے پُر گو دامن کہسار ہے

ہر سحر خون جگر کا غنچۂ گل کی طرح
آنکھ ادھر کھولی کہ اک پیالہ ادھر تیار ہے

ہر لفظ اب یہ نشو و نما خط یار ہے / گلزار کی خرابی کے درپے بہار ہے
جوں توں سمیٹ کر میں گرہ دے رکھا ہے اک / سو ٹکڑے ورنہ تجھ سے یہ دل غنچہ وار ہے
ابر بہار رہ چمن حسن سے پرے / یاں زلف و خال و خط سے ہی مشکبار ہے
آغاز خط نہیں ہے یہ تیری لکھی ہوئی / پیارے نظر گذر کو دعائے حصار ہے
ناصح تو آدمی ہو تو مانوں میں تیری بات / حشرات کی طرح سے زمیں کا بخار ہے

طاقت کہاں ہے اب کہ گنوں وعدے کے میں دن / اسوقت بھی ملو تو دموں کا شمار ہے

گزرے ہے اسکو خواہ رہا کر کہ مرغ دل / پر بستہ تیرے تار نگہ سے شکار ہے

ذلت نصیب کوے بتاں میں اگرچہ ہیں / راہ خدا میں شیخ گدھے پر سوار ہے

سودا چھوے ہے خون تری آنکھوں نے کسکے آج
مژگاں کے پنجہ سے ترے دل کو فشار ہے

نہیں جوں گل طلب ابر سیاہ ہے گاہے / خار ہوں خشک میں ای برق نگاہ ہے گاہے

شمع ساں دور رہتا تیر ہوں گریاں ای عشق / اشک میں گر نہ اثر ہو تو آہ ہے گاہے

خو سے تیرے نہیں پاتا جو کہیں جائے قرار / دامن شعلہ میں لیتا ہوں پناہ ہے گاہے

سخن اُس شوخ پہ اثبات بہ پیش رفتا ہی / ہوتے دیکھا نہ کسیکا بگاہ ہے گاہے

توبہ ہم ملنے سے خوباں کے تو کی ہے لیکن / دیکھ لیتے ہیں کسیکو سر راہ ہے گاہے

باغباں اُسکا نہ کیا حق نے ہمیں شرمندہ / کسی گلشن میں بیک برگ گیاہ ہے گاہے

جنس دل کی نہ پھرے ترک سے ان آنکھوں کے / پھرتے غارت نہ میں دیکھی زسپاہ ہے گاہے

فیض ہے عشق کو ہم سے کہ نہو آتش کی / سر فرازی بجہاں جز پر کاہ ہے گاہے

اپنی اک آن نہیں جرم سے خالی ہیہات / اور بدتر ز گنہ عذر گناہ ہے گاہے

بولے ہے شکوے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور / اُسکے آگے کسی تقریب سے گاہ ہے گاہے

وہی سودا ہے نہ کوچے میں ہمارے جو شخص
نظر آجاوے ہے باحال تباہ ہے گاہے

کچھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے / لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے

سودا اسے دل کو زلف گرہ گیر شرط ہے / دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے

نالے تو میں بہت کیے اُس بت کے سامنے / پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

ہو خاک راہ عشق میں تا قدر ہو تری / مس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

کافی ہے اک اشارۂ ابرو ترا ہمیں / کچھ عاشقوں کے قتل کو شمشیر شرط ہے

دل کی شکست و ریخت کی ہے سے ترے خبر / ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے

کرتا ہے کس گنہ پہ عقوبت ہمیں تو یار / تعزیر کے تو واسطے تقصیر شرط ہے

سودا میں کس جہاں میں ہوں جوں غنچہ دل گرفت / ماتم سرا میں صورت دلگیر شرط ہے

مجھے تجھ زلف کے سنبل سمجھنے مین تامل ہے ۔۔۔ اگر قاتل نہ ہو سے کالے کی بھی اک زہر سنبل ہے

عبور اس بحر بے پایان کے کر نہین تردد کیا ۔۔۔ گذار عمر کی خاطر قد خم پیر کا پل ہے

کسو کی گوش فہم اے یار شنوا ہی نہین ورنہ ۔۔۔ خموشی مین ہماری شور ہے فریاد ہی غل ہے

بکیفیت ہین ساقی جلوہاے برق چشمک زن ۔۔۔ خروش ابر سے دمساز کیا آواز قلقل ہے

بنایا صانع قدرت نے تجکو رشک گلدستہ ۔۔۔ دہن ہے غنچہ آنکھین نرگس شہلا ہین رخ گل ہے

زنخدان سیب گلشن حسن قامت سرو یا بوٹا ۔۔۔ یہ لب نیلوفری ہے خال کاکل شکل سنبل ہے

چمن مین چہچہے کرنے سے کیا ہے کام سودا کو
گرے گل نقش پاے دوست جس جا دانہ بلبل ہے

صورت مین مین کہتا نہین ایسا کوئی کب ہے ۔۔۔ اک لہجہ ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے

یوسف تجھے کہہ بیٹھے زلیخا تو کہون کیا ۔۔۔ عاشق وہ ہوئی وان کہ جہان جاے ادب ہے

کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہین الٰہی ۔۔۔ اک قطرۂ خون سینے مین آفات طلب ہے

تجھ بن مری نظرون مین یہ تاریک ہے عالم ۔۔۔ ہر روز مری آنکھون مین ساون کی سی شب ہے

یعقوب ترے عہد مین یوسف کو جو روتا ۔۔۔ کہتا ہین کہ یہ فہم پیمبر سے عجب ہے

اک طرز ہو لٹ جانیکے دل کی تو کہون مین ۔۔۔ ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

توڑا جو مرا شیشۂ دل ہنس کے یہ بولا ۔۔۔ مت کڑھ کہ پر از شیشہ گران شہر حلب ہے

دشنام تو دینے کی قسم کھاے ہے لیکن ۔۔۔ جب دیکھے ہے وہ مجکو تو اک جنبش لب ہے

کہتے ہین جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا
جون ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

دل ہو تو نالہ کر سکے تاثیر سنگ ہے ۔۔۔ اس سینہ مین معاف ہو تقصیر سنگ ہے

مٹتا نہین لکھا جو نصیبون کا ظاہرا ۔۔۔ وہ شے کہ جسپہ کرتے ہین تحریر سنگ ہے

دون ان لبون کو لعل سی نسبت مین کچھ جو ۔۔۔ آگے انھون کے کچھ کرے تقریر سنگ ہے

حسن بتان کو ہے دل خارا تلک جگہ ۔۔۔ شیرین کی جس پہ کھودی ہے تصویر سنگ ہے

بیٹھا ہے اعتکاف مین کس بوجھ بھال سے ۔۔۔ اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ ہے

پتھراؤ سے چھٹے ہے کوئی ہم سے یہ گلی ۔۔۔ کب عاشقون کے منع کی تدبیر سنگ ہے

اب نسبت ان سے خانۂ دل کو نہ دون کچھ ۔۔۔ دیر و حرم کی دیکھ نے تعمیر سنگ ہے

ٹھوکر لگے ہے در سے ترے جاے کسطرح
سودا کے پانوؐن واسطے زنجیر سنگ ہے

کچھ یہ بھی پیش وحشت کا بل زمین ہے — وسعت جہان کی دیکھی تو یک تل زمین ہی
جیتا پھرا نہ جاکے کوئی شہر عشق کا — دیکھا تو ملک حسن کے قاتل زمین ہی
مقتول کی تو اپنے لحد کو لحد نجان — ظالم الم کی تیغ سے گھائل زمین ہی
بونے کو تخم عشق جہانئین زمین نہین — ہو چشم آبیار تو اک دل زمین ہی
دوری مین سر پہ خاک نہ کی چشم تر کے ہاتھ — دیکھا مین جس جگہ تو وہان گل زمین ہی
کیونکر نہ ملک داری مین باہم ہو کشت و خون — یان زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہی
شیشہ دلون کو اپنے نہ دان جاکے پٹکیو — یارو بشہر سنگدلان سل زمین ہی
یون باز اخذ نور سے ہمکو رکھے ہو جسم — جیسے خسوف ماہ کے حائل زمین ہی
گر ہو نہ دست فکر مین فہم رسا جریب — تو اس غزل کی ناپنی مشکل زمین ہی
آگہ جو قافیہ سے نہ واقف ردیف سے — اسکے لیے قصیدہ کی قابل زمین ہی

مت دیکھ خاکساری سودا بچشم کم
گر آسمان ہے تو تو مقابل زمین ہی

آتش جو عشق کی ہے سو نور بصر مین ہی — شعلہ زبان دراز مری چشم تر مین ہی
آتے نہین نظر مین کسو کے جو ہم تو کیا — عالم تو سب طرح کا ہماری نظر مین ہی
ہے اب جہان مین بدگہری کس ہنر سے کم — عیب اس زمانہ مین جو کہو سو ہنر مین ہی
ہاجی کا جو سخن ہے مرے حق مین ہو وہ مدح — کب رتبہ میری ہجو کا اسکی نظر مین ہی
مجھسے کی پرورش مین رہے کون تجھ سوا — یہ حوصلہ بزیر فلک کس بشر مین ہی
رخصت نہین ہو اپنے تئین ورنہ عندلیب — تاثیر صد ترانہ اک آہ سحر مین ہی
دندان مثال درہین دہن مین جو یار کے — مصرع مری زبان کا بھی سلک گہر مین ہی
خوان فلک ہی نعمت الوان سے پر تو ہو — قسمت جہان تہان مری خون جگر مین ہی
شمشیر جون ہلال محرم ہے اسکے ہاتھ — شیون قضا کی طرح سے ہر ایک گھر مین ہی
جون غنچہ ہو گرہ مین تو کر اس چمن کی سیر — جسکا ہزار رنگ کا اک مشت زر مین ہی

سودا کی ہجوری سے ہو توبہ پذیر خلق — قاضی بھی فتوی دی ہو کہ تقصیر اسکے سر مین ہی

تجھ عشق سے سودا کا انکار نظر مین ہے
دیوانہ بکارِ خود ہشیار نظر مین ہے

خاطر مین قیامت کو کیا لائینگے وہ جنکے
جلوہ ترے قامت کا اے یار نظر مین ہے

مستوجب آمرزش ہین وہ زجناب حق
جنکے بجہان اپنا کردار نظر مین ہے

اُنسے جو ہین نابینا وعدہ ہے قیامت کا
بینا کی بہر یک پل دیدار نظر مین ہے

مت پوچھ کہ کس شے پر نے قرض ہم ہین لیتے
اک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے

ہے کوچۂ ہستی مین سو طرح کا الجھیڑا
اک راہ عدم یارو بے خار نظر مین ہے

سینہ سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق
جز داغ کہین اسکا سوفار نظر مین ہے

کہتا تھا نہ پھنس اے دل رشتہ مین محبت کے
اس تار کا کب تیرے بستار نظر مین ہے

پوچھا مین عیادت کو چلتا ہے تو سودا کی
بولا کہ ہماری وہ بیمار نظر مین ہے

ہم آج ایک صنم مین غرور دیکھا ہے
نظیر کبر خدا کا ظہور دیکھا ہے

قسم ہے مجلسیونکو کہ تیری آمد مین
کسی نے بھی برخ شمع نور دیکھا ہے

کرشمہ پیر مغان کا ہے یہ کہ بر در دیر
نشہ مین آج مین زاہد کو چور دیکھا ہے

کشندہ باپ کا بیٹا ہے باپ بیٹے کا
یہ تیرے عہد مین ظالم فتور دیکھا ہے

نظر تو شیخ کو رہتی ہے من و سلوا پر
پر اپنا رزق بچشم تنور دیکھا ہے

جو پوست تخت پہ ہے خوش گدا وہ شاہونکا
سریر پر نہ کبھو ہم سرور دیکھا ہے

نہین نظر مین ترے وسعت کرم واعظ
مگر ہمارا ہی فسق و فجور دیکھا ہے

کتابی چہرے کے ملا کو حسن معنی مین
کتاب فقہ سوا بے شعور دیکھا ہے

کرے ہے توبہ جو واعظ کی ہرزہ گوئی پر
مگر بہار کو سودا نے دور دیکھا ہے

کس سے جا اٹکا ہے دل میرا عجب دیوانہ ہے
شور محشر ایک جبلی شوخی جانانہ ہے

وسعت دنیا مین اتنا تنگ یہ کاشانہ ہے
پرتو مہتاب وان موتی کا جسکے دانہ ہے

عکس رو اپنے پہ کچھ آپ ہی نہین مفتون وہ شوخ
جوہر آئینہ تک اس شمع کا پروانہ ہے

کسکی زلفونکے تصور مین ہون یارب روز و شب
دیدہ تو آئینہ مژگان کی جھپک تک شانہ ہے

مزرع امید عاشق سے ہے تو بیحاصل مگر
اپنی خاکستر مین جو کچھ ہووے خرمن دانہ ہے

بیقراری دلکی اپنے ہمسے کیا ہووے بیان
برق سے پوچھو تڑپ سے اُسکی جو بیگانہ ہے

قدر سمجھے وسعت دل کی نہ شیخ و برہمن
ورنہ دونون کے لیے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہے

تا دوئی ہو درمیان لاف آشنائی کا غلط
آشنا اُس سے ہے وہ جو آپسے بیگانہ ہے

نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہونچیگا کوئی
جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے

تا گریبان اپنے پہونچے جس جگہ دست جنون
نہ فلک وان اک غبار دامن ویرانہ ہے

کیا کہون بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا
بخت خواب آلودہ اپنے کیلئے افسانہ ہے

اپنی لیلیٰ کا وہ کچھ مجنون سا رسوا کن نہین
رازدار عشق سودا زور ہے مستانہ ہے

یان صورت و سیرت سے بت کونسا خالی ہے
پر راہ محبت کی دونون سے نرالی ہے

جلوہ تو خدائی کا دیکھا ہے بتون ہی مین
سمجھو تو کوئی پھر آگے ایک بات نرالی ہے

اک رنگ کے جلوہ نے کھینچا ہے مرے دلکو
صورت تو نہ مین سمجھا گوری ہے کہ کالی ہے

خوبون کے تئین رتبہ کیا حسن نے بخشا ہے
گالی ہی جو وہ دیوین تو شعر جمالی ہے

دل کو تو کیا ٹکڑے اس زلف کے طرے نے
چنگل سے بلا کے مین اک جان بچالی ہے

عالم مین ترے منھ کو سب بدر سا کہتے ہین
یہ بھی ہے عجب بھلا کہ کیا وہ ڈفالی ہے

تقلید تمہاری سے نام اسکا رقیب اپنے
ورد زبان مت کر یہ اسم جلالی ہے

جب پیر مغان سے مین جا دختر رز مانگی
بولا کی سعادت ہے پر وہ ابھی بالی ہے

تعریف سراپا کب سودا سے تری ہووے
اک وصف مین ابرو کے دیوان ہلالی ہے

ق

ترغیب نکر مجکو وان چلنے کی لے سودا
اس یار نے اب مجھسے یہ چال نکالی ہے

وارد مین ہوا اسکے کل گھر مین تو یہ دیکھا
تیوری سے چڑھا صورت کچھ اور نرالی ہے

ہر بات پہ ہے میری اور و نسے اسی چشمک
پھر پردہ کنایہ ہے نوکر پہ جو گالی ہے

غیر اُسکے اشارے سے جب کرنے لگے نوکین
اٹھا مین یہ کہکر تب یان مرغ کی پالی ہے

ایک اُنمین سے یون بولا کیون جاتے ہو تم بیٹھو
جاوُگے تو یہ مجلس پھر لطف سے خالی ہے

اُس شوخ نے یہ سنکر بولا کہ خدا سے ڈر
سر پر سے بلا اپنی جون تون کی مین ٹالی ہے

پس غور کر اے ناداں جس گھر مین یہ صحبت ہو
وان جاکے خوشی آنا یہ خام خیالی ہے

ہم سے لالچ پہ ارادہ کچھ اگر اسکا ہے
گھر مین جو کچھ ہے سمیت اپنے یہ گھر اسکا ہے

آگے کیا چیز رہی جسکو بتاؤن ہیہات
نہین معلوم جو منظور نظر اسکا ہے

جان تک چاہے اگر وہ تو ہے بندہ حاضر
دل اسے دیوے جو کوئی تو جگر اسکا ہے

کیا مزاج اُسکے بتاؤن کہ عجب آتش ہے
شعلۂ طور بھی شاید کہ شرر اسکا ہے

حسن سے اُسکے ہوان دونو نہین دن رات کا فرق
شمس ہمچشم نہ اسکا نہ قمر اسکا ہے

کیا ہے تجھ حسن کو تیر نگہ بد سے خطر
داغ اس دل پہ جو ہے سینہ سپر اسکا ہے

میہمان خانۂ آفت ہے جسے کہتے ہین دل
حلقہ جس چشم کا دیکھا مین وہ در اسکا ہے

مین نہ کہتا تھا دلا اُس سے نہ لگ چلنا تو
بات جو سودا کی ملنے نہ ضرر اسکا ہے

ہر کسیکا نہ پڑے کوچے مین ایسے کے قدم
جو دم تیغ نہ چلتا ہو گذر اسکا ہے

شہرہ پایا ہے زبس تندی خو نے اسکی
اسقدر دل مین خلائق کے خطر اسکا ہے

چشم پر آب سے سودا کے نہ تکا کبھو تنک
صورت آئینہ کچھ دیدۂ تر اسکا ہے

اس اُسے اب فائدہ کیا ہے کہ زبانسے تیری
شام اسکا ہے گلا شکوہ سحر اسکا ہے

حال جواب ہے یہ تیرا نہین اسکی تقصیر
تخم بویا تھا جو تو نے یہ ثمر اسکا ہے

فکر مین ہجر کے دل وصل کا دن کھوتا ہے
یان محرم ہی مین نوروز سدا ہوتا ہے

پاک میرے نہ کسی دوست نے کی جہر سے گرد
دیدہ ہے دشمن جان پر مرا منھ دھوتا ہے

کشت خون آج اُن آنکھوں سے ہوتے دیکھا
فتنہ سایہ تلے مژگان کے مگر سوتا ہے

عشق شبنم ہے مسلم بگل اے مرغ چمن
ورنہ راتون کو عبث کوئی بھی یون روتا ہے

دانۂ اشک سوا کچھ نہین اس سے حاصل
عشق کا کھیت بہت ہمنے بوا جوتا ہے

زیست چاہے تو بچار دبر واس تو خط کے
طوطی خط نہین بندوق کا وہ توتا ہے

داغ کپڑے پہ لگا ہو تو دھلاؤن یارو
داغ عشاق کے دل کا بھی کوئی دھوتا ہے

جاے کم ظرف کے دروازے پہ چولے سودا
حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے کی پوری
کاسہ لبریز کہین اُس سے بھی کم ہوتا ہے

نکلے چوکھٹ سے گھری پیاری جو چٹ کے اچھل ٹھٹھک رہا ہے
سمٹ کے گھٹ سے تری درس کو نین مین جیرا اٹک رہا ہے

آگن نے تیرے برہ کے جب سے جلا دیا ہے کلیجا میرا
ہیے کی ٹھرکن مین کیا بتاؤن یہ کوئلا سا چٹک رہا ہے

جھنوکی چھاتی سے پار پہنچی ہوئی ہے نہین وہ سو رہا ہین
برہ وہ ساونت من مین جسکے برہ کا کانٹا کھٹک رہا ہے

ٹھٹے اچنبا جو تیرے مکھ پہ دکھائی دے ہے تو سوچتا ہون
یہ کیونکہ سورج کی جوت آگے ہر ایک تارا چھٹک رہا ہے

ڈھلک رہی یون لے نہ اس کی بوند لگ کے پھولون کی پنکھڑی سے
تمھارے کانون مین جسطرح سے ہر ایک موتی لٹک رہا ہے

کہین جو لگ چلتے ساتھ دیتا ہو سطرح کا لشکر ہے یا پی
بجا نون بیڑے کئے ہوئے ل یہین جو تب یا جھٹک رہا ہے

کبھو لگا ہے نہ آتے جاتے جو میٹھا بیک اسے نکالون
سخن جو کانٹا ہے تجھ گلی کا سو بیگ سے میرے کھٹک رہا ہے

کوئی جو مجھسے یہ پوچھتا ہے کہ کیون تو روتا ہے کہ تو ہمسے
ہر ایک آنسو مرے نین کا جگہ جگہ پر ٹپک رہا ہے

گئی ہو کیسا ہی وہ جہان جسکا تر گنونسے لگا ہے پیارے
گیان پرت بھی ہے جو اسکا تو چھوڑا اسکو سٹک رہا ہے

جو بات ملنے کی ہووے اسکا پتا بتا دو نہ مجھے سریجن
تمھارے بن تو نین آج برسونسے یہ پٹو ہی بھٹک رہا ہے

جو مینے سودا سے جاکے پوچھا تجھے کچھ اپنے بھی من کی سدھ بدھ
یہ رو کے مجھسے کہا کسی کے اٹک مین لٹ کے لٹک رہا ہے

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہو سکیگا
جسکا ندیم ہووے اسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہووے جسمین جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دُرِ سخن کے خواہان وہ یار مین جہان مین
جن مین نہ جھوٹے سچے کوئی گہر کو پرکھے

خاطر مین وہ نہ لاوے رکھہاے ابر نیسان
جو قطرہاے اشک مژگان تر کو پرکھے

سچ ہے کہ چشم عاشق معشوق کا ہے معدن
ظالم اگر تو میرے لخت جگر کو پرکھے

دُرِ سخن کو اپنے پرکھاے آدمی سے
ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

دلا تو یار کو شمس و قمر لگا کہنے
وہ شعلہ طور کا ہے تو شرر لگا کہنے

سنا ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آتی ہے بلبل خبر لگا کہنے

بھرا جو بزم مین یارون نے ساغر عیش
تو اسکو اہل نظر چشم تر لگا کہنے

بیاض اسکے تو کیسہ جواہری کا ہے
سخن کو جسکے سخندان گہر لگا کہنے

کہے تھا ریختہ کہنے کو عیب نادان بھی
سو یون کہا مین کہ دانا ہنر لگا کہنے

صفا کلام کی میرے ہے شکل آئینہ
برے سے اسکو برا دیکھکر لگا کہنے

مجھے تو بحث کا ہرگز نہین کسی سے دماغ
کوئی سخن کو مرے بد اگر لگا کہنے

بسان مہر یہ روشن ہے سارے عالم پر
جہان مین جب سے کہ مین شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا پڑا مرے تئین سن سن
ہر ایک شاخ پہ بلبل کا گھر لگا کہنے

نہین ہی بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے
سخن بھی سن سے تو رنگین ترا چمن مجھسے

سخن مرا ہی مقابل مرے سخن کے ہے
کہ مین سخن سے ہون مشہور اور سخن مجھسے

مری زبان ہے ملک سخن مین اک خیاط
عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھسے

سخن تراش مین وہ ہون سنگلاخ زمین
چھوئے نہ تیشہ کو بن پوچھے کوہکن مجھسے

قبول ہی یہ سخن کو مرے کہ وصف کنشت
کرون حرم مین تو ہو شیخ برہمن مجھسے

سخن کے فیض سے اتنا ہوا ہون پہناور
کہ چھا رہا ہے زمانے کا چوکدن مجھسے

سخن زبان کا مرے کب چھٹے زبان سے
اگر چھٹے ہے تو چھوٹے مرا بدن مجھسے

سخن کو رتبے تلک کون پہنچے تھا سودا
پسند خاطر دانا ہوا یہ فن مجھسے

کب اسکو گوش کرے تھا جہان مین اہل کمال
یہ سنگریزہ ہوا ہے در عدن مجھسے

ہم ہین وارستہ محبت کی مددگاری سے
سب سے آزاد ہوئے دل کی گرفتاری سے

سلب غفلت پیری ہو فقط عیش شباب
خواب آور ہو سحر رات کی بیداری سے

شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو
مجھپہ گذرے ہے سو میری ہی وفاداری سے

قطع الفت نہ کرے کب عمل ناہموار
جو بسی چیز تو ہوتی ہے دو نیم آری سے

ایک مین ہی نہ مقابل ہون جہانمین عاشق
جور کرنے سے ہو خوگر تو میان یاری سے

مے پرستی ہے مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد توبہ نے کی ہو مری میخواری سے

کام دل جب تئین تجھسے ہو ہمارا حاصل
کام اپنا تو ہوا جاے ہے بیکاری سے

تجھ طلب مین یہ کھوا آپ کو مینے کہ ندان
طالب اپنا مین ہوا تیری طلبگاری سے

پہونچے گر شہر بتان مین تو پرے اے سودا
رہیو بازار محبت کی خبرداری سے

خورشید و مہ سے نے بیار نے تجھپہ بنوائی
ریش و بروت و ابرو سب کو صفا بنائی

سر کی خبر نہ تن کو تن کی نہ سر نے پائی
اے تیغ عشق تیری اللہ رے صفائی

بت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی
ہو اک طرف اگر وہ اور اک طرف خدائی

کوچے سے شیخ اسکے گذرا تو دیکھتے ہی
جز سجدہ کرتے اسکو کچھ اور بن نہ آئی

اسلام و کفر کی یان کسکو ہے پاس خاطر
رندی تو کی حرم مین جا دیر یا رسائی

منت تو لاکھ کیجے پر جو غرور وان ہے
منت غریب اسکے عہد بیسے کب بر آئی

تا ناخن ہلال مہ عید گھستے دیکھا
تیوری کی گانٹھ اسکے کھلتے نظر نہ آئی

آنکھوں مین تم ہمارے جبتک نہ تھے لیے تھا
رونے نے دمبدم کی وہ بات سر ڈبائی

بر بر نہو جو شکوا اس جا کرون مین تیرا
کچھ اپنے تئین اسی مین مطلب کی بات پائی

کرتا ہون جانفشانی کیا کیا رقیب پر مین
لیکن نہین ہے اسکو کچھ پاس آشنائی

تھی سرد مہری اسکی آب حیات دل کو
جھوٹے تپاک نے تو کچھ آگ سی لگائی

گردش سے بخت کی یون ہمخانہ یار سے ہون
جون وصل و ہجر کو ہے گھر بار کی جدائی

رکھون قدم نہ اسکے کوچے مین گو کہ کچھ ہو
مجکو تو ان نے اپنے سر کی قسم دلائی

بندے کے حال کی تو تا صبح کو کب خبر تھی
پھر سوتی بھڑ یہ کتنے میرے لیے جگائی

منت سماجت الحاح سب کچھ کیے پہ اپنی
یارو کسیطرح سے امید بر نہ آئی

اب طشت و تیغ لیکر جاتا ہون پاس اسکے
اک بار رہگئی ہے یہ بخت آزمائی

ق

وقت اخیر سودا بالین پہ اسکے رو رو
بیٹھا ہوا کہے تھا ہر دوست یار بھائی

مرضی اگر ہو تیری جا اسکو ہم لے آدین
دردی سے جسکے تیری صورت یہ کچھ بنائی

سنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر
ہے نزع مین اذیت بیمار کو دوائی

تری آنکھوں جیسے نرگس ہے چمن مین یار ایسی کی
گلاب جیسے نہین آتے نظر ہمار ایسی کی

تری دوری بہار باغ جو کچھ مجھسے کرتی ہے
خزان نے کس چمن مین باگل و گلزار ایسی کی

نظر بھر دیکھ جا تئین تھا افشائے راز دل
مجھے کر منع کس آسان کو تین دشوار ایسی کی

وفا اگلی کا شاکر ہون جفا کا ابکی شکوہ کیا
بہت روزون جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی

جو دیکھے زاہد اسکو سے در میخانہ پر دھونی
مغان سے نے دختر رز اس برس تیار ایسی کی

جدائی سے مجھے اے دوست خوگر کر جدا کرنا
کسی دشمن سے دشمن نے نہین ملے یار ایسی کی

گنہ میرا نہین جو نیرے دلخواہ ہو نسکی مینے
نہ دیکھا جب مین کچھ چارا تو پھر ناچار ایسی کی

کسی طرح ملاقات اُس سے غیرونکے بھی ملنے پر
گوارا جو نہ تھی دل پر سو وہ ہموار ایسی کی

بیک نقد محبت جنس دل بکتی نہین سودا
تبان نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

جدی جدی بجہان آن بان ہے سبکی
پہ مشت خاک مین جا گہ ندان ہے سبکی

سمجھ نہ دوستی مین زندگی خضر کا طول
کہ عمر دوستی تا امتحان ہے سب کی

زبان وہی ہے کہ ملنے مین جسکے ہو کچھ فیض
دگرنہ یون حرکت مین زبان ہے سب کی

متاع دین سے مین اپنی ہون اسلیے بیفکر
کہ ذات حق جو ہے وہ پاسبان ہے سبکی

جو ناز پوچھو تو دل لے ہے چھین ہر اک سے
ادا جو دیکھو تو خواہان جان ہے سبکی

مآل مردم ماضی و حال و استقبال
سنا تو ایک سی کچھ داستان ہے سب کی

نہ دیر و زود پہونچنے کا شکوہ کر سودا
تنور ایک فلک جس مین نان ہے سبکی

مگر وہ دید کو آیا تھا باغ مین گل کے
کہ بو کچھ اور ہی پائی دماغ مین گل کے

عدو ہی ہو سبب زندگی جو حق چاہے
نسیم صبح ہے روغن چراغ مین گل کے

چمن کھلین ہین پہونچ بادہ لیکے اے ساقی
گرفتہ دل نہ مجھے مت کرا یاغ مین گل کے

نہین ہے جائے ترنم یہ بوستان کہ نہین
سوائے خون جگر مے ایاغ مین گل کے

علی کا نقش قدم ڈھونڈھتا ہے یون سودا
پھرے ہے باد سحر جون سراغ مین گل کے

عارض پہ حسن خط سے دمک کیا ہے نور کی
یہ دود لڑ رہا ہے تجلی سے طور کی

طوفان طرازی مژہ عاشقان نہ پوچھ
کچھ آبرو رہی ہے نہ چشم تنور کی

پاس اب ہمارے نکہت گل کو نہ لا نسیم
دل ہے ہوس چمن کی سیون سے نفور کی

مین نخوت تبان کو دلا تجھ سے کیا کہون
فرعون کھائے تھا قسم انکے غرور کی

تیری گلی کے بیچ جو خواب عدم مین ہین
انکو طنین پشہ ہے آواز صور کی

معمار نے ازل کے فراموش کی مگر
جا گہ بنائی خانۂ دل مین سرور کی

مرہم فقط تسلی کے دینے سے کیا حصول
کر فکر ہو سکے تو دل ناصبور کی

تو بہ چمن مین بادہ سے کن نے کی ہو صبا / غنچہ سے کے تین ہر ایک صراحی جو چورکی
کم مت سمجھ تو شاہ گدائے ضعیف کو / وان قدر ایک سی ہے سلیمان و مور کی
سردی کو نزد شیخ زمستان مین دخل کیا / گرمی ہے ایک ریش مین وان سو تنور کی

سودا کو عاشقی سے رکھا چاہتا ہے باز
ناصح نصیحت اپنی سے خوبی شعور کی

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے / یان چٹ کیے ہین اس نے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے مین آن کے چوڑے گا غلسب / پیوینگے اسکی نندے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ مین جا خط بندگی / لکھوا لیا ہے سرو چمن سے کھڑے کھڑے
لگ جا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا / دو روز دوستی مین جو باہم لڑے لڑے
کیا قدر دل بتان کو جنھون کے گلے کے بیچ / دل خاک ہو گئے ہین کرورون پڑے پڑے
ازبسکہ تنگنا ہے گذرگاہ آخرت / جاتے ہین اس طرف جو کدہ مہ چھڑے چھڑے
دندان دہن مین وقت تبسم نہ دیکھے ہم / موتی سے کچھ ہمین نظر آئے جڑے جڑے
بوسہ نہین تو گالی ہے گالی نہین تو مار / عاشق نہین ہین منہ چڑی جس پر اڑی اڑے

سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا
عالم عبث اکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

وہی جہان مین رموز قلندری جانے / بھبوت تن پہ جو ملبوس قیصری جانے
غلام اسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے / جگر کے خون کو خوان تونگری جانے
فہیم ہے وہی آفاق مین ترا جو یائہ / کہ جسمین پاسے نہ تجھے اس سپہری جانے
نہ بیچ گرمی یا خواجہ شکم پرور / کہ تجھ سوا نہ کوئی بندہ پروری جانے
جو خار راہ طلب مین ہوا ہو دامنگیر / غیور اسکو بہ از خضر رہبری جانے
پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جفا وان / وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے
بتان کی دید سو اک سہے مجکو بینائی / وگرنہ دیکھے تو جس زشت کو پری جانے
نگاہ لطف تری جن نے پھرتے دیکھی ہو / وہ بازگشتی اسی تیر کی سری جانے
زبان دہن مین تو غنچے کے بھی ہے کیا لازم / کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے
در سخن کو تو غواص بحر معنی پائے / وگرنہ کیسی ہی کوئی شناوری جانے

پلے جو میکدہ زاہد تو دون تجھے وہ جام
کہ دون مرتبہ تو جم کی ہمسری جانے

جہان مین قصہ یوسف ہے آئینہ کہ پسر
پدر کا درد نہ ہمسر برادری جانے

نہ معجزہ نہ کرامت لگے نہ کشف اسکو
کرشمہ وہ جو تری چشم ابھری جانے

سخنور اب یہ ہین جسطرح آپ کو کوئی
گھر کسی کا پڑا پا کے جوہری جانے

گداز دل نے کیا ہے مرا طلائی رنگ
وہ طالب اسکا ہے جو کیمیاگری جانے

ہے سادہ لوحی پہ اس دل کے آئینہ حیران
جو تیرے عہد کو سد سکندری جانے

ترا مقال رہ دین سے دور ہے اے شیخ
مرید گو ... سے قول پیمبری جانے

بتان سے نفع کوئی کیا لے جنس دل کو بیچ
جو جی بچے تو یہ قسمت کی یاوری جانے

ق
کسی گدا نے سنا ہے یہ ایک شہ سے کہا
کرون مین عرض گر اسکو نہ سرسری جانے

امور ملک مین اول ہے شہ کو یہ لازم
گدا نوازی و درویش پروری جانے

مقام عدل پہ جس دم سریر آرا ہو
ہر ایک خورد و کلان مین برابری جانے

وہی ہو رائے مبارک مین اسکے گوشہ نشین
کہ جس مین عامہ خلقت کی بہتری جانے

ملازمون سے نہ لاوے یہ اسکو بر سر کار
کہ جس سے کار خلائق کی ابتری جانے

چمن ہے ملک و رعیت ہے گل انھون کے لیے
بسان ابر بسر سایہ گستری جانے

ہمیشہ جود و کرم مین سمجھ ہر ایک کی قدر
مساوی از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی دے اسکو سمجھے مرد
نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے

جو شخص نائب داور کہاے عالم مین
یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے

سواے ان سخنون کے جو تاج زرین کو
خیال اپنے مین سر دھر کے سروری جانے

یہ فخر تاج تو یون نزد فہم ہے جسطرح
خروس آپ کو سلطان خاوری جانے

غرض یہ وہ غزل قطعہ بند ہے سودا
کہ اسکی قدر کوئی کیا جز انوری جانے

مرے ملنے کی اسکو تب ہوس ہووے اگر ہووے
کہ مجھ مین یک رمق باقی نفس ہووے اگر ہووے

کمال اشفاق کا لازم نہین دل کی تسلی کو
ہمین تو یک نگاہ لطف بس ہووے اگر ہووے

زمین کشت امید اپنی ہو سرسبز کیا معنے
جو بوؤن تخم گل تو خار و خس ہووے اگر ہووے

فلک کو وعدہ مجھ قسمت سے گر ظل ہما کا ہو
تو سر پر سایۂ بال مگس ہووے اگر ہووے

چمن گم کردہ ہیں گل ہیں وہ آوارہ بلبل ہوں
کہ جس کا آشیاں کنج قفس ہووے اگر ہووے

نہیں شایان زیبا گنبد دستار کچھ زاہد
مگر مسواک ہی اُس پر کلس ہووے اگر ہووے

بحر ترغیب نغمات جہاں خاموش اے واعظ
غنیمت ہے جو داں قوم و دعوت ہووے اگر ہووے

نہ ہوئے سارقانِ ملک سخن کی دزد معنی کو
جو اختر چرخ کا چمکے عسس ہووے اگر ہووے

پہونچ سکتا ہے یاں کوئی جھپٹ اُسکے داد کو ابھی
وہی بیداد گر فریاد رس ہووے اگر ہووے

وہ کب بہائے تحمل اپنے ہووے دی ہے سودا کو
مگر دنبالِ آوازِ جرس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے یہاں سے دین کی راہ یاد آوے
صنم رکھتے ہیں جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے

پیام اب تو دیا ہے نامہ بر کو آگے یا قسمت
دو چار اُس سے ہوئے پر خواہ بھولے خواہ یاد آوے

نہ پیوے چشمۂ آب بقا پر تشنہ لب پانی
زنخداں کا کسی کے گر اُسے واں چاہ یاد آوے

لگے کس طرح جی فردوس میں تجھ بن کہ یہ چہرہ
خدائی محو ہو خاطر سے جس دم آہ یاد آوے

برہمن آ کے گر دیکھے ترے روئے مخطط کو
تو پوتھی بھول کر اُسکو کلام اللہ یاد آوے

اگر کیسا ہی کوئی مہروش چھت پر چڑھ رہا ہووے
جہاں تاریک ہو نظروں میں جب وہ ماہ یاد آوے

فراموش اب کرے کیونکر نہ سودا شعر کہنے کو
کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہی عندلیب
صبح بہارِ گل پہ شب تار کر چلے

اُٹھتے ہوئے جو دیر سے لی مدرسے کی راہ
تسبیح شیخ شہر کی زنار کر چلے

آئے جو بزم میں تو اُٹھا چہرے سے نقاب
پروانے ہی کو شمع سے بیزار کر چلے

آزاد کرتے تم ہمیں قیدِ حیات سے
اُسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے

اٹھکر ہمارے پاس سے گھر تک رقیب کے
پہنچے گا وہ کوئی جو ہمیں مار کر چلے

لو خوش رہو گھر اپنے میں جس شکل سے ہو تم
دو چار نالے ہم پس دیوار کر چلے

اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب ادھر
ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے

سودا نے اپنے خون کی بیعت سے یک نگاہ
چاہی تو اپنی بات سے انکار کر چلے

پیارے خدا کے واسطے ٹک اپنے دل کے بیچ
انصاف تو کرو یہ کسے مار کر چلے

نہین معلوم اس سینہ مین کیا جون شمع جلتا ہے
دھوان ہو کر زبان سے بات کرتے ہین نکلتا ہے

گھڑی گھڑیال کی سن سن کے میرا دل دہلتا ہے
چلی آتی ہے دو گھڑی رات جان جون دن یہ ڈھلتا ہے

ادا تو لیلی کی دل کو [illegible]
[illegible] چھاتی سے ملتا ہے

برنگ شیشہ [illegible] آنکھون سے [illegible]
[illegible] آتش غم سے پگھلتا ہے

اثر نے آہ مین ہر چند سنے نا نہ سنا مین
[illegible] سنا ہے کان دونون سے میرا دل بہلتا ہے

مرا وعدے کی شب تا صبح اندوہ تذبذب مین
پڑا ایک ایک جب سینے کے اندر دل اچھلتا ہے

مجھے تشنیع کیون کرتا ہے ناصح یہ جو آنکھین مین
بس ان خانہ خرابون سے کسو کا کچھ بھی چلتا ہے

خیال پنجہ مژگان مین یہ احوال ہے دل کا
کہ جیسے صید کو شاہین کا چنگل مسلتا ہے

تجھے [illegible] گریہ مین یہ دیکھوان ہون
سرہانے اسکے بیٹھا ہاتھ سے تو ہاتھ ملتا ہے

سینے مین ہے یون دل کو ایام گرفتاری
طائر کو قفس مین ہو جون شام گرفتاری

صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک
مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری

دل قید حیات اندر کتنا خوش و خرم ہے
یارو یہ ہوا وحشی کیا رام گرفتاری

خوگر کو اسیری کے ہے ظلم رہا کرنا
خوشتر ز چمن اسکو ہے دام گرفتاری

دل حال بد اپنے کا آغاز سحر شکوہ
ہوتا ہے کچھ ایسا ہی انجام گرفتاری

یارب مرے ناصح کو دکھلا دے جھلک اُسکی
دیتا ہے بہت مجھکو الزام گرفتاری

ہر چند اسیری مین ایذا ہے بہت لیکن
صیاد کی شفقت ہو آرام گرفتاری

سودا کو نہ سمجھو گے عشاق مین تم اپنے
آزاد کو مت کیجو بدنام گرفتاری

ہر ایک شے مین ہے جو تو ظہور کس کا ہے
شرر مین روشنی شعلے مین نور کسکا ہے

دماغ خلق پہ از بس ہے مین حیران ہون
یہ مشت خاک مین اتنا غرور کسکا ہے

جو کچھ جہان مین ہے وہ فرق ہے تعین کا
سخن مرا نہ سمجھنا قصور کسکا ہے

یہ سمجھین ہین کہ تو خالق ہے اور یہ مخلوق
ترے گناہ سمجھنا شعور کسکا ہے

جہان کے بزم سے یارو کسی کا اٹھ جانا
یہ کون جانے کہ نزدیک و دور کسکا ہے

صفائی چہرے پہ نازان ہے آئنہ تو دیکھ
یہ زیر زلف ہے پیارے عبور کسکا ہے

سکے ہے تند نظار سے تجھے ابھی سودا
ترا سا مرتبہ اُسکے حضور کسکا ہے

نہ نرگس کی پلک تیرے تماشا نے ہی جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہے تماشائی

تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

مری تیری سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں
ترا جلوہ مرا دلکش ہے اُسکا گل کی زیبائی

برائے خوش قداں ہے جنس جاں خرچ ضروری کو
جو نقد دل تھا سو تو کر چکے ہم خرچ بالائی

سمجھ کر بول جو بولے نہیں پھر بازگشت اسکو
سخن بیروں لب منھ سے ترے جس دم زباں لائی

نہیں ہے گھر کوئی ایسا جہاں اسکو نہ دیکھا ہو
کنہیا سے نہیں کچھ کم صنم میرا وہ ہرجائی

بغیر از گور زاہد کنج تنہائی کہاں سو بھی
نکیر و منکر اُس جا ہوں تو پھر معلوم تنہائی

محبت کی کروں نج بل کی میں تقریر کیا یارو
ستم پربت ہو تو اُسکو اُٹھا لیتا ہے جوں رائی

بجز خون جگر ساقی نہ دیکھا واسطے اپنے
کہ مے جام بلوریں میں ہو زیر چرخ مینائی

جھکایا تھا مجھے زاہد نے کوچہ رنج دنیا کا
مغاں نے راحت دنیا کی مجکو بات تبلائی

ثمر ذلت ہے خواری برگ ہر اک شاخ بدنامی
بوئے مہرباں دل میں کہ تخم نخل رسوائی

کہیں ہیں یار یوں مجھسے عجب ہی لطف سے سودا
چمن میں سنبل و گل نرگس انکی دے ہے دکھلائی

پھر اس سے کیا کہ تیری زلف نے عارض نے آنکھوں نے
پیارے بانٹ لی باہم مری آنکھوں کی بینائی

جب اُن آنکھوں کا غمزہ برسر بیداد آتا ہے
قضا کا قتل عالم کی لئے اسناد آتا ہے

خیال لب سے ہے یوں تقویت دلکو کہ دارو کا
اثر جیسے طبیعت کیلئے امداد آتا ہے

ستایا ہے برس کر اُسکو کس عاشق کی مژگاں نے
کہ یوں ابر سیہ کرتا ہوا فریاد آتا ہے

دہن غنچہ کا جب کھلوں ہوں گوش گل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

نہیں کچھ دل کے نرمانے کا میری آہ میں جوہر
وگرنہ آب کر دینا اسے فولاد آتا ہے

عروس معنی کی تصویر کھینچ آتی ہے سودا کو
کوئی خاطر میں اسکے مانی و بہزاد آتا ہے

زیست قاتل ہے مری تجھ بن اجل بدنام ہے
سینے میں موج نفس اک تیغ خون آشام ہے

شب نہ تنہا بیقراری سے مجھی کو کام ہے
نور شمع اس شوخ بن جوں برق بے آرام ہے

بسکہ سو جا سے نگاہ شوق نے پیدا کی راہ
دیدہ مشتاق نکا تیرے پردہ بادام ہے

اعتبار اوج خس کتنا میان گرد باد
گیا ہے وہ جو سر فراز گردش ایام ہے

مشت کو عریان تنون کے فیض سے خالی نہ جھ
جیب گرہ سے جا ہو گو ہر کے درم اور دام ہے

عشق کے انجام سے دلکو ہے غفلت اسطرح
جیسے وہ ماہی کہ دریا مین میان دام ہے

مے خوری موقوف اپنی کچھ گل و مل پر نہین
لالہ سان لبریز خون میرے سے میرا جام ہے

وصل کے وعدونکی شادی مین کھوایا آپ کو
واسطے اپنی غذا کے غم سے قرض دوام ہے

مین کہا سودا سے نسبت اور ونکے لبر ترا
کیا ہے تو جسکے لیے رسواے خاص و عام ہے

سنکے یہ بولا کہ نادان چشم پر داغ سے دیکھ
صبح کی مشعل سے روشن تر چراغ شام ہے

یان جو ہون خاموش سو تیری ندامت کیلئے
ورنہ شکوون کے ذخیرے ہین قیامت کیلئے

نا زبرداری کی باندھی تب بھرون دلکی کمر
دم ولا سا دے بندھا لون استقامت کیلئے

دولت عشق اسکی شایان ہو کیا ہے جسکو خلق
ملک جانبازی کی خالق نے نظامت کیلئے

ذکر کیا سرو و صنوبر کا ترے قد کے حضور
ہے قیامت بھی قرینہ تیرے قامت کیلئے

آنکھ اٹھا کر دیکھ تو اے یار میری بھی طرف
کب سے ہون مین منتظر صاحب سلامت کیلئے

کھا کے تیہا اسکے کوچے سے نہ بڑھ کہتا ہے تین
دو قدم بھی کم نہین اے دل ندامت کیلئے

حرف واعظ مجکو مسجد مین تو لایا ہے ولے
ہے اذان ہر وقت کی مانع اقامت کیلئے

زخم سینہ کا تو بھر آیا ہے لیکن داغ دل
رہ گیا ہے دوستی کی یہ علامت کیلئے

اسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہے اے سودا مگر
عشق کی سر اپنے لینے کو ملامت کیلئے

نہ غافل رہ زمانے سے بسر لیجا بہشیاری
کہ خواب پاسبان ہو گرگ کی طالع کی بیداری

یہ آنکھین جون صدف کب ابر نیسان پر نظر رکھین
عطا اسکی نیاز ہین گانٹھ جو دریا کہ ہین جاری

نہین روشندلان کو وسعت روزی زمانہ مین
کہ منہ کو نان گاہے پاؤ گے آدھی گہے ساری

ہوا ازبسکہ ہو کو عشق خوش لبان پیری کے عالم مین
پڑی ہے آتش یاقوت سے سینہ مین چنگاری

نہ رکھا داغ دل نے تن بدن پیری سے کچھ مجھ مین
بغل کے چور کی جون شمع کب تک ہو خبرداری

مداوا زخمی تیغ زبان کو نفع کیا بخشے
نہین مرہم پذیر اسے لیک جسد مر زخم ہو کاری

یہ نوید آمد کے پیارے تجھسے مجکو لیگئے
آپ مین آیا مین تب آگے کنارے جب تم جا چکے

تیغ ابرو کی نگہ کو تیر مژگان کو چھری
قتل عالم مین رہا اب کیا کہ تم بند لگوا چکے

گوش زد اسکے کیا اعدا نے میرا حرف عشق
کیا رہا گھر جلنے مین اب آگ وہ سلگا چکے

کچھ علاج ایسا بتا سودا کہ دل تڑپے نہین
یار کے ہاتھون بہت خون جگر ہم کھا چکے

خوب واقف ہین محبت کے وہ سر رشتے سے
حسن اور عشق کے جنکو ہے خبر رشتے سے

سب تن زار ملا آہ کے سر رشتے سے
سوزن گم شدہ جو آوے نظر رشتے سے

چشم انکی نہو جز حق کے کہین مجرائی
باندھین ہین نفر سکے جو شعر گہر رشتے سے

دل عشاق مسلسل ہین ہر یک سر مو
تیرے جس دن سے گندھے گیسو کمر رشتے سے

کھلے کس بال چمن مین کہ قفس مین ہین بند
بندھے تھے وان بھی رگ گل کے یہ پر رشتے سے

توڑ کر نخل محبت سے جو پھر باندھتے دل
یون ہے جون شاخ ست باندھا ہو ثمر رشتے سے

چاک ملنے کا نہین جیب کا میرے جون گل
ناصحا تو تو سئیے شام و سحر رشتے سے

سینے مین قید علائق سے جو دل ہو آزاد
ہے صدف بیچ مبرا وہ گہر رشتے سے

سو سجھے ہے دور کی کیا ہے چھپا ہے ناصح
ہے پرے طول امل کی یہ نظر رشتے سے

جکڑے زنجیر کے سودا تو رہیگا پیارے
ٹھہرے تب ہی بندھے الفت کے اگر رشتے سے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے
قفس مین مرغ ہے یا ماہی بے آب ہے کیا ہے

جھلک جس شمع مین ذرہ نہو نور محبت کی
اگر خورشید ہے کیا ہے وگر مہتاب ہے کیا ہے

پہونچ ساقی کہ شیشے مین نہین مین جانتا تجھ بن
مے گلگون ہے یا دل کا مرے خوناب ہے کیا ہے

ترا شہرہ عدو سے خواب ہے اتنا کہ سوچون ہون
فلک پر ماہ ہے یا دیدۂ بیخواب ہے کیا ہے

سنا کرتے ہین نام آبرو مدت سے دنیا مین
خدا جانے خذف ہے یا در نایاب ہے کیا ہے

پڑی جب کشتی دل عشق کے دریا مین خطرہ کیا
اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے

نظر مین انکی وہ جو دست برداران مطلب ہین
کوئی خان ہے اگر تو کیا وگر نواب ہے کیا ہے

سنے ہے شعر جب میرے تو چین ابرو ہو کہتا ہے
کیا مین فرض وہ شعر و سخن کا باب ہے کیا ہے

نکالا آزردہ دل اس بزم مین پاتا ہون اپنے سودا
نہین معلوم تجھسے کا وش احباب ہے کیا ہے

نہین وہ بولتے اُنہین خبر جنکو ہے کچھ اُدھر کی
سنی جو بیر کی کہتے ہین اور سیکھے ہوئے گر کی

ہین دیکھی دشمنا یہان لٹک بل گوش مین ڈر کی
نگاہ شرمگین کے کیا کہون جادو کی تھی بُر کی

شب و روز اپنی نظرون مین جہا کو چھپان رہا ہے
نہین دیکھا پر ایسا حسن گردش مین مہ و خور کی

انھین طبل و علم بخشا ہے چرخ سفلہ پرور نے
صدا سے کرنا جنکے گوش تہم ہے پر کی

چلا آیا وہ ظالم اس لٹک سے رات مجلس مین
خبر رقاص و مطرب کو رہی نے تال و سُر کی

جو یون لاٹھی دکھاتا ہون تو دانت اپنے نکوسے ہے
رقیب آگے ترے دے ہے مجھے بندر کی سی گھُڑکی

چڑھا پھر شیخ مرکب سر کو رند ہنستے ہین
مریدونکے لیے ہے توتیا خاک اسکی ہر گھر کی

تراشا ہین بایں خوبی ز سر تا پا بت اپنے کو
کہ سنگ آستان سیرے کو پوجے قوم آزر کی

کمیت خامہ تازی ہے ترا پر کیا کہون سودا
چلاوے سے تمام اُسکی عراقی ہو گئی ترکی

چاہنا بزم تعیش کا ہوسناکی ہے
دشمن دور قدح گردش افلاکی ہے

گذر انسان کا یہانسے جو بچالاکی ہے
جون کمان موج ہوا جلد ہے یہ خاکی ہے

زخم شمشیر سے جو دوستگے ہین لذت یاب
درگذر کرتی اُون اشخاص سے سفاکی ہے

یہ تو بو طرۂ سنبل مین نہین ہے سچ کہہ
زلف کی کسکے صبا تو نے گرہ وا کی ہے

سر کو نفرا کے مصلے پر جو بیٹھا ہے شیخ
کچھ مراقب نہین پینک مین ہے تریاکی ہے

عشق وہ شے ہے کہ معشوق سے دل عاشق کا
شکر لبریز جو ہووے تو زبان شاکی ہے

ہوش مین کیونکہ وہ حکاک رہا ہے جسکے
ہاتھ سے لعل لب یار پہ حکاکی ہے

زاہدا حور بہشتی پہ تری تو ہے نظر
ہمنے بھی میکدہ مین دختر رز تاکی ہے

عزم کعبے کا تجھے حرج بڑا ہی سودا
دل مین تین گبر و مسلمان کے اگر جا کی ہے

عاشق کو نہ کر پیار جی سے
پر اُسکو نہ مار یار جی سے

جاؤن با خویش و قوم اپنے
صدقے مین ترے ہزار جی سے

گذرے ہے جو مجھ پہ خط سے تیرے
جاوے گا نہ یہ غبار جی سے

تجھ سے کو جو عندلیب دیکھے
دے گل کو وہین اُتار جی سے

مین قول دیا نہ ملنے کا لیک
جون صبر کیا قرار جی سے

بکھرے پرسے نثار لعل و گوہر — کرتے ہیں سب اے نگار جی سے
سودا نے تو سب کچھ اب بسارا — کیجو تو یہ اعتبار جی سے
مجھ پاس تو کچھ نہ تھا نہ ہے اب — آپہی ہیں ہوا نثار جی سے

انصاف کی شرط تو یہی ہے
توبھی اسے مت بسار جی سے

تازہ تعلق نہیں اس دل کو الم سے — تھا طفلی میں گہوارہ مرا دامن غم سے
شربت ہے مجھے زہر غم ہجر کہ میری — گھٹی جو بنی روز تولد سو وہ سم سے
باس آتی ہے گلزار محبت سے لہو کی — زخمی ہے یہ کسکی رگ جان خار ستم سے
بازار محبت میں نبوت کا بہا کیا — اک زن نے لیا مول نبی چند درم سے
محراب حرم سے ہمیں کیا کام ہے زاہد — عاشق کے ہے سجدے کی رگڑ تیغ کے خم سے
ثابت ہو مرا حق وفا روز قیامت — گر آنکھ لڑاوے نہ تو محشر کے حکم سے
کوٹے ہے سدا سینہ وہ با نالہ و فریاد — عاشق کو نوازا بھی تو اس طبل و علم سے
دریا دل اس آفاق میں جتنے ہیں انھوں کو — بیڑے ہی رہے تو تو سدا موج کرم سے
ہمت پہ فلک کے نہ کبھو چشم سیہ کی — چاہا بھی تو کچھ اپنے ہی دم اور قدم سے
یہ ننگ ہیں تصویر نہ تیری ہے نزاکت — جسکو نہ کوئی دیکھ سکا دیدۂ نم سے

خجلت نے کیا آب صدف کے تئیں سودا
در ریزی یہ کچھ یار ہوئی تیرے قلم سے

پنبہ کو دور کر مرے سینہ کے داغ سے — سوز شب فراق کو دیکھ اس چراغ سے
آغاز خط کا دیکھ کے رخسار پر ترے — شرمندہ ہو بہار چلے روے باغ سے
بے بادہ یہ دہن سخن آشنا نہو — جوں غنچہ لب کھلیں ہیں تمھارے ایاغ سے
گذرا ہے تو چمن سے کہ بلبل کے اب نگاہ — آتی ہے روے گل کی طرف کس دماغ سے

سودا اسے وہ چاہے یہ از تخت سلطنت
اک کنج عافیت میں جو بیٹھا فراغ سے

غفلت میں زندگی کو نکھو گر شعور ہے — یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے
شمع و چراغ کو کہ مرے شب سے دور ہے — تو گھر میں ہو مرے تو اندھیرا بھی نور ہے

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی
غنچے کو گلستان مین حیا سے سرور ہے
بلبل چمن مین تیغ نگہ کسکی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہون سو زخمون سے چور ہے
حور بہشت واہمہ تیرا ہے زاہدا
لیکن نگاہ چشم محبت مین حور ہے
مو شگافے کرے کچھ عصا سے کر اپنے عصا کو شیخ
گنجے نہین یہ عقل کا ناخن وفور ہے

لنگر کہین جو آس سے انکے قدم تلے
سودا انہین یقین ہے کہ یہ کوہ طور ہے

جب نظر اسکی آن پڑتی ہے
زندگی تب دھیان پڑتی ہے
جھیل لیتے ہین عاشق اے فرہاد
جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے
ہے جفا سے غرض اسے جتنی
کہ وفا امتحان پڑتی ہے
نظر ان مہوشان کی ہے ظالم
کیا غضب آن بان پڑتی ہے
قدر زاہد نظر مین چلے معبد
اتری سی کچھ کمان پڑتی ہے
بات اس دل کے درد کی یارو
گفتگو مین ندان پڑتی ہے
ایک کے منہ سے جسگھڑی نکلے
پھر تو سو کی زبان پڑتی ہے
لیکن اتنا کوئی کہے مجھ سے
کبھو اسکے بھی کان پڑتی ہے
بے ثباتی زمانے کی ناچار
کرنی مجکو بیان پڑتی ہے
گرم جوشی دوستان بیطرح
آتش کاروان پڑتی ہے
دل سے پوچھا مین یہ کہ عشق کی راہ
کس طرف مہربان پڑتی ہے
کہا اُن نے کہ یہ ہندوستان
لے سوے اصفہان پڑتی ہے
یہ دو راہا جو کفر و دین کا ہے
دونون کے درمیان پڑتی ہے
منزلت شعر کی ترے سودا
یون بوہم و گمان پڑتی ہے

نہین علیسی تو پر سخن سے ترے
تن بیجان مین جان پڑتی ہے

زمانہ تجسے اگر ہو ناساز کر تو اُس سے زمانہ سازی
جو دیکے روٹی چڑھا دے تجکو کبھو گدھے پر کبھو بتازی
قسم نکھاوین ہماس خاکی جو وقت اپنے ہوے لکھے ہین
وہ شیر مین اور جنسے ہوتی ہے ساتھ خلقت کے روسیاہی
جو پاک رکھتے ہین تن کا جامہ پلید ہے تا بکی دامن دل
خدا کے نزدیک اسے مصلی نہین ہین زنہار وہ نمازی

ہماری ذلت بدیدۂ فہم عین عزت ہے منعمون کی
کسیکو یان غرۂ تاج کا ہے کسیکو یان عجب راج کا ہے

گز ادھر بھی وہ شاہ خوبان کرے جو یکدم تو کیا عجب ہے
زبسکہ ٹوٹا ہوا بنایا مین عشق تیرے مین شیشۂ دل

قمارخانے مین عشق کے ہم پھر آکے دیکھین خدا کرے کیا
جو سرنگون ہون نہ اُنکے آگے تو اُنکی معلوم سرفرازی

کوئی بیکاری اناج کاٹ یہ وجہ کیا ہو کہ بے نیازی
ہوئی ہے آگے بھی بادشاہ ہوئے سطرح کی گدا نوازی

جو ٹوٹے حاکم کے گھر کا شیشہ مین جاؤن کھینچا شیشہ سازی
جو نقد دل تھا اسے تو ہارے لگائی اب ہمنے جان بازی

اگرچہ عمر خضر سے بھی ہے زیادہ زلفون کا طول اسکے
نباہی لیکن اُنھون مین سودا شب فراق اپنے کی درازی

دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے
دین و دنیا سے جی اُچٹتا ہے

طرۂ زلف شکل چنگل باز
مرغ دل پر مرے جھپٹتا ہے

مژہ برگشتۂ بتان کا حسن
صف آرام دل اُلٹتا ہے

گل ہے عاشق ترا تبسم مت کھا
یون گریبان کلی کا پھٹتا ہے

غنچے سمٹے تو سمٹے ممکن ہے
دل جو بکھرے تو کب سمٹتا ہے

نہین شرم اتنی کم زہد نامی
اسقدر مجھسے کیون وہ کٹتا ہے

کیا کہون اس صفائے عارض کو
وان نگہ کا قدم رپٹتا ہے

عشق سے تو نہین ہون مین واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

خط کے آنے سے غم نہ کھا پیارے
لکھا قسمت کا کوئی مٹتا ہے

حسن بخط روز و شب سے روشن ہے
ایک بڑھتا ہے ایک گھٹتا ہے

ناصحو دل دیا ہے مین اپنا
کچھ تمھارا بھی اس مین بٹتا ہے

رات دن آکے تم مین سے ہر ایک
کیون مجھے بھوت سا چمٹتا ہے

صفت مژگان کی یہ سخن ہر ایک
وصف برگشتگی مین رٹتا ہے

ملک دل قتل کرکے سودا کا
لشکر حسن یون پلٹتا ہے

جگ مین تخم شراب ہے وہی
ہرزہ گوئی کا باب ہے وہی

سیر غصہ مین لون تو کب آدین
موجب پیچ و تاب ہے وہی

سارے میوون مین باغ دہر کے بیچ
انھون کا انتخاب ہے وہی

عرق اب کھینچکر گاؤ دُم کا
بسکہ رہتا ہے انکو اُسکا خیال
دانۂ سبحہ گر کرین اُسکو
بھونے کوئی جو اُسکو گیہون مین
ہیم ہ وا و اور الف کا ذکر
انکے آگے جو لے مفصل نام
سیر اُس باغ کی کرے ہین یہ

چھڑکو اُن پر گلاب ہے وہ ہی
سوتے مین بھی انجواب ہے وہ ہی
اُنکے حق مین ثواب ہے وہ ہی
اُنکے خاطر کباب ہے وہ ہی
انسے کیجے کتاب ہے وہ ہی
بڑا افراسیاب ہے وہ ہی
جسطرف بے حساب ہے وہ ہی

میر پھیجو جو گالی دین سودا
پاس اپنے جواب ہے وہ ہی

جان تو حاضر ہے اگر چاہیے
گھر سے نکلتے ہی تجھے ہر سحر
عشق سے ڈر تو وہ خاشاک کو

دل تجھے دینے کو جگر چاہیے
قتل کو اک پیش نظر چاہیے
آگ کے شعلے سے حذر چاہیے

خدا بتون مین کہان ہے یہ خلق کا کہ نہووے
نہین ہے لطف سے خالی بد یہ یار کا ملنا
بہار ہے پی تجھ بن خزان بقائے چمن کیا
نہین ہے نعش پہ پیسے تک اعتنا تجھے ورنہ
ہمین خدا سے یہ امید وصل ہوئیگا تجھ سے

غرور و کبر جوان مین ہے از کجا کہ نہووے
تجا مین وصل کی ہم قدم تا کہ نہووے
جو یہ نہین تجھے منظور جلد آ کہ نہووے
جو کچھ مسیح سے ہو تجسے دخل کیا کہ نہووے
دگرنہ ہے یہی تیرا تو مدعا کہ نہووے

یہجان ہین یہ ترے چشم کے بیمار کئی
کوئی سنسکے کوئی تڑپے ہے کئی ہیچین
عشق بھی شرط ہے کیا ہو مرض الموت مجھے
بلبلو مجکو نہ تکلیف کرو نالے کی
شیخ مجکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے
خوب دیکھا مین جہان اہل جہان بھی دیکھے

مرگئے خنجر مژگان سے دل افگار کئی
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
یارب انسان کے مرنے کے ہین آزار کئی
ڈوب جاوینگے لہو مین گل و گلزار کئی
ایسے تو دیکھے ہین مین گنبد دستار کئی
ایک زندان ہے کہ جسمین ہین گنہگار کئی

تیرے بازار مین اب کیونکہ نہ بگڑے سودا
ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

جھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

باقی ہے مار کھانی سو اب آگئے آج کل
سن لیجے گا تم اسے بھی لاتا لات ہو گئی

ابتو ہیں چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا
ہونی جو کچھ تھی قبلہ سو حاجات ہو گئی

بس اب ستم سے درگذر اے یار تا کجا
اعمال دل کی میری مکافات ہو گئی

پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے و لے
دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہے بات ہو گئی

مستی سے اس نگاہ کی اے محتسب تبہ
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

ملنا ترا ہر ایک سے میں کیا بیان کروں
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہو گئی

یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہو گئی

سودا کیکو وہ تو ستا دے نہ بے سبب
کیا جانیے کہ تجھ سے ہی کیا بات ہو گئی

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے بصد چشم تر گئی

دیوانہ کون گل ہے ترا جسکو باغ میں
زنجیر کرنے موج نسیم سحر آگئی

کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

خانہ خراب دل تو ہے لیکن میں کیا کہوں
جیسے بلاے جان ہے یہ چشم گھر گئی

نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جیسے میں
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

زاہد میں کہہ رہا کہ پی اسکے عوض شراب
آخر نہ اسکے گرد سے تجھے اپنی چیر گئی

سودا فغاں کو خط یہ لکھا اسکے یار نے
جس وقت اسکے حال کی اسکو خبر گئی

سن اے فغاں جہاں میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسے روش اسکی گذر گئی

شیریں نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنوں پہ کیا جفا تھی کہ لیلیٰ نہ کر گئی

کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
تو رہ نہ اسکے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا فرش پر گئی

تین تا نہ کچھ کیا ہے کہ بدنامی کو ترے
آواز آہ و نالہ تری گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر تر گئی

لوہو سے میرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بیرون در گئی

دل کو ترے نہیں ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے یہ زبان لال کر گئی

القصہ خط کو پڑھ کے یہ اُن نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر نجانے کدھر گئی

شیرین کی ایک مین نہ کہون ورنہ بارہا
لیلیٰ جدھر تھی وادی مجنون اُدھر گئی

یاں تک تو گھٹ مین لیلیٰ کے مجنون سما گیا
اس اتحاد سے انھین باہم بسر گئی

جاری ہوا تھا خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلیٰ کے پوست مال اگر نیشتر گئی

ظالم کرو در گل کا گریبان ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنے سے مر گئی

پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی

میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میری ہی موج خون مرے بیرون در گئی

شکوا تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین مرے لوہو سے بھر گئی

اگلی بھی دن بہار کے یون ہی چلے گئے
پھر پھر گل آ چکے پہ سجن تم بھلے گئے

پوچھے ہے پھول و پھل کی خبر اب تو عندلیب
ٹوٹے جھڑے خزان ہوئی پھوٹے پھلے گئے

دلخواہ کب کسیکو زمانے نے کچھ دیا
جنکو دیا کچھ اسمین سے وہ کچھ نہ لے گئے

اے شمع دل گداز کسیکا نہو کہ شب
پروانہ داغ تجسے ہوا ہم جلے گئے

سودا کوئی بھی دیوے ہے ایسا دل انکے ہاتھ
لاکھون ہی دل قدم تلے جنکے ملے گئے

تیرے ان الفتون کے زمانے کدھر گئے
کیا جانیے کہان ہین نجانے کدھر گئے

ہے مدتون سے خانۂ زنجیر بے صدا
معلوم ہی نہیں کہ دوانے کدھر گئے

مارے کو تیرے زلف کی لاکھون جتن کئے
لیکن ڈسا ہو کالے نے جسکو سو کیا جیئے

تہمت ہمارے خون کی جراح کو نہ دو
ہے بیطرح یہ زخم کہو اسکو مت سیئے

سلگا نہ کاروان ترے نالہ سے اے جرس
ہمنے تو ایسے قافلے لاکھون جلا دیے

اڑیے اب اس چمن سے کہ موج نسیم نے
خاشاک آشیان کے مرے سب اڑا دیے

آخر اڑا ئیگی زر گل مفت مین صبا
اے غنچہ فکر جمع سے مت خون دل پیے

سودا جہان مین آئے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

جب اپنے بند قبا تمنے جان کھول دیے
صبا نے باغ مین جا گل کے کان کھول دیے

چمن مین کسکی مدارات تھی بتا تو نسیم
کہ صبح غنچون کے تین عطردان کھول دیے

نہین یہ سرمۂ دنبالہ دار مژگان نے
دلون پہ ہو کے صف آرا نشان کھول دیے

سمجھ کے باندھیو صیاد بال و پر میرے
کہتا سے کہیے نہ یہ کوئی ندان کھول دیے

نین کو موند کے سنتا تھا قصۂ عالم
لگے جو کہنے مری داستان کھول دیے

تھے عقدہ غنچون کے دلمین طرف سے بلبل کے
نسیم صبح نے آدر میان کھول دیے

سواد مین تری وادی کے کہیو سودا سے
کواڑ چھاتی کے آدر میان کھول دیے

ساون کے بادلون کی طرحسے بھرے ہوئے
یہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہرے ہوئے

اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک
لخت جگر کی نعش کو آگے دھرے ہوئے

پلکین تری کہان نہ صف آرا ہوئین کہ وان
افواج قاہرہ کے نہ برہم پرے ہوئے

آنکھونکو تیرے کیونکہ مین باندھون کہ یہ غزال
جاتے ہین میرے دل کی زراعت چرے ہوئے

بوندی کے جمدھر ونسے یہ بھڑتے ہین یکدگر
لڑکے مجھ آنسوؤن کے پینٹ منگرے ہوئے

انصاف اپنا سونپئیے کسکو بجز خدا
منصف جو بولتے ہین سو نت تجھسے ڈرے ہوئے

نزدیک اپنے رہنے سے مت کر ہمین تو منع
ہین لاکھ کوس جب ترے دل سے پرے ہوئے

مجلس مین چھو کرون کے جو مجرے سے شیخ جی
آوین تو پھر خدا نے کیا مسخرے ہوئے

سودا نکل نہ گھر سے کہ اب تجکو ڈھونڈنے
لڑکے پھرین ہین پتھرونسے دامن بھرے ہوئے

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجیے
ظہر نہین تو ستم کچھ تو بھلا کیجیے

کنج قفس کے ہمین رکھنے سے ہے کیا حصول
ذبح کے لائق نہین ہین تو رہا کیجیے

ہجر مین تیرے ہمین اتنی نہین جا ہے من
بیٹھ کے اپنے کہین چپکے بدعا کیجیے

داد طلب دل کی یان کیجے تو کیا فائدہ
کرتا ہے جو کچھ ہمین روز جزا کیجیے

یا دل [illegible] عاشقیت [illegible]
گالی ہی اک آدھ وہاں ہم کو دیا کیجئے

نبض عرق و تپ کو دیکھ کے ہوا اب یہ طبیب
پھر لشقی کہو تو تو دوا کیجئے

پر [illegible] واقف کہ نے سینے تو یہ منع ہے
کہنے ہی کی بات ہے اسکو سنا کیجئے

فرصت عمر اپنی یہ لطف خدا داد ہو
کہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجئے

پاس اگر زر ہو کر کے مغان ترک سے
عالم مین اپنے سدا مست رہا کیجئے

لیجئے ہون سودا تجھے کیونکہ کہ گر اس شوخ کے
گر وہ ترا اسم و رسم پوچھے تو کیا کیجئے

ہمت کہاں کہ سخت دو نان نہ لیجئے
جیدھر ہوا نکی پشت اودھر ہی رو نہ کیجئے

سوزن مین دوستی کے نہین رشتۂ وفا
اس پارہ پارہ دل کو کہو کیونکہ سیجیے

گرمی کسو طرح نہین بازار عشق مین
[illegible] گ دیجئے

لہو [illegible] سب مار ڈالتے ہیں
بھلا ہے ترک تعلق کا دعا کیجے

یہی تلافی [illegible] ستم بتان سے ہستی کی
کہ خاک ڈال کے سر پر سدا رویا کیجے

جفا و مہر برابر ہے عاشقان کے تئین
خوشی ہو جسمین تمھاری سو ہی کیا کیجے

کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت
کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

کہا طبیب نے احوال دیکھ کر میرا
کہ سخت جان ہے سودا کی آہ کیا کیجے

ہر [illegible] ترے چشم کا افسون ہے
بستۂ زلف پہ ہر شام ہی اور شبخون ہے

ہر مخبط بھی خیال اپنے مین افلاطون ہے
عقل پر ہو گی اسے وہ جو ترا مجنون ہے

راز افشا نہ کرے غنچے کی خاموشی کا
جھڑ جگر سوختہ کا بھی تو جگر پرخون ہے

اے فلک کس قدر عنا کو زمین مین گاڑا
سرو جو کھینچے ہے سر خاک سے سو موزون ہے

جز دہی کل ہی حقیقت مین ترقی ہی شرط
قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحون ہے

جی بچے سو ہی غنیمت سمجھ اے خانہ خراب
ورنہ سب اہل گلستا نکا چمن مین خون ہے

گل نے شبنم سے بے الماس کو کھایا لیکن
گانٹھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

ایک غماز نے اُس ترک پسر سے یہ کہا
ہے جو سودا کوئی شاعر وہ ترا مفتون ہے

سُنکے بولا یہ کہو میری طرف سے اُسکو
باندھنا خون پہ کمر اپنی نیا مضمون ہے

سرو گلشن سے نہ کچھ مفتون ہے
بید بھی قد کا ترے مجنون ہے

جذب طوفان نہ زمین سے ہوتا
تشنہ لب کونسا یان مدفون ہے

مصرع آہ مرا سُنکے کہا
کتنا بے معنی و ناموزون ہے

چڑھ گیا نظرون کوئی شاہ سوار
قطرۂ اشک سراگلگون ہے

نقل مجلس جو بنے شیخ تو پھر
بہر زاہد گزکِ افیون ہے

بزم عشرت مین ترے حزن کچھ آج
نالۂ نے پہ پنٹ مفتون ہے

لے خبر اسکی تو جلدی ظالم
اسکے پردے مین کوئی محزون ہے

بھاگ دیوانے سے مت اے عاقل
دہین جانان ہی جہان مجنون ہے

دشت گردی سے ہے کیا سودا کو
تیرا کوچہ ہی اُسے ہامون ہے

گر تجھ مین ہے وفا تو جفا کار کون ہے
دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہے

نالان ہون مدتون سے ترے سایہ کے تلے
پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہے

ہر شب شراب خوار و ہر اک دن سیاہ مست
آشفتہ زلف و لٹ پٹی دستار کون ہے

ہر آن دیکھتا ہون مین اپنے صنم کو شیخ
تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے

سودا کو جرم عشق سے کرتے ہین آج قتل
پہچانتا ہے تو یہ گنہگار کون ہے

اس چال کے سجھنے کا کچھ اسلوب نہین ہے
یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہین ہے

ہرگز مین تجھے چھوڑ کے یوسف کو نہ دیکھون
اس چشم کو ہم چشمی یعقوب نہین ہے

گو سیل خرابی نے کیا گھر کو مرے صاف
صد شکر کہ اب زحمت جاروب نہین ہے

الفت مین کچھ اپنے بھی اثر چاہیے سودا
ہرچند وفا شیوۂ محبوب نہین ہے

مرے گر عاشق بیکس تو ماتم دار دشمن ہے
صدا زنجیر کے گھر واسطے مجنون کے شیون ہے

جگر اور دل پہ اب میری بہار ایسی ہے داغون سے
کہ زخم سینہ گویا رخنۂ دیوار گلشن ہے

فلک گوشے مین تنہائی کے بھی [illegible] نہین دیتا
یہ ہمیں شمع کے فانوس مین جلنے سے روشن ہے

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہے — ہم بھی یہ سمجھتے ہین کہ جی ہے تو جہان ہے
ہر ایک کے دکھ درد کا اب ذکر و بیان ہے — مجکو بھی ہو رخصت مرے بھی منھ مین زبان ہے
اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک — دل دیکے ترے نام کو جو پائے نشان ہے
جویندۂ ہر چیز ہے پایندہ جہان مین — جز عمر گذشتہ کہ وہ ڈھونڈھو سو کہان ہے
پیری جو تو جاوے تو جوانی سے یہ کہیو — خوش رہیو مری جان تو جیدھر ہو جہان ہے
پہونچا نہ کوئی مرغ کبھو اپنے چمن تک — جز طائر حسرت کہ وہ یان بال فشان ہے
تجھسے تو کسو طرح مرا کچھ نہین چلتا — جز خون کہ آنکھون سے شب و روز روان ہے
ساقی تو نظر کیجیو ٹک صبح چمن کو — اس پیری کے جلوے کا بھلا کون جوان ہے

سودا کا ترے عشق مین طفلان سے ہی یہ حال
جیدھر وہ کھڑا ہووے تو جون سنگ نشان ہے

اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت نادان ہے — اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایان ہے
خوشی دو دل کو بھی یکجا نہ دیکھا مین زمانے مین — چمن مین گل اگر خندان ہے تو بلبل بھی نالان ہے
عزیز و نیک و بد رکھتا ہے یہ دوران کمینہ کو — گہر اور پوت کے دل مین جگہ رشتہ کی یکسان ہے

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہے — قفس مین ہمنوایان چمن کو یاد کرتا ہے
عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے — دکھاوے ہے مجھے اسکو جسے آزاد کرتا ہے
جو وہ پوچھے تجھے قاصد کہ سودا خوش تو رہتا ہے — تو یہ کہیو کبھو رو رو دل اپنا شاد کرتا ہے
عجب احوال کو سودا ستم تیرے سے پہونچا ہے — کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہے

لبان سے ترے ہاتھون نے نالان اسکو دیکھا مین
کوئی ٹک منھ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

مری آنکھون مین ہے بستا مجھے تو کیون رلاتا ہے — سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈوباتا ہے
عیان ہے شوق ملنے کا مرے نامے کے کاغذ سے — کہ جب کھولے ہے تو اسکو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے
میسر ہو اگر محراب تیرے تیغ ابرو کی — طرف کعبہ کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ہے
شب مہتاب مین جاری نین سودا کی دیکھا کر — مجھے گر چاندنی مین سیر دریا کا خوش آتا ہے

اسقدر سادہ و پرکار کہین دیکھا ہی
بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہی

خواہ کعبے مین تجھے خواہ مین بتخانہ مین
اتنا سمجھو [illegible] ہے یار کہین دیکھا ہی

دکھ دہندا اور بھی ہین لیک کسو کے کوئی
دل سا بھی [illegible] آزار کہین دیکھا ہی

نظر آتی نہین اب شکل رہائی مجھسا
ساعت ہو کا گرفتار کہین دیکھا ہی

پھرے ہی کوچہ و بازار مین تو کیون سودا
جنس دل کا بھی خریدار کہین دیکھا ہی

کیا جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے
کنگھی نے آرے ہاتھون کیا زلف کو لیا ہی

مجلس مین یہ ابھرنا پیارے حباب جو کا
بے چیز تو نہین ہے کچھ تمنے دم دیا ہی

خوش قامتون کا ملنا نت اٹھکے ہے قیامت
جو اُنسے مل کے آیا مر کے وہ جیا ہی

مجھ حال دل کی شاہد ہے بیکسی کہ جسکو
تونے دکھا دکھا کر اُسکا لہو پیا ہی

شملا پڑا ہے اتنا کیون تیرے پیچھے زاہد
پگڑی کو تیری ان نے کیا آگے دھر لیا ہی

شانہ مین شیخ جی کی داڑھی پھنسی نہ سمجھو
ایک چور بال ہے یان وہ کاٹھ مین دیا ہی

اثبات کرکے مجھسے اکبات تب کہو نہین،
لیکن نہ کہنے لگیو مجھ پر یہ طوطیا ہی

آتا ہے یاد کوئی تزئین کے وقت تجکو
اکثر تو دے کے سر سے آنکھون مین رہ دیا ہی

رونے کی تیرے سودا تاثیر کیا کہون مین
عالم کے دل کو جن نے خونناب کر دیا ہی

ارض و سما شفق نے لہو مین بھر دیا ہے
یا دل کسو نے جاکر خالی کہین کیا ہے

سینہ اب اپنے دل پر کرنے لگا ہے تنگی
ازبسکہ زخم اُسکا پھاٹا ہے اور سیا ہے

جون گل ہی مجھپہ احسان کیا ساقی ازل کا
میرے لہو سے مجکو اک جام بھر دیا ہے

کس سے کہون بتا نکے مین ڈھنگ دلبری کا
ان کافرون نے میرا دل لیکے جی لیا ہے

دل پر کبھو ہمارے تجکو نہ رحم آیا
آئینہ کو جو حیران دیکھا تو رو دیا ہے

یارو فلک جو مجکو احسان کش کرے ہے
اس سفلہ نے کہو تو ایسا وہ کیا دیا ہے

اُسکی بڑی عنایت اک دل ہی یہ کہ جسکو
جون غنچہ سو جگہ سے پیوند مین کیا ہے

سودا سے یہ کہا مین کچھ ذکر کر خوشی کا،
خاموشی نے تو تیری عالم کا جی لیا ہے

بولا بیان سنا کہ کس کی خوشی کہون مین، اس غمکدہ مین آ کر دل کن نے خوش کیا ہے
یاران حال کا تو ہے ذکر نوحہ آسا مذکور رفتگان کا سننے تو مرثیا ہے
لیکن اگر کہے تو اب اس غزل کو پڑھیے جز لفظ یا الف پر جسکا کہ قافیا ہے
یان چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہے ہر سرو اس چمن مین اک آہ بے صدا ہے
وراق دل نے آتش دیگر مری زبان کو جون غنچۂ شقائق خاموش کر دیا ہے
عذر ستم کو ہرگز یان رو نہین کہ دل کا مثل دراجابت نت زخم کھل رہا ہے
لب تشنگان جام تسلیم ہے ہمہ ہین ساقی یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ وا ہے
اس وضع کے بشر کو کس ساتھ ہو کدورت کچھ خود بخود دہی اپنا دل خاک ہو رہا ہے
سمجھے اگر تو اتنا یہ زندگی مرض ہے ہو درد جسطرح کا پھر وہ تجھے دوا ہے
دریا دلون سے مطلب جیبن لعل یان کسی ہے آتش نے اپنے ہمکو سیراب کر رکھا ہے
گر لے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہے
قاصد کو اپنے ظالم جو کچھ کہ دو ن بجا ہے جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خون بہا ہے
نامہ کا غور سے ٹک میرے جواب لکھیو انشا ظاہری کا باطن مین مدعا ہے
تیری سمجھ کے آگے ناقص نہین عبارت گو ہم سے حرف مطلب لکھنے مین رہ گیا ہے
آنکھون کے گرد میری مژگان کی ہے یہ صورت جیسے کنار دریا خس بہ کے آ رہا ہے
انعام نامہ بردان ہے درجۂ شہادت تیری گلی ستمگر صحراے کربلا ہے
احوال کی ہمارے ہمکو تو کیا خبر ہے گذرے ہے جیسے جی پر سو وہ ہی جانتا ہے
اور دل جو ہی بغل مین سو سطرح کا پھوڑا ہرگز نہ وہ پکے ہے ظالم نہ پھوٹتا ہے

القصہ کیا کہون مین گلشن مین زندگی کے
تجھ بن نہال سودا پاتون ہی آ لگا ہے

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
جلے ہے شمع سے پروانہ اور مین تجھسے کہین ہے مہر بھی جلنے مین کہین وفا بھی ہے
خیال اپنے مین گو ہون ترانہ سنجان مست کراہنے کو دلون کے کبھی سنا بھی ہے
زبان شکوہ سوا اب زمانہ مین ہیہات کوئی کسی سے بہ ہمدیگر آشنا بھی ہے

ستم رواہے اسیروں پہ اسقدر صیاد
چمن چمن کہین بلبل کی اب نوا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار مین مجنون
کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا جو سنا ہے کسو کا نام یہی ہے
آوارۂ صد زلف سیہ فام یہی ہے

کہتا ہے بنا گوش ترا زلف کے آگے
مین صبح قیامت ہون مری شام یہی ہے

کب تاب قفس لاسکے وحشت مری صیاد
اک الفت گل بس ہے کہ سودام یہی ہے

سودا کو کہا دیکھ کے اے مردم نافہم
جس سے کہ ہمین کرتے ہو بدنام یہی ہے

تو مست اندھیری رات ہوا اغیار ساتھ ہے
جو دل مین آوے کہہ یہ گنہگار ساتھ ہے

جو گل ہے یان سو اُس گل رخسار ساتھ ہے
کیا گل ہے وہ کہ جسکے یہ گلزار ساتھ ہے

خاموش عندلیب چمن تجھسے کیا ہے بحث
اپنا سخن تو مرغ گرفتار ساتھ ہے

پیغام اُس نگاہ کا جس مین ہو بوے مہر
کیا جانیے کسکے آخری دیدار ساتھ ہے

عقدہ نہ یہ کھلا کہ مرے دل سا پہلوان
تجھ زلف کے بندھا ہوا کیتار ساتھ ہے

کرتے تو ہو مرے مرض دل کی تم دوا
یارو جو دل یہی ہے تو آزار ساتھ ہے

سودا کے ہاتھ کیونکہ لگے وہ متاع حسن
لے نکلین جسکو گھر سے تو بازار ساتھ ہے

لینا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے اور چور ہے تو یہ ہے

اس چشم خون چکان کا احوال کیا کہون مین
گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہے تو یہ ہے

کچھ بس نہین ہے تجسے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے

گردش سے آسمان کے نزدیک ہے سبھی کچھ
ہمسے تجھے ملانا اک دور ہے تو یہ ہے

عارض ترا نہ تنہا پروانہ کا دل و جان
ایمان شمع کا بھی گر نور ہے تو یہ ہے

اے دل قبول کرنا باتون کو ھوشان کی
گر فہم عاقلان مین کچھ دور ہے تو یہ ہے

لخت جگر کو یارو دیکھو مری مژہ پر
اب دار ہے تو یہ ہے منصور ہے تو یہ ہے

دیکھا نہ اے دیوانے سودا کا حال تونے
مہر و وفا کا انکی دستور ہے تو یہ ہے

عالم کی اب زبان کا دکھ کیا کہوں نہین یارو
گر نیش ہے تو یہ ہے زنبور ہے تو یہ ہے

جس دن سے اس گلی میں دیکھا ہے مجھ کو تب سے
پوچھو ذکر ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہے

ہر آن اُس سے کہنا سودا سے تو نہ ملیو
بد وضع ہو میں جہان کے مشہور ہے تو یہ ہے

چہرہ مریض لب کا تیرے زرد ہے سو ہے
عیسیٰ گئے دوا نہ رہی درد ہے سو ہے

گذرا ہے گیسوؤں کے سے ظالم تو بے خبر
دامن کے ساتھ ساتھ ترے گرد ہی سو ہے

شوخی چھپی نہ حسن کی ہر گز کہ ردے میں
افلاک کے بھی پردے میں بے پردہ ہی سو ہے

ہر دم جو مجھ سے پوچھے ہے تو کیا ہے دکھ تجھے
کہنے کا مجھ سے فائدہ بے درد ہے سو ہے

افراد صاد خاص کا دفتر کیا نہ جمع
اپنا لکھا ہے جس پہ وہ اک فرد ہی سو ہے

اُبھرے نہ ستارے برج میں دیکھ کر فلک
نظروں میں اپنے خانہ پر گرد ہی سو ہے

تیغ و سپر نہ دکھائے سپاہی رقیب کو
کتنا ہی تم بنا وہ نامرد ہے سو ہے

سودا گلی میں یار سے گو بولتا ہے گرم
پر ہر سخن کے ساتھ دم سرد ہے سو ہے

درد میرے استخوان کا کیا ترے دمساز ہے
اس قدر نالے نے تری سحر دن کیوں آواز ہے

قد کو تیرے جس جگہ مشق خرام ناز ہے
اُس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہے

دلکو رکھتی ہے نپٹ جنبش نفس کے بیدماغ
تجھ بن اب مجھ سے ہوا سے زندگی ناساز ہے

بیقراری دل کی اُڑ جاوے جو تو جوشش کرے
طائر سیماب کو آتش پہ پرواز ہے

خوا کے آتے ہی چلے اکثر غلامی نے محل
بندہ پرور دیکھئے آگے ہنوز آغاز ہے

گو نہ مجھ بے بال و پر تو نے کیا اے آسمان
بازوے پرواز میرا چنگل شہباز ہے

شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہیں
پر سخن کہنے میں اے سودا تجھے اعجاز ہے

پروا عبث ہے ہم سے یہ خاطر نشان رہے
جدم اٹھا یہ بیچ سے پھر ہم کہاں رہے

رہیو اسی طرح سے جو پیارے جہان رہے
اک نام تو ہے جو نہ تیرا نشان رہے

جو عضو دیکھیے تو کہے ہوش سے نگاہ
تو جا جدھر ہو شوق ترا ہم جہان رہے

ہمیں کسی سے گر اظہار درد آتا ہے
کبھی نفس سے بتقریب سرد آتا ہے

کسیکی ہے یہ مژدہ دادخواہ ابروپر
کہ شہر شہر سے ملے منہ پہ گرد آتا ہے

جلوں نہ کیوں رشک سے میں شعلہ سان گلی مین تری
جو رنگ کاہ لطف سے مجھکو زرد آتا ہے

نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتون سے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے

خبر دل اپنے کی پوچھے ہے اس سے جا سودا
تری گلی مین سے جو رہ نورد آتا ہے

گو دختر رز عشق مین یارون کے لگی ہے
زاہد جو برا مانے ہے کیا اسکی سگی ہے

اُس شوخ سے صحبت ہی ہمین آپسے جسکو
برسون ہی مین خوش ہے تو پل مین خفگی ہے

کیا پوچھتے ہو حال اسیران چمن کا
یکمشت پر اب کنج قفس مین ہمگی ہے

سودا کے جو بالین پہ گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

نہین ممکن اسیر دل کوئی فریاد کو پہونچے
صبا یہ مشت پر اس دام سے صیاد کو پہونچے

عبث نالان ہے اس گلشن مین تو اے بلبل ناداں
نہین ہے رسم یان کوئی کسیکی داد کو پہونچے

مین پھر کے سب طرف سے دی ہے دھونی اب در دلبر
نہ دیکھی کوئی بستی اس خراب آباد کو پہونچے

کسیکا درد دل پیارے تمھارا ناز کیا سمجھے
جو گذرے صید کے جی پر اسے شہباز کیا سمجھے

رہا کرنا ہمین صیاد اب پامال کرنا ہے
پھڑکنا بھی جسے بھولا ہو سو پرواز کیا سمجھے

نہ پہونچے داد کو ہرگز ترے کوچے کا فریادی
کسیکے شور محشر مین کوئی آواز کیا سمجھے

نہ پوچھو مجھسے میرا حال ٹک دنیا مین جینے دو
خدا جانے مین کیا بولون کوئی غماز کیا سمجھے

کہا چاہے تھا کچھ تجھسے ولیکن دل دھڑکتا ہے
کہ میری بات کے ڈھب کو تو اے طناز کیا سمجھے

جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن
دل پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا سمجھے

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے
وہ ان طرزون سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا سمجھے

جسدن تری گلی کی طرف ٹک یون ہی
مین آپ کو جلا کے کرون خاک تو سہی

پہنچی نہ تجکو آہ مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی کچھ اپنی ہی کہی

تڑپے ہے مدتون سے مری جان پر اسے
کچھ سخت آرزو ہے کہ اب تک اٹک رہی

کیونکر جلے نہ رشک سے فانوس بیچ شمع
جامہ ترے بدن مین ہے اس رات اکبھی

سودا جو بے خبر ہے کرے وہ کرے ہے عیش
مشکل بہت ہے انکو جو رکھتے ہین آگہی

اب شہد زندگی کی نہین ہے ہوس مجھے
تجھ بن ہے نیش دل سے تر انفس مجھے

شعلہ مین برق کا ہون پر افسردہ یان تلک
ہر خار اس چمن مین سمجھتا ہے خس مجھے

اک گل سے بو وفا کی جو آتی ہو اے نسیم
ہر صبح اس چمن کی ہو شام قفس مجھے

منہ لگاوے کون مجکو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہین اب آئنہ مین رو مجھے

تجھ غم دوری سے جون دولاب یہ ممکن نہین
بیقراری آن بھر رونے دے اک پہلو مجھے

جو تری زلفون سے گذرا سر پہ کہ سکتا نہین
جون صدائے کاسۂ چینی ہے سر سے مو مجھے

ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن مین نسیم
نت لیے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

جا پڑے زنجیر و نے بھی ٹھہرنے نہ مدہوش ازل
لے گئی مستی برنگ تاک ہر اک سو مجھے

منحصر جون شمع جلنے پر مری ہے زندگی
تاب تب سے عشق کے یا تنک ہوئی ہے خو مجھے

کی ہے مین جون کوہ مدت سے خموشی اختیار
سخت رسوا ہو کہے گر نا سزا بدگو مجھے

کسکو ہے سودا نگاہ گرم گلشن کیطرف
جانتا ہو وے اگر اسکو تو بتلا تو مجھے

بولتا ہے یون زبان حال سے صحن چمن
چھاتی کے اوپر پھپولے ہین حباب جو مجھے

سود جون شمع نہین گرمی بازار مجھے
ہو نہین وہ جنس کہ آتش دے خریدار مجھے

ہے قسم تجکو فلک دے تو جہان تک چاہیے
جلوۂ حسن اسے حسرت دیدار مجھے

ہون تصدق ترے از عالم فانوس خیال
گو تحیر نے کیا صورت دیوار مجھے

لے غم یار مرا خون جگر کتنا اچھے
نظر آتا ہے فراخور تری دشوار مجھے

تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت مین
عمر گذری کہ ہے گردش سے سروکار مجھے

پر مین حیران ہون کہ جون سایۂ مرغان ہوا
نہ کیا ایک قدم چلنے پہ مختار مجھے

حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ
ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے

مشت پر چھپٹ نہ ترے ہاتھ مین آیا صیاد
مفت رسوا تو ہوا کرکے گرفتار مجھے

تخم گلریز محبت چمن دہر مین تھا
عوض آب دے آتش کیا گلزار نے مجھے

نہ پھرا املاک عدم سے کوئی یار لے سودا
جانا اب انکی خبر لینے کو ناچار ہے مجھے

اسقدر اسکی ہوا ست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہین سدھ کسی دیوانے کی

جل موا شمع کو دیکھا جو مرے بالین پر
بدگمانی سے مین اب داغ ہون پروانے کی

شکر صد شکر نہین مین کسی خاطر کا غبار
خاک کعبہ کی ہون یا گرد صنم خانے کی

شیخ وہ رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
پھاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی

نہ تاب لا سکے خورشید عشق کے تب کی
نہ طاقت اب کسی مشعل کو ہے مرے شب کی

کسو نے حال سے میرے کہی نہ تجھسے بات
اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

گیا نہ سر سے مرے تا ہنوز شور جنون
بہار خط کی ترے ہو گئی خزان کب کی

نشان کفر سے میرے بنی علامت دین
پر اس سخن کی علی الرغم رائے ہے سب کی

نہین ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے

اس دل کی اسیری سے نہین کچھ تمھین حاصل
اک نالۂ جانکاہ سُن آزاد کروگے

عشرت سے دو جہان کے یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے

جس سر زمین پہ جا کے رو دون تری یاد مین
دہقان کچھ اس زمین مین بجز دل نہ بو سکے

جو بادہ تو نہ پیے جام لالہ ہو نہ سکے
سبوے غنچۂ گل بھی پیالہ ہو نہ سکے

جو بیچین شہر محبت مین خانۂ دل کو
بغیر داغ کے مہر قبالہ ہو نہ سکے

تری گلی مین اکیلا کمین مین ہے غماز
بڑا ستم ہے اگر ضبط نالہ ہو نہ سکے

ہم اپنی جان تلک دے چکین جو مانگو تم
پر ایک آرزوے دل حوالہ ہو نہ سکے

نہ رو تو وادی مجنون مین اسقدر سودا
کہ گرد سرمۂ چشم غزالہ ہو نہ سکے

ممکن نہ تیر خوردہ تڑپ کر سنبھل سکے
مارا تری نگہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

کیا کاوش مژہ سے ترے دل کا چل سکے
عہدے سے جسکی صف کے نہ محشر نکل سکے
جوں شکست خوردہ طوفان ہون مین کہ جو
پانی مین ہو نہ غرق نہ آتش سے جل سکے
ٹالا ہی تھا پہاڑ کو فرہاد نے وے
آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے
زور آوری سے زلف کے دل کا چلا نہ کچھ
بل جس مین ہووے اُس سے یہ کیا کر نکل سکے
اُس صاحب حیا کی اگر پیش آفتاب
منھ سے اٹھے نقاب تو پھر وہ نہ ڈھل سکے
جو پھلجھڑی کی شاخ نہ پانی سے ہون ہین سبز
وے آگ باغبان کہ میری بیل پھل سکے
عرصہ تو زندگی کا نہین اسقدر بھی یان
افسوس مین کسیکے کوئی ہاتھ مل سکے

سودا جنھین دیا ہے خدا نے کچھ عقل و فہم
انکا حنائے عیش پہ دل کیونکر چل سکے

مارینگے ایک دو کو یا آپ مر رہین گے
پیارے تری گلی مین کچھ ہم بھی کر رہین گے
اے ابر جا تو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوٹی پھوٹی تالاب بھر رہین گے
یارب ممطجر سی کے چھاتی تو پھٹ گئی ہی
کب تک ہمارے نالے دور از اثر رہین گے
اب تو تری گلی سے جانا ہی مصلحت ہے
دیکھین گے پھیر آکر جیتے اگر رہین گے

تمھاری زلف کچھ اینٹھی ہی رہتی ہی سدا ہمسے
نہین یہ کج ادائی اور سے اسکو سوا ہمسے
عجب ہی شد ہی غنچون کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تین اسطرح بند قبا ہمسے

چمن مین آشیان مت کر کہو یہ جا کے بلبل سے
جلامت مشت خس اپنا عبث تو آتش گل سے
رسائی گرسر مو بھی نہین طالع مین گو مت ہو
پریشانی مین ہمسر ہی مرا بخت اسکی کاکل سے

نے ضرر کفر کو نے دین کا نقصان تجھسے
باعث دشمنی اے گبر و مسلمان تجھسے
آہ و زاری سے مری شب نہین سویا کوئی
تجھسے نالان ہون مین اک خلق ہی نالان مجھسے
خار ہون خشک فسے آتش سوزان ہائے بخت
بوجھ کر سبز قدم کھینچے ہے داماں مجھسے
اُسکی خو سے نہین محرم انھین رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہین دیدۂ گریان مجھسے
نہ ہنر ور و نہ ہمت نہ بصورت نہ بشکل
لیگیا کیونکہ مین حیران ہون دل و جان مجھسے

تصور مین ترے کیو صبا اُس لا ابالی سے
گلے لگ لگ مین رویا رات تصویر نہالی سے
بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہین حاصل
ہوا روشن یہ مضمون مجکو فانوس خیالی سے
چھکا ہون اسقدر دیکھ اُسکی آنکھونکو کہ اب ساقی
شروع بزم بہلاتا ہی مجکو جام خالی سے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہون / مجھے کہ غسل دین ظالم شراب پرتگالی سے
مکدر کیون نہ دل تیرا ہوا شنگ و آہ سے میرے / لگے ہے زنگ لوہے کو ہولے برشگالی سے
رہا کرتا ہے کیا صیاد بعد از اتنی مدت کے / چمن مین جب نہ کرسکیے تفاوت گل کو ڈالی سے
رہے کب پستی دوران سے ہمت شیر مردان مین / نہ مین دیکھا کہ ہو وحشت کسو کو شیر قالی سے
نہوان جامہ زیبان کی کمر کا موشگاف اتنا / دلا مین تنگ آیا ہون تری نازک خیالی سے
دل بے عشق کی دشمن ہی تحریک نفس ناصح / کرے ہے کام پتھر کا ہوا مینا ہے خالی سے

کہی تعریف مین جو بیت تجھ ابرو کی سودا نے
خراج و باج لیتی ہے وہ دیوان ہلالی سے

تخم گل امید چن اس شورہ زار سے / فارغ ہو بیٹھ فکر خزان و بہار سے
کیون عندلیب کہہ تو بھلا اب کہان ہے گل / جز یہ کہ دل خراشی ہے حسرت کے خار سے
رنگین شفق سے ٹک نہ رہا دست آفتاب / مانگون حنائی عیش سو کیا روزگار سے
سرگشتگی نصیب کی مر مٹیے تو نجائے / اٹھتی ہے گرد باد ہمارے غبار سے
اتنی ہے بعد مرگ بھی پاس شکست دل / ٹوٹے نہ آئنہ مرے سنگ مزار سے
ہون کشتنی ہی مین تو میان مار کر مجھے / بدنام مت ہو خنجر زہر آبدار سے
یہ زور مصلحت ہے کہ آبھی ہون شادی مرگ / دیکھے اگر تو نیم نگہ مجھکو پیار سے
دل سے ہوس نکالی نکلتو نکی شیخ نے / پیوند کرکے ریش کو موے زہار سے

سودا نہ پوچھ کس سے وہ گلرو ہے آشنا
ہووین جو ایک دو تو بتاؤن ہزار سے

مرجان کا نخل ہون نہ پھلون برگ و بار سے / ٹپکے ہے رنگ خون مری شاخسار سے
خنجر طلب ہے مرگ سے ہر آہوے حرم / دل بھر گیا ہے کسکی مژہ کا شکار سے
مجھ سے بیان نہ کر طپش برق کا کہ وہ / تعلیم پر ہے کسکے دل بیقرار سے
ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن نہین مجھے / سوجھے ہے دو آتشہ کم ذوالفقار سے
کھووے نہ مرگ صافی طینت کی قدر کو / کرتے ہین پاک آئینہ میرے غبار سے
جس جا کہ مین بیان کرون درد شکست دل / آسیب کب ہو شیشہ کو وان کوہسار سے
سودا جو مے پرست جہان کے ہین انسے تو / مت کر طلب شراب کی مرجا خمار سے

اسکو یہ مثل دانۂ انگور دین گرہ
قطرہ بچے انھون کے اگر زہر مار سے

شکوہ ہے دور ظالم کر نامروتون سے
لبریز ورنہ دل ہے تیری شکایتون سے

پر زے بغیر دل کے ممکن نہین کہ ہوئے
معلوم حال میرا تجکو کتابتون سے

ہو خامہ اشک ریزان پیش از سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پھاٹی میری حکایتون سے

مژدہ یہ ہمصفیر و پہونچے تھین کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتون سے

سو مجکو آسمان نے کنج قفس کو سونپا
اب تم پھرے چمن مین تب سے فراغتون سے

نے رات چین مجکو آہ و فغان سے اپنے
نے دن پڑوسیون کو راحت ملامتون سے

دیکھیو اثر تو خاطر نالے کی ٹک ہمارے
پہونچا ہے دل سے لب تک سخت زحمتون سے

فندق چمن مین کس کی دیکھے ہو انگلیون پر
ہر شاخ سرنگون ہے گل کی خجالتون سے

کعبہ اگر نجا دین تو کیون چڑھین گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہین اپنی حماقتون سے

سودا وطن کو بیچ کر گردش سے آسمان کے
آوارہ غریبی ہے اتنی مدتون سے

شوق اپنے باغ تک اپنی ہم شہریون کی بھلا
نامہ جو اسکو پہونچا ان بیمروتون سے

کھولا اسے تو ہرگز اک لفظ بھی نہ سمجھا
قاصد سے پوچھے معنی رو رو اشارتون سے

نہ بھولا ہے آرسی گر اپنے کو تجھ سے محبت ہے
بھروسا کچھ نہین اسکا یہ منھ دیکھے کی الفت ہے

اگر کہیے تو کہیے سرو قد رکھتا ہے تیرا سا
پہ تیرے قد کو تشبیہ اس سے دیجئے قیامت ہے

نہ کھینچو تیغ ہر اک دم تمھارے عشق سے گذرے
ملین گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

ہمکو حنا جو قتل کرا در آپ بچ رہی
باعث ہے یہ کہ یار کے جا ہاتھ بچ رہی

یوسف کی کب تھی گرمی بازار اسقدر
جو دھوم تیری کوچۂ و بازار بچ رہی

جون بیل عشق پیچے کی لپٹے ہی شاخ پر
اسطرح زلف یار کے قد سے لچ رہی

ہمچشم میری چشم سے ہونیکو بار ہا
جھڑیان لگا لگا کے تو برسات بچ رہی

زاہد نے اپنے جبہ کو ہو نے دیا نہ ہضم
دستار شیخ جی کی تو سودا کو بچ رہی

دن رات ہر پلک نے میری جھڑی لگائی
کیا جانے آنکھ تجھسے مین کس گھڑی لگائی

دکھ چوٹ کا نہ میری دل سے گیا طبیب
مین سو طرح سے گھس گھس بوٹی جڑی لگائی

کرتا تھا خون ناحق یہ رنگ پان دل کا
مستی کی تو نے ظالم تس پر دھڑی جمائی

جو حسن موتیون کی تول اُن دنون بکتا تھا
تو نے بہ نرخ گندم اُسکی دھڑی لگائی

تجھ عشق مین بہار [illegible] مین
ٹ پھول کی کسی نے جنکو چھڑی لگائی

آیا نظر تو جسکو ہر اک پلک نے اُسکی
ملنے مین دیر باہم کتنی بڑی لگائی

غماز کی مین کیونکر کاٹون زبان کہ تجھسے
جو بات کان اسکے مجھسے پڑی لگائی

آنکھون سے آنکھین ناصح ہرگز نبدھی چھوٹین
زنجیر کی کڑی پر جیسے کڑی لگائی

اس شور سے ہوا ہے سودا ترا دیوانہ
لڑکون نے جن کے پیچھے گھر گھر چھڑی لگائی

حلقہ تیری زلف کا جب یار منھ کھولے رہے
بچ چکا وہ جسکی خاطر مار منھ کھولے رہے

چشم نرگس کی ہو ندے کسطرح تیری سامنے
جسکے آگے تجھ سا گل رخسار منھ کھولے رہے

پائی ہے لذت اُسی نے تیری تیغ عشق کی
جسکا زخم سینہ بعد از دار منھ کھولے رہے

خون دل ان شست اندازون نے یہ میرا پیا
سیر اگر پیکان ہو تو سو فار مُنھ کھولے رہے

عرض مطلب کے گئے غیر اُس سے اپنی بارہا
رو نہ پایا اسپہ ہم ہر بار مُنھ کھولے رہے

کھلنا اُس منھ کا ہے نکلے جسمین سے دُر سخن
جون بدر رو گو کہ بد گفتار منھ کھولے رہے

عالم بالا سے کب سودا کو ہے اتنا دماغ
جون صدف بہر دُر شہوار مُنھ کھولے رہے

آگے بڑو کے اوندھا دے اپنی تو لوٹی سی کفش
بحث کرنے کو تری بیزار منھ کھولے رہے

کوئی کرتا ہے اُس سے جو یہ مذکور بہتر ہے
نہ زنا دل کے دکھ دینے سے نامقدور بہتر ہے

نہ کھینچے تجکو یہ اور کھینچے مقناطیس آہن کو
مرے نزدیک اس دل سے تو پتھر دور بہتر ہے

ہزارون نیشتر پاتا ہون یان مین کام مین اپنے
ترے گھر سے تو ظالم خانہ زنبور بہتر ہے

رکھے ہی مردہ دل زاہد بھی داغ عشق محبوبان
پہ اتنا بے نمک جس سے چراغ گور بہتر ہے

یہ سن رکھ وقت بجھنے کے چراغ اکثر ہو نورافزا
افاقت سے مرے مت کہہ کہ یہ رنجور بہتر ہے

مجھے بھی خواہش ایسی زندگانی کی نہو ظالم
ہو ایسا ہی جو قتل بیگنہ منظور بہتر ہے

نہین گلشن بھی کچھ گلخن سے کم احباب اے سودا
رکھین سیر چمن سے گر مجھے معذور بہتر ہے

بلبل نالان و درد عشق کچھ معقول ہے
سانس لے سکتے نہین جنکے برہ کی سول ہے

کون محشر مین ہمارے خون کی یوے گا داد
جب تو بولے گا کہ ہم قاتل ہین یہ مقتول ہے

خال کا دانا لگے ہے خرمن گوہر سے نرخ
حسن گندم گون کے مزرع کا یہ کچھ محصول ہے

روشنی کا دولت دنیا کی جو مفتون ہوا
ہے وہ پروانہ کہ رسوائے چراغ غول ہے

شیخ کل بازیگو تمسے روز للچاتا ہے دل
زرد چہرا آپ کا گیندے کا گویا پھول ہے

ضارب و مضروب پر کرتے ہین وہ ملا جو بحث
ہم تو پڑھ سمجھے ہین اک فاعل ہے اک مفعول ہے

محتسب کو بھی جو مین تاڑا تو سودا اندنون
عشق مین اس چشم میگون کے سدا مشغول ہے

سر بہ پیش افگندہ اگر میکدہ کی راہ سے
یون چلا جاتا ہے خدمت سے گویا معزول ہے

خشک رہنے سے ہمارا دیدۂ تر پاک ہے
جون حباب اس گھر مین جب دیکھو ہوا نمناک ہے

منھ پسارے کیا پھرے ہے ای فلک سمجھے ہین ہم
ایکدن تیرا دہن اور یہ اپنی مشت خاک ہے

تندخوئی سے تری اتنا پھرے ہے دادخواہ
جسجگہ دیکھون ہون شعلہ کو گریبان چاک ہے

رہنمائی خلق کی چاہے تو راہ کج نہ چل
شیخ ہونے سے عصا محروم چوب تاک ہے

گر چمن مین ہمصفیرون سے رہا ہے کچھ نشان
آشیان کا انکی آوارہ خس و خاشاک ہے

رات یون کہتا تھا ظالم مجسے جلاد فلک
یار مین تیری ہے سب خوبی پہ ٹک سفاک ہے

فتنۂ روے زمین آنکھون نکا ہے تیرے غلام
خادمہ غمزون کی انکے گردش افلاک ہے

مت سمجھ بقیدر پا الونکی گر رکھتا ہے فہم
توتیاے چشم نقش پا ہماری خاک ہے

کیا لکھون حال تباہ اپنا کہ سودا وہ جو لوگ
چاہتے تھے یہ دن انکے پانسے وان تک ڈاک ہے

حیران ہون شمع کسکے لیے سوزناک ہے
پروانہ کسکے شعلۂ خو کا ہلاک ہے

زاہد نے مجھے تھا نجس تر سے ہونے پہ یقین
لیکن جو چیز خشک ہوئی پھر وہ پاک ہے

قاتل سے کیون جھگڑتے ہو کیا مجھسے بیر ہے
جا سے خطر نہیں یہ مرا زخم خیر ہے

کہتا ہے عشق عقل سے مجکو تو بیر ہے　　ناصح تو کیون بکے ہے دیوانہ سا خیر ہے
ملت طلب ہوا ہے دل شیخ و برہمن　　صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہے
چاہا کہ جون حباب مین دیکھون یہ کائنات　　کھولی نین تو اور ہی عالم مین سیر ہے

رکھتے ہین ایک طرح سے ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا بغیر ہے

خاک پر بھی تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ہے　　ہر بگولا طوق ہر موج ہوا زنجیر ہے
کیا نیاز عشق سے غافل ہے ناز حسن آہ　　شیرین کیا جانے کہ خون آلودہ جوے شیر ہے
رحم کچھ آپ ہی تجھے آوے تو آوے ورنہ یان　　آہ ہے سو بے اثر نالہ سو بے تاثیر ہے
مت چڑھا اس ابرو کے منھ لے ماہ نو جسکے حضور　　اٹھ گئی پاے صفت مژگان یہ وہ شمشیر ہے
اسقدر آغوش مین نظارہ کھینچے ہے تجھے　　پشت آئینہ کی تیرا عکس رو تصویر ہے
شیخ کی بانگ و صلوۃ اوپر تو اے نادان نجا　　خانۂ قصاب مین بھی روز و شب تکبیر ہے
وا اسدن پر کہ نالان ہون تری کوچہ کے بیچ　　ایک خاموشی ہے اب تسپر تو سو تقریر ہے
کس شکار انداز کا یارب ہوا ترکش تہی　　مرغ تک قبلہ نما کے بھی جگر مین تیر ہے

جو کوئی پوچھے کیا کس جرم پر سودا کو قتل
کہہ کسیکو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے

گل پھیلے ہین اورون کی طرف بلکہ ثمر بھی　　اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانئے ورنہ　　کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے　　تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی
اے نالہ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے　　پایا نہ تنک دیکھنے مین روے اثر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازان ہے تو اے یار　　کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجکو خبر بھی
تنہا ترے ماتم مین نہین شام سیہ پوش　　رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

نہ نت مجھسے کہ کہ چمن مین بہار آئی ہے　　یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے
نہ چھوڑ پنجۂ مژگان تو دست طفل سرشک　　ابھی زمین پہ گرے ہے تو رلائی کائی ہے

اثر کیا ترے دل مین مجھ اشک نے تو کیا، ڈبا کے خلق کو کشتی مری ترائی ہے
ترے نکالے سے تجھ گھر سے کون جاتا ہو وہی تو جائیگا پیارے کہ جسکی آئی ہے
غرور تقوی سے کتنے تھے شیخ جی سرکش پر اب عمامہ نے گردن تنک نوائی ہے
گئے تھے آپ خداوند سیر باغ کہ گل، جہان کھلے ہین دہان پہ بستہ کبریائی ہے
کرین ہین در پہ ترے شیخ و برہمن سجدہ تو نے کہ حسن و ادا تیرے گھر خدائی ہے
جہان سے کندن دل سخت کار ہے فرہاد وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے

تن گداز مین دل کیونکہ مین رکھا سودا
یہ آگ پانی مین کس سحر سے چھپائی ہے

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے
شراب حلق سے ہوتی نہین فرو تجھ بن گلوے خشک سے تیغ آبدار گذرے ہے
گذر مرا ترے کوچے مین گر نہین تو نہ ہو مرے خیال مین تو لاکھ بار گذرے ہے
سمجھ کے قطع کر اب پیرہن مرا خیاط نظر سے چاک کے یان تار تار گذرے ہے
ہزار حرف شکایت کا دیکھتے ہی تجھے زبان پہ شکر ہو بے اختیار گذرے ہے
باعتبار شکم شیخنا کو دوزخ کی ہمیشہ فکر مین لیل و نہار گذرے ہے
کہے ہے آج ترے در پہ اضطراب نسیم کہ اس جہان سے کوئی خاکسار گذرے ہے
تری گلی سے گذرتا ہون اسطرح ظالم کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گذرے ہے
مین وہ نہین کہ کوئی مجھسے ملکے ہو بدنام نجانے کیا ترے خاطر مین یار گذرے ہے
مجھے تو دیکھ کے جوش و خروش سودا کا اسی ہی سوچ مین لیل و نہار گذرے ہے

یہ آدمی ہے کہ سر مارتا پھرے ہے بسنگ
کہ باد تند سوے کوہسار گذرے ہے

اس دل کی تفت آہ سے کب شعلہ بر آوے بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آوے
جلتک داغ سے چھاتی کے سرک جاے جو پھاہا آتش کے تئین قدرت خالق نظر آوے
دے شکوے کی رخصت جو نہین شرم محبت غنچہ کیطرح ٹکڑے ہو منھ تک جگر آوے
یان تک نہ دل آزار خلائق ہو جو کوئی ملکر لہو منھ سے صف محشر مین در آوے
سینون کو دلون سے تو نہ خالی کر اب اتنا ڈرتا ہون نہ چھاتی کسی بیدل کی بھر آوے

پینے کو لہو اپنے غم عشق مین تیرے
تھا ایک جگر سو تو کہان تک بسر آوے
ظالم کر اب انصاف کہ سینہ مین کہان سے
ہر دم کے لہو پینے کو تازہ جگر آوے
سب سے کہے سوتا ہون یہ کہدین کہ پھر آنا
بالین پہ مرے شور قیامت اگر آوے

بیخوابی سے مرتا ہے شب ہجر مین سودا
اب کہنے کو افسانہ کوئی نوحہ گر آوے

افعی کو یہ طاقت ہے کہ اس سے بسر آوے
وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے
شیشہ نہ کہے راز مرے دل کا تو اے جام
سرگوشی ہی اُسکی نہ تری چشم بھر آوے
کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے
دو برگ لیے گل کے نسیم سحر آوے
سب کام نکلتے ہین فلک تجھسے پہ لیکن
میرے دل ناشاد کی امید بر آوے
جب پھونکے ہی ناقوس صنم خانہ دل شیخ
کعبے کا ترے وجد مین دیوار و در آوے
نامے کا جواب آنا تو معلوم ہی اے کاش
قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے
ہو تجھ مین تو ضعیف اسقدر اے مور کہ وہ آب
گذرے مرے سر سے جو ترے تا کمر آوے
دیتا ہے کوئی مرغ دل اُس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے بر آوے

اب لے تو گیا ہے پر اُسے دیکھیو نادان
پل مین نہ اُڑا تا وہ اگر بال و پر آوے

نسیم گر قدم دوستی بجا لاوے
یہ مشت پر ہین قفس مین چمن کو لیجاوے
جفا و جور جو خاطر مین اب ترے آوے
وہی ہی خوب مرے حق مین جو تجھے بھاوے
سمجھ کے کیجو پیارے گلی مین اپنے خرام
مبادا پانون تلے دل کسی کا آجاوے
طریق عجز مین مجھ ساتھ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ تجھسے کوئی بسر آوے

درخت خشک ہون اس باغ مین خدا کرے
کہ باغبان مرے احوال سے خبر پاوے

الٰہی بزم بتان سے وہ شمع ٹل جاوے
ڈرون ہون مین کہ کسی کا نہ دل پگھل جاوے
مخاطب اس لب جان بخش کا جو ہو یک دم
عجب نہین کہ مسیحا کا دل نکل جاوے
مغان مین کیا کہون زاہد پسر کی کیفیت
کہ جسکو دختر رز دیکھکر اُدہل جاوے
کچھ اندنون تری نظرون سے گر چلا ہی دل
جو دستگیری مژگان ہو تو سنبھل جاوے

بدن کو شمع سے کون اسکے دیسکے تشبیہ
مجال کیا ہے کسیکی زبان جل جاوے

دماغ خلوت آئینہ ہو تو یہ چاہے
کہ اپنا عکس بھی اس گھر مین سے نکل جاوے

گرہ تو عشق کی سودا کے سر سے ٹلتی ہے
قدم پہ زلف کے دل کو دینے بل جاوے

گو غنچہ سان گرہ مین دلی جمع زر کرے
آخر برنگ گل ہو پریشان سفر کرے

ناچیز کو نہ صحبت نیکان اثر کرے
رشتہ کو کہ تو آب گہر کیونکہ تر کرے

ہر دانہ میرے خوشۂ خرمن مین ہے شرر
کہ برق کو بجھ کے ٹک ادہر گذر کرے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت
بندے ہین اسکے ہم جو کسی دل مین گھر کرے

ہے فخر تجھ گلی مین اگر ہو نہین مشت خاک
شاید کوئی اٹھا کے زمین سے بسر کرے

گل پر بغیر رخصت بلبل چمن کے بیچ
اے اہل درد کفر ہے گر تو نظر کرے

دیتا ہے تجھ عذار کے دھوکے سے جی پتنگ
ثابت یہ خون کیونکہ کوئی شمع پر کرے

جگ مین شراب خوار کی تشہیر کے لیے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اتنا لکھا ئیو مرے لوح مزار پر
یان تا نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے

بلبل کو خون گل مین لٹایا کر دن نے مجھے
نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

گر ہو شراب و خلوت محبوب خوب رو
زاہد مجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

تنہا نہ روز ہجر ہے سودا یہ ستم
پروانہ سان وصال کی ہر شب جلا کرے

ساق سیمین تری شب دیکھلے گوری گوری
شرم سے شمع ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی

نیشکر نے کہین تجھ لب سے کیا تھا دعوے
آجتک اسکی پڑی کھیتی مین پوری پوری

آگیا رات مین جون وزد حنا تیرے ہاتھ | ورنہ جا پانؤن کو لگا ہی تھا چوری چوری

ابر چھایا ہے سیہ مست مجھے اے ساقی
دے تو بھر بھر کے مجھے پیالیان کوری کوری

کافر جو ہو مجھ سا اُسے دل اپنے مین جا دے | ایسا تو بت اس دیر مین معلوم خدا دے
ڈھایا مین ترے کعبہ کو تئین دل مرا اے شیخ | تعمیر مین کردون اُسے تو اُسکو بنا دے
اے خضر ز خود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے | جسمین کہ نہ بھولین نہ کوئی راہ بتا دے
بیمار کو تیرے ہو شفا اُس سے نہ مانون | عیسیٰ کو یہ قدرت ہو کہ مرے کو جلا دے

سودا جو ترے ہو تو رکھ نالے سے دل باز
اس جنس کو برسات کا موسم ہے ہوا دے

دل مین بسنے کی ترے مجکو پٹ ہے شادی | چشم بد دور سلامت رہے یہ آبادی
اے گل اندام ترے ہاتھ نہ مین ہون نالان | کون بلبل ہو چمن مین کہ نہین فریادی
کوچۂ عشق مین ہم تیرے ہین گردن زدنی | تیغ ابروئے بتان ہیچ نہ تھی جلادی
ہو گئے صاحب جوہر ترا منھ دیکھ فقیر | ہے نمد پوش سدا آئینۂ فولادی
بال و پر توڑ کے سونپے ہو قفس کو صیاد | تجھ سے رخصت ہو مری اے ہوس آزادی
خون ہو جان مین سودا کے رہیگا جبتک | تیر مژگان نہ رگ جان پہ کرین فصادی
ایک دن دشت مین جا کر مین کہا سودا سے | چھوڑ بستی کو تجھے کیونکہ خوش آئی وادی
یہ کہا سنکے کس امید پہ بستی کے بیچ | غم کٹے دل کا مرے ہو مرے جی کی شادی

ہی وہ بنیاد خرابی کی جہان مین اے دوست
سمجھے ہین اہل جہان جسکے تئین آبادی

تجھ تیغ تلے کہہ تو رستم ہے کہ سر دھر دے | پیارے یہ ہمین سے ہو ہر کا رے دھر مرے
ہر دن تو تجھے اپنے کوچے اسنے نکالے ہی | جاؤن ہون بھلا اب مین لا دل مرا ادھر دے
معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو | کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئین زر دے
کب شمع مجالس کی فانوس مین چھپتی ہی | جو حسن ہو بازاری مت اسکو تو چادر دے
دسکے تئین اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر | اے عشق لے اسے آتش دے ہو تو جھک کر دے
پانی بھی نہ مانگ اُس سے جو ہو دے تنک مایہ | کاسہ کے تئین گل کے شبنم نہ کبھو بھر دے

تین داد ستد اے دل دیکھی تہ زمانہ کی
خاتم لے سلیمان سے چیونٹی کے تئین پر دے

دے داد مرے دلکی سوزن کہ جب آہن کا
رشتے کی گرفتاری سوراخ جگر کر دے

ق

سودا سے کہا مینے کل سیر گلستان مین
یہ وقت خموشی ہے ظالم غزلے فر دے

سنتے ہی غرض اسکے یہ شعر پڑھا اُن نے
جس شعر کا ہر مصرع آہ دل پر در دے

کھلنے تو لگا ہے دل جون غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجسے گا ہے بدم سر دے

سینہ کو رستمون کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھون کی ہر پلک صف محشر کو موڑ دے

آیا ہے تنگ دام مین زلفون کے مرغ دل
سر تا قدم سے وار کے صدقے مین چھوڑ دے

جبدم وہ صنم سوار ہووے
تا صید حرم شکار ہووے

جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے
رہنے دے کہ تا غبار ہووے

محکم تو رواق بن سکے ہے
گو عمر کہ پائدار ہووے

وہ قطر تو چاہتا نہین مین
جس مین گل و گلعذار ہووے

وسعت مری سینہ بیچ اے وہ
تک دل کی شگفت دار ہووے

سوزن کی نہ جیب کیجو منت
یون پھٹیو کہ تار تار ہووے

شبنم سے بھرے ہی ساغر گل
گردون تو خراب و خوار ہووے

پانی نہین دیتے اسکو ظالم
جز زخم بے شمار ہووے

ناصح تو قسم لے ہمسے دل پر
اپنا کبھو اختیار ہووے

کھینچے ہے کوئی بھی تیغ پیارے
جمدھر کہ جب آبدار ہووے

کن زخمون مین زخم ہر کہ جب تک
چھاتی کے نہ وار پار ہووے

کھینچی ہے بھوون نے تیغ مکھہ پر
سودا سے کہو نثار ہووے

ویسے ہی کا ہے یہ کام گل رو
عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے

خط نقص صفائی رخ دلدار نہووے
گرد آئینہ کو باعث زنگار نہووے

دو لاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسیکے گلے کا ہار نہووے

آہنگ سفر کب مرے سینہ سے کرے شک
تا لخت جگر قافلہ سالار نہووے

کب صبح وہ انکھیاں نہ کھلیں نیند سے ہرگز
صد فتنۂ خوابیدہ کہ بیدار نہووے

ہو دست خدائی میں تو یہ کیجے منادی
ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہووے

ہم زمزمہ کب مرغ چمن ہو سکے مجھ سے
تا کنج قفس میں وہ گرفتار نہووے

کر فکر شتابی نہ مجھے صیاد کہ یہ صید
ہاتھوں ہی میں تیرے کہیں مردار نہووے

سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو
وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہووے

جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگان پہ نمودار نہووے

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے

کھینچئے کیا ہو میان تیغ کہ یاں رشتۂ عمر
صرف سینہ پہ ہوا ٹانکے سے بھرتے بھرتے

پھر گلگشت عدم سے جو کوئی ہو نچا ہے
سمت اس باغ کے طے منزلیں کرتے کرتے

پھل جوانی کا نہ پایا کبھو جوں طفل سرشک
مل گیا خاک میں یاں پانوں ہی دھرتے دھرتے

کیا ہمیں فائدہ آنکھوں سے بقول سودا
پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے

کیا کیجے کہ ہمسے کچھ بات نہیں بن آتی
اب سنگ تجھ گلی کے یہ سر ہے اور چھاتی

دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومیں
زنجیر پڑے کے پانوں گر اپنے گھر نہ لاتی

جی چاہے ہے جو کچھ تیرا سو دشنام دے مجھکو
جو دیگا دعا مجھکو تو میری ہی زبانی

اے آہ تری قدر اثر نے تو نجانی
گو تجکو لقب ہمنے دیا عرش مکانی

اک خلق کی نظروں میں سبک ہو گیا لیکن
کرتا ہوں میں اب تک ترے خاطر پہ گرانی

ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا
ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی

معمور ہے جس رو سے ویرانۂ دنیا
ہر جنس سے انسان کی ماٹی گئی چھانی

اک وامق نو کا ہے سبھی چاک گریبان
کرتی ہے جو خسرو کوئی دیوار پرانی

بلبل ہی سسکتی نہیں کچھ باغ میں تجھ بن
شبنم گلوں کے منھ میں چوائی رہی پانی

ہے گوش زد خلق مرا قصۂ جانکاہ
جب سے کہ نہ سمجھے تھا تو چڑیا کی کہانی

جوں شمع نہ مجھے شرم ہے زنار کی اے شیخ
مالا نہ جپوں رات کو بے اشک فشانی

کیا کیا ملے لیلیٰ سنشان خاک میں سودا
گو اپنے کبھی محبوب کی دیکھی نہ جوانی

جس سمت نظر موجِ سراب آوے تو یہ جان
ہووےگی کسی زلف چلیپا کی نشانی

برہمن بت کدہ کے شیخ بیت اللہ کے صدقے
کہیں ہیں جسکو سودا وہ دل آگاہ کے صدقے

جتا دین جس جگہ ہم قدر اپنی ناتوانی کی
اگر کہسار وہان ہووے تو جاوے کاہ کے صدقے

نہ دی تکلیف جلنے کی کسو کے دل کو میرے پر
اثر سے دور رہتی ہے مین اپنی آہ کے صدقے

عجائب شغل مین تھے رات تم اے شیخ حرمت سے
مین اس ریش بلند اور دامن کوتاہ کے صدقے

نہین سبے و سبو چپے سے ترے اٹھنا بکوے کو
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے

کبھو وہ شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھا دیگا
تو جل بل شمع پر جاوے مین ہون ماہ کے صدقے

دکھاتی ہے تجھے کس طرح سودا کی نظرون مین
جو ہو انصاف تو جاوے تو اُسکی چاہ کے صدقے

اے لالچی تو کیسہ غیرون کا مت ٹٹولے
جو کچھ تو چاہے یک شب مجھ پاس آ کے سو لے

کھنجن سے تجھ نین کو تشبیہ کیونکہ دیجے
وہ تو چُنا کرے ہے اُنکے سدا ممولے

ہے میری استخوانین تیز نگہ ترازو
کتے رقیب سے کہ شمشیر کر نہ تو لے

شب دیگ کھانا کچھ بھاتا ہے اسکو ازبس
کھانے کو جا رہا ہے کشمیریون کے لوٹے

انصاف کچھ بھی یا رو ہے عشق کے نگر مین
دل غم سے آب ہووے اور چشم موتی رولے

دہقان پسر وہ ہمسے یون صلح کب کرے ہے
بوٹون کے کھیت لے ور جتنا جنگ ہو لے

وہ تو بچی کا ہرگز ہمسکو لکھے نہ نامہ
گدڑی مین جا کبوتر لیتا ہے مول گولے

کل یار سے کہا مین سستا ہے آج سودا
بکتا ہے اک نگہ پر اسکے تئین کہ جو لے

کہنے لگا کہ نادان یہ حیف ہے کہ کوئی
اسبند کرنے کو بھی ایسے سیاہ کو لے

ہر شاد اس غزل سے سوج آبرو کی سودا
تو اس زمین مین نادان طور اپنا کیون نہ بولے

جون غنچہ تو چمن مین بند قبا کو کھولے
پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے

آویگا وہ چمن مین تڑکے ہی میکشی کو
شبنم سے کہدے بلبل پیالے گلون کے دھولے

باغ جہا نمین آ کر کچھ ہمنے پھل نہ پایا
اک دل ملا کہ جسمین ہین سیکڑون پھپولے

ایسا ہی جاؤ ن جاؤن کرتے ہو تو سدھارو
اس دل پہ کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہو لے

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا
موند جائیں چشم عاشق تو بھی وہ لب نکھولے
چشم پر آب ہوں میں جوں آئینہ حبابی
رک رک کے پڑ گئے ہیں چھاتی میں سب پھپھولے

کون ایسا اب کہے ہے سودا گلی میں اسکی
آ تجکو لے چلیں ہم دل کھولکر تو رو لے

اثر سے ہیں تہی نالے تصرف سے ہیں دم خالی
نیستان ہو گئے شیر وں سے یا رب یکقلم خالی
تجلی سے جہاں لیٹے نہ چھوڑیں ایکدم خالی
کہ جب تک آپ سے جوں بدر ہو جاویں نہ ہم خالی
نظر آیا بھی احوال جہاں اسمیں تو کیا حاصل
جو دل میں نقش ہے اپنے ہے اس سے جام جم خالی
کدورت سے زمانے کی بہ رنگ شیشہ ساعت
ملے ہم درد اگر کوئی تو کیجے دل بہم خالی
تہیدستی ہماری دیکھ چشم کم سے مت منعم
کہ پھر یہ ہاتھ شکل کیسۂ اہل کرم خالی
بہ رنگ لفظ ہوا ٹھنے سے جلکے بیت بے معنی
فلک اسطرح گھر تیرا چلے ہیں کر کے ہم خالی
نہ رہیو آہ سے مجھ پیر کے اے نوجوان غافل
کہ تیر اپنے کمان کہنہ کا پڑتا ہے کم خالی

کہیں جانا ہی تو بستی سے جا اودھر کو اے سودا
خلل سے راہ یاویگا نہ جز راہ عدم خالی

خاتم کے جوں نگین ہمیں کس کام کے لیے
گھر میں کوئی جگہ دے مگر نام کے لیے
چیرہ جو فصل گل میں گرو ہے مرا تو ہو
سر کھو دیا ہے غنچے نے اک جام کے لیے
پیش از ظہور مرغ چمن خادمان عشق،
بنتے تھے رشتۂ رگ گل دام کے لیے
پہونچے سو کیونکہ منزل مقصود کو یہ قدم،
پیدا ہوئے ہیں گردش ایام کے لیے

سودا ہزار حیف کہ آکر جہان میں ہم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے

ہر آن پاس بڑھتی ہر دم امید گھٹتی،
دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹتی
ہو کا نہیں یہ پھٹنا مجھ سینہ چاک کی ہے
ہر صبح بار غم سے چھاتی فلک کی پھٹتی
کوچے میں اسکے باقی مجھ خاکسار پر اب
یا آسمان کا گرنا یا ہے زمین او لٹتی
مژگان کی برچھیوں نے دل کو تو چھان ملا
اب بوٹیاں تھی باقی اسکے جگر کی بٹتی
زلف سیہ میں اسنے دل بکھرا نہ پائیے خاک
یہ جنس تیرہ شب میں مشکل ہے پھر سمٹتی
خون جگر کا کھانا دل پر نہیں گوارا،
اس ترش ابرو کی جب تک تھو دے چٹنی

آئینہ کہ رہا تھا خوبوں کے صاف منھ پر
کیا پست فطرتوں کو بخشی ہے سربلندی

ہین ایک دن یہ شکلین سب خاک بیچ اٹنی
دنیا کے شعبدے سے تعلیم ہووے نٹنی

تو نے بٹھائے سودا یہ قافیہ وگرنہ
پاسے قلم کو کیسر ہے یہ زمین رٹنی

مطلعات

اعجاز منھ تکے ہے ترے لب کے کام کا
کیا ذکر ہے مسیح علیہ السلام کا

بساط اپنی مین تھا جو اک دل سو بھی تو کھو بیٹھا
مجھے مدت ہوئی پیارے مین اس سے ہاتھ دھو بیٹھا

یارہ ہی بہ قید رجب ہو آشنا دس بیس کا
مثل ماہ عید کے پورا جو ہووے تیس کا

خط مرغ نامہ بر نے تجھے کون سا دیا
مضمون تو نے سنکے نہ جس کا اڑا دیا

غنچوں کو گو شگفتہ چمن مین صبا کیا
لیکن ہمارے غنچۂ دل کو نہ وا کیا

کیا جانیے نگہ نے ترے کیا بلا کیا
مجھسے کے دل کو اپنی طرف مبتلا کیا

کسو نے روم لی قسمت مین کوئی شام لے آیا
ہمین لے کچھ نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

ہے سخت بے مروت وہ بت وفا کرے کیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھین خدا کرے کیا

نہ سرمہ چشم مین اسے شوخ خانہ جنگ لگا
چلے گی خاک جو تیغ نگہ کو زنگ لگا

دل کو اے عشق سوے زلف سیہ فام نہ بھیج
رہزنون مین تو مسافر کو سر شام نہ بھیج

کیا خوشی ہمکو کہ اپنی ہے یہ حیرانی کی طرح
تکتے ہی عید عالم چشم قربانی کی طرح

کون کہتا ہے نہ اوروں سے ملا کر مجھ سے مل
جسکے ملنے مین خوشی تیری ہو ولے مجھ سے مل

دیدہ پر آب سی تجھ بن ہین کیا کم ہے جام
بزم مشتاقان سے تیرے حلقۂ ماتم ہے جام

سننے پائے نہ دہن اسکے سے دشنام تمام
جنبش لب ہی مین اپنا تو ہوا کام تمام

سودا کے لیے بر سر بازار ہوئے ہم
ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم

آگے یا قسمت جلا دے یار یا مارے ہمین
اب تو آنکھوں سے لگا ہی دیکھنے بارے ہمین

نہ پوچھ سنگ و گل ہی شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

افراد

دل کو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کرون
آنکھین تو مانتی نہین مین اسکو کیا کرون

تغافل سے ترے اے بیوفا کب تک جفا دیکھون
خدا وہ دن کرے تجکو کسی پر مبتلا دیکھون

فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر روتا ہون مین
نامۂ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

مین وقف تماشا ہے ہر اک اہل نظر ہون
گوہر نہ سمجھ قطرۂ خوناب جگر ہون

اے میان عشق کے یارون کو کہین ٹھور نہین
دل نہین صبر نہین آپ نہین اور نہین

میکشان روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

سنکے یہ کہتا ہی میرے نالۂ جانکاہ کو
کیون نہ مجھے ایسا بنایا کیا کہون اللہ کو

عشق کے کوچے مین جلوہ ہی تبانکا سنگ راہ
خضر بھی بچکر چلا دیکھا جو انکا رنگ راہ

وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہین پاٹ لگے
کشتی عمر مری دیکھیے کس گھاٹ لگے

تبسم دیکھ تیرا کیون نہ دل بیتاب ہو جاوے
اگر بجلی اسے دیکھے تو زہرہ آب ہو جاوے

اس دل پہ تجھے رحم جفا کار نہین ہے
جس دل سے دل مور کو آزار نہین ہے

مسیحا سن کے اٹھ جاوے جو کچھ کہیے دوا کیجے
محبت سخت بیماری ہے یارو آہ کیا کیجے

مین کہتا ہون دل اپنے سے کہ ننگ نام سے گذرے
نہو یہ بات گر اس مین تو کیا آرام سے گذرے

کہون کیا عشق کی آتش سے یارو مجھپہ جو گذری
سنی جو شمع نے بھی سرگذشت اپنی تو رو گذری

کہا مین داغ مرے دل کا جون چراغ جلے
دیا جواب مجھے ترک شوخ نے کہ بلے

چمن مین بلبلون نے جب نپائے عشق کے چھکے
لگی سارے چمن کو آگ جتنے تھے کنول دہکے

کل جو بیٹھا پاس مین اک جا ترے ہم نام کے
رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

قاصد یہی پیام تو جا کہیو یار سے
اک شخص جان بلب ہے ترے انتظار سے

اشراف یا کمینہ طلبگار ہو کوئی +
دونگا اسی کو دل جو خریدار ہو کوئی

تو ٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ
کہ وان اڑے ہے جہان پر چلین فرشتے کے
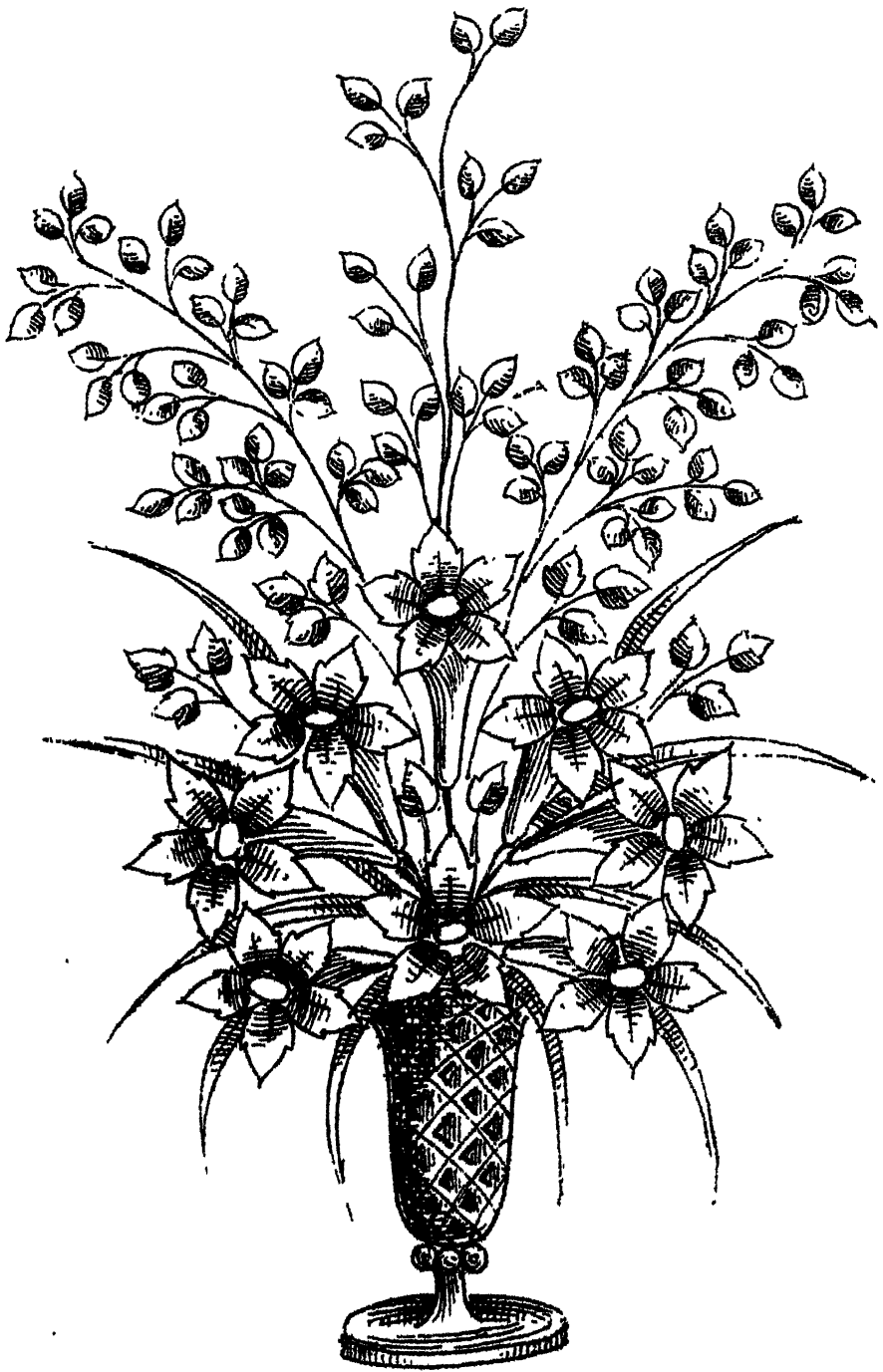
مدحیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفیع ترین کلامی کہ رفعت بخش دیباچۂ سخن تواند شد حمد مبدعلیست کہ باآمیزش کاف و نون رنگ
تکوین نقوش گوناگون کلیات و جزئیات و ممکنات را بر صفحۂ ہستی ریختہ و نہہ ترجیع بند افلاک نہ
گانہ و ثمن ہشت بہشت و سبعہ معلقہ ہفت آسمان و ہفت بند سبعہ ستارہ و مسدس جہات
ستہ و مخمس حواس خمسہ و رباعی ارکان اربعہ و مثلث ارواح ثلاثہ و مثنوی روز و شب و فرد بند ترجیع
آفتاب و قصیدہ کہکشان و قطعہای ابر و مصراع برجستۂ برق بنظم آوردہ و ذات فصاحت
آیات سرور انبیا سالار اصفیا مطلع نور خدا مہر سپہر صفا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم را
کہ نور انورش فاتحہ مصحف نبوت و پیکر اطہرش خاتمہ رسالۂ رسالتست بیت القصیدہ نبوت
گردانیدہ و ذات بلاغت سمات افضل اوصیا ابوالائمۃ الہدیٰ امیرالمومنین علی مرتضےٰ
را کہ بسم اللہ قرآن وصایت است مطلع غزل امامت ساختہ و ذوات مقدسہ باقی حضرات
معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین را کہ ہریک ازایشان از کمال علویت در صفحۂ روزگار خود فردیست
و شاہ بیت دیوان ایجاد بیت اللہ واقع است انتخاب نمودہ صلی اللہ علیہم اجمعین و علےٰ جمیع
الانبیا والمرسلین بعد صریر کلک فقیر عزلت گزین اصلح الدین بگوش اہل نیوش میرساند این دیوان
رفیع بنیان فصاحت بیان ریختہ خامۂ سحرپرداز از قلم نکتہ طراز ریختہ آفتاب براعت و رسیدہ
حدیقہ بلاغت مجموع کمالات وہبی و مکتسبی مجموعۂ کلام ہندی و فارسی و عربی و ذوالریاستین
الفاظ و معانی مواسیس قوانین سخندانی یگانہ کشور افضال نقادہ دودمان کمال اورنگ نشین
مملکت فصاحت خسرو اقلیم بلاغت ؎

	مراست طبع روان لیک نام اوست رفیع	چگونہ آب رود از نشیب سوے فراز	

اعنی وقیقہ سنج نکتہ سرا ملک الکلام میرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالےٰ است کہ از بام
ریختہ کار ریختہ گوئے کوس صاحبقرانی بنامش صدا دادہ و تسلیم فرمان کلامش برگردن

جہانیان لازم افتادہ بر سر گلزار کلام رنگینش سحاب تحسین پیوستہ ریزان وا ز اشعار بر شبیہ عاشقانہ اش
دود سوز و گداز متصل حیران جواہر زواہر مضامین و معانی در کان خاطرش معدن معدن
و گلہائے گوناگون الفاظ شگفتہ و رنگین در باغ فکرش چمن چمن زبان ہا از شیرینی گفتارش چاشنی
گیر و دیدہ ہا از مشاہدہ اشعارش سواد پذیر سود ائے زلف سنبل آسای سخن وران را طبعش در سر و
سواد کار سیاہ سیاہ قلم سخنش نور افزای بصر روانی آبروی سلسبیل ریختہ جواہر معانی تابدارش آتش رشک
اندر دل یاقوت انگیختہ ہنگام تعریف کلام شیرین نیش عجب کہ لب بیان بہم نچسپد و نی خامہ نیشکر نگردد ہر بیتش
شاہ بیت دیوان فصاحت و ہر قطعہ اش بہشت بلاغت غزال غزلش را صحرای دلہا چراگاہ و مردمک
مردم آگاہ را بر سر ہر شعرش مانند نقطہ انتخاب جائگاہ رباعیات بلند پایہ اش درگاہ کعبۂ معنی چار
آسنج عالم روحانی ترجیع بندش تبدغم از دلہا کشودہ مثنویش از سبع مثانی ثنا ہا ستودہ ہر مطلعش از
مطلع خورشید روشن تر و ہر مخمس از حواس خمسہ گران بہاتر بحسن مطلعہای زیبایش عشق باید و رزید و
اسیر زنجیر زلفش مصرعہای رعنایش توان گردید از میوہ نخل قصاید عالی رتبہ اش لذت و پختگی قصاید
عرفی پیدا و از رباعیات بلند پایہ اش ریزش باران معانی سحابی ہویدا ہر مطلعش خورشید مثال پرتو
حسن آفتاب بر شان سخن انداختہ و ہر مصرعہ اش ہلال آسا گوشہ ابروے ناز خود را انگشت نمائی نور
نظر ہا ساختہ بلبل شیراز قصیدہ گوی عرفی شیرازی اگر گلشن آرای ہندوستان حیات شدی بہزار
زبان نغمہ سنج ہزار داستان و آفرین گشتی و اگر کلیم طور سخندانی ابو طالب ہمدانی از تجلئے زندگانی دوبارہ
اقتباس نور کردی دید بیضای او را در سخنوری دیدی بپای تعظیم ایستادہ دست ادب بسینہ گذاشتہ دست
بوسش نمودی و اگر انوری و خاقانی را ردآفتاب زندگی شدی از انوری خطاب فلک آفتاب
سخنوری یافتی و خاقانی خاقان مملکت بلاغت گستریش خواندی ۵

بہ بزمی کہ خوان بیان مے نہند	سخن را سخن در دہان مے نہند
ز نظمش جہان منشیان کام گار	کہ بر نثر شان زہرہ گردد نثار
غزلہائے از پختہ و نیم خام	غزالان رم کردہ را کردہ رام
ز حرفش لب مطربان بہرہ مند	سرایند از وے بہ بانگ بلند
مناجاتیان ذکر خوان ویند	خراباتیان خود از آن ویند

از انجا کہ تعریف حلاوت قند سخنش کہ قناد طبع رفیعش بقالب شعر ریختہ ریختہ
در قالب بیان نمی گنجد اولی آنکہ طوطی ناطقہ را شکر ریز دعا سازم و بختم قرآن دعا

پردازم الٰہی تا دیباچہ صبح پدید شعاع خورشید بخاتمہ شام تواند پیوست پیوستہ صبح اوراق این دیوان کہ گلدستہ معانی ست از ظلمت شام شامت حرف گیران محفوظ بادبہ حرمت النبی وآلہ الامجاد

جمع این اوراق بادا از پریشانی مصوٗن
ہست تا بر لوح امکان نقش ہستی آشکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعت حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغاے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہو جون تیغ بی جوہر دگرنہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہین ہے قدر بیش وکم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہوکے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل مین دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالان فصل گلمین مرغ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بی لباسی مین
کہ ہو جو تیغ با جوہر اوسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر
کہ تا بدگو صداے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جبتک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ پہچانی

کرے ہے دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھونگا پھر غزل کراسمین مین مطلع ثانی

مطلع ثانی

عجب ناداں ہین جنکو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو بلکہ سونپے ہے مگس رانی

نہین معلوم اُن نے خاکمین کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیر انہ نرما دے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفونسے اپنی روسیاہی کہہ نہین سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے اون کی پریشانی

زمانہ مین نہین کھلتا ہے کار بستہ حیران ہون
گرہ غنچے کی کھولے ہی صبا کیونکر آ ساقی

جنون کے ہاتھ سے سرتا قدم کاہیدہ اتنا ہون
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہین مژگانی

نرکھا جگمین رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی مین اسے سودا نہین طول امل لازم
مثل خامہ کے سر کٹوائیگی ایسی زبان دانی

سمجھ لے تا قباحت فہم کبتک یہ بیان ہوگا
ادالے جبین پیشانی ولطف زلف طولانی

خدا کیواسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہین ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دلسے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد پیروی ہین اُسکے جو ہو دین
رہے خاک قدم سے اُسکی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اُسکی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اُسیکو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی مین تا آیات قرآنی

خیال خلق اوسکا گر شفیع کافران ہووے
رکھین بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زبان پر اُسکے گذرے حرف جسجا گر شفاعت کا
کرے وان ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

رکھا جب سے قدم مسند پر آ اون نے شریعت کا
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پہ خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو
گرہ کر آگ سکے دو ہین کرے غرق آ کے پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب سے آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگمین
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لیجاتی

پلے ہے آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا
شبان نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پرواز ملخ اوج سعادت پر
کرے ہے مور چڑھکر سینۂ دو پر سلیمانی

کھلے ہے غنچۂ گل باغ مین خاطر بلبل کے
جو اب اوراق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی

جہان انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا
تو اُسکے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس ایدل ہم نہ تھے اسوقت دنیا مین
وگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اسکے سے نورانی

نہونے سے جدا سایہ کے اُس قامت سے پیدا ہے
قیامت ہوویگا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے
بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی

معاذ اللہ یہ کیا حرف بیموقع ہوا سرزد
جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی

ادھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا
کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی

جو صورت اُسکی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد
جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی

حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جسنے اسکو اون نے دیکھی شکل یزدانی

غرض شکل نہین ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو
خدا اگر یہ نہ فرماتا نہین کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سودا مین دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منھ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

قصیدہ در نعت و منقبت حضرت امیر المومنین
اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو
حسن بتان کے دور مین ہی سحر ایک شام دو

ہین دو تنک شراب اور ساقی کی چشم مست یہ
کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو

میرے تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج
واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہوویئے بنام دو

خون جو کیا ہے بیگنہ تو نے مرا دل و جگر
لیوینگے تجھسے حشر مین اپنے بیا انتقام دو

تجھسے وفا و مہر کی دیدہ و دل کو ہے طمع
کرتے ہین اوٹھ ہر ایکدن ملکے خیال خام دو

ابروے یار کا خیال دلمین رہے ہے روز و شب
ہووے جو تیغ آبدار کیون نہ کرے نیام دو

فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش
زندگی اپنی ایکدم سمجھئے کیونکہ کام دو

پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ
بیٹھ کر ایکدم کہین ہووین جو ہم کلام دو

خورد و بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان — بادہ تو او نہین ایک سے گو کہ ہوئے بنام دو
دلکو میان خط و زلف تین جو رکھے یہ عدل ہے — ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو
کہتی ہے مجھسے مغفرت ہووےگی خوب یہ غزل — ہمرہ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو
اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — اک زمین مین ہو سنگلاخ اسمین تو ہووین کام دو
دے ہے جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہی یہ — ایسے کہے قصیدے تو صبح سے لیکے شام دو
مطلع نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میری جان — بس نہ مجھے آگے مانگ لے کرکے تو اب کلام دو
مثل زبان خامہ ہین گر بنی و امام دو — معنی تو او نہین ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو
ہونے ندے غروب ایک بہر نماز مہر کو — ایک کرے اشارہ سے قرص مہ بتمام دو
جاسکے انہونکے رتبہ تک باندھے ہون خیال و وہم — وقت مراجعت جو کوچ ایک کرین مقام دو
انکے طواف روضہ کو پہونچے کبھو نہ جبرئیل — رکھ کے زمین پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو
موسیٰ و خضر اور مسیح در پہ اونہونکے وقت طوف — ایک بنے جو چوبدار کرتے ہین اہتمام دو
سجدہ کرین ہین مہر و مہ در پہ ونہون کے روز و شب — سر ہوا اس کے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دو
ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانہ کو مل کے یہ انتظام دو
وصف براق و دلدل ایک بہ تو ہین کیا بیان کرون — شرق سے تا بغرب تک جسکے تئین ہین گام دو
مرضی حق نہین ہی یہ دو ہون ہلال ایک نام — ورنہ پھرین دو عرش پر ایسے ہین خوشخرام دو
برش دونہونکے تیغ کی مجھسے بیان نہوسکے — خامہ کی اب زبان ہوئی لکھنے سے جسکا نام دو
اسکے خیال مین کوئی دیکھے جو اپنے آپ کو — احولون کی طرح اسے آوے نظر تمام دو
یاد ہین اسکے گرد دو دیکھے جو اپنے باپ کو — مائی کے سے نجھے حلال ایک ہے اور حرام دو
سودا اب آگے کیا کہون مجھسے کہے ہی انکا ذکر — قطع کلام کرکے تم مدح کو اختتام دو
چاہے ہے تجھ طبع یہ مری طول دے اس کلام کو — کہین علی نبی سے یون اسکا صلہ بتمام دو
ہے یہ امید اسے بھی یون علی سے نبی کہین — اور ون کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو

یہ بھی صلہ نہین ہے کم عرصۂ حشر مین اگر
یاد کرین جو مجھسے کو ایسے باحترام دو

قصیدہ در منقبت شیر بیشۂ شجاعت میر میدان سخاوت حیدر کرار صاحب ذوالفقار

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ
کھلے نہ کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

معقد اتنی ہے خاطر میری بجائے نفس
کرون گا مین بدم واپسین شمار گرہ

عجب نہین عوض اشک چشم سے میرے
جو ئے برنگ سحاب تگرگ بار گرہ

نہ لٹ دھوئین کی ہے یارب نہ زلف محبوبان
رکھے ہے کیون مری خاطر کو روزگار گرہ

کھلے نہ تجھ پہ تمنائے دلکی میری بات
رہی زمانہ مین اک یہ بھی ایکبار گرہ

فلک کو پہونچے سر گرد باد مجھ دل کا
جو ساتھ آہ کے پیچش کے ہو غبار گرہ

طرح ہلال کے ہوتا ہے ناخن تدبیر
کشادہ کار ہمارے مین بدر وار گرہ

گیا ہے چھوڑ کے یون دلمین عقدۂ غم تیرا
کہ بند یار مین دیجائے جیسے یار گرہ

جہان مین جو ہے گرہ اسکو پائداری ہے
نہین جو بستگی دل کی پائدار گرہ

کھلے نہ اب جرس دلکے نالہ کرنے کو
ہمارے اشک کے ہے قافلہ مین یار گرہ

برنگ شیشۂ مے وقت اشک ریزی کے
گلے سے پڑتی ہے دل تک ہزار بار گرہ

سوائے ناخن دست قضا میرے دل سے
کھلی نہ بحر جہان مین حباب وار گرہ

علاج قتل ہے واشد کا اب میری کہ ندان
پہونچتی ہے بدم تیغ استوار گرہ

کرو ر مرتبہ فصل بہار مین کھولی
صبا نے غنچون کی جا سے لالہ زار گرہ

ق

ہزار حیف کہ یہ میرے دلکے رشتہ کی
کھلی نہ اے نفس سرد ایک بار گرہ

غلط ہے تو جو زمانہ نہین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ

بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ

غضب کے پنجہ سے جسکے برنگ دانۂ شک
نہ آسمان کی ہو جائے تار تار گرہ

ثبات چرخ پہ اسکے نہیب کے آگے
کہ جون دھوئین کی نہین رکھتی اعتبار گرہ

جو ضرب گرز کی پشت فلک پہ اسکے آئے
تو کہکشان وہین ہو جائے شکل مار گرہ

جو اسکے عدل مین خس منہ پہ موج کی آجائے
تو ہو سمٹ کے وہین بحر بے کنار گرہ

کیا ہے دلمین خیال اُسکے وصف گلگون کا　ہوئی ہے غنچہ مین اب باد نو بہار گرہ
ثنا مین اسکے وسلے کیونکر اس بلند ہے مضمون　ہوا کو دے نہ سکے کوئی زینہار گرہ
ہر ایک سے اپنے مولی کے کیون نہ خاطر سے　کھولے ہے وہ نبرد اوسکی ذو الفقار گرہ
رکھے ہے جنگی برش آ کے کوئی چرخ پہ کلم　کہ جیسے پیش دم تیغ آبدار گرہ
کیا مین فرض کہ اتنا ہے سر عدو کا ترے　کہ جیسکے جوف مین گردون سے آئین چار گرہ
براو سپہ تیر جو بیٹھے تیرا تو یون پھوٹے　کہ جیسے ہوتی ہے منکی کے دار بار گرہ
وغا کے روز عدو کو جو تو اوٹھا لیوے　سنان پہ بھالے کے سینہ سے کر دو چار گرہ
تو نیزہ باز کبوتر کی طرح سے ہر دم　لگی وہ کرنے ہوا بیچ بار بار گرہ
زبس رواج تیرے عہد مین ہی بخشش کا　برنگ آبلہ دل سے ہے یہ ناگوار گرہ
گدائے در نے ترے زر کے تئین زبسکہ　دیا ہے کھول کے دامن سے اپنے بار گرہ
شہا مین کیا کہون انگشت دست کے اُسکے　جنھون کے گھس گئی گنتے ہوئے شمار گرہ
کبھو نہ کھل سکے مرضی سوا ترے تقدیر　کسیکے کام سے کھولے اگر ہزار گرہ
خصوص مین کہ معقد ہے یہ میری خاطر　کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب تبا کہ اس و جھڑے کی سوا ترے　کھلاوے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ
وہ تیری ذات ہے مشکل کشا کہ جو کھولے　جہان کے کام سے کیا لیل و کیا نہار گرہ
امید مجھکو بھی ہے تیرے حول و قوت سے　نکر سکے میری خاطر مین اب قرار گرہ
سپند گرمی آتش سے جون گریزان ہو　میرے بھی دل سے کرے اسطرح فرار گرہ
کرون ہون ختم دعائیہ پہ سخن کہ ادب　زبان کو دے ہے خموشی سے شعلہ وار گرہ
موالیان کی دلون کی شگفتگی کے ساتھ　ہمیشہ گل کیطرح دیوے روزگار گرہ
برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن　طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

یارو مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک　مین کتان بلبل و پروانہ یہ ہم چارون ایک

سے مجھے ابر و ہوا شیشہ و جام اب کے ہوئی
گریہ و نالہ دل و دیدہ نم چار دن ایک

یار اگر کلبۂ احزان مین نہو دے تو ہمین
خلوت و شمع دل و داغ الم چار دن ایک

آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے
غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چار دن ایک

باد تند و شرر و برق و خس و خار اے یار
خو تیری خلق ہوئی ہو کے بہم چار دن ایک

نازاسکو ہے جسے تجھ سے رضا و تسلیم
لطف و اشفاق ترا جور و ستم چار دن ایک

جسکے تو پاس نہووے تو اوسے عالم مین
مجلس شادی و تنہائی و غم چار دن ایک

سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون یک جا
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

ادن کے نزدیک جو ہین خاک نشین دربار
مسند و روے زمین تخت و کلم چار دن ایک

زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
دلمین رکھتے ہین تیرے ہاتھ سے غم چار دن ایک

کردے ہین گرشمہ نے تیرے آنکھون کے
مسجد و میکدہ و دیر و حرم چار دن ایک

خرد و ہوش دل و دین کرین ہین پیدا
دیکھکر یار تجھے صورت رم چار دن ایک

کاغذ و خامہ تحریر و مرکب سودا
ہوکے کہتے ہین بیک اہل کرم چار دن ایک

شاہ مردان تیری خلقت جو نہوتی منظور
ہوتے عنصر نہ کبھو مل کے بہم چار دن ایک

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ
حکم رکھتے ہین تیرے پیش کرم چار دن ایک

ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
بار احسان سے تیرے رکھتے ہین خم چار دن ایک

خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد ترے بخشش کے
اشرفی روپیہ اور دام و درم چار دن ایک

یہ غلط فہمی ہے ہین ورنہ تیری ہمت پاس
در مکنون و خذف قطرۂ و یم چار دن ایک

طبع انسان مین تیرے عدل سے رکھتے ہین اثر
حنظل و آب بقا شربت و سم چار دن ایک

ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے
ہوکے پیمین گئے رستے عدم چار دن ایک

آفت و قہر و بلا و غضب آفاق کے بیچ
ہوکے آ لیٹین ترے تیغ کا دم چار دن ایک

در پے عدل ہے اتنی جو لگے وہ دو بہم
نا پیے اونکو تو نے بیش و نہ کم چار دن ایک

حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیرے پاس
نیزہ و تیر قضا سیف و قلم چار دن ایک

شیر و پیل و بزور دبا و تیرے آگے سے
بھاگ جا تیمین ہین و م کرکے علم چار دن ایک

رنگ عشاق و ہوا برق زمانے کے بیچ
تیرے توسن کے ہوئے مل کے قدم چار دن ایک

وہم و اندیشہ خیال اور وہ معشوق نژاد
رکھتے ہین قطع مسافت مین یہ دم چار دن ایک

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا — رتبۂ شعر و سخن مین ہین بہم چارون ایک
ایک ڈنکا ہے اب اقلیم سخن مین انکا — رکھتے ہین زیر فلک طبل و علم چارون ایک
سخن و نطق زبان اور فصاحت اُنکی — سنکے سحبان کہے یہ لا و نعم چارون ایک
عیب مین ہو کے جو دیکھے کوئی اُنکے اشعار — آنکھین اُس شخص کی اور گوش صم چارون ایک
جوہری ہووے جو بازار سخن کا سو کہے — قدر و قیمت مین ہین باہم یہ قسم چارون ایک
ہجو گران کی ہو منظور کسی شاعر کو — گرچہ ایک کو انسے کہے ہم چارون ایک
کر دعائیہ پہ سودا تو سخن ختم کہ ہین — اثر و وقت زبان دست بہم چارون ایک
یا الٰہی طرب و جشن و نشاط و ممدوح — رہین آفاق مین تا حشر کے دم چارون ایک

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہ

زخمی ہین ترا اور گلستان ہے برابر — ہر خرمن گل گنج شہیدان ہے برابر
کہتے ہین جسے سرو گلشن کی ہے وہ آہ — نرگس لب جو دیدۂ گریان ہے برابر
فریاد کنان بلبل و دیوار چمن مین — جو رخنہ ہے سو چاک گریبان ہے برابر
ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار — جو غنچہ ہے سو وہ دل سوزان ہے برابر
سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھ کون — یہ سینہ پر از داغ چراغان ہے برابر
دریا میری آنکھون سے یہ بہتا ہے لہو کا — مژگان سے مرے پنجۂ مرجان ہے برابر
افسوس نہ پہنچے تجھ سے کبھو میرے کہ تجھ پاس — لخت دل و گلبرگ بدامان ہے برابر
یکسان ہے وجود و عدم انسانکا ترے پاس — یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر
خونریزی مین ترکو نسے ترے چشم ہین ہمسر — خنجر سے انکھون کی صف مژگان ہے برابر
آنکھون سے مروت تری اور دست سے ترے رحم — قسمت ہے یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر
پردے مین جو ہے تیرا عمل یار سوا دسکے — تیر نگہ دیدن پنہان ہے برابر
حیران ہون ترے سامنے کس طرح مین ٹھہرا — جانے مین ترے آگے دل و جان ہے برابر
کیا درد بیان تجھ سے کرون مین کہ ترے پاس — میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر

سنتا ہی نہین بات میری تو جو سنے بھی
وہ بات پھر اور طائر پران ہے برابر

تونے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا
یان حکم قضا اور ترا فرمان ہے برابر

دلداری تجھے کرنی کسو کی نہین آتی
تو سب کے دل و جان کا خواہان ہے برابر

ظالم مین نواحی مین ترے گھر کے جو دیکھا
ہر سمت صفِ گورِ غریبان ہے برابر

یو نہین ہے جو خاطر مین ترے مین بھی ہون حاضر
یہ زندگی اور روح کا سوہان ہے برابر

آزاد منش مجھسے کا اے یار شب و روز
دل مرغ گرفتار کے نالان ہے برابر

لے شام سے اور صبح تلک صبح سے تا شام
اشک آنکھو سے میرے در غلطان ہے برابر

رہتی ہے تپ غم یہ سدا مجکو ن کہ میری
آہ سحر و شمع شبستان ہے برابر

اعضا مرے جیسے جلتے ہین کہون کیا
وہ سوزش و آتش بہ نیستان ہے برابر

عزت کی کہون اپنی سو کیا ہے کو کسی کی
عزت ترے در کی سگ دربان ہے برابر

کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا
یان زخم دہان و لب خندان ہے برابر

فریاد کرون کس سے کہ رو داری کی تیرے
کہنے کے لیے گبر و مسلمان ہے برابر

نالش کرون اب وان کہ جہان حق بطرف ہین
مور و رخ وہ یو سلیمان ہے برابر

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا
اور ہے بھی جو کوئی شہِ مردان ہی برابر

ہے علم الٰہی سے وہ اُمّی لقب آگہ
وان عقل کل و طفل دبستان ہے برابر

دونون کا نہین امر کم از امر الٰہی
دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہے برابر

یکقطرہ جو ہو ابر سے رحمت کے اُنھون کے
وہ نارِ سقر کے لیے طوفان ہے برابر

ہے وزن مساوی اُنھو نین حلم خدا کا
خالق کے وہ دو پلۂ میزان ہے برابر

اس حرف مین جو شبہ رکھے ہووے کہ مسلمان
اُس شخص کا الحاد سے ایمان ہی برابر

سودا بدوی بول مت آگے کہ بنی سے
اس مرتبہ وہ اشرف الانسان ہے برابر

جسطرح تجلی کو خدا کے نہین انکار
حیدر بھی محمدؐ سے بدنیسان ہے برابر

اے خامہ چل اب جلد مدینہ سے نجف کو
منظور سعادت ہے تو یان وان ہے برابر

شاہا در درگاہ کا تیرے جو ہے قندیل
کب جلوے لیے اوسکے مہ تابان ہے برابر

جو خاک ہوا در کے تیرے خاک کا اُسکے
جو ذرہ ہے سو مہر درخشان ہے برابر

ناقہ ترے مشتاق زیارت کا برفتار
صرصر سے سحر کی بہ بیابان ہے برابر

پس جو ایسا ہو سخن اے دل تو نہ کیجے اسکا ذکر
آشنا کر اب غزل خوانی سے تو اپنی زبان

گر شمیم زلف کا تیرے چمن مین ہو بیان
نکہتِ گل سے پریشان ہو دماغ بلبلان

طوطی تصویر اُسکی روبرو کرتی ہے نطق
محو جو دیدار کا تیرے ہوا آئینہ سان

مشرب عشاق پر تنہا نہین ہی دست برد
ناز نے تیرے کیا پامال زہد زاہدان

عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہان کے سر بہ لب
چاہیے ہو تربیت اُس سے جفائے آسمان

جس سے پوچھو ہون تو کیون نالاں ہی سو کہتا ہی یہ
ہاتھ سے ان کافرون کے نام جنکا ہی بتان

دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح
مو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہون فغان

ناز معشوقان جو دیکھو جور گردون سے ہے زیاد
ہی عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان

منہ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو
جسطرف جاؤن تو ہے در پے بلائے ناگہان

اب کہین عالم مین اے سودا نظر آتا نہین
جز پناہ اوس آستان کے موضع امن و امان

پایہ قدر ایسا ہے کہ دیکھین ہین جسے
تھام کر دستار اپنی عرش کے باشندگان،

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھتے ہے قدر و منزلت
دیدۂ تحقیق میں یہ عرش کا پایہ کہان،

سطح پر اُسکے ملک پھرتے ہین با ذوق تمام
صحن مین کرتا ہے روح القدس مجمر لجاکے وان

اُسکے قندیل و چراغ آگے یہ خورشید فلک
جون چراغ مضطرب یک قمقمہ کے درمیان،

شعلہ کوہِ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع
دونون آپسمین ہین گویا خلقت یک دودمان

عالم لاہوت ہو اسکی نگہ کا سیرگاہ
دیوین جس اعمی کو گرد اُسکے سے کرکے میسر دان

ہے عنایات و کرم کا مبدع عالم مین وہ
دست فیض جود اسکے سقف کا ہی نردبان

ملتجی اُس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی
ملتمس ہر شام دربان سے گدا و خسروان

کیا بتاؤن ہے جو کچھ اسکی کتابہ کو شرف
جسکو سمجھے وہم رشک سرنوشت مرسلان

کھولے یک ناخن سے وہ کار دو عالم کی گرہ
معجزہ محراب ہے اس در کے ہوتا ہے عیان

ایکدن پوچھا مرے دل نے یہ پیر عقل سے
کس مکین سے یہ شرف رکھتا ہے کہ تو دو مکان

یہ کہا سنکر معاذ اللہ اے نادان خموش
کیون کٹایا چاہتا ہے خلق سے میری زبان

مطلق اس معنی سے آگاہی نہین مجھ سے تئین
مجھ سا اس تحقیق پر مت رکھ یقین بلکہ گمان

واقف اسرار اُسکا کون چھٹ اسرار حق
راز کا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان

لیکن اتنا تجھسے کہتا ہون اگر ہے تجکو ہوش
سنکے یہ کرلے اسی سے اپنی تو خاطر نشان

کعبہ کو بتخانہ سے ہرگز نکرتا کوئی فرق، گر نہوتا اُسکا وان پائے تولد درمیان
یہ سخن نکلا زبان سے جو ہین پیر عقل کے سنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اُس سے کہ ہان
پس یداللہ بیشک دلاریب بازوے نبی قوت ہر یک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان
اُسکے شمع راے سے روشن ہو جب جا کر چراغ عقل کل گرد اُسکے بال افشان پھرے پروانہ سان
اُسکے چشم فہم کے آگے سدا اپنے تئین ہے دو عالم مین جو کچھ مخفی سو رکھتا ہے عیان
گر حقیقت کے چلے پردے کی سمت اُسکی نگاہ نکلے ہے اودھر سے ستہ بالی کو دراز نہان
بار جب کرتے ہین بخشش اسکے سائل کیلئے اسقدر ہوتا ہے تب طول قطار بختیان
قصد جانے کا کیا چاہے اگر اُس طول کے اس سرے سے اُس سرے تک پیک وہم تیز ران
اسقدر ماندہ ہو پہونچے اسکے گر عشر عشیر تا ابد چاہے کہ اودھر سے پھرے طاقت کہان
لا چکی ہووے عمل مین وہ منہیات خلق، حکم اسکا بازگشت اُسکے پہ گر ہووے روان
کان کے پردے تلک پہونچی ہوئی صوت غنا پھر کے اودھر سے چلی سوے دہان مطربان
کھینچ کر اپنی شرائین سے شراب خورد کو دانۂ انگور کے شیشہ مین کر دین میکشان
اُسکے حفظ عدل مین ہو کس توانا کی مجال دیکھ سکتا ہو حقارت سے جو سوے ناتوان
بندوبست ایسا ہے عالم مین کہ تار عنکبوت کرگدن کیواسطے رکھتا ہے حکم ریسمان
اسقدر رکھتی ہے صولت اُسکی شمشیر دو سر گر صف اعدا مین جا کر کیجیے اوسکا بیان
ڈالدین رو مین تن اُس ہنگام میدانین سپر مو سے باریک اپنی گردن کو بتادین سرکشان
کب ہو جلاد فلک مین اوسکے گھڑی یاراے نطق ہونٹ لاگے چاٹنے لکنت کرے منہ مین زبان
انگلیان اوٹھا دین قلم پر اُسکے دست وہم کی آبداری اوسکی گر کیجے قیاساً امتحان
کس مین یہ قدرت جو کوئی منہ پہ اُسکے آسکے آشنا ہووے گر اُسکے عکس سے آب روان
دھار پانی کی دو ہین لپٹے زمین کے قعر کو کاٹ کر اودھر کو نکلے پردۂ نہ آسمان
صور اسرافیل سے کچھ کم نہین اوسکا نیام نکلے وہ اسمین سے تو شور قیامت ہو عیان
جتنی ہے جمعیت افلاک ہووے منتشر تاب کیا باہم رہین اجزاے ارضی توامان
کیا بتاؤن جسقدر اُسکی برش کا ہے صفا کیا کرون مین زور بازوے اپنے مولا کا بیان
زور میدان سامنے آوے گر اُس تن کا عدو۔ کوئی نہ گردون سا جسکے سر کا ہووے استخوان

جب کمر سے کھینچکر مارے وہ اسکے فرق پر
موے سر سے ناخن پا تک نہ ٹھہرے درمیان

ہے غرض جوہر تو یہ اسکا جو کچھ تمنے سنا
شکل و نام اسکا بتاؤن کیا تمھین اے دوستان

ہے دو انگشت قضائے نیم اعدا کے لیے
ذو الفقار اسکے تئین کہتے ہین لیکن مردمان

اسکے توسن کا جو پوچھا خامے سے وصف جمال
پڑھ کے یہ مطلع کیا معذور رہون اے مہربان

حسن و لطف و شفتگی کا جسکے کانون کا بیان
بانون باغ مین سوسن نہین کر سکتی با چندین زبان

وین خراج آنکھون کو جسکے چشم خوبان عرب
باج دیوین بال دم کو زلف و جعد مہوشان

اسکے پٹھے کو سمجھکر قہقہا لگتی ہے خلق
کیا یہ چرتا ہے سجانے کا وہ کشت زعفران

خوش کمر اتنا کہ جون پیوستہ ابرو مین ہو خال
جائے زین ہے یہ گریبان و کفل کے درمیان

خوش بدن از بس کہ ہے جون اختر چرخ کبود
جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہے عیان

نقش سم جس دشت ہو اسکے پر جست و خیز کا
وین غزالان حرم تک نعلبندی آکے وان

گرم ہووے وہ پری پیکر تو اسکا حسن و لطف
دیکھے سو جلنے سے کسکے ہو خاطر نشان

ہر گل رنگ حنا پر یون عرق وے ہے بہار
لالہ زار اوپر ہو شبنم جسطرح گوہر فشان

ہے چلاوے مین یہ اس گلگشت کے دم وار لطف
جون یون بہنے سے لہراتا ہو سرو بوستان

جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تب ہر گام پر
صدقے کرتے ہین خرام ناز اپنا دلبران

ٹک اٹھا جاوے عنان ہمین جو قاش زین سے
اسطرح اڑ جاوے جون چہرے سے رنگ عاشقان

گر صف اعدا پہ سیدھا ہو تو جون تیر تفنگ
ڈانٹیے اسکو تو پہونچے پیش از آواز ہان

یہ غلط ہے یہ کوئی اسکو ڈھٹاوے کس جگہ
صفحۂ روے زمین کا اسقدر عرصہ کہان

ہو اگر یہ شرق مین اور سامنے ہو اسکے غرب
تک اسے اک کہے اتنا ہی منہ سے لیک ہان

پہونچنے پاوے ہوا ہے ہان نہ منہ سے تا بلب
پہونچے ہے یہ بادپا یا ہے وان اور انسے یان

پس جو ایسا ہو تو کر سکتا ہے کوئی اسکا وصف
جز درود اسکی ثنا مین کیا کہے میری زبان

سن چکا سودا زبانسے میری اس مرکب کا وصف
اسکے راکب کے ثنا و مدح اور تیرا دہان

ہو کر طوطرون کو بس شعر و شاعری سے اوسکی مدح
دیکھیو کرتا ہے اب زور طبیعت امتحان

مرتبہ ہے جس جگہ اسکا خیال عقل کل
پہونچنے کا قصد ان سکتے تو ڈھونڈے نردبان

وہ جناب عالی ایسا ہے کہ جسکی مدح مین
ہو سکے آدم کی خلقت سے کوئی رطب اللسان

انما کی آیہ نازل ہونے سے پیدا ہے یہ
مدح مین اسکے ہے خلاق زمین و آسمان

یہ سخن سنکر کہا مین نے کہ یانتک اے قلم
ہے یہ میرا ہی خیال ادہر کہ مین کرتا ہون مدح
ہے غرض اس نظم سے اتنی کہ تا کچھ کیجیے
یا ولی اللہ ہے مجھپہ تیقن گرچہ یہ
لیکن ازبس جور گردون نے کیا ہی مجکو تنگ
آفت نو گر بہم پہونچے کسیکے واسطے
خانۂ چشم خلائق سے اٹھا کر خواب کو،
ہر کسیکے بھیجے ہے اوج سعادت کیلئے
گلشن امید سے لیکر نسیم صبح دم
گوش زد میرے نکی ان نے کبھو آواز خوش
بانگ جغد دشت کردیتا ہی اسکا انقلاب
کب تلک بے امتیازی کیجیے اس ملعون کا ذکر
ڈالتا ہون جسطرف بنیاد اپنے گھر کی مین
گرچہ ہون بے خانمان اسکی عداوت سے دلے
پر مجھے ہے دغدغہ اتنا کہ یہ ظالم کہین
اے شہ دنیا و دین تجھسے ہے میرا اک سوال
تجھ ہمم سے نفع کو پہونچے زمین و آسمان
کچھ عنایات و کرم سے اپنے مجکو بھی دلا
خواہش دلکے موافق اپنے جو چاہون سو لون
مانگے جو زر یکا دانہ یا دے وہ کرمانکا ملک
ایسی بخشش کی کہین عہد لیسے بر آمد ہو نہین
ہان مگر یون ہو کہ تیرا پنجۂ معجز طراز
اور بعد از مرگ ہو یا شاہ دین مشت عبیر
پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا
اس سوا اور کیا تمنا ہے کرون مین جسکو عرض

دور عقل و ہوش سے میرے تئین مت کر گمان
مور سے ہیہات کب وصف سلیمان ہو بیان
عرض اپنے حال کا نزد شہ ہر دو جہان
ہے وہ کیا مخفی جہانمین جو نہین تجھپر عیان
مضطرب ہوکر مین اپنا حال کرتا ہون بیان
بھیجتا ہے اسکو یہ مجھپر برائے امتحان
ہین جہان طالع میرے اس گھر مین دیتا ہی مکان
مژدہ دینے کہہ ہما کو میرے مشت استخوان
دے چراغ بخت کو میرے ہمیشہ ارمغان
جب سے مینے آکے دیکھا ہے جہان کا گلستان
سمع تک پہونچے اگر میرے نوائے بلبلان
تا کجا اسکے جفا و جور سے کیجے بیان
اسطرف کرتا ہے یہ سیل خرابی کو روان
خوش ہون مین نہ رنج در کا ہے نہ فکر پاسبان
سرزمین ہند کو سونپے نہ میرے استخوان
مطلع تجھ سے ہی اس نظم مین جسکا بیان
بہرہ سے لین سیم و زر یا در لعل و گوہر بحر و کان
لیکن اس داد و ستد کی شرط ہی یہ درمیان
ورنہ جو ہمت ہی تیری کیا کرون اسکا بیان
چاہیے جو طوطی کا پر اسکو ملے ہندوستان
تیری ہمت کے موافق لون تو مین رکھون کہان
ایک مٹھی بیچ کر دیوے مجھے دونون جہان
واسطے جیب و کفن کے تیری خاک آستان
سرفرو لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان
چیز کیا ہے مایۂ دنیا بہ پیش عاقلان

کر تو سودا اب قصیدہ کو دعائیہ پہ ختم
گو خطاب اسکو دیا ہے تونے بحرِ بیکران

تاکہ ہیئت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار
منجمد جب تک ہے اجزائے زمین و آسمان

دوستون کو تیرے نت اوجِ سعادت ہو نصیب
خاکِ ذلت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت گلِ گلزارِ انما نورِ دیدۂ رسولِ خدا سرورِ سینۂ علی مرتضیٰ ابا عبد اللہ الحسین صلواۃ اللہ علیہ

سوائے خاک نہ کھینچون گا منتِ دستار
کہ سر نوشت لکھی ہے میری بخطِ غبار

چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہے محروم
اگر نہ رو دے میرے روزگار پر شبِ تار

کرون ہون تیز مین دندان اشتہا ہر صبح
زمانہ سنگِ ملامت سے توڑتا ہے نہار

عجب نہین ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے
زبس خوشی نے میرے دلسے اب کیا ہی کنار

شرابِ خونِ جگر ہے مجھے گزک دلِ خویش
صدائے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار

رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت
نت اُٹھ کے سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار

زمانہ دل کو میرے اور عہدِ یار کو اب
شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار

زبسکہ دل ہے مکدّر میرا زمانہ سے
بجائے اشک مین آنکھون سے پونچھتا ہون غبار

کہان تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ
کہ جسکے بخت کی سوگند کھائے ہی ادبار

دلا تو اپنے غمِ دل کو اب غنیمت جان
بدل خوشی سے اسے دور مین نکر زنہار

کسو ہی سے غمِ دل یون نہ لیگیا دوران
کہ شادیِ مرگ کیا ہو نہ اسکو آخر کار

جو گوشِ ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے
صدائے نغمۂ داؤد و نالۂ دلِ زار

تو سادہ لوحی سے ایدل جہانکے ہی کج فہم
کرے ہے راستی اپنی سے ہر زبان گفتار

مین حرفِ حق کو سنا ہے زبانیِ منصور
کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار

عجب نہین کہ ہے ابلیس اس سبب مخفی
کہ ہو جیے گا عبث مردمِ جہانسے دچار

شبِ گذشتہ نپٹ درد سے مین تھا بیتاب
گذر گیا چمنِ فکر کی طرف ناچار

سنی مین ایک غزل بلبلِ طبیعت سے
کہ لختِ دل گرے آنکھون سے اب ہزار ہزار

نہ پوچھ مجھسے کدھر ہے خزان کہان ہی بہار
کہ بلبلِ قفسی کو ہے گل سے کیا سروکار

عجب نہین ہے کہ باد سموم ہو جاوے
نسیم گر کرے یکدم مرے چمن سے گذار

نہین ہے شادی بےغم چمن مین دنیا کے
کہ گل ہنسے ہے گریبان یہہ ہین کو پہاڑ

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہی شراب
کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہے نرہے
کہ خوب روئیے دل کھول کر پکار پکار

شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم
فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار

پڑا پھرے ہے اسی فکر مین سدا ظالم
کسو طرح سے کسو دل کو دیجیے آزار

رکھے ہے مجھ سے خصوصًا عداوتِ قلبی
خیال خام کو یون دیکھے اپنے دلمین قرار

کہ خاک کرکے اسے ہند مین نباؤن گا
چراغ بتکدہ و خشت خانۂ خمار

کدھر خیال کو اب لیگیا ہے یہ بے مغز
زبس بھرا ہے سوا اسکا ہوا ہے کجرفتار

دکھاؤن گا اسے اب مردیون کرین ہین عزم
مشیت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار

تو رو سیاہ کر اس ہند کا کوئی دن مین
اسی دیار کے گلیون کا ہو جیے گا غبار

یہانکی خاک کو ہے یہ شرف عجب کیا ہی
کہ محشر تش ہے گر ہووے اسکے قرب جوار

جہانکے مرگ کو کہتا ہے خضر عمر ابد
خدا نصیب کرے مجکو زندگی یکبار

جو کچھ کہ مجھسے سُنے صدق سے تو باور کر
محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار

خدانخواستہ گر آسمان کی گردش سے
قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار

فلک سے اسکو ملائک کے آگے وان ہو دین
جب اس دیار کے جاروب کش سے منت دار

اگر وہ خاک دے اسکو شفا کی نیت سے
قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار

ہے اسقدر وہ زمین نور سے ہے مالامال
کہ جسکی رات کے آگے نہین ہے دنکو قرار

اسی ہی غم سے جہانمین ظہور کرتی صبح
ہمیشہ پنجۂ خورشید سے گریبان تار

ہوا کے وصف مین اد سجا کے کر لکھو مین غزل
مرا سخن رہے سرسبز تا بروز شمار

زبس ہوا کو طراوت نے وان کیا ہے نثار
شرار سنگ مین ہے رشک دانہ ہاے انار

گر اس طرف سے ہو جاوے صبا چمن کیطرف
نہو سواے زمرد عقیق وان زنہار

جو نخل خشک کی تصویر کھینچے وان نقاش
ہر ایک شاخ وہ ہین سبز ہو کے لاوے بار

عجب نہین ہے کہ ہون اس ہوا سے دانۂ سبز
اگر زمین پہ گرے ٹوٹ سبحۂ زنّار

غرض مین کیا کہون یارو چمن مین قدرت کے
عجب لطف کی اُس قطعۂ زمین پہ بہار

یقین ہے دل کو اگر ساکنان جنت سے
جو کوئی سیر کرے اس دیار کا گلزار

زبس تماشے سے آنکھون کو وان نہو سیری
پلک کو ہونا نرگس کی طرح ہو دشوار

انھون کی نظرون مین ہوگی بہشت کی کیا قدر
جنھین ہے مسکن و ماوا کیواسطے وہ دیار

بہشت عرض کرین یہ جناب اقدس مین
عجب نہین کہ رسی شرم سے بروز شمار

جو کربلا کے ہین ساکن انھون کو ہے یہ امر
سوائے عرش نہ بھیجے کسی طرف کو گذار

تری تو ذات پہ روشن ہے جزو کل کا حال
بھلا ہے پردے ہی مین رہنے جنتون کا وقار

غرضکہ دیکھکر اس جا کے مرتبے کے تئین
لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار

خبر دے اسکی مجھے اے زمین کہ تجھ مین سے
ہوا ہے کس لیے اُس خاک کو یہ عز و وقار

دیا جواب زمین نے کہ اے فلک ہیہات
نہ دیجو مجھسے تناسب اسے تو دیگر بار

نہین ہے خاک وہ ہے آبروے آبحیات
نہین وہ خاک ہے کحل الجواہر ابصار

اگر نہ چشم کواکب کو پہونچے اسمین سے
نظر سکے شب تاریک بیچ تو رفتار

مجھے ہے نسبت اب اُس خاک سے کہان جسمین
ابوتراب کے فرزند نے کیا ہو قرار

امام مشرق و مغرب شہ زمین و زمن
رموز دان خداوند لجۂ اسرار

زہے امام کہ جز خاک در سے یہ جسکے
قبول ہو نہ کبھو سجدۂ نماز گذار

اگر نہو قلم صنع ہاتھ مین اوس کے
تو لوح دفتر قدرت مین نقش ہو بیکار

مہندسان قضا اپنے ہندسون سے اگر
سوائے مشورت اُسکے جو کھینچین یکبار

عجب نہین ہے کہ نکلے نہ تا دم محشر
زبان خامہ سے کچھ لفظ غیر استغفار

خدا نخواستہ دیوے چہار عنصر مین
گر اُسکی راے بدلنا طبیعتون کا قرار

ابھی فنا کرے منقذ ہوا کا ذرۂ خاک
نچھوڑے پانی کا قطرہ جہان مین ایک شرار

گر اُسکا حکم اٹھا دے جہان سے رشتۂ کفر
مجال کیا جو سلیمانی مین رہے زنار

یقین تو جان کہ میزان عدل مین اُسکے
ہوا ہے دانۂ خردل برابر کہسار

اوسکے عدل مین ہو یہ کہ جیونٹیونکے حضور
مجال کیا ہے کہ دم مارے اژدر خونخوار

شکوہ خیمہ کا اُسکے بیان کرون لیکن
کہان خیال کو ہے پہونچنے کا وان تک بار

کہ جسکی دیکھکے رفعت فلک ہے چکر مین
اوسکے بوجھ سے ہے صفحۂ زمین کو قرار

نہین ستارہ ہین یہ بلکہ لوٹتا ہے گا
اسی حسد سے انگارون پہ چرخ لیل و نہار

کرے ہے عرش اُسے اپنی جبہہ پہ صندل
گر اُسکے فرش کا جاروب سے اٹھے ہے غبار

کمیت خامہ نے اب اُسکے وصف گلگون مین
کیا ہے صفحۂ کاغذ کو تختۂ گلزار

چمن مین صنع کے جسکے سبکروی آگے
کبھو نہ ایک قدم چل سکی نسیم بہار

غرض وہ گرم عنان ہو کے جب چمکتا ہے
نہین پہونچتی ہے برق اُسکے گرد کو زنہار

بیان جلدی کا اُسکے کہا تلک مین کرون
ملک کو جسکی سواری کا عزم ہو دشوار

چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے
سکھائی جسکو سواری وہی ہوا وہ سوار

امیدوار ہون غلبیت سے اب بلا تجکون
حضور یا خلف الصدق حیدر کرار

کہے ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ
عدم مین کفر سدا یاد کر تیری تلوار

مقابلہ سے کمان کے ترے عدو تیرا
کبھو نہ نبھ سکے رو برو کرکے قرار

جہان نہ پہونچے ہے تیر خیال کا پیکان
کرے ہے وان سے گذر تیرے تیر کا سوفار

ترے دیار کے چیونٹی کے زور سے شاہا
کہان زبان کو ہے طاقت جو کیجیے گفتار

امور سلطنت اُسکے بغیر مرضی کے
جو ہووین لاکھ سلیمان بحر سکین زنہار

نمط حباب کے قالب تہی کرین دریا
گرین جواد نپہ ترے آتش غضب سے شرار

بیان حلم کا تیرے مین کیا کرون ہیہات
تو ہے گواہ جو کچھ تجھ سے ہو چکا ہموار

کرین ہین نہ ورق آسمان کو تا ہی
شہا اگر تری بخشش کا کیجیے طومار

بھرا زبس کہ شکم حرص جو نے تیرے
نہین اب اُسکے تئین درد امتلا سے قرار

گہر تہون جو ترے ابر فیض کے آگے
کرے نہ گر عرق انفعال ابر بہار

نگاہ فیض تیری کیمیا اثر اتنی
اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف یکبار

نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز
عجب نہین ہے بغیر از طلائے دست افشار

شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے
جناب مین یہی سودا رکھے ہے عرض چہار

چہار عرض سے اب عرض اولین یہ ہے
کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار

صف نعال مین اپنے بلاکے دے جا گہ
کہ نور معرفت اس کے تئین ہو شمع مزار

سوائے خاک در اپنے سے اسکو یا مولا
دوئم ہے یہ تو کسی در سے اب نہ دے سروکار

سیوم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی
وے لے ہمیشہ تہی دست ہے برنگ چنار

چہارم آنکہ ہمہ دوستان ہر دو جہان
قبول ہو وین بحق ائمۂ اطہار

رہے فلک پہ مہ و مہر جب تلک قایم
ہمیشہ دیکھے اسیطرح چشم لیل و نہار

موالیان کے قدم سے لگا رہے اقبال
جدا نہو سر اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت قرۃ العیون المحسنین اعنی حضرت امام کاظمین صلوٰۃ اللہ علیہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک
جون شمع زندگانی ہے میری زبان تلک

خاموشی آئینہ کی کہے حال روے خلق
روشن دلون کا کام نہ پہونچے بیان تلک

ہے ظالمون کو سختی دوران مدد کہ تیغ
کاٹے دوچند پہونچے جو سنگ فسان تلک

بے ماتم اس چمن میں نہین خندۂ طرب
ہے کسوت کبود گل زعفران تلک

افتادگان نہ لین مدد غیر سے بہر اوج
سایہ کو احتیاج نہین نردبان تلک

گرداب تک پہونچ کے شناور ہوئے ہین غرق
ٹک رہ ادب سے آن کے سرگشتگان تلک

سیدھون سی منحرف ہو سوا اپنا ہے وہ عدو
بہکا جو رستے سے گیا رہزنان تلک

کیا اسکی قدر ہو جو سپاہی نہو نجیب
شمشیر ناصیل کی قیمت کہان تلک

لاف سپہ گری نہ بکے مرد راست باز
یاوے نہ راہ حرف زبان سنان تلک

پابوس پر کسو کے نہ پیدا کرین غرور
پہونچا دے یہ سخن کوئی گردن کشان تلک

رکھین وہ ایک شب تو سر شمع پر نگاہ
پہونچے ہے تا سحر دہن شمعدان تلک

بارگران تلے ہے سبکروح روز و شب
تن کا اٹھائے پھرنا ہے موقوف جان تلک

رہتی ہے پاک طبع بزرگون کی زنگ سے
کیا کام تیغ کوہ کو صیقل گران تلک

راحت انھیں کہان ہے جنھین شوکت و شکوہ
پھرتے ہی دیکھتا ہون سدا آسمان تلک

گر بن لگی ہو راستی دنیا مین پیش رفت
وابستہ ہو نہ تیر کا چلنا کمان تلک

سختی سے گذری اہل سعادت کی یان معاش
ہے منحصر غذاے ہما استخوان تلک

ہر چند گریہ عشق مین نقصان چشم ہے
لیکن یہ سمجھے ناصح نادان یہان تلک

آتش بلند ہووے تو غیر از تلاش آب
ہووے غرض کسو کو نہ سود و زیان تلک

تنہا نہ سبز ہو یہ قصیدہ ہے جون چمن
کیفیت بہار ہے گلشن مین یان تلک
صحن چمن میں پھرتے ہیں مستی سے لوٹتے
نشو و نمائے سبزہ و ریحان و یاسمن
سوسن پہ اس نمط سے ہے شبنم کہ جون عرق
ساقی اٹھالے شیشہ و ساغر کو لا بیاض
آیا نہ ایک گل کبھو اس بوستان تلک
وہ مرغ ناتوان ہون کہ صحن چمن سے مین
کیفیت اپنی سے مین لگون ہون بتانکے منھ
روشن ہوا اک چراغ سے جون نخل شمعدان
میٹھا لگے ہے منھ کو میرے زہر دشمنی
مشکل بہت ہے امر قناعت جہان کے بیچ
ہمنے زیادہ تا شب ہفتم سے ماہ کون
تھا مجکو راست کنج قناعت مین فکر شعر
گذرا دو ہین یہ دل مین کہ اس فن کی راہ سے
تو چند بیت مدح مین اُس کے قصیدہ طرح
تا ہو یقین کہ صفحۂ ہستی سے اُسکا نام
چھوڑون نہ اس کنے کچھ اس ابیات کا صلا
القصہ گذری تھی مجھے شب اس خیال مین
ایسا ہی مارا ایک طمانچہ کہ تا ہنوز
کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف
یہ قصد ہو ترا کہ مین لیکر بیاض ہاتھ
بھر فلاح دامن ہمت تجھے پڑیئے
عزت کی گر ہو گوشۂ دامن پہ نیم نان
روزی کو مضطرب نہو تا آئینہ کو دیکھ

ایسی غزل کہون کہ پڑھین بلبلان تلک
بلبل سے مست ہو گئے اب باغبان تلک
لیکر ہوا کی موج سے آب روان تلک
ہے طعنہ زن ہنوز خط گلرخان تلک
آتا ہے عارض بت ہندوستان تلک
ٹک اس غزل کو پڑھتے چلین گلستان تلک
جسکی بہار پہونچی نہو دے خزان تلک
بے نردبان پہونچ نہ سکون آشیان تلک
ورنہ نہ پہونچے ساغر بے مے لبان تلک
پہونچا ہے داغ دل کا مرے آسمان تلک
پہونچے ہے شہد دوستی جب امتحان تلک
لیکر زمین سے چرخ کے باشندگان تلک
قانع نہ رہتے دیکھا کبھو نیم نان تلک
تاکہ طمع کو حرص نے جنبش دی یان تلک
جا پہونچو نمین اگر کسی نواب و خان تلک
ایسی ہی کہہ کے لاؤن قلم کی زبان تلک
اُٹھے کسو ہی طرح نہ دور جہان تلک
لے کھود کر زمین کو گنج نہان تلک
ناگاہ پیر عقل نے آ اوس مکان تلک
پہونچے ہے رنگ چہرۂ گل ارغوان تلک
آخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک
پہونچا کرون گا ہر در و ہر آستان تلک
تنگی سے گر ہو چاک گریبان جان تلک
دستارخوان گو نہ بچھے یانسے وان تلک
تان آبرو سے پہونچے ہے روشندان تلک

پس فرض کیا کیا ہے کہ اشعار رتبہ دار / لیجا کے تو پڑھا کرے آن ناکسان تلک

جو نخوت و غرور سے تحسین کے محل / ابرو سوا سخن کو نلاوین زبان تلک

نزدیک جنکے ہے وہ بڑا صاحب کمال / منصب جا کی جنکے رتبہ ہو فیل و نشان تلک

گر بوعلی سلام کرے آن کر اونھین / سلیقہ ہی کا پر وہ ہاتھ رکھین ہین جہان تلک

چاہین کہ ہم کلام ہون اس سے تو یہ کہین / پہونچے ہے تیرا سلسلہ کس خاندان تلک

ہمدم تک اونکے پاس غرض آدمی نہین / پہونچائے تا انسے کوئی نہ شائستہ خان تلک

سودا تو ابھی مدح کریگا کہ جز دروغ / ایک حرف راست انسے نہ پہونچے زبان تلک

حیران ہون مین کہ مثل نگین بہر نام غیر / اپنا تو رو سیاہ کرے گا کہان تلک

رکھیے قلم کو مدح مین ایسون کے سرنگون / سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک

کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی / لیکر کے جن و انس سے کروبیان تلک

گر ہو نہ انکے پرتوہ حفظ کے تلے / پہونچے نہ خضر زندگی جاودان تلک

روضہ مین جنکے حلقۂ چشم ملک سوا / پہونچا نہ پاسے شمع کبھو شمعدان تلک

خاک مزاراون کی سدا بھر تو تیا / پہونچی ہے روم و شام سے لے اصفہان تلک

لیکن اُنھون کے دیدۂ اعدا کیواسطے / آتش سوا نہ میل گئی سرمہ دان تلک

ہنگام طوف بسکہ ملائک تمیناً / لیتے ہین خاک آنکے اُس آستان تلک

خادم کہین ہین دانکے منھ آپسمین دیکھیے / پہونچے ہے کوئی ذکو زمین آسمان تلک

ازبسکہ اب اُنکے عدل سے معمور ہے جہان / پہونچا ہے کار خلق اس امن و امان تلک

بچہ جو گوسپند کا گم ہو تو گرگ و شیر / پہونچا دین تا نہ ڈھونڈھتے کے گھر کو جہان تلک

دہشت سے اس خیال کے زہرہ ہو انکا آب / پہونچین نہ ہم مبادا کسیکے گمان تلک

رہنے کو جگ مین صورت افسوس کے تئین / احکام خرمی نے کیا منع یان تلک

انگشت چوسنے کے تئین طفل شیرخوار / ممکن نہین کہ لاسکے اپنے دہان تلک

جب سے ہوئی ہے گلشن دنیا مین یہ بہار / کچھ کام بلبلون کو نہین ہے فغان تلک

گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول / صورت سے گل کے لرزے ہے باد خزان تلک

ہرگز نہین اس عہد مبارک مین یہ مجال / پہونچے کسیکا زور کسی ناتوان تلک

بہ جائے ایک خس کبھو ریلے مین موج کے / زنجیر سے بندھا پھرے آب روان تلک

قوت سے اُنکے عدل کے اب نے پر آسمان　　ناطاقتی ہے آفت ارضی کو یان تلک
مارسیہ لیتے ہین وہ کام اندنون　　وابستہ جانتے ہین جسے ریسمان تلک
کب اُنکے ابلقون کی ثنا مجھسے ہوسکے　　(ق) مین کیا کہون کہ جلدی ہے اونمین کہان تلک
باندھے اُنھونکے پانؤنسے گر مہر و ماہ کو　　تو روز و شب کے پھر نہین سرعت ہو یان تلک
پھر نوبت شمار مہ و سال زیر چرخ　　آوے نہ انکو ہین یہ منجم جہان تلک
ہیبت کی اُنکے تیغ کا مین کیا کرون بیان　　کاٹا ہے کوہ کفر کو اب جن نے یان تلک
ہذیان خواب مین جو پڑھے پوتھی برہمن　　کلمہ جگا کے اسکو پڑھا دین یہان تلک
بس جو کوئی کہ ایسے ہون اُنکا حضور چھوڑ　　ہذیان بکنے جاوے تو نواب و خان تلک
جسوقت یہ سخن دہن پیر عقل سے　　پہونچا گہر کی طرح مرے گوش جان تلک
آیا یہ دلمین جاؤن مین کیا لے کے بہر نذر　　کب دسترس مجھے ہے کسی ارمغان تلک
ناگہ انھین کے ذرۂ خورشید فضل نے　　پہونچا دیا یہ مطلع انور زبان تلک
موقوف تھا ظہور خدا تم پہ یان تلک　　جون بن حروف معنی نہ آوین زبان تلک
جاگہ جو کفش کن کے لیے حق نے دی تمھین　　رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک
جسجا کہ مرغ قدر تمھارا ہے بال زن　　جبریل کا نہ وہم گیا اُس مکان تلک
محراب نقش پا کے تمھاری ہے جس جگہ　　وہ سرزمین پہونچی ہے اس عز و شان تلک
سجدہ گر اُسطرف کرے ابلیس ایکبار　　بخشش کو پھر نہ کام رہے این و آن تلک
بیمرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر　　جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک
ذرہ ہو گر رسائی کا مانع تمھارا امر　　پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک
شوکت کا بارگاہ تمھاری کا اب بیان　　کیا ہوسکے ہے مجھسے کرون مین کہان تلک
انجم تگرگ وار زمین پر ٹپک پڑین　　صدمہ جو پہونچے اس سے یہ ہفت آسمان تلک
لکھے اگر ثنائے جود تمھاری تو جز گہر　　نقطہ نپاوے راہ قلم کی زبان تلک
اسکی غرض ستائش ہمت نہوسکی　　جسکا کہ ایک رتبۂ بخشش ہو یان تلک
تب لرزہ پیچ مہر کو رکھتا ہے یہ خیال　　قوت ہو جسکی بازوے ہمت میں یان تلک
یل مانے مین چاہے تو ذرہ کو بخشدے　　ایسے کا ہاتھ پہونچے کبھو آسمان تلک
بس جسکے تم سے آقا ہون وہ پھر احتیاج　　جاوے کہو تو کس در و کس دربان تلک

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے
پہونچی ہے کار دا آکے میرے استخوان تلک

سودا مثل مجھے ہو تمھاری جناب سے
محتاج تا بجاؤن کسی ناکسان تلک

اس چرخ دون پرست تلے بہرِ مشت جو
مانند آسیا کے پھرون اب کہان تلک

لیکن جو یہ قصیدہ کو دو پیکر آب
چاہے صلے مین ہند سے لے اصفہان تلک

ہرگز نہ لینے دون اسے جز ایک مشت خاک
سودا کو دو بلا کے گر اس آستان تلک

تا ہے فراخ دامنی چرخ منحصر
جون مہر دست اوج رہے دوستان تلک

تا شکل کہکشان رہے اژدر سے یہ شبیہ
پہونچا کرے گزند و حسد دشمنان تلک

قصیدہ در مدح قرۃ العین رسول زمان حضرت امام ضامن علی موسی رضا شاہ خراسان

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو لے کر نہ ہو پیدا

نہین مین طالب رزق آسمان سے کہ مجھے
یقین ہے کاسۂ وارونہ مین کچھ نہین ہوتا

نکل وطن سے ہے غربت مین زور کیفیت
کہ آب بحت ہی جبتک ہے تاک مین چھپا

ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین
چنار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف
ہلال عید ہو عالم کا کیونکر روزہ کشا

جو ناتوان نکرین دست گیری دشمن
تو خار و خس نکرے شعلہ کو کبھو برپا

فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش
کہ رشک و مدنے کیا نقش پا کو راہ نما

نہو سکین میرے اشکون کی سدرہ مژگان
پکڑ نرکھ سکے خاشاک دامن دریا

ہوا ہون بزم جہان مین ہلاک غیرت شمع
کہ زیر تیغ سر عجز اون نے خم نکیا

نکوئی جو کرے دنیا مین ہووے وہ پامال
بسان جادہ سیکو تو راہ مت بتلا

بنے گی زینت دنیا سے نحس شکل تری
لباس زر کو پہنکر نہو تو بوم طلا

کلام شیرین یہ مت جا تو اہل دنیا کے
نیام زہر ہلاہل بھی ہووے ہے میٹھا

کشندہ تر ہے مرض سے مجھے عیادت غیر
بھلی ہے اُن سے تو بالین پہ صورت قضا

خفا کرے ہے دل بنا مین میٹھنا اہل کرم
وسلے مین کیا کرون ہے تنگ عرصۂ دنیا

جہان کے باغ مین جون شاخ بے ثمر مینے　کسیکی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا
لیا عزیز بہت سب نے دیکھکر مجکو　اُٹھا کے تیغ ستم کے تلے اوسی نے دیا
چنون مین کب برامید نخل دہر تلے　نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نکیا
جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل　بنے ہے شیشہ جہان مین گداز ہو خارا
مرے سخن کی مرے بعد زیادہ ہووے قدر　گہر یتیم جو ہو وے تو ہو فزون بہا
نہین ہے کام مجھے شعر و شاعری سے ولے　خرد نے مجکو نصیحت سے بار ہا یہ کہا
زبان سے لا سخن خوب تو نہ رکھ دل مین　کہ اُس گہر کی نہین قدر جو صدف مین رہا
برنگ عکس سبکبار بحر دنیا مین　تو رہ کہ موج حوادث نہ دیوے تجکو بہا
کسیکی دل شکنی سے جو خوش کرین دل کو　وہ کون لوگ ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا
یقین تو جان گیا ٹوٹ دل ہی اوہ ہین　جو خار چبھ کے میرے پانؤن مین ذرا ٹوٹا
ولے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے　قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا
ضرر کی اپنے مکافات نفع گردون سے　طلب نکر کہ نہوا ایک بام پر دو ہوا
چمن مین دہر کے خوش ہوکے جو منہ اودہین　برنگ گل اسے گردون نے شادی مرگ کیا
رکھی فلک نے مرے سر پہ منت دستار　جو زخم سنگ بلا کے سبب یہ سر باندھا
غرض مین دیکھ کے یہ تنگ چشمی گردون　شب گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا
کدھر کو جاؤن مین تا دل کرے مراد اشد　دو ہین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا
دمے بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قدح　کہ جان براے تو دارد در آستین مینا
یہ سنکے مژدۂ جان بخش میکدہ کیطرف　چلا مین گھر سے نپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا

مطلع

نہ سنگ پا ہے یہ دل اسے خدا نہین بچنا　تباہ کرین ہین اسے پائمال کیون اتنا
شکست وعدۂ ساقی سے دل ہی اتنا چور　کہ جاے اشک نکلتے ہین ریزۂ مینا
جو درد دل کے قریبے ہو آشنا بیدرد　عجب کہ ہر بن مو پر نہ دل کرے پیدا
بجاے سرمہ کرون میل گرم مین آہین　نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا چکھا
گرہ مین غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع　ولے سخی ہی اوڑا دینگے اوسکو مثل صبا

کرے نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر | جو شور عشق نہووے بعالم بالا
تصور اب کسی زلفون کا چشم و شکل مرے | عجب ہے لطف کہ جون موج کشتی دریا
ہے سخت تنگ زمانے سے دل مین حیران ہون | کہ پھر سنگدلان کیونکہ یان گئی ہے سما
گداز عشق ہون اتنا کہ چند قطرۂ اشک | نمط ہے شمع کے ہر بند استخوان میرا
غرض کہ میکدہ آیا شغف سے اتنے مین | بتان کی چشم مین جون آئے نشۂ صہبا
دلے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کی طرف | گئے حواس مرے مجھسے دیکھتا ہون کیا
کہ مست چاک گریبان و جام چشم پر آب | ہے آہ و نالہ مین نے گریہ در گلو مینا
یہ حال دیکھکے وان کا خرد سے پوچھا مین | جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جلسۂ عزا
دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے نادان | خوشی ہے دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہے کیا
نہین ہے امن کہین زیر آسمان ہرگز | بجز زمین خراسان کہ ہے وہ عرش آسا
زہے زمین کہ شاداب اسقدر ہے جسمین | ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ و گدا
شرف یہ کیون نہ دے اس سرزمین کو رب کریم | تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا
رضا ہے جسکی وہی ہے جو کچھ رضائے حق | رضائے حق بھی وہی ہے جو کچھ ہے اسکی رضا
جدی ہو موج بھی پانی سے جو ہر آئینہ سے | اگر خلاف ہو معمول کے جو حکم اسکا
عجب نکر تو اسی دو طبیب سمّ و علل | کرے ہے جب مرض الموت کی بھی یکی دوا
شفا کو برطرف اسطرح سے کرے نہ اجل | اجل کو برطرف اسطرح سے کرے ہے شفا
جو طشت شمع نہو اسکے روضہ مین جاکر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا
زہے وہ گنبد زرین کہ جسکا ہے یہ شکوہ | فلک نے دیکھ جسے دلمین پیچ کھا کے کہا
کہ کہنہ جانکے مجکو جناب اقدس نے | نیا کیا ہے سر نو سے آسمان طلا
شعاع نور سے خورشید جسکے ستّے کی | پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہین رہتا
زبس کیا ہے مرصع اسے جواہر سے | ہے کان لعل سے خالی گہر سے ہی دریا
اگر نہو دے یہ کمیاب ان کے مصرف سے | نیا دے لعل یہ قیمت نہ در کو ہو یہ بہا
جتیبن آئینہ ہر دم نہو روشن | غبار در سے یہ اسکے اگر نیا دے جلا
ہر ایک حلقۂ زنجیر سقف مین اسکے | عجب ہی لطف سے ہے قمقمے کو نصب کیا
بیان مین کیا کرون اس لطف کے تئین جس سے | پھنسا ہو زلف مین محبوب کے دل عاشق کا

بسان دیدۂ پُر آب عاشقان جاری
ہی اُسکے صحن مین ایک حوض فخرِ کوثر کا

دکھاؤن کسکو مین اس گنبدِ طلا کا عکس
کہ جسطرح ہے پانی مین اُسکے جلوہ نما

ہوا ہے دل کو یقین یہ کہ حوض کوثر مین
کرے ہے آن کے گردو نسے آفتاب شنا

نہ ہے وہ حوض کہ خجلت سے جسکے چشمۂ خضر
ہمیشہ پردۂ ظلمات میں رہے ہی چھپا

دلا طویل نکر مدح عتبانہ کو
نیاز لیکے یہ مطلع حضور مین تو آ

مطلع

ثنا کرون تری ہر وجہ مین قلم آسا
جو سر کٹے تو گریبان سے کر زبان پیدا

نہون ثنا مین جو تیری زمین کے آسودے
تو سبزہ شکل زبان ہو نہ خاک سے اوگتا

کہان زبان کو ہے طاقت اگر بیان کیجے
ترے دیار کے چیونٹے کا حد استغنا

وہ اپنے مردمک چشم کے برابر بھی
خیال ملک سلیمان کو گر کرے شاہا

جو کچھ لکھا نہو تقدیر مین اگر اس کے
جو کوئی در پہ ترے آکے مانگتا ہے دعا

نہ دل سے حرف زبان تک پہونچنے پائے
کہ ہو چکے ہے وہ مطلب قبول یا مولا

تجھ ابر فیض سے قطرہ اگر زمین پہ گرے
بجاے دانہ زراعت سے ہو گہر پیدا

گداے در کا ترے نقش پا ہے جس جاگہ
کرے ہی اوج سعادت کو واں سے قرض ہما

چراغ راہ خضر مین اگرچہ یا شہ دین
نہو وے نور کبھو تیرے شمع بینش کا

کہان سے پردۂ ظلمات بیچ جا کر خضر
شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا

گئی بناے تعدی جہان سے اب اتنی
بتان کے ناز و ادا مین رہا نہ ظلم و جفا

سواے عشق ترے عہد مین تعدی سے
کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہونچا

شہا سحر کا گریبان چاک کرتے تو تب
اسی ہی خوف سے کانپے ہی دست مہر سدا

ہے جس جگہ مین ترا حفظ ناتوانون پر
ہٹے ہے دیکھ کے خاشاک اس جگہ دریا

زبسکہ عہد مین تیرے ہے رسم دادرسی
جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہین سکتا

بہشت ہے ترے بستان مہر کا یک گل
سقر شرار ہے تیرے غضب کے آتش کا

سموم قہر تیرے بر و بحر پر جو چلے
پگھل کے آب ہون کہسار خشک ہووے دریا

زبسکہ خوف ہے اسباب منع سب کے دلمین
شہا اس عہد مین تیرے غضب کے صولت کا

شراب شیشۂ مینا سے چاہتی ہے نمک
صدائی نغمہ سے کہتی ہے نے کہ آجھ چاپ

تیری کمان کے آگے حریف روز نبرد
کہانسے لائے یہ طاقت جو ہوسکے سیدھا

کہ جسکے تیر کی ہیبت سے آسمان نے کبھو
بغیر خم کیے پشت اپنی سر اُٹھا نہ چلا

کہ آسمان کو اٹھاکر سپر کرے منھ پر
ترے عدو مین یہ قوت ہے مین نے فرض کیا ق

جو روز رزم مقابل ترے کمان کے ہو
صفائے شست ترا او سکو دیجیے دکھلا

کہ جس صفا سے نگہ پار نکلے شیشہ سے
اُسی صفا سے نکل جائے تیر بھی تیرا

شہا عجب ہے وہ شمشیر جسکی صولت سے
ترے عدو کو نہ ہمت سے شوق ہو اتنا

گر اُسکے بعد مصور جو کھینچے اوسکی شبیہ
تو رنج اوسکی پکارے کہ بہلے پانون بنا

ترے سمند کے میدا مین نقش پا جو پڑے
کرے وہ خون مین اعدا کے روز رزم شنا

شرار قطرۂ خون ہون ٹپک پڑین دہین
ملے جو کوہ کو گر پنجۂ غضب تیرا

ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری
بجائے ہر بن مو ہو زبان نہ ہووے ادا

نہین ہون گرکسی لایق دلے ہی شرم تجھے
کہ دو جہا نین حامی رکھون ہو نہین بجھسا

کیا ہی دہر نے عرصہ کو مجھپر اتنا تنگ
کہ جان لب پہ ہون لیے جی نہین نکل سکتا

نہ اپنی کی رگ و پے نے کسو کے تن مین جگہ
جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا

ہین آنکھین رخنۂ دیوار سیل اشک لیے
غبار غم مرے چہرہ پہ اسقدر چھایا

یہ عرض حال ہے سودا کا جو سنا تو نے
تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

در مدح حضرت امام ثامن ضامن علی موسی رضا شاہ خراسان صلوات اللہ علیہ و کنایہ و طعن بر شاعر فاخر مکین و اکسیر استاد او

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر
معدن ہی جہان سونے کا وان خاک ہے اکسیر

لبریز ہے کیسہ دُر مکنون سے جن کا
کب شبہ فروشون کو حضور انکے ہی توقیر

ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جنکے
جاتی ہے وہ دیکھے پہ نظر اُنکی بتحقیر

ہین وہ دُریکتا بجہان جنکے زبان کی
لڑتی ہے سدا ابر گہر بار سے تقریر

یون صفحہ پہ بولے ہے صریر اُنکے قلم کی
تعلیم ہے منشی فلک کو میری تحریر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا
پرواز کو معنی کے جو کھینچی ہے وہ تصویر

تیراون کے کرے فہم رسا کا اوسے غربال
مضمون جو چھپے کو وہ مین ہو صورت تخمیر

معنی کے جو ہو نام سے مشہور موکل
اوسکو بھی نچھوڑین وہ کہ ہین سیکے تسخیر

اون سا نہو کوئی کہیں آفاق کے اندر
تا فیض سخن اوسکی نہ طینت مین ہو تخمیر

روکش ہو وہ ایسون سے نہین جو سیاہ فہم
بادانی سے کسب کرتے ہین اپنے تئین تشہیر

یہ بات نہی ہے کہ وہ آ سکے پکڑتے
گھر کو وہ شب تاب ن چپکے ہو شب قیر

پکڑی جو لٹو رسے نے کہین متی سے چڑیا
دیکھا کہ نہین باز کوئی تھہر سا کلان گیر

یا شب کو بیا گھونسلے مین جگنون کو لاکر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

صاحب سخن اس طبقۂ شعرا مین کئی ہین
ہم بزم سخندان کو نہ اونسے کرے تقریر

مصرعہ مین اگر پشہ معنی ہو قلمبند
زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر

نقارہ کا مضمون بدرستی جو بیاندھین
کوس لمن الملک کے ٹھوکین جو بم و زیر

سمجھین ہین کلام اپنا یہ از سورۂ یوسف
معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر

کرتے ہین مجالس مین پھر اوسکو بہ بدی یاد
سامع کرے تحسین مین اونکے جو کبھو دیر

اس خبط کے عہد سے دلے وہ نہ برآوین
جو ملک سخن کے ہین مہنتون مین مشاہیر

اوستاد کی اونکے ہے اونھون کو یہ نصیحت
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن
بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر

چہرہ کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر

مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر

ملحوظ قرائن رکھو ہر آن نظم مین
مرجع ہو مونث تو ضمیر اوسکی ہو تذکیر

اوستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی
شیوہ وہ لیا غیر کی جس مین کہ ہو تحقیر

مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے
کرتے ہین اوسے فارسی مین باندھکے تشہیر

پھر کہتے ہین یون ہے کسی استاد کا یہ شعر
سرقہ یہ کیا جن نے برا ہے کوئی بے پیر

اور اون کا کوئی فضل و کمال آکے جو دیکھے
ہین طرفہ وہ معجون جو ہو خبط سے تخمیر

سرقہ کو نہ سمجھین نہ توارد کو گران سے | پوچھے جو کوئی کیا ہین یہ دونون کرو تقریر
پھر بعد تامل بجواب اسکے یہ ذی ہوش | رو بہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر
محسود نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے | ہووے نہ کمان حسد انکی سے جدا تیر
اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہان مین | حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتون سے توقیر
سر رشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے | افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر
قطرہ وہی پانیکا ہے قسمت کی ہے تفریق | ہوا یک تگرگ ایک گہر ہو کے گرہ گیر
انکا ہوا گر بو علی سینا بھی معلم | تعلیم کرے کس روش اسکی نہین تاثیر
نسبت سے فلزات کے مس ہووے ہے سونا | پتھر کی جو ہو جنس تو وان کیا کرے اکسیر
ہے جنسیہ اوستادی و شاگردی مین لازم | یہ ہو نہ تو دونون مین کسو کی نہین تقصیر
بلبل کو جو بھر عمر سنی پرورش اوسکے | ہرگز نہ کرے زمزمہ کستوری کشمیر
صحبت سے نہو فائدہ ناجنس کو ہرگز | یہ بات ہے بر صفحۂ دل قابل تحریر
شمشیر مین کیسی ہی اصالت ہو یقین جان | پیدا نہ غلاف اسکا کرے جوہر شمشیر
شیرین نہ کبھو ہووے وہ ثمر باغ جہان مین | حنظل جو کرے نشو و نما پہلوے انجیر
سودا تجھے کیا سود جو ابناے زمان کے | نافہمی و بے ربطی سے کرتا ہے تو تقریر
کر اسکی عوض مدح شہ ہر دو جہان کی | تا عفو جرایم تیرے طالع مین ہون تحریر
وہ شاہ خراسان نگہ فیض سے جسکے | ہوتے ہوئے اکسیر نہ ماٹی کو لگے دیر
جسکے در مسجود کا معمار ازل نے | پارس کے عوض سنگ کیا مصرف تعمیر
مانگا کرے ہے ہاتھ کو پھیلا کے فلک پر | مہر اسکے سدا قبۂ درگاہ سے تنویر
کیا تاب جو صیاد اجل منہ کرے اوس سمت | لیجاے پناہ اسکے اگر سایہ مین نخچیر
سجدے کو دو عالم کے وہ محراب ہے اوسکی | زایر کا جہان نقش قدم ہووے زمین گیر
مومن یہ تصور جو نہو مقتدی اوسکا | مقبول نہ اسکے ہو صلوٰۃ اور نہ تکبیر
عدل اسکے سے لرزے ہے خس و خار سے شعلہ | عہد اسکے مین سم رکھے ہے تریاق کی تاثیر
جس دشت میں باجے دہل جرم بزاکبار | ہیبت سے ادھر لگنے جہانکے نہ کبھو شیر
مفقود عداوت یہ عدالت سے ہوئی ہے | ضدین کو ہے ربط بہم جیون شکر و شیر
شاہا تو وہ ہے عالم و آگاہ کہ جسکے | تدبیر کے ایما سے نہ باہر ہوئی تقدیر

جسجا تیرے ایما سے خداوند جہان نے
بخشی ہے اگر ایک گنہگار کی تقصیر

وہ چاہے بلاشبہہ و شک عفو کرے اوسکی
جو خلق ہے نزدیک خدا واجب تعذیر

وہ جزو کہ کہتے ہین جسے لا یتجزّٰی
تو اور خدا ہے جو نمانون تو ہے تکفیر

راندہ جو ہو درگاہ کا تیرے تو وہ یان تک
آنکھون مین خلایق کے نظر آوے بہ تحقیر

سایہ تلک اُسکا نکرے ہمرہی اُس کی
ہمرہ اُسے لینے مین کرے کیسی ہی تدبیر

اشجع تو نہین آپ ہے پشتین سے تیرے
ہوتے ہی سب آئے ہین شجاعت مین مشاہیر

اثبات ہوا جوہر فرد اس سے بہ تقسیم
سیف دو زبان ہے جو تیرے جد کی وہ شمشیر

وہ بحر ہے پاپ مارتے ہووے مگر کوہ
تجھ تیغ غضب کے جو ہو سایہ کے سرازیر

جون مردمک چشم مین چیونٹے کے پڑے گل
چھیدے ہے تیر انقطۂ موہوم کو یون تیر

تو بار نہ حلم اپنے کا گر آپ اوٹھاوے
ہو چرخ کے جھولے مین زمین خاک کا اک ڈھیر

خوبی کا تو مذکور تیرے رخش کا یکسو
کیا منہ جو کرون گرد سم اُس کے سے مین تعمیر

وہ گرد ہے آنکھون کو محبون کے تو سرمہ
ہو جسکو محبت نہ تری اُسکے ہے گلاگیر

شاہا وہ تیری ذات منزہ ہے کہ گویا
مخصوص تیری شان مین ہے آیۂ تطہیر

شہباز تیرے رتبہ کا مارے ہی جہان پر
اوہام ملائک کو ہے وان حکم عصافیر

جس قصر مین شوکت ہے تیری پہونچے تو پہونچے
باصد تگ و دو عرش کا وہم اُسکے سرازیر

تیرا ہے جو کچھ مرتبہ سو عقل کل اُسکے
ہر مو ہو زبان تن پہ تو کب کر سکے تقریر

جو کچھ یہ لکھا مین نہ سمجھ اپنی اسے مدح
کیا مین ہون میری کیا ہے قلم کیا مری تحریر

تجھسے کی کرے مدح جو مجھسا کوئی نادان
ہوتا ہے وہ نزدیک خدا واجب تعذیر

کرتا ہون سخن کو مین دعائیہ پہ اب ختم
امید کرم سے ہے کہ ہو عفو یہ تقصیر

یارب جو تیرے دوست ہین از قلزم ہستی
ہوتے ہوئے پار اونکی نہ کشتی کو لگے دیر

اور اسمین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق
موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانو مین زنجیر

قصیدہ در منقبت فخر دودمان نبوی خلاصۂ خاندان مرتضوی امام عسکری صلوات اللہ علیہ

عیب پوشی ہو لباس جو کس سے کیا ننگ ہے
ہان اے آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے

وضع سے کم مایہ اپنی کیا ترقی کر سکے
چاہیے دریا ہو یہ کب اب گہر میں ڈھنگ ہے

غش بہم پہونچا نہ محروم تجلی دل کو رکھ
صیقل اس آئینہ کی گرد شکست زنگ ہے

مردہ اپنی ہنر پوشی سے جو مارے ہے دم
فی الحقیقت تیغ کو جوہر سے بہت ننگ ہے

اپنے بھی مرہون منت ہوں نہ عالی ہمتاں
کوہ کی شمشیر کو کب احتیاج سنگ ہے

ٹک پرے رکھنا قدم اس آستانے سے گرد باد
خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے

ابروان نے کھینچی ہے شمشیر مژگان نے چھری
حسن کی خوبی میں تیرے تجھسے باہم جنگ ہے

آہ کس منھ سے کہوں تجھکو کہ ٹک آ ادھر تو دیکھ
شکل سے میری سدا بیزار میرا رنگ ہے

محو حیرت کے تئیں ہے دوست اور دشمن یکسا
آئینہ تصویر کا دور از غبار و سنگ ہے

صبحدم سودا چمن میں مجکو آیا تھا نظر
ان دنوں شاید وہ کچھ شور جنوں سے تنگ ہے

پاے گلبن بیدماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا
اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہے

مطلع

شمع کا میرے صداے خندۂ گل تنگ ہے
ٹک پرے جا بول بلبل کو تو سیر آہنگ ہے

ہو سکیں نازک دلاں کب رو کش حرف درشت
عکس بال طوطی اپنی آئینہ پر سنگ ہے

یاں سموم عشق سے کسکو ہے جوشش کا دماغ
شعلۂ آتش مرے کانٹے پہ گل کا رنگ ہے

گرد ہوں میں تو نہیں خاطر نشینی کا دماغ
آئینہ ہوں تو صفائی میری مجھپر زنگ ہے

ٹک پرے گلشن سے میرے شور کر ابر بہار
یاں صداے رعد آواز شکست سنگ ہے

اسمیں جرأت سے میں اسکا قطع کر طول کلام
یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے

گوشۂ خاطر سے کرتا ہے عرض اس قصر کو
سر اٹھا دیکھا تو ٹک اتنا ہی بولا تنگ ہے

تا گہ اس اثنا میں اک منعم نے آ اس سے کہا
بندہ خانہ کیا تمھیں تشریف لانا ننگ ہے

ہر مکاں میں مسند و ہر ایک جا فرش سمور
ہر طرف مطرب پسر ہر سو رباب و چنگ ہے

نوش کرنے کو کباب اور پینے کی خاطر شراب
دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہیں مجھے
اسکو یاد رکھیے گا یہ خیال بنگ ہے

تازہ پروردہ جو استغنا کے ہیں انکے تئیں
یک قدم راہ طلب طے کرنی سو فرسنگ ہے

دیکھنا راہ اجل اور ان کو تماشا رقص کا
درد دل سننا کسی کا انکو عود و چنگ ہے

غم کسی دل سوختہ پر اون کو کھاتا ہے کباب
نت انھیں خون جگر بینائے گلرنگ ہے

خاک در ایک ایسے کے ہین وہ تیری سجدہ کیا
عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو انکا ننگ ہے

قبلۂ دنیا و دین یعنے امام عسکری
جسکی میزان عدالت اتنی بے پاسنگ ہے

ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ
کاہ کو باور تو کرنا کوہ سے ہمسنگ ہے

پشت خار آہوی صحرا ہووے پنجہ شیر کا
باز کا چڑیا کی خاطر آشیانہ چنگ ہے

ہے حباب اور آب شر مین ربط فانوس و چراغ
گلشن انصاف پر اُسکے یہ آب و رنگ ہے

روے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہے محال
پردہ پوشی پر جو اوسکے حلم کا آہنگ ہے

ہو سموم قہر کا جس پر دہجر اوپر خیال
خشک دامان دریا مین پانی کوہ سے پاسنگ ہے

نہی سے تجھ امر کے اب یا امام المتقین
بسکہ منہیات پر عرصہ جہان کا تنگ ہے

چشم خوبان مین شراب آتی ہے لینے کو پناہ
گلرخان کے خط نہین آتش کے اوپر بنگ ہے

مطرب اپنی آخرت گریاد نالان ہے سدا
روز و شب ہر ایک ڈھولک کے تئین سر جنگ ہے

استخوان و پوست سے کھینچے ہی رکھتا ہے رباب
زیر چوب سنگ نت اُٹھ روسیہ مردنگ ہے

مین گدا اون کا ترے در کے کہون ہمت سو کیا
اُسکی ہی یہ گفتگو جو ادن مین لنج و لنگ ہے

کہہ سلیمان سے نگین اپنے پہ تو نازان نہو
پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے

اُس زمین کو جس پہ اُسکا دست ہو سایہ فگن
کچھ سوا گل اشرفی کے سبز کرنا ننگ ہے

منھ پہ تیغ برق دم الماس پیکر کے ترے
ایک قدم آنا عدو کو راہ سو فرسنگ ہے

گر سر دشمن پہ ہو میدان مین وہ سایہ فگن
خود و قاش زین دو حصہ تا بجد سے تنگ ہے

پر نہین یہ وصف اُسکے جو بیان مینے کئے
بلکہ یہ تعریف تو اوسکی برش کا ننگ ہے

آسمان سے تا زمین اور گاو سے ماہی تلک
امتحان گر کیجیے اُسکو تو اک جو رنگ ہے

لیتی ہے تعلیم وان ہر روز آکر گرد باد
جس جگہ سرگرم کاوے پر تیز اشنبنگ ہے

گرد جولانگاہ کو اُسکے کہون مین کیا دماغ
عارض خوبان کے خط ہونے سے جسکو ننگ ہے

بہانگی ہے ہفت آسمان کو جلدی اُسکی ہر قدم
بسکہ عرصہ شش جہت کا اُسکے اوپر تنگ ہے

بگڑا ہی جاتا ہے باتون مین جلو لینے کے وقت
نکلا ہی پڑتا ہے رانون سے یہ اُسکا رنگ ہے

اسمین بھی ٹک گرم ہو آیا تو بس پھر اوڑ گیا
ہے تو گھوڑا ہی پہ کچھ سیماب کا سا ڈھنگ ہے

ہمت پرواز تیرے باز کی مین کیا کہون
اسمین گر سیمرغ بندھ جاوے ترے تو اُسکا ننگ ہے

طرۂ محبوب میں ہو جسطرح عاشق کا دل
مرغ دور از دہم یوں اُسکے میان چنگ ہے

گر قصیدہ کے تئین سودا دعائیہ پہ ختم
قافیہ کو وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے

مانگ لے جو مانگتا ہے توصلہ اُسکا یہان
نہ خراج روم مالیت نہ باج زنگ ہے

سر گُل امید سے محروم تیرے دوست کا
ہو نہ جب تک گلشن دنیا میں آب و رنگ ہے

لالہ سان ہو غرق آتشین عدو سر تا قدم
پر شرر جسوقت تک داماں کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت خلیفۃ الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوٰۃ اللہ علیہ

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال
دیں سو زبان دہن میں ولیکن سبھی ہیں لال

ہرگز کسی گرہ کے لیے جز خراش دل
مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال

اجزائے کار بند ہے عالم کا اُسکے ہاتھ
جز چشم عاشقان کے ہیں جاری باتصال

روشن ہے شمع کشتہ کے پھر کر جلانے سے
یعنے کہ بعد مرگ بھی آرام ہے محال

روشن طبیعتوں سے بُرا ہے یہ تیرہ عقل
کرتا ہے نور مہر کو سایہ سے کے پایمال

رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سربلند
جون چاہ خاکسار کو دے ہے زمین پہ ڈال

یک تن نوالہ خوار نہوا اس سے تا ابد
ہے سرنگون ازل سے یہ ایکاسۂ سفال

ہر روز نعمتوں سے کرے سفلہ کو غنی
محتاج نان شب ہو سدا صاحب کمال

پارے کو دے ہے رتبۂ اکسیر بعد مرگ
دولت کبھی کسو کو نہ دی اون نے بے زوال

گر پائے سوختن نہ ہے اُنکے درمیان
ہرگز کرے نہ شمع سے پروانہ کا وصال

سو پردے میں رکھے بوئے گل کو یہ بے تمیز
پھاڑے نقاب روئے حیائی یہ بدخصال

ڈھانپے ہے جا نماز تلے زاہدوں کا عیب
دیتا ہے راز عشق کو پردہ سے یہ نکال

ہم پر سدا رکھے ہے گل رنگ کو حرام
خون بہار تیغ خزان پر کرے حلال

ہر روز زاد بھڑ سے کے غنچۂ گل کو کرے ہے تنگ
ہر شب رکھے ہے خاطر بلبل کو پر ملال

بوجھ اُسکے ہاتھ سے دل ہر دشت خار خار
گر لخت لخت ہے جگر کوہ کو خیال

ایدل غرض کسیکو نہ دے چین آسمان | شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہے یہ جدال
حاصل نہو سوائے مشقت کے اور کچھ | آہن کو سر و کوٹیے گرتا ہزار سال
ہم پست قطرتون پہ چلی کب نہ تیغ چرخ | دوڑے اُدھر ہی اب کے جدھر ہو زمین ڈھال
گر ہو شعور اس سے نکیا ہین کشادکار | اس مطلع دویم کو پڑھین جسکے حسب حال
گردون سے کار بستہ کھلے کیونکہ ہی محال | ہرگز نہین ہے عقدہ کشا ناخن ہلال
پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوہ سپہر | ایدل تو ہرزہ گوئی سے اپنی زبان سنبھال
خواہش ہے دو جہان کی اگر تو زبان سے | جز مدح شاہ سرور علن مت سخن نکال
مہدی ہادی وہ کہ گر اُسکا نہووے حفظ | مرکز کو خاک کے تو قوی ہے یہ احتمال
کھلجاے سب زمین کی گرہ آب مین ابھی | لے شرق تا بغرب جنوب اور تا شمال
جسکے قدم سے گلشن دنیا نے یہ شرف | پایا کہ وہ سما نہ سکے عرش کا خیال
شبنم نہین کہ چہرہ گل پر ہر ایک رات | کرتا ہے عرش سے عرق شرم انفعال
یمن قدم سے اُسکے جہان مین خوشیکے ہاتھ | زائل ہوئی ہے اسقدر اب صورت ملال
ممکن نہین کہ رات کو شاخ درخت پر | رکھتا ہو مرغ سر کے تئین اپنے زیر بال
اُسکا قدم نہووے جہان کے جو درمیان | کب چار عنصرون مین رہے حد اعتدال
اس خاکدان اوپر جو نہو اوسکا بار حلم | اہل جہان کے آئے سر اوپر عجب وبال
ہووے زمین زبر و زبر آسمان کے ساتھ | مانند ریگ شیشۂ ساعت باتصال
کھینچے خدا نکردہ طرف آسمان کے سر | اُسکا اگر چہ ایک شرر آتش جلال
کر دے فتیلہ کاہکشان کا وہ مشتعل | گردون کف ہوا سے یہ اوڑ جائے مثل رال
ہم نسبتی سے مے کے جو انگور کی طرف | کرتک وہ اعتراض کو کرتا ہے احتمال
یک آن پیچ خوشۂ پروین کے واسطے | تاک فلک پہ آئے خدا جانے کیا زوال
جسدن سے اُسکے عہد نے جگ کو دیا شرف | ہر خم کے پیچ تب سے تو مے پر ہے یہ وبال
اوس آب کے نمط کہ جو کائی کے ہو تلے | چھپتا ہے نیچے دُرد کے وحشت سے یہ لال
بعد از بہار رفتے خزان پر طپانچہ زن | گلشن مین اُسکے عدل سے ہر برگ ہی نہال
گر اُسکو تو یقین کہ درندو گزند کے | یہ خوف اسکے عدل نے دلمین دیا نکال
آہو کی دشت مین جو سنی ہے صدائے پا | چھپنے کو ببر ڈھونڈھتے ہین خانۂ شغال

اژدر ہوئے ہین سہم کے یانتک ضعیف خشک
کرتے ہین ان سے مُنھ مین سدا مور جیسے خلال

جو کچھ لکھو نہین اُسکی سخاوت مین ہے بجا
یہ مطلع حضور مری بات پر ہے دال

مطلع
چاہے اگر کوئی دو جہان کا متاع و مال
تیرے گدا ے در سے کرے آ کے وہ سوال

برسے ترا جو ابر کرامت زمین پر
پیدا بجاے دانہ گہر ہون ہر ایک سال

مرضی مین گر چلے نہ ترے ایکدم سپہر
دست قضا بٹھاوے اوسے دیکے گوشمال

جون موم تفتہ آن مین ہوجاے مضمحل
گر تجھ فشار پنجہ سے آگاہ ہون جبال

شمشیر گر علم ہو تری جن و انس کا
ہیبت سے آب ہو جگر و زہرہ ٔ مجال

ہر پُر غرور کے رگ گردن مین خوف سے
ہوجاے خشک خون رگ یاقوت کی مثال

مارے اگر تو بر کمر آسمان اوسے
گاو زمین کے تن سے نہ لاگا رہے دوال

شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم
دشمن کے دلمین سہو سے گذرے اگر خیال

ہے کیا عجب کہ خوف سے ہر عضو کی رگین
جا مغز استخوان مین چھپین شمع کے مثال

تیرے سمند کی مین ستایش نکر سکون
تعریف نقش سُم کی ہے اُسکے بہت محال

آئینہ ٔ سپہر مین پڑتا ہے اُس کا عکس
نادان جانتے ہین کہ نکلا ہے یہ ہلال

سرعت مین اُسکے راہ سے یہ کرکے ہمسری
ساتھ اُسکے دوڑے گر نگہ دیدہ ٔ غزال

جب تک وہ مردمک سے نہ پہونچے مژہ کے پاس
پہونچے وہ اس جگہ کہ نہ پہونچے جہان خیال

یکپایہ اسکو تخت سلیمان سے کم نجان
ہووے جو تو سوار عدو کے پئے قتال

سب جن و انس و دیو پری اور وحش و طیر
حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

شاہا ترا بیان شجاعت مین کیا کرون
ہیہات اس زبان کے تئین کب ہے یہ مجال

دعواے بندگی ہو جسے اوس جناب مین
اُسکے تئین ہے فن شجاعت مین یہ کمال

مستک مین فیل مست کے مارے اگر وہ تیر
گردن مین استخوان کے کبھو بند ہووے بھال

سوفار اسطرح سے نمودار ہو رہے
جون اژدہا پہاڑ سے جھانکے ہے سر نکال

پس جسکے ہر غلام مین قدرت ہو اسقدر
خالق چھوٹ اوسکی مدح ہے مخلوق کو محال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھسے ہو سکے
ہے کیا لب و دہن مجھے کیا فضل و کیا کمال

دریاے طبع سے یہ کئی گوہر سخن
تیرے نیاز کے لیے پہونچے مجھے رسال

اے شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور
تا دوست ہو دین شاد تو دشمن ہون پائمال

اکثر جو اختلاف ہین دین نبی کے بیچ
اس مجھلے کا تجھپہ ہے موقوف انفصال

سودا کو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور
اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال

تیرے ہر ایک دوست کا مانند صبح عید
صفحے مین روزگار کے روشن رہے جمال

جون شام سلخ ماہ محرم تمام عمر
ظلمت ہی مین بسر کرین اعداے بدخصال

در منقبت خلیفة الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوات اللہ علیہ السلام و طعن بر شاعر کہ ایراد بر شعر میرزا گرفتہ بود

سنکر خلا سے کیون نہ حکیمون کی ہو زبان
جب شہرہ سے مرے ہو ملا اسقدر جہان

ممکن نہین کہ اب سخن غیر کون ملے
راہ اسقدر جو پہونچے وہ تا گوش سامعان

نام آوری کیواسطے حاسد بحر تلاش
جا گہ کسیکے نام کو اس عہد مین کہان

گر یہان سکے تو ریختہ ایران مین فارسی
جا ہے جگہ جو شہرہ کو ہو تو نہ یہان نہ وہان

عالم کی السنہ پہ مرا اسقدر ہے شعر
گویا ورق بیاض کا ہر منھ مین ہے زبان

مینے سنا کہ تجکو مرے ایک شعر پر
وزدی کا اپنے معنی کے ہے وہم مہربان

شاید باتفاق توارد ہو پر مجھے
لفظون کا اپنے غم کہ ہوے کیسہ رائگان

گوزشت کو پنہاو کسی رنگ کا لباس
خو بو نہین اسکے جا نہین جز پہلوے بدان

ازراہ دوستی مین کہون تجھسے ایک بات
طبع شریف پر جو نہ آوے ترے گران

زنہار ہمسری کا مرے تو نکر خیال
ہوگا غریب مضحکہ نزدیک شاعران

ایسی نہین بندھی ہے سخن کی مرے ہوا
کھلنے کا جسکے زیر فلک ڈل کو ہو گمان

اسکو یقین تو جان کہ حیران ہے اب تلک
عیسی سے لے معالجہ نفخ آسمان

منشی نہ فلک مری تحریر دیکھکر
سمجھے بغیر گر غلطی کا کرے بیان

پاوے مرے قلم سے وہ فی الفور یہ جواب
چپ رہ کہ وہ ون مجھے غلطی سے تری نشان

حک کردہ سطر ہے وہ ترے ہاتھ کی لکھی
کہتے ہین جسکا اہل زمین نام کہکشان

دفتر سے فن شعر کے تجکو ہے کیا خبر
تو جلد آسمان کا محرر رہا بدان

روشن جہان سے ہے نظم طبیعی کی میری شمع
پروانہ وار ہے طائر روح سخنوران

مضمون تازہ یوں چمن فکر سے مجھے
پہونچا دے ہے ہمیشہ طبیعت کا باغبان

جو گل سر بہار کوئی جا کے سوئے باغ
لاتا ہے بہر گوشۂ دستار دوستان

رنگینی سخن ہے مری اسقدر کہ گل
عاشق ہے میرے نظم سخن کا بہ گلستان

موج نسیم گل کی جو زنجیر پا نہ ہو
شوق سخن مرا دے اسے لادے کشان کشان

سعدی کی روح پاک کی خاطر ہے شیر گاہ
دیوان کا ہر ورق یہ مرے بہ ز بوستان

ہر سطر اسکی معنی رنگین سے شاخ گل
سمجھا کرے ہے بلبل طبع سخنوران

نام اپنے سے کوئی جو مرے شعر کو پڑھے
بولے فصاحت اُسکا نہیں یہ لب و دہان

اُسکا یہ شعر ہے کہ قلم جسکی روز و شب
ایسے جناب کی ہے ثنا میں گہر فشان

جسکا جناب حق سے یہ نسبت کہ جسطرح
نظم سخن میں لفظ و معنی ہیں توامان

حاضر حرم میں دل کے وہ مانند ذات حق
غائب ز چشم خلق و لے ہے جہان تہان

مطلع کہہ اور اے قلم اب لائق حضور
تا دو جہان صلہ دے مجھے شاہ خسروان

مطلع

اے وہ کہ کار جنّ و بشر تجھ سے ہے روان
تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہے کامران

تجھ خاکپا سے فیض جو اکسیر کو نہو
مس کو طلا نہ کر سکیں اُس سے مہوسان

شاہا علو مرتبہ تیرا جو کچھ کہ ہے
جز عالم الغیوب بشر پر ہے وہ نہان

اپنی نگاہ چشم کو قاصد جو کرکے وہم
بھجوائے طول راہ کی کرنیکو امتحان

پائے نگہ میں اول منزل ہو آبلہ
پہونچے نہ وان تلک ہے تیری منزل جہان

قربان میں خاندان کے ترے شاہ دین پناہ
جس عزت و شرف سے کہ تیرا ہے خاندان

جبرئیل کی جگہ وہ نہیں جس مقام میں
پشتین سے دیا ہے تجھے حق نے عز و شان

جو امر کارخانۂ ایزد میں ہو ترا
کیا تاب عقل کل کرے کچھ اسمیں اپنی آن

ناقون کیواسطے ہو جرس مرسلونکا دل
نکلے جو تجھ قدم کی زیارت کو کاروان

اس مرتبہ کا سرمہ ہے اُس کاروان کی گرد
جسکے لیے ہو چشم ملائک کی سرمہ دان

پہونچے فلک کو موج گہر ابر فیض سے
تیرے کرے جو قطرے بدریائے بیکران

ہیبت سے تیرے عدل کے شاہا بہ زیر چرخ
خلقت کو اب زمانہ ہے اس امن کا مکان

آتا ہے جس گھڑی کہ تمازت پہ آفتاب
بال عقاب ہے سر کنجشک کا سائبان

نشو و نما بکوہ کرے جس طرح سے کاہ
سرکوب یون قوی پہ جہانمین ہر ناتوان

آتش کو آب سے یہ ترے عہد مین ہی قدر
جون لعل آبداری سے قیمت مین ہو گران

سوزن ہو چاک دامن شعلہ کے واسطے
وہ خار جسکو حفظ ترا ہو گا سائبان

اس دہر سبک کی ہے خلائق مین گر ترا
ہووے نہ بار حلم تو اے شاہ انس و جان

دل پر مرے یقین ہے کہ بحر محیط کا
لطمہ اولٹ دے موج کا کشتی خاکدان

خو گر تو خلق و علم و حیا سے اگر نہو
اور ہو تری نگاہ بر اعمال عاصیان

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے
باروت کا ہے تودہ زمین اور آسمان

کھینچا قضا نے تسمہ سنگ فسان کہ جب
شمشیر تیری چرخ چڑھی بہر دشمنان

اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال
بے اختیار ہو کے پکارے کہ الامان

شمشیر تو یہ کچھ ہے کہ جسکو کیا مین عرض
گلگون تیرا سو ہے بہ جمال پری نشان

رکھتا ہے یہ قدم کہ نہ پہونچے رکاب تک
باد بہار بوسہ کو تا آمد خزان

بطلان شے ہو آگے سے حق کے فنا کہ جب
وہ تیغ ہو یہ اسپ ہو اور تجھسا ہو جوان

چن بن کے سنگریزہ ترے جلوہ گاہ سے
طایر ہین جتنے سدرہ نشین عرش آشیان

وان کر کے فرش آنکھون کو اپنے منتظر
ترے قدم کے رہتے ہین یا صاحب الزمان

سودا بجز دعا کے تری کیا ثنا کرے
الکن ہے اس مقام مین جبرئیل کی زبان

یارب ترا ظہور رشتابی ہو تا بدہر
روشن ترے جمال سے ہون چشم مومنان

در ستایش مدح ابوالعدل عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بادشاہ غازی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ
بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

فلک پہ سبعہ سیارہ تا قیام جہان
پھرا کرین تری مرضی شریف کے ہمراہ

ترا چراغ رہے تجھسے اسطرح روشن
کہ جیسے پرتو خورشید سے ہو مشعل ماہ

سجود در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین
رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتا

بسان رشتہ کہ دانون مین سبحہ کے ہووے
تیری ولا کو رہے اسطرح دلون مین راہ

یہ نام پاک کہ کہتے ہین جسکو عالمگیر | خدا ہمیشہ رکھے زیب و زینتِ افواہ
بجا ہے تجھکو سلیمان جلال گر کہیے | کہ ہے وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ
علوِ مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی | لیے ہے فلک ہی کو اُسکے برنگ شمع نگاہ
شہا نسب جو تیرا آفتاب کو پہونچا | ہر آسمان نے پھینکی ہے آسمان پہ کلاہ
نہین کلف یہ فلک سیر کا ترے لیکر | بغل مین غاشیہ اپنے چلے ہے ہر شب ماہ
کرے جب آینکا تو عزم پشت پر اُسکے | رکاب داب کے اقبال بولے بسم اللہ
جدھر کو ہو تو جلو ریز پھر ترے آگے | ظفر جو طرقوا بولے تو فتح پیش نگاہ
جہان پناہ ترے درگہ عدالت مین | کسیکو دیوے اذیت کوئی معاذ اللہ
جلے جو شام کو پروانہ بزم مین تیرے | تو صبح شمع کے آتا ہے سر پہ روز سیاہ
شرار سنگ سے خاشاک کو جو پہونچے ضرر | لے آوے کھینچ کے دیوان کو وہ کو پر کاہ
کرم بھی اتنا ہی تیرا ہے خلق کے اوپر | کہ آب و فور سے خالق ہی جسکے ہے آگاہ
امید عفو ترا گر نہ بیچ صنا مین ہو | کوئی نہ کرسکے ہرگز کسی طرح کا گناہ
جو مشت فیض تو کھولے کسی پہ مثل صدف | تو موج آب گہر سے وہ نکلے کرکے شناہ
کرے ہے عرض یہ سودا جناب اقدس مین | زمانہ چاہے تھا مجکو رکھے بحال تباہ
بحمد آستان پہ دلے اب مدد سے طالع کے | ہوا ہے آن کے حاضر یہ بندۂ درگاہ
بس اب جہان مین کوئی خوش نصیب ہے مجھ سا | امید جسکی برآئی ہوا تنے خاطر خواہ
کیا مین عرض کہ آنے سے زیر بال ہما | جنھین حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ
پرا مجھا اوج سعادت سے میرے کیا نسبت | وہ پہونچے ظل ہما تک مین تا بظل اللہ
غرض کرون ہون دعائیہ پر مین ختم سخن | ادب کی مرضی ہے طول کلام ہو کوتاہ
الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو | جہان خربی ہے تو اے جہانون کے پناہ

قصیدہ در ثنای شاہ جم جاہ خسرو فلک بارگاہ عالی گوہر محمد شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی

ہے اشتہار تجھسے مرا اے فلک جناب | رخشندگی ذرہ ہے از فیض آفتاب

یک تخم ہون مین خاک نشین زمین شور / نشو و نما دے مجکو ن کرم کا ترے سحاب
ہے یہ جہان مین وہ درِ دولت سرا کہ یان / ناکام مجھسا آن کے ہوتا ہے کامیاب
قطرہ تجھ ابرِ فیض سے پہونچے جو سوئے بحر / جاوے اگر نہ چرخ کو موجِ درِ خوش آب
دریا کو سیر کشتی سے تیرے ہو یہ شرف / لاوے عجب نہین جو ہما بیضۂ حباب
روشن دلون کو گر نہو مسجود در ترا / رکھے نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب
معراج وہ نبی کی جو ہو عرش کے پرے / معراج امت اسمین جو اسجا ہو باریاب
یہ عدل ہے ترا کہ قوی کو ضعیف پر / کرنیسے اب تعدی کے اتنا ہے اجتناب
کنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان تلک / پر گیری مین لگائیے جسکے پر عقاب
پہونچا نہ تیرے عہد مبارک مین ایک روز / از دست محتسب کوئی تا پای احتساب
ہیبت سے کانپتی ہے منا ہی اب اسقدر / ہو جاے کیا عجب عرقِ بید گر شراب
سامان تیرہ روزی ہے بہر سر عدو / تیری وہ تیغ قبضہ ہو جسکا سیاہ تاب
کیا تاب ہے عدو کی جو ٹھہرے ترے حضور / سنکر نہیب قہر کو تیرے گہ عتاب
ہر ہر پرت کوہ کا یون اوڑ چلے کہ جون / کھل جاوے باد تند سے شیرازۂ کتاب
جز ماہِ نو قرینہ نہین تجھ کمان کا / ترکش کا چھٹ خطوطِ شعاعی نہین جواب
اس رخشِ برق وش کی ترے وصف مین شہا / مینے کیا ہے مطلع روشن یہ انتخاب

مطلع

رانون مین اسکو صورت سیماب اضطراب / چالاک تر خیال سے اور وہم سے شتاب
گلگون بھی اسکو کہیئے تو ہے یہ سخن بجا / آتی ہے باس جسکے عرق سے بہ از گلاب
ٹک رہ عنان کشیدہ تو اوسپر گہ خرام / ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے بر رکاب
بخشی جو تجکو حق نے جوانی مین سلطنت / شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب
نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین / کرتا ہے چرخ پیر حنا باندھکر خضاب
اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون / جسکی بلند کاہکشان سے بھی ہو طناب
استاد ہونے مین ہے یہ کچھ اسکی عظم شان / اوٹھتا ہے جسطرح شفقی رنگ ہو سحاب
رفعت ہر ایک چوب کی بر تر خیال سے / کولی مین قطرِ وہم کے آوے یہ کیا حساب

غنی ہوا ہے یہ اُسکے کرم سے ہر محتاج ۔۔۔ کہ فرق ہو نہین سکتا بہم امیر و فقیر
تمیز کیا کہون اجزائے کار کی اُسکے ۔۔۔ کہ جسکے رمز کو پہونچے نہ آسمان کا دبیر
دوام زلف بتان سے کرے اُسے تنخواہ ۔۔۔ جو مانگے فرقۂ عشاق سے کوئی جاگیر
بیان مین کیا کرون اُسکی شجاعت اب جسکو ۔۔۔ یہ کہتے ہین صف مردا نین کیا جوان کیا پیر
عجب نہین ہے کہ قالب تہی کرے مریخ ۔۔۔ اگر وہ چرخ پہ چڑھتے سنے تری شمشیر
برش کی اُسکے جو دہشت نہو زمانے کو ۔۔۔ تو ہووے رنگ نہ اُسکا ہر ایک دم تغیر
جہان کے باغ مین نقاش تیرے گلگونکے ۔۔۔ جو چاہین شکل بنا دین تو کیا کرین تدبیر
کہا مصور باد بہار نے جسکو ۔۔۔ اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچیے تصویر
نہ دونگا اسکو مین تشبیہ برق و آتش سے ۔۔۔ ترے حضور کرون جست و خیز کی تقریر
نہین ہے مرکز خاکی پہ اُسکے جلدی کا ۔۔۔ بجز طبیعت معشوق کچھ عدیل و نظیر
رکھا کرے ہے سدا اُسکے گرد جو لانگاہ ۔۔۔ دماغ آہوے تاتار پر زبوی عبیر
تری رکاب کے بوسے کی آرزو تھی اُسے ۔۔۔ نہ آیا اپنے تئین ماہ نو سمجھ کے حقیر
ثنا مین صفحۂ کاغذ پہ تیرے ہاتھی کی ۔۔۔ قلم کو ہاتھ مین لے کیا بیان کرون تحریر
صف عدو کے لیے رزم مین ہی روز سیاہ ۔۔۔ ہے اُسکی بزم محبان کیواسطے شب قیر
بجا ہے گر کہون اُسکو اندھیری ساونکی ۔۔۔ چوئے ہے مستی سے اسطرح جون سحاب مطیر
تکان پاکے صدا اُسکی جو سنے سو کہے ۔۔۔ سیاہ خیمۂ لیلی مین قیس ہے زنجیر
برہمن اُسکو تو گنیش دیوتا بولے ۔۔۔ کہین ہین شیخ ہوا کعبۂ روان تعمیر
غرض ہے بات علیٰ قدر فہم انسان کے ۔۔۔ چنانچہ مجھ سے جو پوچھو تو یون کرون تقریر
زمین کی چھاتی کو دابا ہے آسیا ہی نے ۔۔۔ زبان خلق لئے سے کچھ کیا کرو تعبیر
مآل پر یہی اس گفتگو سے ہے سب کا ۔۔۔ جہان تک اُسکے ہین طرح یہ صغیر و کبیر
کہ جسدن اُس پہ عماری تو باندھکر ہو سوار ۔۔۔ تو گویا برج حمل مین ہے آفتاب منیر
بیان مین کیا کرون سامان تیرے لشکر کا ۔۔۔ کرے ہے کوچ کسی سمت جب وہ جمع کثیر
گمان مین خلق کے آتا ہے دیکھکر یہ نگاہ ۔۔۔ زمین پہ ابر یہ چھایا ہے یا چلی ہے بہیر
ستم جہان سے ترا عدل یون کرے معدوم ۔۔۔ کہ جیسے خاصۂ تریاق زہر کی تاثیر
یہ پرورش ہے جہانکی تری عدالت سے ۔۔۔ کہ شیر کا بچہ گوسپند سے ہے ہمشیر

جو کھینچے یاد مین تجھ خلق کے چمن نقاش / تو بو مشام مین عالم کے دے گل تصویر

مہیب قہر ترا ہو جو بحر و بر اوپر / جگر نہنگ کا تیرے ہو آب زہرۂ شیر

وہ کنہ کونسی ہے پردۂ عدم کے بیچ / کہ تیرا مدرکہ اُسکا ہوا نہووے مشیر

مدبری کی تری کیا ثنا کرے کوئی / کہ جسکے حق مین یہ مطلع ہے مثل مہر منیر

مطلع

نہین ہے معجز عیسیٰ سے کم تری تدبیر / کیا ہے زندہ سر نو سے جن نے عالمگیر

رواج دین نبی کا یہ عہد مین تیرے / کہ شکل انس پہ عائد نہووے اب تکفیر

شکست دے ہے تو انکو جو سومنات کے بیچ / صدالکلتی جرس سے ہے کیا ہے نعرۂ تکبیر

اگرچہ فتح دکن بیچ جاکے اکبر نے / کیا ہے بھاگ نگر اور قلعۂ آمیر

عزیمت اسم کو تیرے اگر پڑھے کوئی / کرے وہ ہند مین بیٹھا ستارہ بیچ تسخیر

جو تیری ذات سے ہر نیک مذہب نے اپنا کام / کیا درست سوا وسکو مین کیا کرون تقریر

کہ جیسے اہل مذاہب نے جلد قرآن سے / لکھی ہر ایک نے اپنے طریق پر تفسیر

غرض نہ خلق ہو دنیا مین آدمی تجھ سا / کرین جو خاک کو آدم کے لاکھ بار خمیر

پس اس سطح کے بشر کی کوئی ثنا مجھ سا / اگر کرے تو وہ ہوتا ہے واجب التعذیر

اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن / تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر

کرے ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا / رہے تو کارکشا اے اسیرین اسیر

گرہ جو کام مین اعدا کے تیری ہوا میکی / پڑے ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع دوران

مینے دُرِ سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ / تھا ورنہ اس قلم مین کب اس رنگ ڈھنگ

میزان جہان ہو فہم کی وان کسکے حرف کا / پہونچے مرے سخن کے بھا سنگ رنگ ڈھنگ

تک دیکھیون اپنے مصرع موزون کو مین بغور / تیغ سخن بھی رکھتی ہے کیا انگ رنگ ڈھنگ

کسکو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری / قطرہ نیا دے نیش لب کنگ رنگ ڈھنگ

بلبل کے زمزمے کا چمن بیچ کیا مجال — پیدا کرے کلاغ بد آہنگ رنگ ڈھنگ
سمجھے ہے مرغ معنے عرش آشیان اوسے — رکھتا ہے باز کا جو مرے جنگ رنگ ڈھنگ
نقاش ہین تو وہ ہون سخن کا کہ سیکھتا — شاعر ہو مجھ سے مانی ارزنگ رنگ ڈھنگ
میرا وہ مرتبہ ہے کہ خلقت کے شعر کا، — رکھتا ہے شاعری کا مرے ننگ رنگ ڈھنگ
جس گلزمین سے ہو نہین تو اشعار کا مرے — پہونچے ہے وانسے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ
صلاح ہو نہ میری تو اورون کے شعر کا — جز وان سے نہ نکلے کسی ڈھنگ رنگ ڈھنگ
پیدا کیا ہے معنے بیرنگ خلق نے — کھا کھا میری ہی خامہ سے سر جنگ رنگ ڈھنگ
کردو نہین اُس زبان کو روان جس زبان کا — مارا ہوا ازل سے ہوا دھرنگ رنگ ڈھنگ
لقمان شاعرون مین اگر ہو تو شعر کا — یان سیکھنے کا اُسکو ہو آہنگ رنگ ڈھنگ
فیضان نفس ناطقہ میرے سے دہر مین — پایا سخن نے جون گل ارزنگ رنگ ڈھنگ
جس جا کہ مین لغات فراہم کرون تو وان — ذرہ رکھے نہ صاحب فرہنگ رنگ ڈھنگ
آئینۂ سخن سے معانی کے شکل کا — رکھتے ہین جنکے لفظ تہ زنگ رنگ ڈھنگ
زنہار اوس سے یہ نہ پھرین اپنے جسطرح — کہتے سخن کا وسوسۂ ننگ رنگ ڈھنگ
صنعت مین شعر کی غزل پنج بیت کا — کرتا ہے ان سے قافیہ کو تنگ رنگ ڈھنگ
مجکو نہنگ بحر معانی سے کام ہے — سمجھے سخن کو کیا کوئی خرچنگ رنگ ڈھنگ
یعنی شجاع الدولہ بہادر کے فیض کا — پہونچا ہے جسکے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ
کر اس غزل کو غور کہ تیری جناب مین، — دادا اسکا چاہتا ہے بہر رنگ رنگ ڈھنگ

غزل

دیکھا جو دیر و کعبہ ہمسنگ رنگ ڈھنگ — کچھ ایک سا رکھین ہین بہم سنگ رنگ ڈھنگ
کرنا پرستش انکی جو پایا انھون کے بیچ — یار و وقار دکھلے مین ہمسنگ رنگ ڈھنگ
کیا تجھ لبون سے لعل کو نسبت کہ انکی طرح — پہونچا سکے ہے کوئی بہم سنگ رنگ ڈھنگ
ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا — ہم بادہ آئین خوب ہے ہمسنگ رنگ ڈھنگ
سودا مین کیا کہون در و دیوار باغ کا، — رکھتا ہے یار بن غم و ہم سنگ رنگ ڈھنگ
بس مجکو منتظم ہے کہ میرے سخن کے بیچ — اتنا بھی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

تیری توں زبان ہے کہ جسپر ہر آن نطق
جون گلستان رکھے ہے بہر رنگ رنگ ڈھنگ

مریخ تک ہے لیکے عطارد سے چرخ پر
سیف و قلم کا دیکھ ترے دنگ رنگ ڈھنگ

لیکر قلم جو ہاتھ کرے کوہ پر نگاہ
یاقوت کو تو بخشتے بہر سنگ رنگ ڈھنگ

جیتا کبھو عدو کے تئین تیرے سیف کا
جانے نہ دے ز دائرۂ جنگ رنگ ڈھنگ

اک پیل اک نہنگ ہو اور دو ہون کر گدن
دیکھ اسکی پھر برش کی بچور نگ رنگ ڈھنگ

چنچل یہ بادپا ہے کہ جسکا طویلے بیچ
سیماب سا ہو کھینچے مین تنگ رنگ ڈھنگ

جون حلقہ مہوشان کے بہر عارض زلف کا
کاوے مین یہ رکھے ہے وہ شبرنگ رنگ ڈھنگ

عاشق کا رنگ بولون کہ معشوق کی مزاج
جلدی کا اسکے دیکھ کے ہون دنگ رنگ ڈھنگ

اسکی کمان کا وصف کرون کیا مین اب کہ ہی
مشہور جسکا روم سے تا زنگ رنگ ڈھنگ

تیر اس سے یون چلے ہے کہ از جن سے کتنو نکو
کردے ہے جسکے توڑ کا جیت تنگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑھون گر دو قار کا
پیدا کرون مین کوہ کے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

مطلع

دریاے فیض کا ہے ترے ننگ رنگ ڈھنگ
پاوین کہان ترا جمن دگنگ رنگ ڈھنگ

دامن کشادہ ابر گہر بار جیب کرے
بخشش کا تیرے کرے ایسے تنگ رنگ ڈھنگ

یہ عدل ہے ترا کہ زمانے مین اب نہین
فریاد کا بجز جرس و زنگ رنگ ڈھنگ

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع زمان شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

مرغ معنی کے اگر صید پر اپنا ہو خیال
عرش پرواز ہو تو کھل نسکین اسکے بال

نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا
فکر عالی کی ہے شاہین میری راہ نوال

آوے ہے شعر و سخن پر جو طبیعت میری
معنی پرے سے عدم کے کرے ہین استقبال

کچھ مجھے تازہ مضامین کی نہین سعی تلاش
پھرتے ہین ناطقہ میرے کے سدا وہ دنبال

شست و شو دون جو نہین الفاظ کو جس پانی سے
دُر وہ ہے آب گہر سامنے اسکے وہ زلال

نور خورشید ہو شب گھر سے فلک کے زائل
نور معنی سے مری بیت کے ہے دور زوال

جس زمین پر مین کرون بیٹھ کے مصرع موزون
وان بجز سرو ہے روئیدگی نخل محال

جو زباندان متتبع ہو زبان کا میری
چہرہ ہو نیکی فصیحی کو نہیں اُس سے مجال

خامہ کہتا ہے مرا ہے جو فصاحت اک چیز
سو زبان کی ہے مری خادمہ بے زر و مال

یہ زبان مجھسے کی خامہ کو عطا کرنے سے
مین سمجھتا ہون جو منشی ازل کا ہے مآل

کہ زہے مدح مین ایسے کی جسے تا بابد
پرورش کرنے مین گذرے کہ و مہ کی مہ و سال

یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ
قائم اُسکا ہے تا حشر یونہی جاہ و جلال

مطلع تازہ کرائے خامہ رقم اب ایسا
کہ بہ از مطلع انوار کیا جائے خیال

مطلع

تمنائے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال
بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین اہل کمال

یہ وہ در ہے کہ جہان آکے ہم پہونچاوے
رتبۂ بال ہما ہر مگس بے پر و بال

آستان ہے یہ وہ عالم مین کہ جسکے در پر
جتنے ہین خاک نشین باغ کرم کے ہین نہال

کرم انسان پہ جوہر ہے طبیعی تیرا
خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بد اعمال

کام کرنے کا اگر یہ تغافل فرمائے
سایہ تیرا اگر اُٹھے عرض پہ تجھسے سنبھال

جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر
شعلہ دان خس کی اذیت کو سمجھتا ہو وبال

پدری کی ہے اُنھونکی جو ترے دامن تک
مادر گیتی کی بہیری سے پہونچے اطفال

مفلسی سے نہ مکدر کوئی خاطر پائے
آب زر سے جو دھوئی تونے زمیں گرد ملال

قول پر اُنکے نہوتی تری ہمت جو دلیل
پوچھتا مین حکما سے ہے خلا کیونکہ محال

ہاتھ تیرے کا اگر عکس پڑے دریا پر
در مکنون سے ہو مشت صدف مالا مال

چاہیے ابر گہر بار پسارے دامن
پونچھ چہرے سے عرق جھٹکے جو تو اپنا رومال

جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کف جود بلند
اور اسوقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

جو یہ انبار طلا دست تلے سائل کے
کہ جسے پنجہ خورشید کا پہونچے نہ خیال

نطق نے تیس حروف سے ترے عہد کے بیچ
سین و واو و الف و لام کو ہے ڈالا نکال

تو وہ عادل ہے جہانمین کہ قلمرو مین ترے
چیونٹی دست تعدی سے نہووے پامال

اسقدر سنگ نہ بوجھل ہو زمانین اگر
ارمغان حلم ترا بار نہ پہونچے بہ جبال

صولت و قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ
آنچ سے آگ کی جون تاب مین آجاوے بال

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہے
کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا
دھاک ہے تیغ جنوبی کی تری تا بہ شمال

اسکی خونریزی سے یون فوج عدو گھو گھٹ کھاے
جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

کافر حربی و موذی و منافق ملحد
ایک چورنگ ہے چار ونکا اسے استیصال

کیا بیان تجھسے کرون وصف سپر کا تیرے
سایۂ مہر نبوت ہے تری پیٹھ پہ ڈھال

شست اندازی سے تیرے ہو عدو کب جانبر
دائم انگشت قضا تیر کے تیرے ہے بحال

تیرے شبرنگ کے جلوے کے تئین جو دیکھے
کہے وہ اسکو کنہیا ز رہ حسن و جمال

پہونچے کب اسکے چلاوے کے تئین وہم و گمان
سالہا گر وہ کرین دوڑنے کا استعمال

دیکھے اسپر جو تجھے وقت کمانداری کے
رہے حیران نشانیکی طرح چشم غزال

تیرے پیکر مین جو دیکھا ہے مین اسکا تیہا
برق کے ابر ہوا مین نظر آئی تمثال

روز میدان وہ اگر فوج عدو پہ کڑکے
بدتر از صاعقہ لادے صف اعدا پہ زوال

تیرے ہاتھی کا بیان تجھسے کرون نہین لیکن
چھوٹا منہہ اور بڑی بات نہین اپنا قال

رفعت و شان بزرگی مین کہون کیا اسکی
مرتفع جسکے سر و مہر سے ہو دین گھنٹال

اسطرح ستک رنگین پہ ہے اسکی کجباگ
جون فلک پر شفق شام مین نکلے ہے ہلال

جلوہ گر ہین شب دیجور مین گویا دو شمع
حسن کو دانتون کے اسکے جو کیا مینے خیال

پائل اتنا وہ چلے ہے کہ اسے باور کر
بخشے دشمن کے تئین عمر ابد جسکی چال

باندھ دین پانؤن سے اسکے جو عدو کو تیرے
پھر اجل چاہے کہ پہونچے اسے ہے امر محال

اسکی خوبی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
وصف مین اسکے رزائل کی زبان میری ہے لال

کوئی کہتا ہے سمٹے کھڑی ہے آپ کو رات
کوئی بولے ہے نہین چہرے پہ دنیکے ہے خال

فی الحقیقت وہ جو ہے ایک پون نام نساء
اینٹھی کر اسنے گرہ دے رکھے ہین اپنے بال

تالکی حق نے عطا کی تجھے ایسی جس سے
ہند کے تخت کو تا حشر رہے استقلال

تو ہے خورشید جہان تاب کی صورت اور وہ
بے تصنع بنظر برج حمل کی ہے مثال

خلق کو شادی نوروز سدا ہوتی ہے
دیکھ مسند پہ تجھے اوسمین بدو شر اقبال

غرض انسان نہ کبھو پہونچے بہم تجھ جیسا
آسمان گر کرے خلقت کو جہان کے غربال

کون ایسا ہے مین تشبیہ نہ جسے دون جس سے
توہی آئینۂ ہستی مین ہے اپنی تمثال

توہے جون مہر جہانتاب بذرات جہان
مہر کو ذرہ سے تشبیہ ہے تحقیق پہ دال

ختم کرتا ہے دعائیہ پہ سودا یہ کلام
دوست ہون شاد ترے اور رہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

اشجار کا بستان جہان کے ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہے چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہو رنگ

بیمھری مین سیار گلستان کے کہون کیا
پھل دیے نہین جو نخل اُسے مارین ہین یہ سنگ

جتنا ہے انھین بخل و حسد اس سے ہو افزود
چشم انکی ہو جون غنچہ دل انسے بھی کچھ تنگ

ہی خام طمع کو قدح چشم سے ان کے
بادیکی مروت کے طلب وسوسہ ننگ

اظہار کرین کو رسے دین چشم مین سرسر
وان اوٹھکے لگین دوڑنے بیٹھا ہو جہان لنگ

ابھرتے ہوئے انکے دل و دیدہ کے اطراف
نت مہر و وفا عار کرین شرم و حیا ننگ

مہمان سے گرفت اتنی ہو یہ ماحضر او پر
دل مرغ کے سینے پہ گویا باز کا ہے چنگ

ہے انسے غلط چاہیے صہبائے ترحم
شیشے کا انھونکے ہے ٹھکانا جگر سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
چھٹ اُسکے وزیر اب ہے جسے ہند کا اورنگ

کیا منھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہے کہ اوسکا
لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

اس بحر مین وہ نام بزرگ آوے سو کیونکر
چلو مین سمندر نہین آتا ہے کسی ڈھنگ

ان بیتون کے ہر حرف سر مصرع نظر کر
جو اسم شریف اُسکے سمجھنے کا ہے آہنگ

شمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے
جو خوبی ہے دنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرو نہین
عاری رہین امواج کو گنکر لب گنگ

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد
لائے نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ یہ مین حوصلہ جز اوسکے بشر کا
وسعت بھی زمانہ کی حضور اُسکے ہے کچھ تنگ

لعل اُسکے تئین بخشنے کنکرے مین گم تر
ہمت کا جہان پیچ بھلا کسکی ہے یہ ڈھنگ

بازو کا اُسکے زور شہ ہند کا سا کہیے
ہیبت بجہان اُسکے بہر صاحب اورنگ

آمد کی خبر اُسکی جو ہو وے طرف روم
دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

رو جب کرے میدان مین تو کیا تاب کہ اعدا
دکھلائین نہ پشت اپنی وہ در معرکۂ جنگ

لکھ وصف شجاعت مین قلم مطلع ثانی
دل مدح سے غائب کے مرا اب ہے بہت تنگ

مطلع ثانی

رستم کو خبر ہو کہ ترا اوس پہ ہے آہنگ
جیوے بھی جو یہ سنکے تو کھایا نہ لگے انگ

بل چیونٹی کا پاوے تو کرے چھپنے کا وان قصد
بہمن پہ تجھے دیکھ کے عرصہ ہو نپٹ تنگ

طائر کے جو تو صید پہ لے تیر و کمان ہاتھ
ارجن کے وہین چہرے سے پرواز کرے رنگ

حربے سے یہ دہشت پڑے سادنت کو دلمین
بچ جاے اگر جان سے کھا کر ترا سرچنگ

ہاتھ اُسکے مین دیکھ جو شمشیر برہنہ
اک آئنہ دکھلاؤں تو بھاگے وہ دو فرسنگ

چار آئنہ گردون ہو اگر تن پہ عدو کے
آگے تری شمشیر کے ہے بھیڑ کا چورنگ

عرصہ ترے گھوڑے کے جو سرپٹ کا ہو آمین
پاے فرس باد سحر کرنے لگے لنگ

کچھ برق سی تڑپے ہے سدا ابر سیہ مین
تیہا جو کہون سو نہین رکھتا ہے وہ شبرنگ

جس وقت تبرزین کو رکھ ٹپکے مین اپنے
اُس رخش فلک سیر کا تو آنکے لے تنگ

آہن کا کہین گدھ ہو تو دروازون پہ اُسکے
قالب ہتی سنتے ہی کرین جتنے ہون سرہنگ

ہموزن ترے حلم کا ہے وقر ہی تیرا
کہسار تو دونون مین نہین ایک کی ہمسنگ

خاطر یہ خلائق کی ہے تجھکو کہ سوے باغ
بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ

دل تجھسے ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل
آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ

کھینچا ہے زبس سر بفلک عدل نے تیرے
میزان کی طرف دیکھ کہ ذرہ نہین پاسنگ

آتش بسے ہے یون آب مین انصاف سے تیرے
آئینے مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ

بجھ چشم کا ہے نرگس شہلا چمنستان
پاتا ہون مروت کے تئین انہین بصد ننگ

دل بھر نہ گیا شیوۂ احسان سے تیرے
خالی ہو کوئی دُرّ عدن سے جمن و گنگ

بس جو کوئی تجھسا ہو ثنا اُسکی ہو مجھسے
ہرگز نہ اسے مانو کہ مجھ مین ہین یہ ڈھنگ

جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہون ممدوح
یہ مدح تو وان عار ہے مداح سو ہے ننگ

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین
خواہ انکو کہہ سمجھے تو اب خواہ انھین سنگ

سودا نہ چل آب گئے کہ یہ جاے ادب ہے
کر قطع سخن کا تو دعائیہ یہ آہنگ

قبضے مین ترے قوت شمشیر سے تیرے
لے شام سے تا روم ہے روم سے تا زنگ

پرواز ہما جب ہو سوے اوج سعادت
شہباز کا طالع کی ترے اُسپہ رہے جنگ

در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ

خون مرے دلمین نہین تشنہ ہو گو یا ترا ناز
شرم سے خو کی تری پہونچی ہے آتش بگداز

گردش دیدہ ان آنکھونکی بلا گردان ہے
بخت برگشتہ کا مژگان کے تصدق انداز

جنبش لب سخن آبروے چشمۂ خضر
دم عیسیٰ کے لیے موج تبسم دمساز

ہے سر دہر مین تجھ زلف سے سودا کہ ہوا
پا بزنجیر اُسے سلسلۂ عمر دراز

نذر ہنگام ادا ایک جہان کا دل و دین
ناز کے وقت گریبان دو عالم بے نیاز

تیوری کی گانٹھ کا کب ہمسے کھلے ہے عقدہ
ہو گئی کوئی گرہ زہر کی یان محرم راز

رخصت آفت نہو تقدیر سے جبتک تیری
گر نہ لے گوشۂ ابرو کے اشارے سے ساز

گاہ نرگس نظر آوین گے آہو گے ترک
انکھڑیان ہین تری ظالم کہ کوئی شعبدہ باز

کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
مہربانی کا ترے جور فلک پا انداز

تو جو کہتا ہے نہین دلکو ترے صبر و شکیب
اس سخن سے تو ہے انصاف رہ دور و دراز

عہد مین حسن کے تیرے جو میسر ہو کوئی
معجزات اسکے مین ہے صبر بڑا ہی اعجاز

کون وہ دن تھے کہ جب تب مری نظارے کو
تیرے آئین مین پریشان نظر کا تھا جواز

سو وہ صحبت ہے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہے تو
مجھسے ہر روز بہ ناز اور سے ہر شب بہ نیاز

نالہ و آہ سے میرے بجہان رات کو خواب
بسکہ ہے چشم خلائق سے رہ دور و دراز

ایک طالع کی تو اپنے نہ کہون مین ورنہ
اٹھکے جب دیکھیے تا دیدۂ مہتاب ہی باز

امتحان میری وفا تا بہ کجا کیجیے گا
صف عشاق مین سب جانتے ہین امتیاز

یون خم تیغ جفا سے ہون ترے سر بسجود
آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز

کوئی سنتا نہین فریاد کو میری ورنہ
آہ کی طرح مین ہو جاؤن سراپا آواز

دل کی گو کہہ نہین سکتا مین درانداز ون سے | کس لیے مین کہون کچھ تجھسے کہے کچھ غماز
مال و زر تھا سو دیا عشق مین تیرے برباد | نقد جان پر نہین راضی جو کرون اسکو نیاز
کسطرح سے یہ ستم جا ہیگا انصاف اسکا | استخوان کو ہو مرے جور ترا توتیا ساز
دہر مین دادرس خلق ہو اب جسکی جناب | اور انبائے جہان مین ہے سبھون سے ممتاز
یعنی موسوم بہ نواب شجاع الدولہ | ذات سے جسکے زمانیکو ہے فخر یہ و ناز
کیا بیان اسکی عدالت کا زبان پر لاؤن | سحر ہی صولت عدل اسکے تئین کر اعجاز
باز د کنجشک کی کھینچے جو مصور تصویر | رعب کنجشک سے پرواز کرے صورت باز
پیش خس تاب نہ آتش کو بجز خاموشی | نہ یہ طاقت کہ زبان اپنی کرے شعلہ دراز
عدل جسکا یہ ہو لازم ہے کہ اب اسکے حضور | جاؤن اس مطلع ثانی کے مین کرنے کو نیاز

مطلع ثانی

دُر ہو قطرے سے اے بحر سخا کے ممتاز | گر ترا دست کرم ابر سے ہووے ناساز
ہمت عام نے تیری یہ جہان انبا کو | ہاتھ پھیلانے سے باہم کے رکھا یا تنگ باز
سیر چشمی ہو اب اتنی کہ کسی باغ کے بیچ | شاخ مانا نہ پڑے نخل کے بادست دراز
یہ مسلم ہے کہ ہر وسہ پہ کہ آفاق کے بیچ | زندگی بخش مسیحا کا ہے لاشک اعجاز
لیکن انجام کو پہونچائے ہے تو کار شفا | مفلسی کی جو مرض کا ہو کسیکو آغاز
عہد مین اپنے شجاعون کے وہ اشجع ہو تو | کہ تہور کو ہے تجھ دل کے شجاعت پرناز
نعرۂ قہر کو تیرے جو سنتے رو ئین تن | استخوان انکی طرح شمع کی ہو جائین گداز
شعلہ پیرادہ تری تیغ ہے جسکی ہیبت | کوہ کی تیغ ملک رکھتے ہین چلنے سے باز
لاکھ پانی سے بجھائے ہو وہ آتش لیکن | شعلۂ برق سے اتبک ہی زبان انکی دراز
اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی جلتہ | کٹئے سطرح وہ اس سے کہ پھریسے جون پیاز
کام صحت سے نہین اسکے جراحت کو مگر | علیٰ کار دبہ ہی لادے تو لادے اعجاز
ورنہ جراح کی کب بخیہ و مرہم کے ساتھ | ناخن شیر اجل کی ہو نہٹنے کو ساز
حکم انداز ہے وہ تو کہ کمان کا قبضہ | ہاتھ اپنے مین کیا جسگھڑی جون چنگل باز
چشم نے دہر کے دیکھا نہ ہوا مین ہرگز | طائر روح سوا مرغ کو کرتے پرداز

زیر ران ہے وہ ترے رخش صراحی گردن
شور قلقل سے بہ از شیہہ کے جسکی آواز

جلد پر اسکی صفا سے ہے یہ کچھ کیفیت
دیکھکر جسکے تئین جھک رہے صد آئنہ ساز

بو ہی خوش باد سحر یال سے اوسکے تحفہ
لیکے جاتی ہے سوے زلف بتان بہر نیاز

گوش سے تابہ دم اوسکے ہین گل خوبی سے
صد چمن جسکے طویلے کا نہو یا انداز

اچپلاہٹ سے تو پڑتی ہین یہ ادگلی آنکھین
رشک سے دل ہو جسے دیکھ چکاریکا گداز

پور یہ اوسکی بہ از غنچۂ سوسن کہ جسے
کسی گلرو کا لگے کب دہن خندہ طراز

مولد اوسکا ہے مگر نجد کہ رکھتا وہ ہے
سینے مین غمزۂ خوبان عرب کا انداز

اس سبکرو کو جو پھینکیے تو روے دریا پر
ٹوٹے ہرگز نہ حباب اوسکے بزیر تگ و تاز

خندق و قلعہ نہو اوسکے ڈپٹ کے حائل
جون ہوا اسکو مساوی ہے نشیب اور فراز

کڑک اسکی مین کہون کیا ہے جو کچھ سرپٹ مین
باج وہ جسکے تئین صاعقہ کی ہے آواز

اوڑکے رہجاے جہان اسکے تگاپو کی گرد
طائر وہم کو پہونچاے نہ وان تک پرواز

کیا کرون وصف ترے نیل فلک پیکر کا
تا ابد اپنی زبان سے نہ سخن ہو آغاز

یون مہاوت کی ہے اس ستک رنگین پہ چمک
ماہ نو جون شفق شام مین ہو جلوہ طراز

حسن مین سیاہ قلم کی ہے وہ تصویر اس سے
خامۂ صنعت حق کی نظر آوے پرواز

اسطرح دانتون مین خرطوم ہے اوسکے جیسے
موسم دے کے ہون کوتاہ دن اور رات دراز

پایل ایسا کہ عجب کیا ہے بوقت رفتار
سایہ اپنے کو رکھے ہمہی اپنے سے باز

بے تکان پیرے ہے دریا مین وہ اسطور سے
رشک کھاتے ہین جسے دیکھ سواران حجاز

اسقدر ہے وہ دلاور کہ بروز ہیجا
استقامت کرے اسکی جگر کوہ گداز

لاکھ گر توپ دغے اوسکے محاذی تو وہ
سمجھے پشہ کی طنین انکی دغا مین آواز

غرض اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح
کہ طمع پر ترے مداح کی ہو عرض نیاز

خلعت و اسپ گہر تیرے نہ آگے کچھ چیز
نہ وہ مین اسلیے تجھ پاس کرون دست دراز

ہے تصدق جو مقرر میری خاطر اوسین
نمکین شیرین کو ہے ذائقہ سے میری ساز

بہر پوشش مجھے ملتا ہے وہ جامہ جسکا
دامن آلودہ کی گو حرص سے رہتا ہے باز

مجکو کچھ کام نہین تو مجھے جو چاہے سو رکھ
مین ہون بندہ ترا اور تو ہے مرا بندہ نواز

مطلب اس سب سے یہ جو سودا ہے ترا پیر غلام
اور کیا ہو سکے جز یہ کہ دعا بعد نماز

تیرے اعدا رہین نظر مین زمانیکے ذلیل | حق دو عالم مین رکھے تجکو سدا با عزاز

ایضاً قصیدہ در تعریف تیر و کمان و صفائی شست و اصابۂ تیر بہدف نواب وزیر الممالک

احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر | ہے یان کمان حلقہ بگوش و غلام تیر
اتنا ہی چست بیٹھے ہے جتنی کمان ہو چست | خوبی کا حق کرے ہو ادا یان تمام تیر
قربان چاہیے لب معشوق اوسپہ ہو | اس طرح سے تجھ کمانکا پڑے ہے دام تیر
تو وے پہ تیرے ہاتھ سے بولے تبھی کہ جب | پہونچے ترے عدو کو اجل کا پیام تیر
پہونچا وے گر سکے ہاتھ سے جز ہاتھ کے ترے | کار صفائی شست باین انصرام تیر
جون میل کھینچتا چلے سرمہ بچشم حور | ہے تیر کے سوا ترے ایسا کُدام تیر
پلہ کرے کمان تری تیر جس جگہ | پہونچے نہ دان قیاس کا باصد مقام تیر
چشم قضا کا حلقہ ہے لاشک تری کمان | اس چشم کی نگہ کو کہے ہے عوام تیر
چھوٹے ہے تجھ سے یہ کہ نکل کر کمان سے | جس جا زمین کے تودے مین پاوے قیام تیر
کھودا کرے جو واہمہ خلق جس جگہ | نکلے تو نکلے صبح سے لے تا بہ شام تیر
ہمسر ہے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ | انگشت ہے قضا کی کہین ہین بنام تیر
جا تیری تیر خوردہ کی ہے اسلئے سقر | حربے ہین تیرے جتنے ہین بائین الم تیر
نکلے بچھڑ کے صید چھپے گر پہاڑ مین | تو چھانکر پہاڑ کو کر دے ہے تو دام تیر
لیکر کمان کرے جو تو عزم شکار مرغ | ہرگز رکھے ہوا مین نہ طائر کا نام تیر
اُڑتے کہین نہ دیکھ سکے ملک ہند کے | جز اپنے اک پرند کو تا روم و شام تیر

سودا کی یہ دعا ہے کہ تیرے مراد کا
بیٹھا کرے نشانے پہ یا رب مدام تیر

در مدح نواب وزیر الممالک جلال الدین حیدر شجاع الدولہ بہادر ہژبر جنگ و در فتح کردن بحافظ رحمت خان

آیا عمل مین تیغ سے تیرے وہ کارزار — دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار
بے سر ہوئے ہین آج یہ سرکش کہ گر نہال — خاک انکی پر ہو تو نہ ثمر لاوے شاخسار
سر جنگ اسطرح کی نہ کھائے کہ تا بہ حشر — مدفون ہون جس زمین یہ تو وان اُٹھسکے غبار
آتش غضب کی تو نے یہ اُنکی فسردہ کی — تن مین نہین ہے قطرۂ خون صورت شرار
نام اسکا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا — نہ عف کرے ہے سگ ہی نہ قان زاغ کوہسار
اک تخم تھا دل اُنھونکا پر از بادۂ غرور — تین اُسمین کر دیا نمک تیغ آبدار
تھا عزم یہ ہر ایک کا گاڑینگے بیٹھ ہم — تانون کو کھینچ کھینچ کے تلقاری مار مار
آئے تھے وہ چنانچہ اسیطرح روز جنگ — پایا تھا جون دلونمین خیال اُنکے نے قرار
گاتے بجاتے نلچتے اور کودتے ہوئے — سائے مین جھنڈیون کے صفین باندھ ہشیار
وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح — گاڑ بچھا دین پارچہ جون نہر کے کنار
بر حق بجانب انکے ہی تھا کچھ اس امر مین — تیرے دلاورونکا نہ دیکھا تھا کارزار
جو غول تیرے سامنے آیا تو سمجھے یہ — اک کھیت روبرو ہے ہمارے پر از خیار
جیسی ہی اس گروہ نے پی تھی شراب کبر — کھینچا ہے اُسکے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار
اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے داؤن — لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار
حق ناشناس قوم یہ تھی غرہ اسقدر — غارت پہ ہر بنرد کے لیتے تھے سب اُدھار
لیکن خدا کے فضل سے یان ناگرفتہ قرض — جو لائے تھے سو دیگئے رکھا نہ ایک تار
شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی — اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار
پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے — آگے قدم انھون کے نہین اُنکا استوار
جرأت مین انکے حرف نہین پر یہ کیا کرین — صحبت نہ دلساونکی تھوڑنے کی برار

اونھین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا
مینے کہا انھون سے کہ تم جیسے جانگسار
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے
ہو سامنے حریف کے بیحد و بیشمار
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ مین تم
فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار
اونھین سے ایک نے برم سر دیہ کہا
خواہش خدا کی یون تھی نہ تھا اپنا اختیار
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین
آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہر اولی
ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہین اب ہر ایک سے اوس فوج کی ہی
سرکردہ تھی سمیت فرنگی کے پانچ چار
محبوب اور بسنت و لطافت تھی یکطرف
یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
لیکن انھونکو آدمی کہیے کہ دیو دد
انکا قدم وغا مین یہ پایا ہم استوار
ادھر سے بان و رہکلہ و توپ متصل
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگذار
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے تو مین داغنے
اس پلے پہ جہان سے جھڑا رکے ہووے مار
لیکن مین تجھسے کیا کہون اے یار اسگھڑی
دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار
تھی کرتیان تلنگون کی مانند لالہ زار
تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
تو مین جو داغتے تھے فتیلو نسے آن آن
رنجک مثال برق چمکتی تھی باربار
گھنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم
آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار
بارود و گولہ توپ مین تھا یا وہ بادتھی
جون تیکہ قوم عاد اوڑائی تھی جون غبار
فرصت کسو نے اتنی نپائی کہ وہ کرے
بندوق و تیر و تیغ سے جا اونھین کا زار
ہر ایک جا ہی نظر آیا ہر ایک کو
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
اوڑتے تھے یون پیادہ کہ تو دیکھو روئی کے
نداف کا کمانچہ جون دے ہے انتشار
تھے ہاتھیو نپہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین
ساتھ اوسکے ہم پیالہ و باہم نوالہ خوار
وہ بھاگے اسطرح کہ پہیتی تھی تکو خلق
بھاگا وہ دیکھو جاکے ہے میدانسے کوہسار
سے لڑنیکے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش
نے سوچ مرنیکا ہے نہ جلنے کا کچھ بچار
باور ہی کیجو اسکو تو اے یار اوسگھڑی
آیا جو کچھ عمل مین نہ تھا اسمین اختیار
جیدھر کو اوسکا منھ اٹھا اودھر کو وہ چلا
سونپے بغیر یہ کہ فلان جا کرون قرار
ہو یہ غضب تو لاش کی حافظ کے ذکر کیا
بیٹا نسے سگے بچھڑ گیا باپ نے فرار

حافظ کی لاش ہمسے نہ اوٹھی تو نزد فہم — جاگہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہمیہ یار
لازم نہ تھا اسے کہ ہوا یسے کے سامنے — ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگار
لے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل — جسکے ہمسر کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار
نہ رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت — نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار
خلعت کسیکو اسپ کسیکو فیل — بخشے کسیکو لاکھ کسیکو دیئے ہزار
حافظ یہ چاہے عہدہ سے اسکے برآ سکین — پیادے کو دیگئے تین روپے نو روپے سوار
کیا کیا کرون مین اسکی شجاعت کا اب بیان — ہمت کا اسکے کیا کرون اظہار بار بار
حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ — تاریخ اسکے فوت کی کر کے عدد شمار
تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہی — یہ فتح نو مبارک نواب نامدار

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ یحیی خان بہادر رستم جنگ

گر فلک اب یہ مہربان ہووے — جون تگرگ ابر دُر فشان ہووے
دخل کیا ہے کہ اسکے جینے کا — کسی انسان پر گمان ہووے
خلق کو اسقدر ہے استغنا — نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے
رہرو آگے اگر پڑا ہو گہر — دور ٹھوکر سے کر روان ہووے
کبھو دیکھا نہ یون کہ زر بے قدر — اسقدر زیر آسمان ہووے
رہ نوردون کی نظرون مین اکسیر — بدتر از گرد کاروان ہووے
در گنجینہ پر نہین اب رسم — کنجی اور قفل پاسبان ہووے
متمول یہ خلق ہے جسکی — قاصر اب کہنے مین زبان ہووے
جو گدا روز و شب کہ سائل تھا — چاہیے رشک خسروان ہووے
در و دروازہ یون ہے اب کسکا — کہ نہ وان پیل و پیلبان ہووے
کون ہے جسکے تازی دیکھی — نہ پھڑکتا بزیر ران ہووے

نہین بر مین کسیکے اب وہ لباس / کہ نہ قیمت مین جو گران ہووے
نہ کوئی باندھے جب تلک ہتیار / نہ طلایا نہ تہ نشان ہووے
خوان نعمت نہین ہے ایک کا یون / جس پہ تا سو نہ میہمان ہووے
عیش و عشرت سے ہے سدا دمساز / پیر ہو کوئی یا جوان ہووے
ہے جو کچھ جس کنے ہے اسکی عطا / آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھکر جسکو خلق بولے ہے / تو ہوا اور عمر جاودان ہووے
پرورش کسکو یون ضعیفون کی / تجھ سوا زیر آسمان ہووے
در دولت سرا تلک تیرے / پہونچے پشہ تو پہلوان ہووے
کم بغل جو نظر پڑی تیری / وہ بذیل تونگران ہووے
ہے خلا تو محال ہے یہ سخن / حکما کا غلط گمان ہووے
سب جگہ ہے ملا مگر خالی / تیری بخشش سے بحر و کان ہووے
کین سے گردون کے عمر بھر ہے دو / جس پہ یکدم تو مہربان ہووے
چیز بے قدر کو جو دے تو قدر / قدر دانون مین ارمغان ہووے
کیا عجب ہے تری مروت کا / جس جگہ ذکر اور بیان ہووے
لعل و یاقوت کی طرح اس جا / آب و آتش کے تن مین جان ہووے
دہر مین حسن خلق سے تیرے / تلخ رطب اللسان جہان ہووے
ہووے مذکور خلق کے فی الفور / دہن خلق عطردان ہووے
جا سے بیجا تیرے قلمرو مین / کب توانا سے ناتوان ہووے
ذرۂ خاک کی حفاظت کون / باد تند آکے پاسبان ہووے
سنگ اس عہد مین ہو وان بانی / شیشہ گر کی جہان دکان ہووے
آگے تجھ تیغ کے عدو کا اگر / دل پہاڑ آہن استخوان ہووے
کاٹ اوسکا سپہ گری اسکی / روز میدان سب امتحان ہووے
کوئی اسکا نہین جو رونے کو / دیدۂ زخم خون چکان ہووے
تیر تیرا نگاہ چشم قضا / اسکو دیدار دشمنان ہووے
بادشاہا ترا تعالے اللہ / جلوہ گر آکے وہ جہان ہووے

زیر ران دیکھکر تڑپ اوسکی — خلق کا اوسپہ یون گمان ہووے
کیا عجب ہے کہ برق کا شعلہ — اسکے تیہے کے درمیان ہووے
صرصر اُسکے قدم کو پھر نہ لگے — تک کشادہ اوسکی گرعنان ہووے
جہد کرنے کا دل مین ہو جو خیال — مجھ سے آگے تو کیا بیان ہووے
اُس جگہ تک جہان مین جسکا بعد — دور از وہم انس وجان ہووے
لاکھ بار ایک پل کے عرصے مین — پہونچے جسجاسے پھر یہ وان ہووے
فوج کا تیرے کرسکے نہ شمار — گو عطارد حسابدان ہووے
کثرت اُسکی ہے جب تو ہووے سوار — بسکہ پر گرد آسمان ہووے
آنکھیں مل مل یہ مہر ہو بے نور — جیسے شیشہ بتابدان ہووے
دود ہو یہ بلند توپون کا — آتش انگیز جب دہان ہووے
سقف حمام جس طرح ٹپکے — قطرہ زن چشم اختران ہووے
اُنکی آواز سے بدشت و کوہ — زلزلہ یہ جہان تہان ہووے
بکف دست جسطرح سیماب — حالت کوہ یون عیان ہووے
دی ہے جو حق نے تجکو حشمت و جاہ — فہم وان تک رسا کہان ہووے
تیرے خیمے کی ایک ہو جو طناب — نصف اُسکی نہ کہکشان ہووے
بچھی اس بارگہ مین جب مسند — رشک صد تخت خسروان ہووے
قالین اُسکے ہر ایک پا انداز — بہتر از باغ و بوستان ہووے
دیکھیے تب سمجھے کہ تو جس دم — بیٹھکر اُسپہ حکمران ہووے
اور سرکردہ جتنے ہین اونمین — کوئی نواب کوئی خان ہووے
دست بستہ مطیع فرمان کا — روبرو زیر سائبان ہووے
تجھسا آفاق مین ہو جب ممدوح — اور سودا سا مدح خوان ہووے
نہین شایان کہ عرض مطلب کی — اسکی ہر بار بر زبان ہووے
اب دعا مین کرون ہون سنکے جسے — آمین آمین بجاضران ہووے

شادی و عیش خرمی ہر روز
آکے تجھ دل سے توامان ہووے

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

گیا قلم کو رقم سے ہے منظور | کہ صریر اوسکے سے ہے دل کو سرور
نور صبح بہار کا غذ پر | خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین سے خوبی مین | کھینچے ہر سطر جسکی آپ کو دور
ہے تبسم قلم کے منھ پر مشق | قلم اتنی رقم سے ہے مسرور
خامہ بیش از گیاہ کیا ہے جسے | ہو رقم سے یہ خوشدلی کا ذوق
مگر اس امر پیچ کرتا ہے | اس طرف انتقال ذہن شعور
کہ لکھا چاہتا ہے اسکی مدح | خلق مین جسکے خلق ہے مشہور
یعنے نواب آصف الدولہ | ہو سلیمان پہونچکے جس تک مور
ہے توان بخش ناتوان کا وہ | شاہد اسکا ہے تنفق جمہور
لیگیا پیل پیل کو پشتہ | اسکے آگے گیا جو بابہ سم زور
شعلہ پیدا ہو جسدم اسکی تیغ | ہو وے خاک سیہ عدم مین فتور
اسکی برش کا وصف کیا مین کرون | سخت اور نرم پر باین دستور
سخت پر جیسے تار صابن مین | نرم پر جون ہوا مین بال طیور
یاد مین اسکے باندھیے جو کمر | رن سے پھریے مظفر و منصور
مدح غائب سے دل ہے اپنا تنگ | ہو تک اے خامہ باریاب حضور
وہ جو تیری کمان کی سیر ہے | کسکو اسکے اٹھانے کا مقدور
وصف شوخی مین باد پا کی ترے | کرتی ہے اب زبان برق قصور
ہے فرس کسکے زیر ران ایسا | جسکے جلوے کا ہووے یہ مذکور
کرڈے پل مین تمام روے زمین | سینۂ باز نقش نعل ستور
اگر ایسی ہی تیرے ہاتھی کے | جسکا پروردہ نمک ہے غرور

دیکھ او سپر تجھے یہ بولی خلق
ہے تجلّی حق بکوہ طور

فتنۂ دہر مین سنق سے ترے
کون ہو وے ممد کیا مقدور

خس و آتش ہو جس جگہ وان سے
راہ چپ کردہ جاے باد سحور

ٹانک دسے عدل دیدۂ شاہین
بھر نظر دیکھے گر سوے عصفور

گر ہو آتش پہ تجھ غضب کی نگاہ
ہو حرارت کا اوسمین بھی یہ وفور

زندگی کے لیے سمندر بھی
چاہے مسکن بہ معدن کافور

تیری فیض نگاہ کو پر کاہ
پہونچ کر چاہیے نہو مغرور

کوہ ہو جاوے شکل شیشہ کے
گر کے نظرون سے تیری چکنا چور

تو وہ دریاے فیض ہے جس سے
واہمہ کر سکے کبھو نہ عبور

تیری بخشش ہے یہ کہ گوہر سے
جون صدف مشت خلق ہے معمور

مطلب اس نظم سے ترے آگے
کچھ خوشامد نے مجھے نہین منظور

بسکہ ہے لائق ثنا یہ جناب
مدح کرنی ہوئی نے مجھے بھی ضرور

میری ہی اعتقاد ہے یہ مدح
ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور

کہ جو چاہے خیال وان جائے
پہونچنے کا اُسے کہان مقدور

کہکشان خامہ آسمان کاغذ
ہو مرکب اگر شب دیجور

اتنے سامان پہ تیرے سب اوصاف
آوین تحریر مین یہ کیا مقدور

ختم سودا کرے سخن بدعا
آمین سب بولین بندگان حضور

فضل سے حق کے تو بہ حشمت و جاہ
رہے تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

سودا پہ جب جنون نے کیا خواب و خور حرام
لائے گھر اُس طبیب کے ہے عقل جسکا نام

احوال اُسکا دیکھ کے کہنے لگا طبیب
اب فصد و مسہل اسکے لیے ہے مفید تام

کہنے لگا سن اسکو وہ دیوانہ در جواب — مجھ مین لہو کہان یہ ترا ہے خیال خام
جو کچھ کہ میرے تن مین لہو تھا سو ابکی سال — عامل نے خیر آباد کے (ی) کر کیا تمام
مسہل طلب کرے ہے غذا کی زیادتی — مجکو سو ماہ عید کی گذرا مہ صیام
کیا سو داس علاج سے کہہ اُسکے ماسوا — تا اپنی مین دوا کرون اب کرکے قرض دام
تب اُن نے یون کہا کہ بتاؤنین وہ علاج — اس درد سے تو پاکے شفا ہو جو شاد کام
اُسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین — مور ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام

سنتے ہی یہ نوید قصیدہ براے نذر
لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام

اے وہ کہ تیرے عدل کی نسبت نجا ئخص عام — نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام
دتیا ہے تیرے عصر مین اے عادل زمان — زخم جگر کو سودہ الماس التیام
کیا کیا ہی خوبیون سے کیا حق نے تجکو خلق — ابنا ے روزگار کے اے فخر و احترام
مذکور حلم کا مین کرون یا بیان خلق — یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام
تیرا ہی بار حلم ہے اے صاحب وقار — کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہے قیام
آوے نسیم اگر چمن خلق سے ترے — خوشبو جہانیونکا ابد تک رہے مشام
تجھ نعرۂ غضب کی یہ صولت ہی گر سنین — فیصل ہون بر و بحر کے باشندگان تمام
زہرہ ہو آب سینہ مین ہیبت سے شیر کا — تڑپے نہنگ پیاس سے ماہی ہو جون بدام
اے شجیع تو اسقدر ہے کہ میدانمین روز جنگ — کیا تاب رو برو ہون ترے رستم اور سام
قالب تہی کرین وہ قلم اوسکی دیکھکر — تصویر تیری تیغ کی کھینچے جو بے نیام
تیغ سخا بھی ایسی ہے جس سے بملک دل — پاتے ہین گرد عمون کی بیکساعت انہدام
سائل کے گھر مین کب تری بخشش سما سکے — تا اُسکے گھر کا تا بفلک ہو نہ پشت بام
باغ جہانمین آج تو وہ نخل سبز ہے — پہونچی ہے جا بر فصل ثمر تجھسے روم و شام
تیرا ہی اب بروی زمین اے فلک جناب — بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام
پیدا خواص سایہ مین اُسکے ہما کا ہو — تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر حمام
مین رخش بادپا کی ترے شکل کیا کہون — بجا تو حور کا ہے ولیکن فرس بنام
اوٹھتے غبار سم سے نہ دیکھا کہ جب عنان — آنچکے جو قماش زمین سے زمین پر لگا نہ گام

پہونچا نہ اُسکا سایہ بھی اُسکے قدم تلک
تا اُسکی تونے روبین عنان کو لیا نہ تھام

اعدائے بدخصال کی تنبیہ کے لیے
اس برق وش کی پشت پہ تیرا ہو جب قیام

ہو طرفوکنان تیرا اقبال پیش پیش
نصرت کرے جلو تری اور فتح اہتمام

کچھ کم نہین جہان مین سلیمان سے تیرا جاہ
گو السنہ پہ آصف دولہ ہے تیرا نام

تو وہ وزیر ہند کہ حیران ہو رہین
شاہان عصر دیکھ کے تیرا یہ احتشام

مطبخ کا ایک خرچ ترے گر بیان کرون
اس ذکر کو کفاف نہو صد زبان بکام

فیض اُسکا اسقدر ہے جو اُسکے ہین ریزہ چین
خوان کرم پہ اپنے وہ دیتے ہین صلائے عام

رہتا ترا ہے وہ جو کرے قصد ادھر کو وہم
پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوچ دو مقام

ذرہ کرے ہے خاک کا اُسکی فلک پہ ناز
جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہے تو خرام

تجھسے کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہو سکے
مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام

اس نظم سے غرض ہے مجھے عرض مدعا
مقصد مرا قلیل ہے پہونچے بانصرام

اپنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے
کس کسکا ہتجی ہون کہا کر ترا غلام

انصاف ہے کہ ہو وہ عطا اس جناب کی
اور انکی مین سماجت و منت کرون مدام

دیہات جو ہین مصرف مطبخ کے اسمین سے
اس نقدی کے عوض ہو مجھے صحنک طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہے جو مدعا
کرنا روا حضور ترے کسقدر ہے کام

سودا بس اب خموش کہ جاے دعا ہے یہ
اس نظم کا تو کر بہ دعائیہ اختتام

تابندہ جب تلک بفلک ہووین مہر و ماہ
تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام

دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بعمر رمی
تیرے نصیب جام مے عیش ہو مدام

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ ہنت
پشہ کر جائے دیو دو سے لڑنت

نام سن پیل کو وہ پیکر کے
ہو چلین جو سے شیر ہو کر دنت

سحر کصولت کے سامنے تیرے
سامری بھول جاے اپنی پڑھنت

تیری ہیبت سے نہ فلک کے تلے
کانپتی ہے زمین کے بیچ گرنت

تکلے کی طرح بل نکل جاوے تیرے آگے جو دو کرے اکڑ نت
دیکھ میدان مین تجکو روز نبرد منھ پہ راون کے پھول جاوے بت
ٹک تک پا اگر سنے تیری داب کر دم کھسک چلے ہنونت
آوے بالفرض سامنے تیرے روز ہیجا کے سور یا ساونت
تن کا انکے زرہ مین ہو یون حال مرغ نی دام مین ہو جون پھڑکنت
شعلہ پیرا اگر ہو تیری تیغ کاہ سے کوہ تک ہو سب بھسمنت
فرق پر جب عدو کے وہ بیٹھے زہ فلک بولے اور ملک حسنت
گرے تجھ تیر کا جہان پیکان قوت بازو سے ترے سر کنت
ہاتھ سوفار تک نہ پہونچے کبھو کرے بھر عمر دان کوئی جو لفدت
زہرۂ برق آب ہو جاوے تیرے توسن کی گر سنے کڑکنت
وہم آسا ہے اس پری وش کی شرق سے تا بہ غرب رکٹ ڈپٹنت
بیشۂ عدل مین ترے ہر موش سامنے ببر کے رہے جو دنت
کوئی کیسا ہی ہو قوی اُس سے نہین دل کو ضعیف کے دکنت
وہ بھی روباہ جسکو ہو خارشت سمجھے ہے شیر کو ہے کیا پشمنت
حلم کا بار گر نہو تیرا ارض شکل سما رہے نہ تھمنت
دست زربخش کا ترے خورشید ڈھونڈھتے بھر عمر تو نپاوے انت
آگے سائل کے تو کرے بزمین اشرفی اور روپے کی یون بکھرنت
جلوہ نطق و نہین اسطرح وہ وے جون فلک پر ہو تارونکی چھٹکنت
ختم سودا دعا پہ کرتا ہے وصف کا تیرے کون پاوے انت
رہے نواب آصف الدولہ دل سے تیرے خوشی کو نت لپٹنت
حال یون رو سیہ عدو کا ہو جاہ و دولت کی تیرے دیکھ بڑھنت

مہر کے جون حمل مین آنے سے،
شب کو آفاق مین لگے ہے گھٹنت

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا تجھکو سجی مسند دیوان وزارت
ہین شوکت شاہی کہون یا شان وزارت

اس مرتبہ کے چار تب انکو ہی پہنچی ہے
پشتین سے جو ہوتے ہین شایان وزارت

دادے سے ترے تجھ تئین تقدیر نے زنہار
توڑا نہین ما بین مین پیمان وزارت

شاہی پہ مدلل ہے جو منشی ازل نے
لکھا ہے ترے واسطے فرمان وزارت

یہ جاہ ہے تیری کہ سدا خسرو خاور
ہے زنگ ترا دیکھ کے سامان وزارت

ہے چشم عطارد کو نہ سمجھے کبھو اپنا
تیرا جو اٹھاتا ہو قلمدان وزارت

آصف ہے ترا نام سلیمان سے بڑی جاہ
بخشین ہین کروڑون ترے ارکان وزارت

دیکھین جو ترا خرچ سلاطین جہان سے
لکھین وزرا مین نہ تجھے سلطان وزارت

سودا کی ترے حق مین دعا ہے یہ شب و روز
اے باعث سرسبزی بستان وزارت

سر سے نہ خلائق کے جدا ہووے الٰہی
تا حشر ترا سایۂ دامان وزارت

در مبارکباد عید رمضان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ

صباح عید ہے دل ہے خوشی سے مالامال
مے طرب سے ہین مست اپنے اپنے حال

جو کوئی خلقت انسان سے ہے بزیر فلک
مصمم آج کے دن دلمین اسکے ہے یہ خیال

کہ پہونچے اس در دولتسرا پہ لیکے نذر
جو تجھ جناب مین مقبول ہو خوشا احوال

کوئی تو سیم کوئی زر کوئی گہر کوئی لعل
ہر ایک ہے شرف اندوز یان بہ نیمنوال

ہوا ہے بندہ بھی حاضر در سخن لیکر
پے حصول سعادت بدرگہ اقبال

اگرچہ تو ہے مسمی بہ آصف الدولہ
ترا فزود سلیمان سے بھی ہے جاہ و جلال

تری تجلی طالع ہے وہ کہ چرخ اوپر
غلام داعی ہے اختر کا تیرے بدر کمال

علو جاہ کی آگے ترے نہین کچھ قدر　　کسو طرح کا کوئی نذر یان کرے زر ومال
مگر یہ نذر ہے شایان اس آستانے کے　　نشاط عید جو لایا ہے غرۂ شوال
یہی جناب مین حق کے دعا ہے سودا کی　　جہان ہو جب تئین اے میرے قبلۂ آمال
رہے محبون پہ سایہ ترا سپہر کی طرح　　سدا بخون عدو تیغ جون شفق مین ہلال

قصیدہ در مدح حکیم میر محمد کاظم

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سن رکھ ہمدم　　متفق اسپہ اطبا ہین جہان مین باہم
قاعدہ فن طبابت کا بیان تجھسے کرون　　فہم کی گوش جو اپنی تو نہ رکھتا ہو اصم
کام اس فن مین رکھے سب سے ہے تشخیص مرض　　یہ نہو جسمین تو پھر سیف سے سمجھ اسکی قلم
فی الحقیقت ہے اطبا مین وہی شخص طبیب　　جو کما ینبغی ان چیزون کا ہووے اعلم
جنبش نبض سے اور لون سے قارورے کے　　ہوئی فی الفور جسے اصل مرض مستفہم
ادویہ مین کرے تنقیح خواص مفرد　　ہووے ترکیب مرکب کے وزن سے محرم
سن بیمار پہ کر غور مداوا دہ کرے　　اور ملحوظ رکھے آب وہوا اور موسم
چار چیزون سے مرکب بدن انسان کا ہی　　دم و سودا اسے ہر اک جسم مین صفرا بلغم
حد سین ان چارونمین ہووے تجاوز جو چیز　　حکما کرتے ہین انسان کا مزاج اس سے ضم
ہے یہ لازم کہ کسل کا سبب اونمین ڈھونڈین　　ٹھہرے جو خلط کرین اُسکا تدارک پیہم
بعد تشخیص دوا کیجئے مرض کی بالضد　　حفظ صحت کے لیے نسخہ ہو بالمثل رقم
غور اخلاط و کیفیت و کمیت پر　　ہو نہ منظور جسے اُسکی دوا ہوتی ہے سم
زیادتی چارونمین جسکی ہو مرض کا موجب　　عقل کی رو سے یہ تدبیر ہے اُسکی اُس دم
رکھ کے منظور طبیعت کی مرض پر قوت　　تنقیہ کر کے مناسب کرین اُس خلط کو کم
قاعدہ یون ہے پھر آگے ہے شفا اُسکے ہاتھ　　جسکے ہے قبضۂ قدرت مین علاج عالم
سو توان باتون مین ہے خوض طبیبونمین کسے　　اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم
خالق اُنکے تئین دنیا مین سلامت رکھے　　ایسے انسان خلائق مین بہت ہوتے ہین کم
شرف اُسکو ہے سیادت سے نہ اس فن کا فخر　　اسکا اک گوشہ نشینی مین ہے یہ فیض قلم

حق تعالیٰ نے دیا اپنے کرم سے اُسکے　دست تدبیر مین دامان شفا مستحکم

دفتر عمرِ طبیعی مین بحالی کی سند　ہے وہ نسخہ قلم اُسکی جسے کرتی ہے رقم

وصف مین اُسکی طبابت کی کسی شاعر کی　فکر عالی سے ہوا مطلع تازہ یہ رقم

مطلع

نسخۂ میر نہین نقش سے عالم کے کم　گر مرض جن ہو تو اُسکا نہ کہین ٹھہرے قدم

یہ عجب کیا ہے جو اچیا وہ کرے موتیٰ کو　نامے مین اُسکے قلم کے ہے مسیحا کا دم

چلتی ہے عہد مین اُسکے رہ ہر شہر و دیار　ہے جو مسدود جہانمین تو رہِ شہرِ عدم

گھر تک آتے کرے پیدا وہ خواص تریاق　اُسکے کوچہ سے مرے باندھ جو لے آئے سم

بولین ہین جسکو کہ تشخیص دکھین ہین تدبیر　دو کنیزین ہین گھر اُسکے مین بہ بیدام و درم

ہوش اس فن مین تو یہ ہے یہ حواس خمسہ　ہین تضیبونکی علاج اپنے مین درہم برہم

عہد مین اُسکے ہے وہ خوان کرم پر جسکے　ریزہ چین ہند مین ہے لاکھ طرح کا عالم

اسم پاک اُسکا ہے نواب شجاع الدولہ　منبع جود و سخا یعنی وزیر اعظم

قصیدہ در مدح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

صبح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام　حلال دختر رز بے نکاح در روزہ حرام

پھرا ہے آج بمقصود بادہ خواران چرخ　ہے اب بروی زمین دور دور ساقی و جام

بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی نے آج　کئے بدل بمباحت مناہی کے احکام

معانقہ بجہان آج مے پرستون سے　کرے ہے محتسب آکر بانبساط تمام

نشہ نے مے کے یہ سرخوش کیا کہ کا غذ باد　خیال بادہ کشان مین ہے قاضی کا اعلام

سرور ہے یہ جہانمین کہ شیخ و زاہد و رند　یہ ترہات و ظرافت بہم کرین ہین کلام

وہ اُسکو غنچۂ گل سمجھے ہے جو زاہد کے　دھرا ہو سامنے مینائے بادۂ گلفام

یون آج ہین بہم اطفال دیکھے ہے ملّا　کہ جیون رعایا پہ عامل تغیر کا احکام

نہ دل مین یاد سبق ہے نہ خطرۂ آخوند　بہم ہر ایک ہے مشغول لعبت اقسام

ہر ایک گھر مین صدائے مغنی و مطرب
ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام

دلوں مین سب کے خوشی نے جگہ کی تنگ کہ آج
عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام

ہین عطر مال بنا کر لباس رنگا رنگ
زبس خواص سے لیکر جہانین تا بعوام

نظر مین گل کی طرح یکہ گر ہین اہل زمین
زمین تمام چمن زیب جیب نیلی فام

ہر ایک دست نگارین مین یون ہے دست حنا
شفق مین پنجۂ خورشید جون قریب شام

کچھ آج اور ہی بو ہے دماغ خلقت مین
ز عطر خرمی از بسکہ پر ہوئے ہین مشام

فقط نہ شہ کی ہے سر ہی ملا سوے دیہیم
رکھی گدا نے کلہ تاج رکھکے اسکا نام

ہر ایک چلنے کا ہے عیدگاہ کے مصروف
پہن لباس نو آقا لباس شستہ غلام

جدھر کو سینے ہے آواز شادیانۂ عید
جدھر کو دیکھئے طبل و دہل بہر در و بام

خوشی نے جوش یہ مارا ہر ایک دل مین کہ اب
نہین قبا مین سماتا ہے خلق کا اندام

عجب نہین ہے کہ بالیدہ وہ بھی ہو جاوے
کرین جو کندہ نگین پر کسو بشر کا نام

نہ کبھی ہوگی خوشی ایسی خلق نے جب سے
ہلال عید کو دیکھے ہے بعد ماہ صیام

اونکی عید مبارک کا ہے مگر یہ سبب
جبل افتخار زمان کا حسن رضا خان نام

زہے وہ خان رفیع المکان عالی قدر
زہے وہ خان فلک مرتبت ذوی الاکرام

کہ جسکی ذات فیوضات سے کہاتی ہے
جہان مین صاحب فرزند مادر ایام

پہونچکے ہو درد ولتسرا اونکے
وہ کامیاب جو ہو سر نوشت کا ناکام

جو وہ کیا نہ کرے دستگیری بنجبا
قدم کا ایک کے اس سرزمین پہ ہو نہ قیام

ہے چشم کان مروت دل اسکا معدن مہر
ذخائر کرم و جود دست فیض مدام

ہے خلق واسطے خلقت کے اسکے گویا خلق
حیا و شرم ہوئی ختم اسپہ حلم تمام

وہ اسکا خوان نعم ہے کہ جسکے مطبخ مین
صدا کھڑکنے کی ہو دیگ کی صدای عام

یہ قصد خامہ ہے اب اسکی مدح غائب سے
کرے یہ مطلع انور حضور مین ارقام

مطلع

تراوہ عدل ہے اے ملجائے تمام انام
کہ باز بچہ نکالے ہے سب کے تخم حمام

کرے نظر جو سوے صید عہد مین تیرے
جو کور دیدۂ صیاد شکل دیدۂ دام

بروز جمعہ سدا ہاتھ لے کے ناخنگیر — پھرے ہے شیر کو بیشے مین ڈھونڈھتا حجام

اسی امید پہ تا قصر کرکے ناخن شیر — برائے ہیکل اطفال دیکے لے انعام

بیان ہو کب تلک انصاف و عدل کا تیرے — یہ معدلت کا تری جز رسی سے پہونچا کام

کہ تار و پود سے اُسکے ہے دیو بھی لنگا — بجرم خون مگس عنکبوت کو ایام

سخا مین حاتم طائی کو تجھسے نسبت کیا — مرے سخن کو یقین کردہ ہے زبان زد عام

بزیر سقف فلک شہرۂ سخا اوسکا — طنین پشہ صدا فیل کی ہے در حمام

تری وہ تیغ کہ فتنہ کا رو ہو سوے عدم — سنے جو چوکتے اُسکو بخوابگاہ نیام

اگر وہ ہو وے علم اُسکے سایہ کے آگے — عجب نہین سپر افگن ہون آکے رستم و سام

جو تیرے تیر کے ہوتا وہ توڑ سے آگہ — کمان کے گوشے سے آتا ترے کھنچا بہرام

کرون مین وصف سپر کیا کہ تیری پشت پناہ — علی بھر صف میدان ہے جنکا ہے تو غلام

ترا سمند سبکرو ہے اسقدر کہ نہین — بغیر خانۂ زین اوسکے خانۂ آرام

نہ پہونچے موج ہوا اُسکے لطف خوبی کو — سوار ہو کے جو ہانکے تو ابیبیا پاگام

حضور اُسکے کڑک برق کی بھر پانی — عنان اُچک سکا اُسے جب کرے تو گرم خرام

تنہا مین ہاتھی کے تیرے کہا تو ہی یہ سخن — کہ مارتا ہے وہ پہلو بچرخ نیلی فام

پر اپنی بات کی کرتا ہون آپ ہی تکذیب — خدا نکردہ جو یون ہو ہنٹ ہی کہنہ یہ بام

ہے عکس اُسکے کلاوہ کا کہکشان یہ فلک — نظر جو آوے ہے اہل جہان کو بعد از شام

رگڑ یہ رکھتی ہے زنجیر پا کہ چلتے وقت — دما پہاڑ مین ہو مور ہو نہ بے آرام

کرہ زمین کا طرح آسمان کے پھرتا ہے — پر اُسکی عظمت بھونا ہے نے رکھا ہی تھام

زمانہ کی ہے زبس دوستی تری منظور — یہ فکر قتل مین دشمن کے تیری ہی وہ مدام

کہ لیوے چھپ چوبی سے کار کفچہ مار — اگر تو خلق سے شربت کا دے عدو کو جام

نہ عدل و عمل کا تیرے صفت ہو کچھ مجھ سے — کہ عزت و شان تیری بڑھے مین خوش فرجام

سواے وصف کے تیرے مجھے نہ بھاوے کچھ — خدا ہمیشہ رکھے اُسکو باعز و اکرام

مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے — رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام

ترے مخالف مذہب جن کیسے ہی عابد — نہ سمجھیو کہ انھون کا بخیر ہو انجام

خدا کو اُنکی عبادت سے ہے یہی منظور — ثواب روز جزا اُنکا آوے تیرے کام

ہے اسقدر ترا آلودگی سے دامن پاک
کرین طواف حرم اسکو باندھکر احرام

یقین ہے یہ کہ وہ مہ کے تئین کہ نزد خدا
نہین جو دوست ترا ہے وہ دشمن اسلام

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ
ہے زہر مرگ حلال اسپہ شہد زیست حرام

ہمیشہ حق کی طرف سے وہ مورد لعنت
زبان خلق سے دائم ہے مورد دشنام

عروس دولت دنیا نے کا ہے سرا اپنا
کیا ہے تجھپہ بہ عاشق باشتیاق تمام

اگر ہزار طلاق اوسکو دیوے تو لیکن
نجاوے گی ترے در سے یہ تا بروز قیام

غرض کہ اسلیے تیری یہ مین نہین کی مدح
کہ چاہون تجھسے مین اسکے صلے مین درہم و دام

عوض مین اسکے صلہ کے کرو نہین تجھسے عرض
قبول ہو جو مرا حرف اے ذوی الاکرام

مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنے دے جاگہ
کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن سودا
ادب سے دور ہے خدمتمین تیرے طول کلام

الٰہی باغ جہانمین ہو جب تلک مانا
شبیہ غنچہ صراحی سے شکل گل سے جام

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق
سواد سن کے وہ پھر آیا ہے بسکہ تھا مشتاق

وہ پوچھتا ہے کیا تو نے کہہ تو کیا حاصل
باتفاق جنون کر کے یار تجھسے نفاق

یہی نہ تجکو ملا نفع اسکی صحبت سے
کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیر کہنہ رواق

مگر ثنا مین جنون کی دو شعر لکھ لکھکر
برنگ نامہ کے اپنے سیہ کیے اوراق

ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نے دنیا
ہو آبروے زمین کو تو شہرۂ آفاق

اسی ہی وضع سے پیدا جو تونے کی شاید
کیا ہے مادر گیتی نے سب مین تجکو طلاق

جواب دے ہے یہ سودا کہ وضع پر میری
سخن ترے کا نہین ہے کسو طرح مصداق

جو کچھ کہ دولت دنیا تھی میرے حصے کی
ازل سے منشی دہر اوسپہ لکھ گیا ہے طلاق

مین از قبیل جدا بہر ہون یا زیر فلک
ولیک سختی طالع مری ہے سنگ سماق

کرون ہون کشت مین جس گلزمین پہ تخم امید
تو چرخ نیلوفری کو بھی سبز کرنا شاق

کہا یہ سنکے اسی پیر عقل نے اے یار
اگر زمانہ نیکو اسطرح سے ہی تجھسے نفاق

دلون کے درد کا سامع حسن رضا خان ہے
جہانمین اہل جہان جسکے مورد اشفاق

چنانچہ کرتا ہے تعلیم پیر عقل یہ عرض
زبان پر ہے مرے سن لیگا نہ آفاق

دیا ہے قوت اعضا نے دلکو میرے جواب
سبب ضعیفی کے طاقت ہوئی ہے میری طاق

سپہ گری مین تو گذرا شباب کا عالم
نہین وہ عمر کہ اب آؤن مین بکار سیاق

جو باندھون اسپہ کمر اب تو بندھے اسطرح
کہ جون کمان کا قبضہ بندھے مقابل فاق

جو دست و پا مین نہ سکے رہی ذرا طاقت
لیا مین فن سخن کھول کر کمر سے یراق

سواب مین تیغ زبانسے لڑون ہو بخت کر ساتھ
ہون فتحیاب مدد کی جو ہوے تیری فاق

سلامتی مین تو اپنے روانہ رکھ محبوب
ذلیل و خوار رہون مین بچشم اہل نفاق

پھر اگر و نہین لیے مشت استخوان اپنے
میانہ مین پئے عمال زیر کہنہ رواق

سواب تو اس سے بھی نوبت گذر گئی ہے مگر
گلے مین کرتہ بپا کفش ہاتھ مین ہو چماق

سپرد تجکو ہے سر رشتہ سب کی حرمت کا
کیا ہے اتنی وہ مخلوق کا ہے جو خلاق

سو طالب اتنے مین حرمت کا اب نہین جس سے
کرون معاش بسر اپنا مین بہ طمطراق

عوض مین دے مجھے اس نقد کے تو ایسا گانون
بسر ہو عمر مری جس سے زیر کہنہ رواق

نہ ایسا گانون کہ جس سے بروے دسترخوان
ہزار طرح کی نعمت ہو نان خشک رقاق

نہ شکل نور علیخان ہون کھا کے مین فربہ
نہ سوکھکر ہون طرح میرزا رفیع کے قاق

نبات و دال مین سازش کر ایک گوشے مین
مدام مدح مین تیری لکھا کرون اوراق

دعا پہ ختم کرے ہے یہ عرض منظوم
ہے اس زمانہ مین سودا جو فن شعر مین طاق

ترا قیام حکومت رہے قیامت تک
مطیع خلق کو تیرا سدا رکھے خلاق

کرور عید کی شادی نصیب ہو تیرے
ہمیشہ نذر تری دیوین ساکن آفاق

بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت و عیش
عدو ترا ہو زمانے کا مورد شلاق

قصیدہ در مدح نواب سیف الدولہ احمد علیخان بہادر پسر سید صلابت خان

برج حمل مین بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم
پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار

مرکب جو شاخسار کے ہین اُنپہ اب شتاب
پہونچین سوار ہوکے جوانان برگ و بار

ہین بخشی دو وزیر جو مریخ و ماہتاب
انکو یہ امر ہے کہ امیدواران نامدار

منھ کھولدو خزائن گل اشرفی کے تم
پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار

چہرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اب کرو
تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بیشمار

کردو یہ حکم پیر فلک کو کہ اے دبیر
ہووے محررونکا تغافل اگر شعار

اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین
ادنے کہین برائے تعید یہ بار بار

گلگون لالہ گر کہین بیداغ رہگیا
چھیرین سے گے بیٹ ہر متصدی کا غنچہ دار

لینا ہے کام مجکو جوانان باغ سے
بھربھر سپر گلون کے تئین دو زرعیار

ابلاغ خانساماں کو ہووے اس امر کا
تا یہ کہے بلا کے وہ اپنے بھی پیشکار

معمول سے زیادہ مقید ہون انکی سال
جسطرح چاہیے کرین اس فوج کا سنگار

پس اہلکار لالۂ خودرو سے یہ کہین
رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار

دگلے ہزار رنگ کے پہنادین ابر کو
موج ہوا تلک ہو زرہ پوش انکی بار

تقسیم کردین فرقۂ غنچون مین جلتہین
دین ودسپے رسالۂ گل ہو امیدوار

کہدین کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ
چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار

باروتوگولی پیر مغان میکدہ کے بیچ
رکھین نہ اب سوائے کمر کیسۂ بہار

بندوقین بدلے شیشونکے بھربھر کے نیچے
آکر شتاب صحن چمن مین کرین گذار

جلتے ہین نے نواز جہان بیچ اب کرین
پیشہ وہ کرناے بجانے کا اختیار

باور اگر نہین تو اسے آن دیکھ لو
پایا ہے امر مطلع ترنے یہ اشتہار

ترکش لگا کے دینے کو نصیحۂ بہار
گلگون پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار

لازم ہے تجکو پیکے شراب طرب کا جام
گرمرد ہے تو سیر گلستان کر ابکی بار

یک گلزمین نہین کہ جہان آب تیر سے
کرتا نہووے کھینچ کے شمشیر آبدار

غصے سے بگید گر کے مرتے ہین یہ کہ موج
گرداب ڈھال وکے ہو مارے ہے جب شکار

بن خود ایکدم نہین رہتا سر حباب
ڈالے رہے ہے منھ پہ جھلم سنگ آبشار

اندام جوئبار پہ اب عکس تاک سے
بکتر سجا ہی دیکھون ہون کیا لیل کیا نہار

جاتا ہے نیستان کے جو روئیدگی پہ وہم
ہوتا ہے اس یقین کا دلمین وہین گذار

نکلین ہین باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد
لیکر پھریرے باتون کے سر پہ سنے طرار

رنگ ہی بہر مشق اوڑایا کرے ہے برق
گولے ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار

آواز توپ در ہکلہ و رعد روز و شب
کرتے ہین یہ سپہر سے جا سطرف گذار

گر بار چہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے
گنبال کی طرح سے چنگھاڑے ہی بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ صدا
سنکر زمین سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار

آسودگان خواب عدم بھی ہی عنقریب
اٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار

کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ
یارب یہ ابکی سال قیامت ہی یا بہار

طاؤس نام وہ جو ہین اس فوج کے نقیب
کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

باہم سے دستہ دستہ جدے ہو کھڑے رہو
جلدی سے باندھکر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند
تا وقت کار دامن گل سے نہ اُلجھے خار

صدبرگ و جعفری و گل اشرفی نے اب
کیسر سے بانی کر کے یہ باہم کیا قرار

سنکر صف قشون خزان آئے جھگڑی
ہو کر او تارے کیجیے میدان مین کارزار

استاد ہے جہان علف سبز خاک پر
پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہے دھار

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے اور سیل
خنجر ہے اور تیغ ہے دشنہ ہی اور کٹار

ہر آن مین ترانۂ بلبل کے واسطے
ہے اندنون یہ شعر تجلی کا ردبکار

از سایہ ہاے بید مولہ ہر طرف
دار و زمین کمان سیہ توز در کنار

ترک صبا کہے ہے مرا تیر بازگشت
ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر سے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
مانگے ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد سرو
قمری ہر ایک کہتی ہے یون نعرہ ملد مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان
لڑیو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

نرگس کو باوجود ہے بیماری شدید
بستر چمن مین آن کے وہ ناتوان زار

للکارتی ہے یہ کہ وہ بہیان ہو جو کوئی
ٹالے تو بارے آن کے میرے عصا کا وار

کمرکھ کے ہر درخت سے یون سنگترہ کا نخل
کہتا ہے گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہے تیری بار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے
گولون کے ہر درخت کو غصہ نے انڈلا
دلمین غرض ہر ایک کے مین کیا بیان کرون
نکلین بجاے دانہ شرر کچھ عجب نہین
القصہ آج پیک صبا سے مین صبحدم
قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس لیے
ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا
یہ سنکے دیکھ دیکھ مرے منھ کو یون کہا
دین نبی مین ہے تو ابھی باندھکر کمر
اب جرم کو خزا کی جو پوچھے تو پیش خلق
تک چشم منصفی سے تو اعمال اسکے دیکھ
نانا کو جسکے پوچھو تو راکب براق کا
بدخواہ دولت ایسی کا ہووے جو کوئی شخص
آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہے زر خرید
ایسا یہ خاندان ہے کہ تہ پشت سے فلک
رکھے جہان کے داغ غلامی جبین ماہ
اثبات تجھپہ جرم نہین اسکا اتبلک
یکبار لعن مگر کرے طوطی یزید پر
لیکن یہ دیکھیو کوئی دنکو بضرب کفش
سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا
کہنے لگا کہ مجھسے تعجب ہے یہ سخن
یہ رمز اب تلک نہین سمجھا ہزار حیف
یعنے وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ
جب مین سنا زبان صبا سے یہ نام پاک
دیوے نہ تیرے نام سے گلشن مین گر بہار

لٹتون کا سر مین توڑنے لگا پتھر ہی بار بار
کچھ آگ سی لگا دی ہے کیجو تم اعتبار
پایا ہے آتش غضب دکین نے یہ قرار
دیجے اگر انار کو غنچہ مین سے فشار
پوچھا کہ سن تو کس لیے خاور کا تاجدار
کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بے شمار
ہان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار
سنتا ہے اے عزیز تو کافر کا دیندار
گلدستہ کی طرح ہے تو ہوجا شریک کار
بعد از یزید کے ہے خزان ہی گناہگار
کسکے لیے وہ گلشن دولت ہوا ہے دوچار
دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار
اسپر نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار
پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار
کرتا ہے جس جگہ کی غلامی کا افتخار
ماہی سے کے دلمین جسکی اطاعت کا خار خار
اپنی تو اعتقاد ہے اتنی گناہگار
بے اختیار ہو کے کرے اسپہ صد ہزار
گلشن سے اسکو کھینچ نکالے ہین کرکے خوار
ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار
اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار
ہے یہ وہ جسکے خوان کرم کا تو ریزہ خوار
کرتی رہی سدا سر اعدا پہ کارزار
دو ہین پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار
پھولون کو آب و رنگ کا لینا ہو ناگوار

تیری سخا کے یاد سوا خاک پر نہال
تبلا دے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار

ناخن بغیر غنچون کے گانٹھین نہ کھل سکین
تیری سخا جو باد سحر کی نہو دے یار

میخانۂ جہا نمین کرم سے ترے نہین
کوئی شکستہ حال بجز تو بہ و خمار

برساترا سحاب کرم یان تئین کہ اب
ہوتا ہے رنگ آتش یاقوت آبدار

جو کچھ کہا ہین اسکو خوشامد نہ بوجھیو
یان ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار

وا وا ترے کا دست کرم کیا بیان کرون
سائل کو نان و حلوے کی اذ ٹھونکی دی قطار

رکھیو اب آگے مطلع تازہ پہ گوش جان
خورشید کی ثنا کوئی کرتا ہے ذرہ وار

مطلع

موج گہر سپہر سے اودھر کرے گذار
گر اپنے ابر فیض سے اتنا کہے بیار

اور اُسکے پوچھتے ہو شجاعت یہ سن رکھو
اژدر کی چیرے جبڑے کہ جب تھا یہ شیر خوار

یکدم جو اُسکی تیغ کی برش ز راہ سہو
دلمین اگر خیال کرے اپنے کوہسار

اجزا منجمد ہین جمادات کے یہ سب
پا جا دین جون حواس جہان ملین انتشار

جس تو دے پر کہ تیر قضا کار گر نہو
تھا کے کو اپنے اسمین سے پھوڑے پہ وہ دو وار

تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت سے یان تلک
تا وحش طیر نے کی سلح پوشی اختیار

دراج کونسا ہے کہ پہنے نہین ذرہ
ہر ایک کرگدن کے بدن پر سپر ہین چار

ارجن سکے کمان کو تری دیکھ بھیم سے
انپے تئین تو کھینچتا ہے اُنکا سخت کار

جس سمت رخ کرینگے تو میدان ہی وسیع
گر زندگی عزیز ہے بھیّا تو کر فرار

رومین تن اسکے آگے بس و پیش ہن کھڑے
لے شرق تا بغرب اگر باندھ کر قطار

سوفار تیر بولی کہ سینہ پہ انگلی سے
پیکان کو رکھکے جاؤ نمین پھلکے کی پشت پار

دلمین مرے یقین ہے کہ میدانمین جس گھڑی
للکارے تو ملون کے تئین کھینچ کر کٹار

گوبر کرے اس آئین رستم کا گاؤ سر
بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار

مرمٹنے کا جو بہمن و برز دو غا کے روز
ہو جائین تیرے سامنے آپسمین کر قرار

تپلا زیادہ پانی سے ہو کر ترے حضور
ڈالے ہر ایک اپنی سپر کو حباب وار

ہو جسم سے علیحدہ پاوے سر
نیزے پہ تیرے گر چمن رزم مین قرار

قمری ہر ایک بول اٹھی یون کہ ابکی سال
لایا ہے کسکے یمن قدم سے یہ سرو بار

یون ہر عدو کے سینے مین اسکو پروے تو
جون سیخ مین کباب کے تیغ بکو بادہ خوار

وصف سپر تو کیا کرون اسکا ہر ایک پھول
ہو جاوے روز رزم عدو کے گلے کا ہار

گلگون ترے کی وصف مین کیا کیا بیان کرون
گرد اسکے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصر مین کرے ہے وہ اسطرح شوخیان
تڑپے ہے جیون نسیم چمن مین ہو بیقرار

رانو نمین یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم سے تا آکر نہ زینہار

مشرق کی سرزمین سے مغرب کی سمت کو
اس برق وش کو پھینکدے گر ہو کے تو سوار

اس عرصے مین پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پاوے
گر پھینکنے مین نعل سے اسکی جھڑے شرار

پر ہونمین پیتر ذنکا عدو کے ترے غلام
پیدا انکے روزن تنسے جو ہو جاتے وہ دوچار

ڈپٹے اسے تو اسپہ تو جاتا وہ یون رہے
اوڑ جائے باد تند کے آگے سے جون غبار

رتبہ کی تیرے جاہ کی مین کیا بیان کرون
جسکے تئین نہ وہم فلک کر سکے حصار

ہوتا نہ رنگ اطلس گردون جو ماتمی
خیمہ کے استر و نکو ترے تھا یہ جامہ وار

شہتیر کہکشان کے تئین بھی براے چوب
دو کرتے چیر کر تو نہ بنتی وہ استوار

تھے مہر و مہ بھی خوب ہی کچھ بادریسہ کو
پر مندرس ہین برسون کے اتنے کہ بیشمار

لیکر مگر خطوط شعاعی کو اسمین سے
بٹوائیے طنابین سو کتنا یہ پود و تار

سرکار عالم فلکی مین تو کچھ نہین
میخون کیواسطے ہین زمین پر یہ کوہسار

قالی کا اسکے فرش کا اتنا ہو عرض و طول
صد فصل گل نہو سکین جسکے منقشہ دار

جتنا ہے سطح روے زمین اسپہ گر اسے
جس فصل مین بچھاؤ تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم رکھے اسپر براے جشن
کھلجاے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہوویگا بھی یون ہی تو خاطر کو جمع رکھ
صدقے سے پنجتن کے تا ائید کردگار

سودا کرے ہے عرض کہ تیرے خزانہ سے
بھر بھر سپر ہی لینا ہے مجکو زر عیار

بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلا
اسکے تئین خطاب ہو رزمیۂ بہار

کیسے مین دو ستون کے ترے شکل ماہ و مہر
ہو سیم و زر ہر آن مین کیا لیل کیا نہار

ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدو
مفلس ہون کچھ دلا مجھے تو اب نامدار

ایضًا در مدح سیف الدولہ احمد علی خان بہادر

ہجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تبنگ
بادر نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ

فرزند کی رکھے نہ یہ دلمین پدر کی مہر
ہے درپئے شکست سدا آئینہ کے سنگ

کردے بسان شیشۂ ساعت عجب نہین
اک پل مین تل کے ماٹی کو اوپر جو ہیہ کوڈھنگ

آمادہ مہر کین پہ سدا اُسکے دل کی لہر
ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ

قطرے سے کرتے دانۂ گوہر اُسے ہے دیر
یا برق کو ہی پہونچے ہے خرمن پہ کچھ درنگ

ٹک دیکھ چشم دل سے تو اسکے یہ کرو ٹین
ہر اک مین شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ

شاکی تو ہون زمانہ سے ہر چند پر مجھے
اہل جہانکے بخل و حسد نے کیا ہے تنگ

سمجھین اسے نگین سلیمان یہ تنگ چشم
دیکھے کسیکا ہاتھ گر آپس مین زیر سنگ

اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور
منہ پر جو ہو چراغ کے تو جل مرے پتنگ

مہر و وفا سے دلکو ہے انکے ہمیشہ عار
نت چشم سے اُنھون کے مروت رکھے نہنگ

احسان کوئی کسیکا جہا نمین تمام عمر
دیکھا کبھو نہ خواب مین جون مخمل فرنگ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر
نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ

ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو اک خلف
کھاجاتی زہر مادر ایام آکے تنگ

یعنے وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا
پاوے کوئی نہ لطف و کرم کا کسیمین ڈھنگ

ہمت کی عظم و شان کو جسکے دُر یتیم
تعداد موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ

تواب مدح حاضر و غائب اگر تری
بولے نہ جز زبان ہی وہ گویا دہن مین سنگ

بیضے سے اُسکے نسل کے نکلا کرے ہما
تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر کلنگ

جس دشت کیطرف ہو تری یک نگاہ مہر
اے بوستان چشم مروت کے آب و رنگ

پائے غزالہ دام مین دان بند ہو اگر
ناخن سے اپنے کھولدے جا کر گرہ پلنگ

حکم صلاح سے ترے اے صالح زمان
عرصہ اب اسقدر منہیات پر ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جسوقت دیکھیے تو ہے خمکو بنکے شیشے بنگ

سید مین کیا بیان کرون تیری کمانکا زہ
سینہ عدو کا توڑ کے نکلے ہے جب خدنگ

بیٹھے زمین پر تو اُسے پھر نپائیے
گر سو کروڑ کوس تلک کھودیے سرنگ

خلقت کا بر و بحر کی ہیبت سے ہو یہ حال
شمشیر گر علم کرے اپنی تو روزِ جنگ

ملنگے پناہ پشہ سے اُس آن فیل مست
بہ جائے آب ہو کے وہین زہرۂ نہنگ

رہنے نہ دے صفائے برش اُسکی تیغ کی
باقی کسو ہی طرح سے ضارب کے دلمین ننگ

گر پشت آسمان پہ وہ آئے تو بہر حکم
ہو خرق و التیام فلک دیکھکر کے دنگ

ہے دلکو یہ یقین کہ ہنگام کارزار
روئین تنونکی صف پہ اگر ڈانٹ کر ترنگ

مارے تو جسکے خود پرا وسکو تو کیا عجب
ٹھہرے نہ قاش زین مین اور کاٹ کے تنگ

لیتی ہوئی زمین کو تحت الثرا تلک
چھوڑے نہ کچھ جو منھ پہ چڑھے کوہ خواہنگ

تصویر کھینچنے کی تئین رخش کے ترے
دلمین ہوا آوے گر کسی نقاش کی اُمنگ

گذری تمام عمر اسی سوچ مین اوسے
سبزہ سمند یوز بناؤن مین یا سرنگ

آخر قلم کو ہاتھ سے رکھ دیکے یہ کہے
کس سے بجز خدا نبندھے صورت ہوا کا رنگ

افواج قاہرہ کا ترے کیا بیان کرون
لرزے صدائے پاشنہ سے جسکے روم و زنگ

خنادیکی نقل سمجھے ہین جنکی دلاوری
ہنگام کارزار صدا گونہ و تفنگ

اتنے وہ جان نثار ہین تیرے کہ تجھ طرف
آسیب کیا مجال کرے منھ جو روز جنگ

ہو جاے کوٹ گرد ترے گر وہ بیٹھ جاے
صف باندھکر کھڑے ہون تو ہو قلعہ کے النگ

اتنا ہر ایک مین ہے ترے پرورش کا زور
لپکے کسی پر اونمین اگر بستر یا پلنگ

ہوجاوے ایک مشت سے اسکے زمین پہ فرش
جون شیر قالی پھر نہ رہے طاقت شلنگ

پس جو کوئی کہ تجھسا ہوا اسکی ثنا و مدح
چاہون کہ مین تمام کرون مجھ مین ہی یہ ڈھنگ

اوراق آسمان پہ کبھو لکھیے تیرے وصف
ہے دلکو یہ یقین کہ ہو لفظونکی جاے تنگ

لیکن قسم ہے خاک قدم کی ترے اگر
اس گفتگو سے دلمین ہے سودا کی یہ امنگ

دنیا رسرخ لیجیے یا درہشم سفید
یا خلعت و جواہر و یا فیل و یا ترنگ

شائستہ ہے تو اتنا ہے اُسکا کہ کام مین
کہیے نہ یون تجھے تو ہو شہد زبان شرنگ

شہباز بخت کے ترے اپنے تئین سدا
دیکھے ہمائے اوج سعادت میان جنگ

قصیدہ در مدح نواب احمد علیخان سیف الدولہ سپہ سید صلابت خان بہادر

ہے سخن سنج اک جوان متین
فخر صائب جو وہ کرے تحسین

رات جاکر مین اوسکی خدمت مین
اُسے دیکھا تو تھا بہت غمگین

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ
خبث کرنا کسو کا خوب نہین

نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا
نہ کچھ اس سے برآوے مطلب دین

لیکن اے یار تجھسے کہتا ہون
نکلے گو مجھپہ سب کرین نفرین

داغ ہون ان سے اب زمانے مین
بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین

یعنی سودا و میر و قائم و درد
لے ہدایت سے تا کلیم و حزین

کیا غرور و دماغ کیا نخوت
کونسا کبر ہے جو اونمین نہین

مثل شیرازۂ کتاب اللہ
سمجھے ہر ایک اپنی چین جبین

ننگ جانین جو بزم کا اونکے
بوعلی ہو صف نعال نشین

بعد صد منت و سماجت کے
جاوین گر یہ مشاعرے مین کہین

میر مجلس کی تاب و طاقت کیا
کرسکے تکلیف شعرا ونکے تئین

شعر اپنا پڑھین جو اُنکے حضور
کرکے سرگوشی یکدگر دو ہین

ایک کہتا ہے یہ توارد ہے
دوسرا بولے اوف ری تمکین

خلق کو انتظار کش کرکے
یکدو مصرع پڑھین جو آپ کہین

درد کس کس طرح ملاتے ہین
کرکے آواز منحنی و حزین

اور جو احمق اُنکے سامع ہین
دمبدم اُنکو یون کرین تحسین

جیسے سبحان من یرانی پر
لڑکے مکتب کے کہتے ہین آمین

کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین
فخر کس چیز کا ہے اُنکے تئین

شعر و تقطیع اُنکے دیوان کی
جمع ہووے تو جیسے نقش نگین

اسمین بھی دیکھیے تو آخر کار — یا تو وارد ہوا ہے یا تضمین
اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہین — ہیچ در کون آسمان و زمین
غرض اس خبث کے تئین سنکر — ہو کے بے اختیار بولے وہین
کہا سودا کو ان بزرگون نے — مت گنو اُسکا ہے یہ کب آئین
اور جو ہو وے بھی تو لائق ہے — فخر کرنا پچھے ہے اُسکے تئین
ہے وہ مداح ایک ایسے کا — مسند جاہ جسکی عرش قرین
یعنے نواب **سیف دولہ** سا — جسکی شمشیر و فرق دشمن دین
رفعت جود و دست سے جسکے — دامن خلق کا ہے یہ آئین
پنجۂ آفتاب سے جس طرح — بہرہ ور ہو ہمیشہ روے زمین
گلشن و سپہر مین چہار طرف — ایک مفلس جو ڈھونڈھیے تو نہین
غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا — اُسکی بخشش نے مشت زر کی تئین
ہوٹک اے خامہ باریاب حضور — مدح غائب سے کسکو ہو تسکین
اس چمن مین غرض ترا محتاج — ہے تونگر سے لیکے تا مسکین
لالہ سان گرہے پیالہ میرے ہاتھ — کف نرگس پہ کافسر زرین
دست و پا اپنے گم کرے ہے عدو — یاد کر تیرے تیغ و خنجر کین
پوچھتا ہے ہر ایک سے سچ کہہ — سر مرا تنپر یونہین ہے کہ نہین
فکر مین قہر کے ترے ہر شب — حالت نزع سے زبس ہو قرین
نیند او سکو نہ آوے تا نہ پڑھین — جاسے افسانہ سورۂ یسین
تیرے شبرنگ کا کرون کیا وصف — تو ہے جسکا چراغ خانۂ زین
جون پتنگ اُسپہ تجھکو دیکھ سوار — جلکے جسمنت ہو عدوے لعین
غرض اس گفتگو سے اے نواب — نہین ہے اسپ و خلعت سنگین
کیا کرونگا مین تو سلامت رہ — تیرے دروازہ کا ہون خاک نشین
خوان نعمت سے تیرے مجکو سدا — صبح شیرین ملے ہے شب نمکین
سنگ کچھ آستان کا بعد از بوس — خواب کرنے کو ہے مجھے بالین
جامہ پہنے ہون جسکے دامن کو — ذرہ آلودگی کہین سے نہین

تو ہی اب دل مین اپنے کر انصاف — کمی کس چیز کی ہے میرے تئین
یا کچھ اظہار شاعری تجھ پاس — سو تو لازم کسی ہی طرح نہین
متصل تجھ زبان پہ ہے جاری — خوبی لفظ و معنی رنگین
اس سوا کچھ نہین مجھے منظور — ذکر تیرے سے ہو زبان شیرین
جز دعائیہ اس قصیدے سے — نہین کچھ مطلب اور اپنے تئین
ہر زبردست زیر دست ترا — رہے جب تک ہے آسمان و زمین
تا قبول دعا ہو سودا کی — تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح نواب بسنت خان خواجہ سرا محمد شاہی

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو — بولا نصیب تیری سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین — ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا — مصرف کے بیچ تیری شایے بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیری — مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ — جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
گر ملک چاہتا ہو تو تخت بیچ تیری — ہندوستان سے لیکر اور تا با صفہان ہو
آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہو تیرے — قبضے مین لے زمین سے اور تا با آسمان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ — کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلان ہو
یہ تو بُرے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو — کیسہ سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی — رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو
عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جنکے — اہل کمال آگے دنیا مین عز و شان ہو
نام انکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے — وہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو
ملکون کے سر زمین سے حاصل یہی ہے آخر — دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے — بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجکو سب مبارک — مین اور میرے سر پہ میر بسنت خان ہو

دیکھے ہے جسکا جلوہ پاکیزہ طینتون کی
آنکھون کو امن ہووے جی کے تئین امان ہو

جو مرتبہ جہان مین ہی بے نیازیون کا
سمجھے ہو وہ کوئی جو اسکا مزا جدان ہو

یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جسکا
اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو

مطلع

بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو
پھولونکی بو سے گاہے گلشن مین سرگران ہو

لاکھون دے جس جگہ مین وہ گرگ کو حریرے
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو

جسقدر مرتبہ مین ہو بیدماغی اسکی
پروا ز اغنیا کی قدرت کہان کہ دان ہو

رخصت نہ دیوے خاطر یان گوشۂ نگہ کو
عالم کا گو کہ اسمین بربادخانمان ہو

گر معدلت سے آوے وہ گلشن جہان مین
آنکھو نمین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو

مشت حباب جو سے مرغ ہوا نچھوٹے
شبنم کے دانو نمین سے دانہ کا گر زیان ہو

جب ناتوان کی اسکو منظور پرورش ہو
مور او سکے سایہ نیچے آوے تو پہلوان ہو

خورشید لسکے خو کا ذرہ جو ہو معاتب
ہیبت سے دن بدن وہ جون ماہ ناتوان ہو

میدان مین جب کھڑا ہو استادسے وہ اپنے
حلقہ بگوش اسکے ہر چند وان کمان ہو

بندہ ہون لیک اسکے مین تیر کے وفا کا
بیٹھے ہے خاک خونمین اس سے جدا جہان ہو

جوہر کا کیا تباؤن شمشیر کا مین اسکے
جسکی برش سے اس سے دانا کو امتحان ہو

کرتا ہون ذکر جس سے اسکا وہ یون کہی ہی
چپ رہ کیسکے جیکو یہ نہین کہین امان ہو

سنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملین سگے اس سے
یا سود دل ہوا سمین یا جان کا زیان ہو

یہ حرف اسکے منہ سے نکلا تو سنکے سودا
کہنے لگا غلط ہے اسے یار یہ کہان ہو

گر دل مین گاہ جسمین گہ چشم مین بسی ہے
ملنا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو

ہو وے بھی گر معین اسکا مکان تو کسکے
وان پہونچنے کا نادان دل کے تئین گمان ہو

مجلس کے داب سے وان یہ ودر ہے کہ وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعدان ہو

طاقت ہو یہ کہ باہم حضار ہون مخاطب
جون غنچہ گو دہن مین ہر اک کے سو زبان ہو

ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اسکے
مطلع اگر پڑھون یہ دل اسکا شادمان ہو

مطلع

صحن چمن مین گلگون گر تیرے زیر ران ہو — ہر گل پیادہ ہو کر وان طرفوا لگنان ہو
ٹک چھیڑیے روش پر اسکو تو آب جو تک — جس جسطرف وہ پھینکے اُس اسطرف رُوان ہو
انداز چھیڑنے کا یہ کچھ ہے جو کہا مین — ٹک وہم ڈالٹنے کا دل کے جو درمیان ہو
اس سر عتون سے تڑپے تنگی ہے اسکے اوپر — عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتران ہو
کہتا ہی وہ جو دیکھے اُس پر سوار تجھکو — یارب ہمیشہ حکمین یہ اسپ و یہ جوان ہو
شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہون مین — چرخی بجا ہے اسکی گر چرخ آسمان ہو
ہے سر بلند اتنا یہ بھی عجب نہین ہے — آنکس یہ ماہ نو کے گردست پیلبان ہو
مستک پہ رنگ اُسکے جسطرح جلوہ گر ہے — گو سانجھ لاکھ پھولے یہ لطف پر کہان ہو
دانتون کے بیچ اُسکے ہی جسقدر بھسونڈا — وصف زخامت اسکا کیجے تو کیا بیان ہو
اس دانت سے تو ہم اس دانت تک جو گذرے — پہونچے نہ ایکدن مین تا شب درمیان ہو
ابر سیہ ٹپکتا آوے ہے جس طرح سے — مستی مین حسن اُسکے چلنے کا یون عیان ہو
اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہی کہ اوسکے — زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشان ہو
پائل نجھول سایہ کیا کیا کہون مین خوبی — اصلا کہین جو اوسمین شوخی ہو یا تکان ہو
گر ٹک بہ کر جو عادت چھیڑے تو یون چلے ہی — عاشق کی وصل کی شب جسطرح سے روان ہو
ہاتھی مین یہ چلاوا کب ہو سوا اوسکے — تشبیہ یاب جس سے رفتار خوش قران ہو
رکھے خدا جہان مین اسکو بہت وگرنہ — تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعران ہو
جسوقت تھان پر سے کھولے اُسے مہاوت — ہمت سے تیرے اسکو خطرہ یہ ہر زمان ہو
دیوینگے بخش مجکو ناحق کہین صلے مین — یارب حضور جاؤن تو وان نہ مدح خوان ہو
اور دیکھیے تو سچ ہے خطرہ یہ اُسکے دل کا — کسطرح سے کہو تو اسکو نہ یہ گمان ہو
ادنیٰ جو مرتبہ ہے ہمت ترے کا اوسکو — پہونچے نہ وہم حاتم جب تک نہ نردبان ہو
آب ہم سے تیرے گر بخشش گہر پر — یک قطرہ جوش مارے تو بحر بیکران ہو
خورشید دست سائل ہو جاوے آسمان پر — تیری علو ہمت جسوقت زرفشان ہو
لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز — منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

کس واسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے / جامہ ہو ایک بر مین کھانیکو نیم نان ہو
سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھپر / کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زبان ہو
اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی / مصرف جبہائین اُسکا تیرے قدم کے یان ہو
کب جا سکے ہے کوئی دروازے سے تیرے آگر / بیٹھے ہو جو تیرے در پر وہ سنگ آستان ہو
تا مہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان / یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان محمد شاہی

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو / کہتے تھے وہ دو جہان کی خوبی کی روبرو
دل چاہتا ہے یون کہ بنا کیجے ایک باغ / وہ گل زمین زیر فلک کرکے جستجو
فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو فخر / آب اُس جگہ کا آب خضر کی ہو آبرو
لاوے نہ اُس زمین کی درختونکی ایک شاخ / غیر از برامید خلائق ثمر کبھو
ہووے ازل سے تا بابد ہر چمن کے بیچ / سرسبز وانکی خاک سے صد تخم آرزو
مانا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل / جمعیت دل سے پڑے غنچہ ہو بہو
بینائی و مشام کو عیسیٰ کی تقویت / دیوے ہمیشہ وانکی گلستانکا رنگ و بو
مرغ اس چمن کے بیچ ہون ایسے غزلسرا / مطلع یہ جنکے حق مین سخن کی ہو آبرو

مطلع

بلبل ہو وانکی بلبل آمل سے دو بدو / طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو
یون منعکس صفائے عمارت مین ہو چمن / جو ایکرو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
آئینہ خانہ اُسمین ہو ایسا کہ ایک بیت / موزون نہ اس صفا سے گلستان مین ہو کبھو
ایسا ہو سطح کرسی پہ اُس گھر کے ایک حوض / کوثر ہو آب شرم سے وان جسکے روبرو
چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار / چین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو
پاکیزگی سے جاری ہو ایسی ہی ایک نہر / خوبی کا جسکے ذکر نکریکے بے وضو
جو بیچ ہر چمن کے روان یون ہو اسکا آب / جون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو

کنکر ہر ایک جو مین جھکو ونسے آب کے
شفاف یان تلک ہین کھاکھلکے شست و شو

جلوہ انھو نمین ہو جو رگ گل کے عکس کا
آوے نظر وہ جون رگ یاقوت ہو بہو

یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جسطرح،
کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

موسم جہار فصل کا اتنا بھار سکے
کیفیت بہار سے نرگس کے غنچہ کو

یون ہو کٹوری اوسمین کہ جون مغکے ہاتھ سے
مستی مین چھٹ کے جا رہے ساغر تہ سبو

پی پی شراب سرخ جوانان سبز فام
وان موسم بہار مین آدین جو سیر کو

باہم گلے مین ڈال کے باہین بزنگ تاک
مستی سے وہ چلین کج دواج ہر ایک سو

القصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا،
جو مدعا ہو باغ سے کراوسکی گفتگو

بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد
اوسمین بسنت خان بہادر رہا ادر تو

اس میکدہ مین فیض سے جسکے شکستہ حال
غیاز خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو

مطلب کو اسطرح سے وہ پہونچے بخلق کے
تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو درد کو

کیسے سے گر نکالے تھا حاتم گہر تو کیا
عالم کے دل کی اُس سے نکلتی ہو آرزو

دل مدح غائبانہ سے کیونکر کھلے مرا
تا اس غزل کو پڑھیے بجا اُس کے روبرو

غزل

طرہ کی تیرے نکہت سنبل مین دیکھے بو
پہونچے تھی ہمکو بادِ شمالی کبھو کبھو

پاتی بہت چمن مین ولے اپنی تشنگی
جا ہے کہ آب رفتہ ہو آوے لبوے جو

اپنا جنون نہ بادِ بہاری سے ہو برار
ہم آتشی مزاج وہ بسیار تند خو

جس دشت مین ہو اندنون سودا کی بود و باش
دیکھا جو مین تو ہے وہ عجب اک مقام ہو

اور اس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون،
نے طاقت شنود ہے نے تاب گفتگو

گذرا ہے سر سے پاؤن کے اُسکے ہر ایک خار
اور پاؤن سے گذر گیا اُسکا ہر ایک مو

ہمصحبتان بزم سے اُسکے اگر کوئی،
وان جا کے پوچھتا ہے کبھو اُسکے حال کو

مانند شیشۂ مے گلگون دہن کو کھول
جا ہے کہ کچھ کہے تو لہو کہے ہے وہ لہو

احوال تو یہ کچھ ہے جو مینے کیا بیان
اسمین جو اسکو جا آئین ہین کبھو

اوڑتا ہے جو چھیر و تر کہتا ہے اُس سے یہ
جاوے بسنت خان بہادر کنے جو تو

بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست
اے بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو

پر تو نہین کہ پہونچیے دو پانون ہین مگر
گوڑے رگڑ نیکی ہے سدا جنکو آرزو

جیسے ترے قدم سے جدا ہو کے رہ گئے
لے نے دین کی ہے تلاش نہ دنیا کی جستجو

مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا
کرتے پھرے ہین دشت مین ڈانلے ہر ایک سو

اب آرزو یہی ہے کہ آوے جو باد تند
جون شعلہ آگ اپنے تئین دین ز پشت و رو

تقصیر عفو کی ہے ترے یا مرا گناہ
انصاف یہ نہین مجھے مجرم جو سمجھے تو

تیرے کرم نے مجکو یہ آموز کر دیا
تھی ورنہ معصیت کی کب اس روسیہ کو خو

تیری ہی ذات سے متعلق ہے جرم و عفو
آنکھون مین دلمین چشم مین ہر جا ہے تو ہی تو

لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی مین عرض
کس طرح سے محیط سمندر رہے ہو سبو

مولا یہ سچ کہو نہین ہوئی مجھسے کیون خطا
مدت سے دل مین تھی مرے بخشش کی آرزو

اے دل تو بعد ختم غزل کر حضور مین
پاکیزگی سے اسکی طبیعت کی گفتگو

مطلع

ابر بہار باغ کو تا دوے یہ شست و شو
مقبول تجھ مشام کو ہووے نہ گل کی بو

پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہووے خلق
دھو دھو کرین خمیر جو آدم کی خاک کو

غنچہ رنگ کی ترے کوئی کیا کیا ثنا کرے
جسکا چراغ خانہ زین تا ابد ہو تو

اس باد پاکے وصف مین مطلع پڑھین ہم ایک
گر سر سری نہ سمجھے ہماری تو گفتگو

مطلع

شرمندہ ہو جمال مین حور اوسکے روبرو
جلدی مین وہ طبیعت محبوب تند خو

جوہر مین تیری تیغ کے کیا کیا بیان کرون
لکھتے ہین جسکو ہے وہ تہور کی آبرو

اکثر ہوا ہے یون سر اعدا کو کاٹ کر
میدان مین کارزار سے تینے لیا ہے گو

القصہ جب کسی کا سر عافیت کھائے
آوے ہے روز رزم وہی تیرے روبرو

دریا دل اسقدر ہے کہ جگ مین تمام خلق
بحر سخا کی سمجھے ہے تجکو ہی آبرو

حرف سوال پہونچنے پاوے نہ لب تلک / موج گہر پہونچتی ہین سائل کے تا گلو
یان شعر و شاعری سے ادا ہو نہ حق مدح / تن پر اگر زبان ہو بجاے ہر ایک مو
اس نظم سے غرض نہین مدح و ثنا ہمین / ہے تیرے ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو
سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن / لائق تری ثنا کے نہین ہے یہ گفتگو
تا زیر آسمان ہو زمانہ مین صبح و شام / اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو
روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش / بدخواہ کے نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در نصائح فن شعر و طعن بر شاعری و در مدح مہربان خان

جب کہے مورد تحسین ہین اکثر اشعار / کہا اوستاد نے مجھسے مرے سنکر اشعار
اے پسر چار نصائح ہین کرون ہون اونکو / کرکے تحویل دل اپنے تو کہا کر اشعار
ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور / کیا عجب ہے کہ اونکے جو برابر اشعار
اولاً یہ کہ مجالس مین زبان دانون کے / تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار
سخن ایسا نہو سرزد کہ دل اوسکا ہو دونیم / گو ہوا تیغ زبان کا ترا جوہر اشعار
دومی یہ جو تو چاہے کہ نہ مجھسا ہو کوئی / شعر سے میرے کسیکے نہون بر تر اشعار
شعر تحسین پہ بھی نادان کے نہ پڑھیو یکبار / پڑھیو دانا کی تو نفرین پہ مکرر اشعار
سومی گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین / تیرے دیوان مین دو دانین کے افسر اشعار
شعر اپنے تو نہ پڑھیو جز امید صلاح / ہوئین بالفرض ترے اونسے بھی بہتر اشعار
چار مین بال زدن اونکو نہ سمجھیو بہ فلک / مرغ معنی سے ترے پاوین جو شہپر اشعار
بوجھ کر اپنی ترقی کو تنزل تیری / عرش پر ہون تو سمجھ فرش کے اوپر اشعار
اس نصائح کی سند پھر ز کلام عرفی / لاگے وہ میرے لیے یہ ز جواہر اشعار
لگے فرمانے کہ اوستاد انھون کا سنکر / ویسے شعرون کو کہے تھا نہ کہا کر اشعار
مرتبہ شعر کا زنہار نہ سمجھے گا تو / فائدہ کیا جو کرے داخل دفتر اشعار
اسطرح کی جو سنی طعن و تعرض اون نے / اور کے نام سے اپنے پڑھے اکثر اشعار
آفرین آفرین ہر شعر پہ دیکر اوستاد / بولا یہ خوب پڑھے تونے سراسر اشعار

سنکے تحسین یہ عرفی نے کی اوستاد سی عرض ۔ میرے ہی گذرے تھے یہ میری زبان پر اشعار
طالب ھلکے نام اپنے سے تھا مورد نفرین ورنہ ۔ کسی دیوانے نہین نہین اسنسے تو بہتر اشعار
یہ سخن سنکے تامل سے دیا اسکو جواب ۔ یون جو سمجھے تو کہان شاعری کیدھر اشعار
ہم تو چاہا تھا کہ ہووین ترے آفاق کے بیچ ۔ نور معنے مین یہ از خسرو خاور اشعار
پہ ہوئی جلتی کہ ہونی تھی ترقی نہ کرین ۔ اب جو چاہو تو سر مو کے برابر اشعار
غرض اس نقل و نصائح سے مرا ہے یہ مآل ۔ نیک تو سب ہین ہون اور تجھسے نکوتر اشعار
بزم ارباب سخن مین جو کبھو حاضر ہو ۔ پڑھیو وان بیٹھ کے تو سب سے فروتر اشعار
یہ نہ ہووے کہ مسلح کئی اشجع لے ساتھ ۔ پھرے پڑھتا ہوا اس وضع سے گھر گھر اشعار
آتے ہی جیتم تو لے مونددہن کو دے کھول ۔ باد جون چلتی ہے پڑھتے چلے فر فر اشعار
اور بشرے سے یہ پیدا جو کرے حرف کے ی ۔ توڑتے ہین یار بشمشیر و بخنجر اشعار
دل مین لاحول ہے سامع کی زبان پر تحسین ۔ جی مین یون جلد اوٹھے یا نسے یہ پڑھکر اشعار
اہل مجلس تو دعا کرتے ہون چپ ہینکی ۔ صاحب خانہ جو ہو سنکے مکدر اشعار
بولے کیا آپ مین صنعت ہے کہ سبحان اللہ ۔ لب چپکتے نہین اسپر کہ ہین شکر اشعار
یہ کنایا نہ سمجھکر جو پڑھا سب دیوان ۔ آئے دو چار ہی فہمید مین مرمر اشعار
مطلب اس وضع سے پاتا نہین شاعر شہرت ۔ بلکہ اس سے تو ہون رسوائی پہ منجر اشعار
نطق کے باغ کا پھل نام نکلتا ہے سہی ۔ خاکسارون کو ہین یہ ہین ثمر و بر اشعار
عجز ہو تو ہی جہان پاوے سخن حسن قبول ۔ یون ہون نقش دل کہتر و مہتر اشعار
خزف دل کو کہا گو کہ صدف کا موتی ۔ کب مصنف کے کہے سے ہوئے گوہر اشعار
نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر ۔ گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار
بے اثر جسکے سخن ہوئین وہ شہرے کے لئے ۔ پڑھے گو ملک بملک اپنے مکرر اشعار
آوے جو فکر مین نکالے وہ کسیکے حق مین ۔ پر نہ نکلین کبھو جز دان کے باہر اشعار
حق کی امداد سے ہے مقبول سخن کا ہونا ۔ یون تو کہتے ہین سبھی بہتر و بدتر اشعار
آدمیت ہے بڑی شے نہ کہا شعر تو کیا ۔ کس پہ واجب ہے بارشاد پیمبر اشعار
شاعری سے نہ طلب کیجیے یہ فوقیت ۔ خلق کی نظرون مین کردین ہین جو جوہر اشعار
مہربان خان بہادر مین ہو کیا خوبی خلق ۔ جسکے ہین بحر معانی کے شناور اشعار

اس کمال اپنے پہ آگے وہ سخن سنجون کے
ڈرتے ڈرتے بزبان لائے ہے اکثر اشعار

یون کہے فہم کا غواص کہ دلمین اپنے
رکھے موتیکی جگہ اُسکے صدف بھر اشعار

کس زبان دان سے کہون اُسکی ہین تاثیر کلام
عاشقون کے ہین رگ جان کو نشتر اشعار

شیوۂ جور کرے ترک وہ ہین گر اُسکے
اُسنے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار

اُسکے دیوان کے خوبی ہین کہون کیا جسمین
دلکش اک خلق کی ہین صورت دلبر اشعار

کون خوش قد ہے نہین جسکی زبان و دل پر
اُسکے تو پہونچے ہین تا سرو صنوبر اشعار

کیا تعجب ہے زبانسے جو سنے طوطی کی،
پڑھتی ہے اُسکے تو بلبل چمن اندر اشعار

ہوکے مصروف دل و جانسے کہے ہین اُن نے
بسکہ در منقبت حیدر صفدر اشعار

نظم اُسکا رکھے ہے حکم دعاے جوشن
بہر حرز اُسکے پڑھین عازم لشکر اشعار

اُسکی ہمت نے کیا ایک جہانکو شاعر
کہتے ہین اب سب ہی لینے کے لیے زر اشعار

سیم و زر ہی پہ فقط کچھ نہین موقوف صلا
لینے کو لعل و گہر کہتے ہین گھر گھر اشعار

وصف شمشیر کیا چاہیے تو صورت نہ بندھی
ہوکے دو ٹوک کہے تا نہ سخن ور اشعار

جمع ہووے نہ کبھو یاد مین اُسکے دیوان
رہین تا حشر خیال اُسکے مین ابتر اشعار

اُسکے توسن کا چلاوا ہے یہ موزون جیسے
طبع شاعر کی چلی کہنے کو ہر پھر اشعار

شرق سے غرب تلک آکئین پہونچین بہ جہان
وصف مین اُسکے اگر پھینکدون کہکر اشعار

مثنوی در تعریف شکار کردن نواب آصف الدولہ بہادر

سر صفحہ پر آج یون صبحدم
لگا دست سودا مین کہنے قلم

جو اس عہد مین ہند کا ہے وزیر
بہمت جوان و بتدبیر پیر

بدہر آصف الدولہ جسکا ہی نام
سلیمان شکوہ و ذوی الاحتشام

جہان تولے وہ اپنی شمشیر کو
تو روباہ سمجھے ہے وہ شیر کو

کیا اون نے ناگہ بعزم شکار
قدم رنجہ اپنا سوے کوہسار

گیا اسطرح سے سوے صیدگاہ
بچا کر مگر صید کی وہ نگاہ

بجز زیر تیغ اُسکے پائے نہ اور
ہرن پاڑھے چیتل چکارے نے ٹھور

نہ تھا چارپائے کو ہرگز بچاؤ — گیا قصد جس دم سوے نیل گاؤ
نہ دیکھا جو گاؤ زمین نے پناہ — قدم نیچے لے اُس کے اپنی پناہ
اگرار نہ تھا دان دگر گردن — چھلین اوسکا کیا سر کے کو نیسے تن
پھر اُس دشت مین جتنے کچھ تھے درند — کمند اجل سے کیے پائے بند
جہان تک تھے روباہ و گرگ و شغال — شکاری سگ اُنکے جتونکے تھی کال
سنی جسطرف کو خبر شیر کی — پہونچنے مین ہرگز نہ وان دیر کی
جو کیسا ہی وہان شیر تھا منگرا — تو کھال اُسکی بھی کھینچکر بھُس بھرا
ہوئے شیر بیشون مین اتنے شکار — کہ باہر پڑے تھے ز حد بے شمار
کیا دشت و بیشہ جو شیرون سے پاک — پڑی شیر کے مارنے کی یہ دھاک
رکھا نام پھیر اون نے از خوف جان — کہ جس شخص کا نام تھا شیر خان
درندون سے جب صاف جنگل کیا — تو خیمے مین تشریف فرما ہوا
رہے دیکھ حیران صغیر و کبیر — جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالی کے شیر
زمین سے فلک تک جو پہونچا یہ ذکر — پڑی اپنی برج اسد کو بھی فکر
نہ تھا صید بری ہی پر عرصہ تنگ — نہ ماہی بچے بحر مین نہ نہنگ
گزندون کے حالات کیا مین کہون — کہے بن بھی پر کس طرح سے رہون
جدھر آب شمشیر اوسکا بہا — نہ اژدر بچا ہے نہ وان اژدہا
پچھوڑا ہوا جب چرندونسے سیر — پرندون مین لے قمری تا بٹیر
پرندہ نظر مین جوان پیر کے — نہ آیا ہوا مین بجز تیر کے
اگر دیو دد وان جو آیا نظر — پچھوڑا غرض صید ایسے بوجھکر
مگر وان سے جیتے کئی پیل لائے — سو حلقہ بگوش اسکے وہ ہو کے آئے
سبھی پیل ہر چند محبوب ہین — سواری کے خاطر بہت خوب ہین
پر اک پیل کا عین ایسا جمال — زبان وصف مین جسکے میری ہے لال
کبھو پیل ایسا بچشم جہان — نہ آیا نظر زیر نُہ آسمان
وہ ہے قد و قامت مین اتنا بلند — لگا کہنے دیکھ اسکو ہر ہوشمند
بدانست اپنے یہ ہاتھی نہین — ہوا دیکھ اسکو مجھے بالیقین

رہے جب نہ وان صید سو سو کردہ — تو زنجیر کر کھینچ لائے ہین کو وہ
نہین اسکی خوبی مین ذرہ قصور — خدا چشم بد سے رکھے اسکو دور
ترے سایے مین یہ جیے تا ابد — تجھے پرورش کی رہے تا سکے کد

مثنوی در تعریف دیوان و اشعار مہربانخان

صاحبا سیر کے ہین یہ ابیات — فکر عالی کی آپ کی کیا بات
یہ سفینہ ہے رشک ابر بہار — ہر ورق اس مین قطعۂ گلزار
اسکی ہوتی نہ گر چمن پہ نظر — شعر اس مین ہین گل سے رنگین تر
اسکے پٹھون پہ جلد کی یہ بہار — در باغ بہشت کے ہین کوار
صرف شیرازہ جو ہوا تیار — ہے رگ جان عاشقان زار
نہ کرے سیر اسکی دل کو اداس — منتشر ہون تو جمع کر دے حواس
نہین ایسا جو دیکھو ہفت اقلیم — دردمندون کی خاطر اور ندیم
دیکھے اسکو جو کوئی فرد افرد — تا دم مرگ کھینچے آہ سرد
ہے عبارت مین اسکی بسکہ صفا — آئنہ ہے عروس معنی کا
اسکے کیا کیا کرون مین وصف بیان — خط ہے خوبی مین بہ زخط بتان
نکتہ رس کی نظر مین ہے یہ محال — اسکے لفظون کو پہونچے اسکے خیال
اس سے ہے گوش کو بھی دلکو سود — معنی مین اس سے یہ کہین افزود
لعل سفتہ لب و دہن تیرا — در شہوار ہے سخن تیرا
تجھ دہن مین زبان سحر طراز — ناطقہ کی ہے تکیہ گاہ ناز
چاہیے یون کہ طوطی رضوان — ہو زبان پر ترے بلا گردان
تیرے خامہ کی کیا کہون مین صریر — بلبل باغ عشق کی ہے صفیر
شعر ناخن بدل ترا بہ جہان — زیادہ از بیت ابروے خوبان
درد ابیات کا ترے مضمون — جو ہے مصرع سو نالۂ موزون
ہر غزل ہے تری کمال سخن — تنک شوخی غزال سخن

پڑھے دنگل مین جب رباعی تو — جو کڑی بھول جاے شاعر کو
ہین جو مصرع ترے مخمّس کے — پنجہ زن جیب ناکس وکس کے
نہ بچا تجھ سے اے مرے شہباز — مرغ معنی آسمان پرواز
شعر کی بحر مین ترا استاد — کشتی ذہن کو ہے باد مراد
لیک خدمت مین تیری اتنی عرض — کرنی اس خیر خواہ کو ہے فرض
اسکو ہر طرح تو غنیمت جان — پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسی ہی رام ہون کسیکے ساتھ — پنچھی بھڑکے ہوے نہ آدین ہاتھ
یون تو صید آکے اے کرم گستر — دام الفت سے تیرے جاے کدھر
تجکو بخشی ہے خلق کی خوبی — حق نے ایسی کی بہ ز محبوبی
سن کے باہم تری وفاداری — نبھے ہے عمر و خضر مین یاری
دستگیری کا تیری دیکھ نباہ — ہو نہ مژگان سے طفل اشک تباہ
گر مروت سے تیری کچھ مذکور — کیجیے تو نہین یہ عقل سے دور
کردے تحلیل سنتے ہی وہ ذکر — شعلہ کو خس کی دوستی کا فکر
جز جو یہ تجھ مین ہے سخاوت کا — انتہا اسکی لے سکون مین کیا
وہ کوئی تجھسے عرض ہمت لے — جو ترے آگے دو جہان رکھدے
تجھ شجاعت پہ متفق ہے گروہ — تو سراپا جگر ہے صورت کوہ
رزم اور بزم مین علم ہے تو — صاحب سیف اور قلم ہے تو
صف اعدا مین یون ترا سر جنگ — جاے ہے بیٹھ جیسے تیر و تفنگ
لیکن اس نظم سے نہ سمجھیو تو — کچھ صلہ سے غرض ہے سودا کو
اس سے رکھتا ہے یہ دل مہجور — مہربان دوستی تری منظور
کر چکا مین دعا پہ ختم کلام — پہونچے رخصت کا میرے تجکو سلام
حشر تک زیر سایۂ نواب — رہیو جون آفتاب عالمتاب

مثنوی در تعریف چاہ مومن خان

رہ کے دنیا مین کیجیے وہ فکر — بعد کوئی کرے بخوبی ذکر

یہ لباس حیات فانی ہے / نقش بر آب زندگانی ہے

آگے کرتے تھے آدمی وہ کام / جسکے باعث رہے ہمیشہ نام

کرتے تعمیر سرا اہل کمنت و جاہ / یعنی وہ مہمانسرائے و مسجد و چاہ

اب نہ وہ دن ہین اور نہ وہ راتین / رہ گئین یادگار یہ باتین

وہ جو تھا کوئی شخص مومن خان / غور گر کیجئے تو اب ہے کہان

لیک وہ کر گیا ہے ایسا کام / کہ سدا باجتا ہے اُسکا نام

نزد اہل خرد کبھی نہ ہوا / جسکا نکلا ہے اسطرح کا کنوا

کیا کنوا ہے کہ جسکی سنکے ثنا / چھپکے آدے ہے دیکھنے دریا

نالے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین / شرم سے ڈبرے آب ہوتے ہین

جتنے روے زمین پہ ہین تالاب / ہو گیا ہے سبھونکا زہرہ آب

ڈگ ڈگا کر اگر کوئی ہووے / تا نہ اوڑھے لحاف کب جیوے

شور شورے کا اُدھڑ گیا یکبار / ہو گیا سرد برف کا بازار

برف والے جہان تلک ہین اب / گرد پیش اُس کنوئین کے آکر سب

کہتے ہین ہاے چاہ مومن خان / گھر ہمارے کو کر دیا ویران

کیا ستون کا خانمان آباد / تیرے ہاتھون نے اے کنوین فریاد

روز ہین کے تمام اب کووے / چپنی بھر پانی لیکے ڈوب موے

جن نے یکبار بھی پیا وہ آب / حشر تک زیر خاک ہے سیراب

مثنوی در مدح

کھدا تیرے خاتم پہ جب تیرا نام / سند اُس سے پانے لگے خاص و عام

ہوا ایک عالم کو کاغذ سے فیض / لگی جب سے ہونے تری مہر بیض

جہان خلائق کا ہو مہربان / کیا کام مہر اپنی سے تین روان

سراپا تو فیاض ہے اے جناب / نہین اپنی قسمت سے ہین کامیاب

زبونی مرے بخت کی اس مین ہے / وگرنہ تری مہر تو ہے وہ شے

نگین سلیمان کہ تابندہ بود　　ہمین اسم اعظم درو کندہ بود
بہت ان دونون نا توان ہی ہلال　　تفضل سے کر اپنے بدر کمال

قطعہ در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ

مدار کار دو عالم حصول ہر مامول　　مراد اہل دعا مدح سرورم مسئول
اساس طارم عالم عماد ملک مدام　　ملوک دہر ورا کردہ در کرم مجہول
امام عالم و کامل عدد ل حارس ملک　　سر آمد رؤسا سرور ملک معدل
کہ الحمد مدا حصا ہا علی الاد ہام　　ہو الدلائل للدہر علمہ مدلول
وہم مراحم اعطا سے او مراد سوال　　کہ داد شد اکرم دراہم محصول
دوا ر در د ممالک دراہمہ معلوم　　رسد عطا و کرم در مصحح و معلول
طعام او ہمہ کس را مراد دل دادہ　　کلام او ہمہ دم روح را دہد ماکول
مہ عطارد و مہر و سماک و ہم را مح　　وگر سہا و سما در مراد او محلول
سرور روح ہمہ در ولا او محصور　　و دو دوراہمہ سور و عدو را مسلول
حسام ساطع او مہر ساد ہر ہر دم　　ہلال معرکہ ہا کر در مح رامسلول
ہوا و حرص و ہوس ہر سر ارہا کردہ　　ورد و ورد مع الصوم مرد را معمول
دعار او کہ سہام دعا و روح ملک　　سداد او کہ صلاح محمدؐ مرسول

مخمس تضمین غزل حافظ در تعریف بادشاہ زمان

خسروا تجھ سا کوئی دوران بہم پہونچائے تو　　باب تخت سلطنت ایسا ہمین دکھلائے تو
تجھ در دولت پہ یون بولے سلیمان آئے تو　　اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو
زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو

دیکھ تجھ شاہ بلند اختر کو بولین نیک و بد　　آسمان جا ہا رہے تیری یہ شوکت تا ابد
ذات سے ہے تیری نورانی نسب کی حد　　آفتاب فتح را ہر دم طلوعی میدہد

از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائے تو

آسمان تک گر کوئی پہونچے زمین کے حسب | گر درہ تیرے کے آگے مرتبہ اسکا ہی پست
فیض کو تیرے قدم کر کسکا پہونچے فیض دست | گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم است

روشنائی بخش چشم اوست خاک پائے تو

مردمک ہر چشم تیرے کی مہوس خسروا | خاک کو جسکی نگہ کر دے طلائی کیمیا
اوج دولت کو نہ پہونچا کوئی بن تیری عطا | جلوہ گاہ طائر اقبال باشد ہر کجا

سایہ انداز د ہمائے چتر گردون سائے تو

علم کی بحث مین ماہیات جو کی تو نے صاف | اُس سے رکھ سکتا ہی کب منقول و معقول انحراف
حاشیہ تصنیف کا تیرے نہ لکھین بر خلاف | در علوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف

نکتہ گاہے نشد فوت از دل دانائے تو

عالم علم لدنی نطق کا تیرے مدد | بو علی بحث مین سے تقریر سے تیری سند
زندگی خوانندہ تحریر کی ہوتا ابد | آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد

طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خائے تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زبس صحبت برآر | سیم و زر جاہ و حشم مال و منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اسکے نے زیادہ بیشمار | آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار

جرعۂ بود از زلال جام جان افزائے تو

کچھ ہو بندے پر خداوند اپنے کا سمجھے کرم | شکر ہر حالت مین لازم ہے بجال بیش و کم
تن ہو گر صرف زبان مانند شمع صبحدم | عرض حاجت در حریم حضرتت چون آدم

ما از کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

قصیدہ فارسی در تعریف مسجد نو

با عندلیب گلشن ایمان برابر ست | گل بانگ مرغ خامہ ام اللہ اکبر ست
دارم من از لباس حرم صوف در مداد | ہر سو کہ او روان شود اسلام رہبر ست
بر صفحہ پای خامۂ من کج نمی فتد | کز رشتۂ محبت حق تار مسطر ست

بین السطور او که بهر صفحه نقش زد　　از چاک جیب صبح سعادت منورست

حرف زبان کلک من از کثرت جلای　　نحو نیست هر ورق چو بر آئینه جوہرست

هرگه رسد چو شاهد معنی بخاطرم　　بے بینش که جامهٔ احرام در برست

چشمم اگر بسبزهٔ خط بتان فتد　　بے آهوی حرم بنظر نوک نشترست

بازوی شاهباز خیالم که در هواست　　بر مرغ رد بقبله نشین سایه گسترست

از استماع نظم کلامم درین مقام　　هر رند جبه در بر و عمامه بر سرست

زاهد چنانست تشنهٔ حرفم بقول کس　　چون گوش روزه دار بر الله اکبرست

چون محتسب سوار شود در رکاب او　　سنگی برای شیشه بدست قلندرست

شادی غرهٔ رمضان زیر آسمان　　نزد مغان ز غرهٔ شوال خوشترست

بینی بزیر ابروی پیوستهٔ بتان　　در چشم خلق جلوهٔ محراب و منبرست

تا بشنود بمدرسه بانگ صلوٰة را　　شد در پی معالجه گر برهمن کراست

خواهان سبحه بسکه بود خلق دانه اش　　از در شاهوار به قیمت گران ترست

در فکر بوریاست گدا از پی نماز　　مصروف بر عمارت مسجد توانگرست

دیدیم تازه مسجد نورانی کز و　　در اقتباس نور مه و مهر اخترست

آسی که ریخت سند به تعمیر آن مکان　　پیداست از صفاش که او آبگوهرست

هر سنگ او ز عکس کواکب بوقت شب　　در چشم روزگار زتر صبح بهترست

یارب چه مسجدیست که گرد حریم او　　ارواح اولیای مکمل کبوترست

فرمان روا نسیح بمعماران بناست　　دل را فضای او که چنین روح پرورست

آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم　　بنگر که شان رفعتم از عرش برترست

دل در تعجب ست که گلدستهای او　　هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست

وصف کتابه اش چه نویسم که در نظر　　چون سرنوشت صاحب ایمان منورست

حاجت دران حرم بفروغ چراغ نیست　　شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست

فی الفور میرسد بدر خانهٔ قبول　　آنجا برای مرغ دعا فیض شهپرست

بر سطح او مقابل محراب حوض نیست　　چشم پر آب جانب ابروی دلبرست

دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب　　پنداشتم که مهر بجوی ثمر شنا درست

کرسی او ز مرتبهٔ انبیا بلند — صحنش بوسعت کرم حق برابرست
جاروب صحن شکل خطوط شعاعی ست — جاروب کش بصورت سلطان خاورست
هرچند جای رفته بسے دیده ام ولے — دل را از آن صفا که برو دید یاورست
آیند در شمار نظر ذره هاے خاک — عکسی اگر درون ز هوای مکدرست
چاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست — آبش چنان قریب که بالب برابرست
مردم بگرد او همه وقت از پے وضو — چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست
نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق — ور تازگی ز باغ جنان هم فزون ترست
نقاش او که رنگ طراز ست چون بهار — گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست
بوئے کشید کردهٔ موج نسیم صبح — بر عارض نگار چو زلف معطرست
بیرون ز حد وصف بود دست کاریش — هر دم بکلک صنعت او صنع دیگرست
از بس دران احاطه صفا را بکار برد — مطلع بوصف او ز گهر هم صفاترست
یک سمت نقش لاله و یکسو صنوبرست — از عکس یکدگر بقرائن برابرست
اینجا کسے که پیش نمازست صفدر — درگوش هوش از همه اوصاف برترست
در فرض صبح و شام ز هر سوره خواندنش — نحوے بدل صدای قرأت موثرست
هر کس که بود منکر قرآن شنید و گفت — لاشک کلام حق بزبان پیمبرست
گویند عرشیان که صدای موذنش — درگوش ما ز نغمهٔ داؤد خوشترست
خوش بلبل ست او که سحرگه ترانه اش — در باغ دین بمدح خدا و پیمبرست
خوش لهجه طوطیست خلیقش که نطق او — بهر ضیافت صلحا شیر و شکرست
واعظ چه واعظ ست که تاثیر حرف او — سدّ ره صعوبت فردای محشرست
لاریب همچو خانه بود خانهٔ خدا — کانجا گدا و شاه بیک سجده همسرست
هر کس دران مقام دو رکعت نماز خواند — فردا باد ثواب دو صد حج اکبرست
هرگه دو کعبه گشت کند رو کدام سو — زین وجه مرغ قبله نما سخت مضطرست
سودا اگر کسے بقسم گوید این سخن — در رتبه آن مکان ز حرم پایه کمترست
شخصے که واقف ست ز شان بزرگیش — او را کے از زبان کس این حرف باورست
بودم درین خیال در آنجا که ظاهرا — با کعبه این رواق مقدس برابرست

ناگہ بسجدہ از پے تاریخ حاجیے
سر را نہاد و گفت کہ از کعبہ بہتر ست

ہجویات

مثنوی در ہجو میر ضاحک

ہے عجیب و غریب زیر سما — اک یہان صورت آشنا اپنا
کہیے اُسکے تئین قسم کھا کر — امت دانیال پیغمبر
نہین دین نبی کا اُسمین اصول — اور دنیا کے ہین چلن مین اکول
شاہ قانع اگر ولی ہو فقیر — اسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر
کیا حریص طعام ہے یہ پلید — حارث سنگدل کا ہے وہ مرید
دہر نے یہ بڑی حماقت کی — اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی
لاکر ایسا ہی ایک دسترخوان — طول و عرض اُسکا کیا کرون مین بیان
شرق سے تا بغرب بچھوایا — اُسپہ تنہا اُسیکو بٹھلایا
اُسپہ نعمات حق جہانتک تھے — یان سے آ گئے وہ اسکے دہان تک تھے
اسمین کچھ اُس سے ہو گئی ان بن — اسکو اٹھوا دیا پکڑ گردن
ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا — چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا
پھر گیا اُس سے تو زمانہ شوم — کھانے کا بچنا اسکے گھر معلوم
کنگری چننے پر ہے اب گذران — معدہ اُسکا ہے مرغ کا سنگدان
سنگریزے تلک نہ اس سے بچے — معدے مین اسکے تو پہاڑ پچے
آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل — پیٹ اسکا ہے عمرو کی زنبیل
گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے — در پر اُسکے یہ بیٹھے یون اڑکے
گور سے پھر جو رستم اُٹھ کر آئے — میت اسکی اُٹھائے یا نہ اُٹھائے
خوردنی کی ہو جس زمین پر باس — جمع وان کرکے اپنے ہوش و حواس
بیٹھے مکھی کی طرح لے در پے — دونون ہاتھون سے سر کو پیٹے ہے
آگ لگ کر کسی کے گھر سے دود — ایک ذرہ بھی گر کرے ہے نمود
لوگ تو دوڑتے ہین بجھانے کو — دوڑے یہ لے رکابی کھانے کو
ہر کسی بنیے کی دکان پر جا — اپنی باتون مین اُسکو لے ہے لگا

کام ہے سو جو اپنا کر لیوے — کلّے بندر کی طرح بھر لیوے
توڑ کھاتا ہے جا کے یا خانے — یہ بڑا اسیر اپنی کے دانے
اسلئے ہجو خلق کرتا ہے — گالیاں کھانے تک بھی مرتا ہے
شادی مین گر کسی کے گھر یہ جاوے — صاحب خانہ رنڈیان بُلوائے
کیا طمع اسکی اُس گھڑی مین بتاؤن — کھچڑی یہ چاہے بھر مین ہین لیجاؤن
راگ گر ہو کلاونتون کا وہان — اس جگہ گا رہا ہو جیون خان
اور پکھاوج بجاوے دیبی داس — سرون کی بندھ رہی ہو باہم آس
کیسی ہی دیبی داس پر نے لے — نہ سنے آپ یہ نہ سننے دے
یہی پوچھے ہر ایک سے بے شرم — پُڑی کا آٹا سخت ہے یا نرم
صاحب خانہ اسمین گر جھنجھلاوے — اپنے نفرون سے جوتیان لگوائے
اسکو ہر گز نہین حیا سے لگاؤ — جاوے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ
نان بائی محلہ یون فریاد — کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
جاتے ہے چوری سے رقیدے کو — مار ڈالون گا اس ندیدے کو
جورو اپنی پہ جب کرے ہے نظر — اس سے کہتا ہے تب یہ گیدی خر
کچھ ترے پاس اے حمیدہ ہے — تیری انگیا مین گاؤدیدہ ہے
یا چھپائے ہین تو نے قرص پنیر — سچ ہی کہہ ورنہ ہونگا مین دل گیر
اسکی باتون سے اُسپہ ہے یہ عذاب — کر دل اُس نیک بخت کا ہے کباب
غرض اسکو یہ کب سر آتا ہے — حاضری خلق کی بناتا ہے
جو اسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
یہی کہتا پھر اُسکے گھر بیٹھے — اور کوئی نہ کھانے پر بیٹھے
بولتا آوے ہے قدم بقدم — کہو کھانے کو جلد دیوین دم
نہ سلام علیک نہ کچھ بات — صاحب خانہ سے کرے بردات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر — پیٹ کی میرے کچھ تمھیں ہے فکر
بھوک کچھ کم ہے اندنون میری — روٹیان سو پچاس ادھ سیری
نان با کو کہو یہ بلوا کر — جلد ان کو تنور لگوا کر

جب تلک کھانے پک چکین سارے ان ہی کو لاکے میرے سر مارے

جلتے دنیا کے بیچ ہین اشکال اشتہا اُن مین تھامنا ہے محال

جب تلک کھانا آوے ہی آوے اسی پک پک مین جان کھاجاوے

کھانا آوے تو اسطرح لوٹے جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے

مارے لقمے تو اسطرح بدذات جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات

وہ جو نوکر کھڑے ہون سب تس کے منھ کو حیران ہو تک رہین اسکے

دیگچی جب یہ چاٹ کر چھوڑے منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

کھانا کھانے مین ایک دن ناگاہ پڑگئی اسکی آئینے پہ نگاہ

بولا دیکھ اپنے عکس کو وہ لئیم کب تلک اے بھڑوے تو مرا ہے ندیم

غرض اس طرح کا جو ہووے بخیل کب زمانہ کرے نہ اسکو ذلیل

ایک تھا اس کا آشنا دلسوز وار دا وسکے یہ گھر ہوا اک روز

ظاہری اُسکے گھر تھی کچھ شادی سر مجلس بلا اُسے جا دی

بیٹھے باہم تھے آشنا یہ تمیز صاحب خانہ کا ہر ایک عزیز

اور وہان ہو رہا تھا راگ درنگ ناچ ہوتا تھا باجے تھی مردنگ

نہ تھی اسکو کسی سے بات اور چیت بھوک سے اسکی لگ رہی تھی پیٹ

گاہ چونکے تھا گاہ اونگھے تھا گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا

اسمین یہ سو گیا تو دیکھا خواب گویا بیٹھا ہوا ہے بر سر قاب

ناگہ اوس قاب پر اک اور آیا تب یہ بے اختیار ریڑایا

جگ مین کھاتا ہے اور میرا منھ گیدی یہ قاب اور تیرا منھ

کہکے یہ نیند مین جو مارا ہاتھ پاس والے کی پگڑی ہاتھ کے ساتھ

اڑ گئی سر سے آگے کیا مین کہون تھا یہ نزدیک ہووے کشت و خون

صاحب خانہ درمیان مین آ پوچھا اس سے یقین ہوا ہے کیا

تمنے کیون اسکے سر پہ ماری دھول چتیہ شیطان چڑھا پڑھو لاحول

خواب کو اپنے کرکے تب تقریر کہا اسمین ہے کیا مری تقصیر

سنکے یہ خواب اس سے ہو کہ صاف سب نے ہنسکر کہا کہ تم ہو معاف

گھر کے صاحب نے دیکھکر یہ طور ہو کے محجوب یہ کہا فی الفور
حرکت تم سے یہ نپٹ تھی بعید کی ہے کھانے کی مین ابھی تاکید
تب یہ ہنسکر زبان پر لایا بارے کیا کیا کہو تو پکوایا
کہا قلیہ پلاؤ بریانی ہے یہ سب صاحبون کی مہمانی
یہ سخن سن کے مثل تیر شہاب دوڑا مطبخ کی سمت ہو بیتاب
جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح مین بیان اسکا اب کرون کسطرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر وجوان کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان
گوشت چاول مصالح ترکاری سب سمیٹ اسنے ایک ہی باری
مطلق اسنے نہ مانی ڈانٹ ڈپٹ رکھکے کلے مین کر گیا سب چپٹ
خرچ کر یہ سلوک دوست کے ساتھ مانگے پھر یہ دعا اوٹھا کر ہاتھ
یارب اتنی تو اب مری سن لے مجکو اک آسمان سا کلا دے
وہ بھی یون ہی چلا کرے دن رات جو بہم پہونچے دان جما و نبات
چاٹ کر اسکو اپنا پیٹ بھرون تف نہ جا کر کسی کے در پہ کرون
قصہ مہمانی کا سنا تم سب پڑے اس بھوک پر خدا کا غضب
جائے بازار کو اگر وہ لئیم خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم
نان بائیے کنجڑے حلوائی کہین آفت کدھر سے یہ آئی
جو ہے دکان مین سوا وسکو بچے جان یارب ہماری اس سے بچے
بھوک مین جب ادھر یہ آتا ہے لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
جن ہے یا آدمی ہے یا کیا ہے یا کوئی دیو یہ کھلایا ہے
نہین ڈرتا یہ لاٹھی پاٹھی سے کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے
آوے جو کھینچ سامنے تلوار جب تلک پہونچے اسکا اس تک وار
مورچے کی طرح یہ اسپر آئے کھنتے سے بیلچے تلک کھا جائے
بھوکھ کی جہا بجھ گرے ہے یک پہر آوے پھر منڈیون کے سر پتھر
سیر یون بھی نہ ہو تو جنگل کو تول لیجائے بھوک کے بل کو
کھا چکے گشت جب اوکھاڑا دکھاڑ پھر تو نگلے ہے بھرڑ واجھاڑ کے جھاڑ

غرض اس بھوک پر کہ نگلے ہے ردھ
چار کے کاندھے جب یہ جاویگا
ایسے بھوکے پہ لعن کیجیے مدام

تس پر اس فکر مین گیا ہے سو کھ
توشے کی روٹی کو بھی کھا دے گا
شام سے صبح صبح سے تا شام

ترجیع بند در ہجو ضاحک

جا صبا ضاحک سے کہہ بعد از سلام
آپ کو کہتا ہے تو سید ہون مین
بس دکھا تو اب کسیکی ہجو مین
انکی قوامت پہ اوقات شریف
کون ہے تیری سیادت کا مقر
تیرے والد کو ہوئی تب ایک سال
دق سمجھکر یہ دوا تجویز کی
مول لے اک مادہ خر پینے لگا
عمر باقی تھی غرض پائی شفا
آخر کار اس مرض کی بھی دوا

کیون کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام
جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام
ہو اگر ختم رسالت کا کلام
گذرے ہے خلق و کرم ہی مین مدام
جانتے ہین خاص سے لے تا عوام
تب حکیمون نے یہ تشخیص تمام
شیر خر با قرص کافور اک دام
ہر سحر اس شیر کا اک بھر کے جام
پھر ہوا سوزاک ہو بند احتلام
وہ جو مادہ خر تھی اُسکے آئی کام

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

سن تو تک اے نصف انسان نصف خر
ہتک حرمت پر خدا کی خلق کے
ریزہ چین جس جس کے ہو توخوان کا
رات دن پڑھتا پھرے ہو اے لعین
میش دکھم تجھ مین نہ دیکھا عقل و حمق
گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے یان
عقل کہتی ہے کہ کھلائے پر نہ کھا

ہمنے کیا سید نہین دیکھے مگر
کب کسی سید نے باندھی ہے کمر
ہجو کر اس کی ہر شام و سحر
اُنکی سکے گھر مین اُنکی اسکے گھر
نطفے کی ترکیب کا ہے یہ اثر
جاتے ہی مانگے ہے اُس سے ماحضر
حمق کہتا ہے کہ بیٹھے سے نہ ڈر

سیدا اے میر مثلث آپ کو ۔ کہنا اتنا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

تال سر سے ہے ترا گانا بری ۔ فجر ہے مت گا بلحن مادری
دخل ٹک صوت پدر کو بھی تو دے ۔ تا یہ سمجھے ہے للت یا گوجری
لعن تیرے سر پہ کرتے ہین مدام ۔ لے رباب و بین سے تا کینگری
تال پر پھٹکار دے ہے ہر زمان ۔ از پکھاوج تا بڈھولک خنجری
تف اُسے جن نے سکھانے کو ترے ۔ ڈونڈی کا ندھے پر طنبورے کی بھری
برزخ انسان و حیوان مین سدا ۔ ہے جو تیری زیر چرخ چنبری
اُس سے نے دعوی مصاحب خانکو ہے ۔ ہے نہ مسوخان کو ذرہ ہمسری
بس تبا باعث انھون کی ہجو کا ۔ بد عبث کہتا تو ہے بدگوہری
دیکھکر خلقت مین تیری شکل کو ۔ شکر خالق کرتے ہین دیو و پری
سُن مچکا اپنی سیادت کا نشان ۔ تہمت اپنے پر نہ کر اسنے مفتری

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

پہونچے گر شعر اب ترے دفتر تلک ۔ پہونچے ہے کہتر سے لے مہتر تلک
مجکو یہ ڈر ہے نہ پہونچین آج کل ۔ انکی نعلین بھی تیرے سر تلک
ہاجی تو جسکی زن و دختر کا ہے ۔ ہے سخن انکا بھی تیرے گھر تلک
بھیجے تو ناموس جن کا تا بہ اب ۔ دے بھی تیرا بھیجین فیل و خر تلک
خشک تنکا نہین سماوے جس جگہ ۔ وان گھسیٹے خلق چوب تر تلک
جس گھر مین ہو نہ رشتے کی جگہ ۔ تارکش بھیجے گا اُس کو سر تلک
یہ بڑا معنی کا ہے قیمت شکن ۔ پھر بہا کب اسکا سیم و زر تلک
مرغ ہووے حیدر آبادی تو خلق ۔ دیکھ لے ہے اُسکے بال و پر تلک
گر اصالت کے نشان ہون برخلاف ۔ پہونچے ہے وہ کودکش کے در تلک
اب نسب تیرا جو ہے اس وضع پر ۔ پہونچے کب پیغمبر و حیدر تلک

ریم سوزاکِ پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

تو نہیں سید کیا میں امتحان — آلِ پیغمبر کی کب ہے یہ زبان
جگ میں اب تیری سیادت کا نسب — سمجھے ہیں نیوسے تلک پیر و جوان
دفع کو تیری نہیں اب فائدہ — تجھسے گر قصد بے تیر و کمان
بل اگر پاتے برآمد کا ترے — ایک گز کے بیچ بھر تو تھا کہان
اے بنی غول ترا روز ازل — خاک آدم میں اگر ہوتا نشان
ہجو کرتا کیون تو اُن اشخاص کی — وہ جو ہین ممتاز زیر آسمان
کونسا سید بنا ہے مسخرا — گھر بگھر بھر پیر و قرص نان
اک نشان تجھ مین نہین اُن کا کہ جب — روز محشر ہین شفیع انس و جان
نسل مین اُنکے گنے ہے آپ کو — کچھ بھی تجھ مین عقل ہے اے قلتبان
میر وہ تو جلتے ہین جن کا نسب — ڈرخدا سے تو کہان اور وہ کہان

ریم سوزاکِ پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

اُس اجنبہ کو بھی اکثر اے لئیم — کہتے ہین سید کہ گھر جسکا ہو تیم
موری کے مطبخ کا اک بھتنا ہے تو — گو تجھے سمجھین ہین سید نافہیم
کہہ تو کس سید کو بر بوے طعام — گھر بگھر دوڑاتی پھرتی ہے نسیم
کون سا سید بنا عاشورے مین — تجھ سوا حارص بہ مشتقاب حلیم
فی الحقیقت ہے تو مضحک ضاحکا — پر تو سمجھے تب جو ہو ذہن سلیم
وہ تو ہے ضاحک ہنسے جو غیر پر — تو ہنسا دے اسکو جس کا ہو ندیم
مسخرے سید گنے تو آپ کو — مسخرہ سمجھا ہے مگر نار جحیم
ہے وہی سید کہ جو پشتین سے — تا بہ پیغمبر گنا جاوے کریم
برخلاف اسکے تو با تیغ زبان — دل خلائق کا کرے ہے تو دو نیم
اس عمل پر تو کہے سید ہون مین — لعنت اے بھڑوے جہنم کے مقیم
ریم سوزاک پدر ہے تو شریر — رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

گر تو ہو آل نبی اے مسخرے
مومنون کی ہجو تو نا حق کرے

جو تو سید ہووے تو دیوڑن سمجھے
خمس کے پیسے تو ہین گھر مین دھرے

یہ ردپے تو وہ نہین جیسے کہ تو
رنڈیان لیجا کے لے کھوٹے کھرے

کہ معالج خان نے تیرا کیا لیسا
تو جو انکا منھ مین اپنے گہ بھرے

میر نواب اور انکے بھائی کی
ہجو تو کرتا ہے وہ ہین منگرے

مین یہ سمجھون ہون کہ تو اس وضع سے
آج اگر جیتا بچے تو کل مرے

میرزا پہلو سے تا مرزا رفیع
نظم مین آئے ترے سب پرے

اور نام انکا تو لے سکتا نہین
خلفے ہین یہ شخص رتبہ مین ورے

تجھ سوا کس میر کی ایسی ہے شکل
جسکی صورت دیکھکر شیطان ڈرے

تو جتاوے اپنی میری جس گھڑی
گو یدت این حرف ہر دانشورے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

یہ تو ہے ممکن جہان سے تو اُٹھے
دود اُٹھے جس گھر نہ وانسے تو اُٹھے

جس زمین پر بو ہو کھانے کی تو کب
گردش ہفت آسمان سے تو اُٹھے

مثل سگ ہے جوع سے تیرے محال
گوشت کھاکر استخوان سے تو اُٹھے

ہاتھ سے کہنے مین ہے اُٹھنے سی حرف
یہ تو کیا معنے زبان سے تو اُٹھے

سامنے تیرے اگر لا رکھے توپ
ذکر کیا ہے خوف جان سے تو اُٹھے

گولے سے اُٹھے تو اُٹھے یہ نہو
ہیبت عالم ستان سے تو اُٹھے

بولین یون انفار اسکے جسکے گھر
کھانا کھانے کو جہان سے تو اُٹھے

کھانا تو تھوڑا سا دسترخوان پہ ہے
دیکھیے کسطرح یان سے تو اُٹھے

منڈیون مین گو ہے تجھ پر مار دھاڑ
یہ نہو خالی وہان سے تو اُٹھے

ہون تجھے غیرت تو دسترخوان نہ کیا
سنکے یہ ہندوستان سے تو اُٹھے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

کچھ جو میری ہجو تو اے بھڑوے نٹ
تو سہی دو دن بانس سے تجکو الٹ

جو ترے دل مین ہو کہ تو شوق سے — دیکھ تو ٹک یار بھی ہین کیا اکٹ
ہجو کی ہے تو نے اُنکی آج تک — جون کبھی جنسے مر نہین سکتی ہے چپٹ
عیب دنیا کیا ہے جو تجھ مین نہین — جو تو چاہے کہ نہین اُسمین کپٹ
بات کیا ہے وہ کہ اب میرے تئین — جسکے ظاہر ہونے سے لاگے ہے چپٹ
مولوی صاحب کو جو پھر کچھ کہا — دیکھیو کیسا کر دن گا چپت ڈپٹ
آوے جو خاطر مین تیرے مجکو کہہ — اے دنی شان اسمین کیا جاویگی گھٹ
پھر نہ کہیو میر ہرگز آپ کو — یون زبان خلق کو لاگے گی رٹ

رحم سوز اک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

مخمس در ہجو اہلیہ میر ضاحک

ضاحک کی اہلیہ نے جب ڈھول گھر دھرایا — بے وجہ رات ساری ہمسایوں کو جگایا
بیٹھک مین بیٹھ بوڑھے جونڈے کو جب بلایا — تب شیخ سدو اُس پر اساک کھا کے آیا
بولا کہ کیون بے ضاحک بجرا کوئی منگایا

ضاحک یہ سُنکے بولا تمنے زبان نکالی — بے آج کو کہا ہے کل دوگے مجکو گالی
بجرے کی شکل یان تو نے گوری ہے نہ کالی — بی بی کو اور تم کو گھر کر دیا ہے خالی
بجرا وہ دیگی تمکو جن نے کہ سر چڑھایا

میران یہ سنکے بولے پھر کہیو کیا کہا جی — ہین اس سوا نہین کچھ اور حرف جانتا جی
بجرا اگر نہ آیا چھوڑ دن کا کر تحیا جی — گالی تو اک طرف ہے یہ سن رکھو بچا جی
آگے سے ہے دھول دھپّا مین تمکو یہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یون مجھ پاس ہین گونڈے — گر نسکے تو لگے ہین اور تیل کے پکوڑے
بیٹھا کر وجہ منہ کو دہیلے کے ہین گت وڑے — تب شیخ سدو بولا سنتا ہے دہی گے...
بھینسا ہی لیکے چھوڑ دن خاطر مین کیا تو لایا

دمڑی مین منہ کو میٹھا تجکو ہمارے کرنا — دو تیل کے پکوڑے آگے ہمارے دھرنا

گاے اپنے پر نہ دیکھا جُس کا ہمارے بھڑ لا | بجز انہ لون نہ بھینسا لون تجھسے گر توا زما
تب جائیگا تو بھڑوے پیرون کو مین منالیا

مثنوی در ہجو فدوی متوطن پنجاب کہ در اصل بقال بچہ بود

یار و خدا ایک ہے دوسرے بر حق نبی | صورت لوح و قلم جسکے لیے خلق کی
راست ہی ٹک بولیو انکی ہی سوگند ہے | آج زبان ہے طفلی کل کے تئین بند ہے
سننے سمجھنے کو بات حق نے دیا گوش و ہوش | حق بطرف جسکے ہو آج نہ رہنا خموش
مرد کو سچ بولنا جزو ہے ایمان کا | جھوٹ کرے ہے عدم دین مسلمان کا
دار داحمد نگر ایک ہین مرد عزیز | فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض | جامی کے دیوان سے خوب جانین ہین اپنی بیاض
سب کرے ہی وہ طعن جتنے کہ استاد ہین | شعر پہ میرے بھی اب انکے یہ ایراد ہین
شعر وہ میرا سنا جاکے انھون نے کہین | شیخ و برہمن کو ہے جسمین کہ نسبت بدین
اپنی سخن فہمی پہ کہتے ہین یہ ہوکے گرم | دین تو ہے شیخ کے اور برہمن کے دھرم
انکا سخن پوچ ہے آپ وہ ہے پوچ تر | شاعری و شعر پہ کچھ نہین رکھتا خبر
سُنکے غرض مین یہ بات بولون جو ان جل بھنکے آپ | کھولکے ٹک گوش فہم سن لین یہ احباب سب
میری زبانی انہین یہ جو ہین قرآن خوان | پوچھیے تو آشنا کوئی تم مین سے اے مہربان
آیۂ قرآن کو کیون دھو لے ڈالو ہو تم | کافرون کو ہے خطاب جسمین لکم دینکم
دونون پہ اطلاق دین از رُوے قرآن ہے | خواہ برہمن کوئی خواہ مسلمان ہے
شیخ ہی سے سمجھے ہو دین کی نسبت فقط | اپنی زلیخائی پہ کہتے ہو یہ خود غلط
دین اگر ہووے ایک جمع نہ ادیان ہو | وہ ہی نہ سمجھے اسے ایسا جو نادان ہو
انکا غرض اعتراض دیکھیو تو معقول ہے | بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے
شعر کی انکے سند دیکھ لین حق کا کلام | اپنی غلط فہمی پر طعن کرے ہے مدام
سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب | آگے انھین دیکھیو ہوتے ہین کیا کیا خراب
ایک یقین جانیو حق ہی ہے اسکا گواہ | ہو اگر اس امر مین ذرہ بھر اپنا گناہ

اونکو یہ لازم نہ تھا آنکے اس شہر مین — سبسے اُلجھکے یہ طاق بنے دہر مین
بھڑتے کسو ساتھ یہ اپنے ہی یارونکے بیچ — انکو بھی گنتا کوئی پانچ سوارونکے بیچ
حد سے یہ اپنی بڑے پانون زمین اسقدر — فخر یہ شعر اپنے پر کرتے پھرین گھر بہ گھر
اتنے لیے صاحبو آپکے یہ ہمسے اڑے — تا انھین جانے کوئی یہ بھی ہین شاعر بڑے
ہوتے ہین وہ ہی بڑے جنکو بڑا حق کرے — اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے
اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے ہین یان — شاعرون کے زور کو اسپہ کرین امتحان
حسن معانی کے یہ دیکھکر اسکی بساط — اسکے بموجب کرین شاعرون سے اختلاط
اور زلیخا جو وہ خلق مین مشہور ہے — فہم و شعور انکے سے سو تو بہت دور ہے
ہووے جسے تم مین سے مولوی جامی کا ڈر — پوچھے انھونسے کوئی زن ہے زلیخا کہ مرد
کہتے ہین فخریہ مین اپنے یہ ہر ایک سے — مجھسا زباندان ہے کون پوچھو مدد ونک سے
شاعر و نمین ہند کے مین گیا ایران تک — سیکھی زبان وانکی بھی جاکے خراسان تک
پر جو انھونکا سخن پہونچے ہے گوش فہیم — خندہ زنان بولے ہے وہ کہ خدائے علیم
ایک خراسان کیا گو کہ یہ مکہ کو جائین — جیسے ہی یادھر سے جائین ویسے ہی پھر آئین
پوچ زبان انکی ہے شعر تو سرزد ہوا — کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا
شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سی اشتیق ہے — تسپہ انھین خلق مین شہرہ سے یہ ذوق ہے
شعر مین شاعر جو ہین وہ تو تخلص کو لائین — پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائین
اسپہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد — ہو جو سخن فہم دے مغز سخن کی وہ داد

نقل

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا — اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا
بنیے کے پر کہین اسکو نہ تھا دسترس — سود مین اور مول مین اُسکے رہا تھا وہ پھنس
الو نصیبون سے ایک ہاتھ اُسے لگ گیا — سوچ کے دلمین کہ بنیے کو دیجے دغا
باندھی اُسے پاتڑی سر کو پنھائی کلاہ — ہاتھ پہ رکھکر چلا کہتا ہوا واہ واہ
اور کیا ہاٹ سے بنیے کے عمداً گذار — دیکھ کے الو بنیے نے اسکو پکار
ہنسکے لگا پوچھنے کہ ہے جی یہ جانور — پر کہانسے کہو لے چلے اسکو کدھر

خوش ہو تب اُن نے کہا اُسے کہتے ہیں باز
شاہ امیر و وزیر کھیلیں ہیں اس سے شکار
سنکے کہا بنیے نے مرگ ہے یہ اپنے بھاون
اُن نے کہا ساہ جی تمسے مجھے جھوٹ بول
پھر وہ لگا پوچھنے کہہ تو وہ جینوے ہے کیا
بنیے نے اس سے غرض باتیں یہ تحقیق کر
سانچ بتاؤ مجھے باج کا کے بھاؤ ہے
مول جو کچھ باز کا ہووے ہے سب نے کہا
مول سن اسکا غرض بردکھا یہ بنی
کرنے لگا جورو سے رات کو یہ مصلحت
بنیے مرے کرج ہیں ایک سپاہی کے پاس
باج بڑا ہی سا ایک دیکھا ہیں اُسکے گنے
بولی بنینی یہ سن ادت تجھے کھیر ہے
سنکے کہا بنیے نے کے کہی یہ تینے بات
بولی جو یہ سانچ ہے لا کے لے اسے تو سویر
جورو نے جب یوں کہا بنیے نے پھر صبحدم
آ کے سپاہی کے گھر بولا کہ مرجا جی آؤ
سنکے سپاہی یہ بات کہنے لگا چل پرے
باز بکے گا تو میں تجھسے کرونگا حساب
بنیے نے سنکر کہا کرج میں کچھ بیر ہے
سیلے تھے مرجا جی تم ہمسے کرج لینے میں
ہو جو چکو تا مرا باج کے بکنے ہی پر
سنکے سپاہی یہ بات دلمیں بہت خوش ہوا
منھ تو تنک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ باز مول
بولا اُٹھا بنیا یہ سن پرکھا کی کھیر ہے

جسپہ کرم ہو اُسے بخشنے اسے بے نیاز
قیمت و قدر اسکی ہی سیکڑہ ونسے تا ہزار
سانچ کہو پرکھا باج اسیکا ہے ناؤں
فائدہ کیا ہوویگا جھوٹ سے کچھ دھگے تول
ان نے کہا دودھ بھات کچھ نہ اور اُسکے سوا
مول لگا پوچھنے باز کا یوں گھر گھسے
ایک کھریدار کو اسکا گھنا چاؤ ہے
بنیے نے دلمیں رکھا وہ جو کسی سے سنا
باز کے لینے کی بات بنیے کے دلمیں ٹھنی
سنتی ہے بھاوتی آمین ہے کیا تیری مت
اُس سے نکد ملنے کی مجکو نہیں ہے اب آس
اسکو کھریدوں میں اب کال کو جو وہ سنے
اسکی رسوئی ہے پاس اس سے ہمیں سیر ہے
ناہ رہی یہ بھاوتی رام کی سون دودھ بھات
تھوڑے سے گھنے کو نہ سوچ جون بکے تو بیچ گیر
داب بغل میں ہی کان پہ رکھ کر قلم
کرکے حساب آج تم لینے کو میرے چکاؤ
بیسے کہیں آج یاں تیرے لیے ہیں دھرے
مفلسوں کو مت بکا خیر سے گھر جا شتاب
کھیر جو بتلاؤ ہو آج تمھیں کھیر ہے
تتے ہوئے جاتے ہو کاہیکو اب دینے میں
باج ہی کو دو مجھے سانچ سا کچھ بھاؤ کر
لیک بظاہر یہ حرف تند ہوا اس سے کہا
یہ بھی ہو الون تیل لے ہے جسے تول تول
کرج کسو کا نہ دے کوئی عجب شیر ہے

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم / قرض جو کچھ ہو ترا کہ جو ترے آوے دھرم
بنیے نے دکھلائی تب کھوٹے ٹکے اسکو بھی / دو سو روپیا اسکے نام لکھے تھا وہین سہی
مول کیا پانچ سوا سیر ہوئی قیل و قال / ٹیک سے چکے جب تین سو جھگڑ کیا کر انفصال
الو جو الے کیا باتونکی میزا نمین تول / قرض سے کرکے دو نیچے سو کی جڑی باور دہول
دیکھے سپاہی دغا بنیے کو جلتا رہا / بنیے نے لا کر اسے جو ر دسے ہنس ہنس کہا
دیکھ تو پرچا دی پر رکھا کے باج ہے / رام جی کے بھجل سے آج تمہیں راج ہے
دیکھ کے اُن نے کہا اوت تجھے ہی لوم / یہ تو جنا در ہے وہ ترک کہین جسکو بوم
ناؤن نہین لیوین ہین پرتھی مین اسکا سویر / کھویا کرج ساٹھ تین نکد روپیونکا ڈھیر
اوڑ گئے جون باز یہ سنتے ہی اسکے حواس / چاہا کر اب پھیر دون جاکے سپاہی کے پاس
سر کو وہ اور توند کو پیٹتا پہونچا جو وان / نام نہ اسکا سنا اور نہ دیکھا نشان
سر کے اوپر خاک تب گلیونمیں کرتا ہوا / آیا بنیئی کے پاس رو رو کے مرتا ہوا
کہنے لگا ہائے وہ کیا یہ دگا دیگیا / سو نکد اور دو کی جنس گھر سے جھپٹ لیگیا
سوچ چلے پھر یہ کیا بنیے نے دلمین خیال / یون ہین اسے بیچیے بات کو شہر مین ڈال
پاس ترے ہو نیکے بات جو اسکی چلے / اور بھی شاید کوئی مجھسا ہی احمق ملے
کھونٹی پہ الو کو باندھ بیٹھے تھا دو کا نپر / صبح سے لے تا بہ شام شام سے لے تا سحر
پوچھے تھا جس سو دیکھو جو کوئی ہے یہ تئین / لائے تھا بنیا وہین تب یہ سخن بر زبان
سانچ تھا میری بات لینے پہ کچھ تو بھی ہے / سب سے دیا رام کی یہ بھی ہے الو بھی ہے
یان غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا مآل / سو جب اسی نقل کے سن تو انھونکا بھی حال
چاہا تھا اس عقل پر باز معانی کو لین / ملک بملک آنکر اور اسے شہرہ دین
ملگیا ویسا ہی ایک الو فروشندہ اور / فہم و فراست کا جب بوجھ لیا انکے طور
سوزن کوری سے لے دیدۂ دل کو سیا / باز معانی بتا لا انھین الو دیا
باز کی جا بوم باندھ چاہتے ہین شہرہ پائین / نام جو پوچھو فقط تو یہ تخلص بتائین
باز کا جون بنیے کو الو سے بتھا دیا / حمق انھین حق سے یون شاعری کی جا دیا
دلمین اب انکے یہی فکر ہے لیل و نہار / اسکے تئین بیچکر اپنے سیے لون وقار
وارد اسی شہر مین پہنچین اک مہربان / رکھتے ہین عطاری کی رستہ او پر وہ دکان

بیٹھے یہ رہتے ہین وان صبح سے تے شام تک
لگتی ہے اشعار کی چار پہر انکو بک

ادویہ مین سے جو کوئی مالک دوکان کے شے
پوچھے تو یہ دین جواب وہ بھی ہے فدوی ہی ہے

ہوئے نسکے شاعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا
اپنا تخلص ندان بنیے کا آلو کیا

تھی جو بنیئی مین عقل اتنی بھی انمین نہین
بوم جو ہے اسکو باز سمجھے ہین یہ اپنے تئین

ایسا ہی اور ایک شعر تھا جو ہمارا کہا
جو قلم فہم سے خلق نے دل پر لکھا

سنکے انھون نے پسند اسکا جو مضمون کیا
مین سنے تب اس بحر مین یون اسے موزون کیا

تمنے جہان وا کیے بند قبا اپنے جان
جاکے صبا نے بباغ کھولدیے گل کے کان

سو یہ میان فدوی نے کان کو تنے گل کے توڑ
جلدی سے وان گرم گرم آنکھ دی نرگس کی جوڑ

کہتے ہین اب ہر طرف بزم مین منھ پھیر پھیر
شعر تھا وہ سیر بھر یون مین دیا ڈیڑھ سیر

کھولدیے ناز سے تمنے دو چشم اپنی جان
کھولے صبا نے یہ سن غنچۂ نرگس کے کان

بات تو وہی ہے یہ سمجھو تو اے صاحبو،
گوش تا نک انکے جا لگو کہ اب اس وضع کو

سرقہ سوا اس مین ہے ایک قباحت یہ اور
کونسے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور

باغ مین بیٹھا رہے آنکھین مندین آٹھ پہر
کھولدے ہنگام ناز کرنیکو نرگس پہ قہر

کان کو نسبت سدا گل سے چلی آئی ہے
صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے

شاعرون کی بات کا دیوے جواب اب وہ خاک
شاعری کی اپنی جو لڑ کے نسے کٹوائے ناک

ناک کا اور کان کا انسے ہوا توڑ جوڑ
جوڑتے پر ناک کے جان بدن ہوئین ہٹ

ناک کھوئی فہم کی اب جو یہ انسان ہون
چاہیے نرگس کی طرح آگے انھین کان ہون

کان مین نہ گل بہال یون شاعر ہین بے سند
شاعرون کے حق کے بیچ پھر نکہین نیک بد

بس چل اب آگے نہ کہہ کچھ انھین سودا خموش
کیجئے اس سے سخن ہووے جسے عقل و ہوش

کرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال
سو تو غلط ہے کبھو انکو نہوا انفعال

ہجو فدوی پنجابی

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعرونکا تلا
یا دہ وہ زن تخلص یارون کا مسخرا

معقول شعر اس سے گا ہے سنا نہ ہمنے
جز ٹین ٹین ٹان ٹان ٹاؤن ٹون اور شنح ٹنح ٹنحلا

کوئی باسم اُسکے گھر کا پتا نہ پاوے،
اُلّو جو کہے کہ پوچھو بتلاے سب محلّا
حسرت سے دھول دھپّا کرتا ہے شاعری پر
یان تک کہ فخر اپنا کرتا ہے یہ بلّلا
گرشاعری یہی ہے دھولین تو کیا ہین اگلن
یا بوشین کھا کسو سے تڑوادیگا یہ کلّا

ہجو فدوی

فدویا بولے ہے مین ہون اُستاد
مین کیا فن شاعری ایجاد
آکے شیدا جو ہوا مرا شاگرد
گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
مرتبہ اسکے شعر کا ہو یہ
سخن اُسکا سخن کے ہو اُستاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے
کہا اُس نے کہ خانمان برباد
معنی کے گھر کو تو نے ویران کر
پھینک دی اُسکی کھود کر بنیاد
کس طرح سے مین ہون ترا شاگرد
بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

مان میر اکہا خدا سے ڈر
اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا
تیری بولی کا ہو گا ایسا اثر
آگے کو دیکھیے خدا جانے
اُجڑے اُسکی صدا سے کسکا گھر
جس جگہ طبع تیرگرد وہ بولے گا
تیر گولی چلے گی وان اُس پر
مار کر جب کوئی گرادے اُسے
ورثا لو تھ اُسکی کھاٹ پہ دھر
جلین کاندھے پہ رکھ تو بیٹے گے
یہی کہ کہ سکے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جسکے گھر آشیان ہو تیرا وہان
نہ پھرے آکے صورت انسان
صاحب خانہ آشناؤن مین
ہوکے تنہائی اپنی سے حیران
بھیجے ہے ایک ایک کو یہ پیام
آؤ یان بہر ایزد سبحان

کہتے ہیں وہ جو بیٹھنے کو ہیں — جا نہیں زیر گنبد گردان
تو بھی گھر آپ کے نہ آویں ہم — نہیں لائق نشست کے وہ مکان
آشناؤں کو تم بلاتے ہو — نبیے کا الو رکھ کے اپنے ہان

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جس جگہ بیٹھکر تو سن قدم — مارے ہے اپنی شاعری کا دم
جو سخنور ہیں صاحب اقبال — دستکیں اُن سے جلتی ہیں بہم
موجب اسکا جو اُسنے پوچھوں ہوں — کہتے ہیں مجھسے یون وہ کھاکر قسم
الو ہے یہ بصورت انسان — ہے صدا اسکی خضر راہ عدم
طفل کے حق میں پر نپٹ بد ہے — فرض معصوم کو ہے اُس سے رم
ہے یہ ایسا کہ جسکی شومی دیکھ — ہند یہ لکھ گئے ہیں اہل قلم

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

سن بے الو بھوچ کے بنگالے — یاد رہ سگ آپ کو تو نہوا لے
میرے تئیں گو ہے بسکہ ذوق سگ — سگ بہت خوب میں نے ہیں پالے
اتنے شاگرد ڈھونڈتا ہے عبث — سگ سے اک آگے تو گرہ کھالے
ایسے شاگردوں سے کہیں بہتر — نکل آوینگے بھونکنے والے
صورتوں میں پڑینگے رنگا رنگ — لال طوسی سفید اور کالے
چاہے الو ہی تو رہے بن کر — خلق شاگرد اپنے کر ڈالے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان سود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے — پھر کوئی خار وخس نہ وان پاوے
تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی — کچھ تصدق دے راہ بتلا وے
اُس محلے کو تو اُجاڑے ہے — آپ کو جس محلے ہو پہنچاوے
الو یان طوطے کے بچے اس قابل — ہیں جو بولی تو اپنی سکھلا وے

گر نہ شاعر جہان مین ہو کوئی
شومی قسمت اپنی سے تجھ تک
تجکو سودا نہ شعر دکھلا دے
کوئی ناکس ہی آئے تو آوے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

اے بیابان نحیست کے غول
فرخ آباد کے محلون مین
جلد یان سے نکل وگرنہ ترا
اب بلا کر ڈھنڈوریا اسکو
خلق اللہ کی سنے یہ بات
سنکے عالم ڈھنڈورے کی ندا
بستیون کو شکر توڑا نوا ڈول
حد سے باہر تو کرچکا ہے کلول
بھرم مین اسطرح سے تو نگا کھول
یون سکھاوون گا کہ بجا کر ڈھول
ہے اک الو یہ آدمی کا خول
بولے گا دیکھکر تجھے یہ بول

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
در ہما از جہان شود معدوم

مخمس در ہجو فدوی شاعر

جہان مین کون بناتا ہے الو بنیے کا،
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بنیے کا،
کسی سے بن کوئی آتا ہے الو بنیے کا
بنا مجھی کو یہ آتا ہے الو بنیے کا
اکہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنیے کا

خدا کے واسطے دیکھو تو میری صنعت کو
رکھا نہ وعدۂ انعام پر تفاوت مو
کھڑا وہ بوم نہین جس مین آدمی کی بو
پڑا وہ چوسلے لین انعام آج تک یارو
نہین اجورہ دلاتا ہے الو بنیے کا

کیا ہے چرخ بنانے مین اسکے مین یہ ہنر
جو اور بوم ہو سو مادہ یہ سے لگے وہ نر
نہین ہے اصلی و نقلی مین فرق ذرہ بھر
جو راہ باٹ مین آتا ہے صبح و شام نظر
کہے ہے خلق وہ جاتا ہے الو بنیے کا

نظر کرو تو کہ ذرہ بھی بھڑوے مین ہے شعور
جو ملنے سے کسو ناکس کے ہوئے ہے مغرور

کسیکو صحبت شعر اس سے کچھ نہین منظور
ہوئی ہے بسکہ یہ صنعت گری مری مشہور
ہر ایک دیکھنے آتا ہے الو بنتے کا

فہیم ہو مری صنعت پہ چاہیے قربان
کہ جو کہے ہر اسے کچھ نہین ہے اسپر دھیان
رکھی ہے طوطی کی مین چونچ بیچ اسکی زبان
جسے سمجھ ہے وہ ہوتا ہے اسکو سن حیران
سخن جب اپنے سناتا ہے الو بنتے کا

کیا ہے کام مین وہ ہے جو لائق انعام
سو مجکو دیکھ کے آئینہ دے ہے یہ دشنام
قبول خاطر دانا پسند خاص و عام
نہ پوچھ گر اسے جو کچھ کیا ہے مین نے کام
مرے ہنر کو مٹاتا ہے الو بنتے کا

مین کاریگر ہون استاد سے کا سبق ہے ظاہر
وہ بوم بیچ مین گر نقص سے ہو کچھ ماہر
جو کچھ کہے کوئی کرتا ہون پیٹ کی خاطر
تو اسکی شکل کرون اور جانور کی بچہر
عبث یہ شور مچاتا ہے الو بنتے کا

جو بوم پر نہین راضی تو کیا ہے مجکو ڈھیل
کہے یہ جس سے کرون اسکی شکل کو تبدیل
مین کا کوا اسے کرون یا بنا دون چیل
برا الو ہونے پہ لگے ہے اسکا حمق دلیل
جو اسکو سب مین جتاتا ہے الو بنتے کا

غرض جو چاہون سو کر ڈالون دم مین اسکے تئین
کسیکا یان نہ چلے کچھ ہنر ہے مجکو یقین،
جو مرد ہے آدمی چاہون کہ ہووے یہ سو نہین
ہوا ہے بسکہ یہ مصرع جہان کے ذہن نشین
کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنتے کا

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ
بیحیائی ہے یہ کہنا سنکے میرا ریختہ
کب کہا مین قبل کر مضمون کسی کا ریختہ
خون معنی تا رفیع باد بسیار ریختہ
آبروے ریختہ از جوش سودا ریختہ

قاضی اور کوتوال سے لے جاتے ہین تا بصدر
پھر مجھے کہتا ہے اسے بھڑوے تو یا از راہ غدر
جنگ کا مبدا ہے تیرے گھر وہ رشک ماہ بدر
خود بخود در جنگ باشد آن رفیع الست قدر

سر بسر سودائے خود از جہل صفرا ریختہ

عرس مین جا میرزا بیدل کے تو باشد ورد
شعر ناموزون فی الوح اس رات کو پڑھتا تھا جد
کہتے تھے سن سن کے تیری حق مین سب یہ نیک بد
چون کلاغ امشب کہ مغز سامعان را میخورد

این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سود دکھانا مولوی ہو دین داری سے بعید
ہمیون کی خاطر کرے جبسپر تقاضا تو شدید
وہ کہے تجکو کہ اتنا روسیہ ہے یہ پلید
بیش رویش کے شب یلدا توانند شد سپید

طرح ظلمت از سیاہی تا بدنیا ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھے کشمیر سے لے تا جبش
جانور ہے ایک جسکو سو نہ پہونچے کو دکش
تسپہ یہ ندرت کہ شکل آدمی و زاغ وش
در مزابل قحط افتاد ست از گہ خور دنش

خاک در پیراہن بیت الخلا ہا ریختہ

حمق مین اے مرغ تو واقع ہوا ہے بے نظیر
کیون اُڑا اتنا کہ میرے دام مین ہو اب اسیر
اب تجھے کہتے ہین یون سب طائران کاشمیر
می پرد لیکن ببال پس روان مانند تیر

خویش را بر خاک از بالا دو بہار ریختہ

کوئی کہتا ہے تجھے اب اڑ دیے تو کیا بعید
کوئی بولے ہے لڑانے کو اسے کیجے خرید
کسکے حق مین یہ سخن سجتا ہے کہ تو اے پلید
در جہان ہمرنگ تو نامد شتر مرغے پدید

رنگ ایجاد جہان تا حق تعالی ریختہ

عالم و فاضل مین رہتا ہے یہ جھگڑا ہمہ گر
کوئی کہتا ہے تجھے تجھکو کوئی کہتا ہے خر
مین مدلل یہ سخن کہتا ہون اپنے بحث کر
ہم نشتر دندان و ہم اشتر لبست این جانور

طرح نشخوارش ز چادیدن بہر جا ریختہ

ناک کشمیری کی ہو خرطوم سی اے ذو فنون
لب سے باہر تیرے دندان طمع کو دیکھون ہون
جو کوئی پوچھے نشان تجھ شکل کا مین کیا کہون
بینیش خرطوم و دندانش چو پیل از لب برون

بر سر خود خاک زین رہ پیل بالا ریختہ

ناک تو خرطوم سے ہاتھی کی تیری کم نہین
پیچ کھاوے گر جو رو کا دامن اس سے گر تو آستین
دیکھکر تیرا تلون یہ کہے وہ نازنین
ہست سودائے مجسم این سیہ بخشے لعین

پیکرش استاد قدرت پیل آسا ریختہ

راہ کو تج کر چلا جب گھر مین اپنے تو گراہ
میری زلفون کی طرح سے اب ہمیشہ یا آگہ
بد دعا یون تجکو تب دینے لگی وہ رشک ماہ
ہم زبان وہم ولش ہم روسے او باشد سیاہ
طرح ایجاد نوی این زشت سیمار یختہ

جب تو مسجد مین اذان دیوے باواز شدید
لے چھری بولے وہ ملا کو کرون اسجا شہید
یار کا جورو کی تیرے خواب ہوے ناپدید
چون خروس بے محل باید گلو سے او برید
خون خود این خشک نے از شور بیجا ریختہ

عشق کی تپ سے تری جورو کا تن رہتا تھا تفت
آخرش کیسہ مین اُن نے ڈال بیجو شش کہ ہفت
اور عارض بھی ہوئی تھی جو شش سو دلسے رفت
پھر دفع مادہ سودا پے بطیار رفت
نسخۂ حقنہ پسش بہر مدا وار یختہ

جن نے دیکھا ہے ترے دیوان کو اے گندہ ہن
ہے مصنف مرد اس ابیات کا یارو کہ زن
پوچھتا پھرتا ہے وہ کشمیر سے لے تا دکن
سیفہ باید کرد از جلدش زبان را بے سخن
زانکہ او شیرازۂ انشا و املا ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھے دیوانہ ہے یہ نابکار
ہاتھ مین جسکے یہ پھڑوا دیکھتا ہے زلف یار
کچھ قبیلہ مین نہین ہے اسکے کوئی گلعذار
روز و شب از غصہ می پیچد بخود مانند مار
زہر خود بر خویشتن از لبس ز سودا ریختہ

آپ کو مت دیکھ رونا اور رونے اے پھڑوے پوچ
حق مین سودا کے ترے خامہ سے اے خطے کے قوچ
خیریت اسمین ہے کر کشمیر کو جلدی سے کوچ
رنگ مہمل دستگاہی ریخت یا از بیت پوچ
بود ہر جا ریختہ گوئی دلش را ریختہ

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

مولوی جی سے اب کوئی جلکے میرا پیام دو
لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بشام دو
کن نے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
مجھ سے جو پوچھے شعر ہی کہنے کو انصرام دو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

ایسی غزل کا عرس مین ہوتے جو انصرام ہو
بحر مین جسکی ہر طرح شبہہ خاص و عام ہو

تقطیع اُسکی جسمین کئے صبح سے تا بشام ہو
اُسکی طرف سے آخرش تمکو بھی یہ پیام ہو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

جسنے سنی ہے یہ غزل ہو نہ وہ کرے یہ خیال
ایسا یہ نہ رہا ہو اور طرفہ وہ کام سے یہ چال
شاعر اب ہے کہان لاکے اسے دو پوزنال
مین اسی دن کو مولوی روز کہے تھا یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

پڑھتے تھے تم جو یہ غزل آکے جوان و پیر کے
دیکھے تھا وان تمھین ہر ایک انگلی سے آنکھ چیر کے
کیا کرون انکو مین جو آپ ہون گدھے کا تمیر کے
کہہ رہا ہین اشارہ تمسے واسطے اپنے پیر کے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

وضع کو شعرخوانی کی آپ کی گر بتائیے
لٹی مین ڈال کنکری اُسکے تئین ہلائیے
بزم مین شاعرونکی آپ ہووین تو وان بجائیے
جائیے بھی تو آپکے منھ پہ یہ بھکے آئیے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

فاضلون کی تو بزم مین ہوتے ہو جاکے شعرخوان
شاعرون پاس آکے کہتے ہو نحو و صرف دان
دونون ہون جمع جسجگہ پھر تمہین ان جگہ کہان
بولو جو وان تم آخر سب کہین تمکو مہربان

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

اتنا بھی جھوٹ بول بول چھاتی کو میری مت پکاؤ
بولو ہو جسکو تم ملو کہتے ہین اسکو وہ چلاؤ
کانہ کچھو سمجھ کے تم فارسی اپنی مت جتاؤ
مغلون کے آگے مسخرا اتنا نہ آپکو بتاؤ

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

پستو کرو نہ ہو سکے لینگے گا سے وہ نیل و اسپ کو
انکی زبان مین لشانہ کو کا ہیکو کہتے ہین لنگ کو
سنکے ہنسے نہ کیون مغل ایسی لچر یہ لغت کو
مغلون کے آگے مولوی اب اسی مین آبرو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مغل نکلے گر سیس کو اپنی زبان مین تم لہو
گھوڑا امرا ہے شوخ و شنگ اسکو لگام لگے دو
اپنی زبان مین وہ کہے سنکے تمہاری گفتگو
مین کہون تم سے مولوی مانو جو میری بات کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لکس مین کروگے میری ہجو فارسی کا تو ہے یہ حال
آگے رہا جو ریختہ اسمین کسی کی کیا مجال
بولی مین اپنی تم دعا دو جو کسو کو میرے لال
جوتی کو لیکے ہاتھ مین تمسے کرے وہ یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکے جو تمسے پڑھتے تھے آئے ہین روٹھ بھٹکنے
روز میان جیو چھین کھائین کب تلک اسطرح بنے
کرتے ہین یہ گلا جو ہم کھانیکو اپنے لے چنے
جاکے یہ اُنسے تم کہو ہم اسی شرط سے منے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکون نے اب محلہ کے ملکے کیا ہے یہ قرار
دم تلے ملکے لال مرچ ساغری بیچ رکھیے خار
آوین جو آج مولوی گھوڑے پہ اپنے ہو سوار
بولین وہ کچھ تو آپ بھی شوق سے کہیے یہ پکار

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

شال نہین یہ مولوی کیجئے جسکو شستہ و شو
کیا کرون اسکو مین بھلا کیا کرین خان آرزو
یان تو پھٹا ہے آسمان ہووے سو کسطرح رفو
اب تو یہ بات ہوگئی خانہ بجانہ کو بہ کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مین کہون تمسے مولوی کیونکہ مٹے یہ اشتلم
سُنکے عروض والے تمسے کیجئے اس غزل کو گم
بدلو تم اپنی شکل کو داڑھی کو رنگکے کسم
یہ تو لڑکے کی اسطرح چاہیے یہ کہ آکے تم

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مسدس در ہجو دختر مولوی ندرت کشمیری

رکھے ہے مولوی دختر کہ دین و دل نیاز او
مطول کو کرے ہے مختصر زلف دراز او
فضیلت نور ربانی کی کنیز کارساز او
اشارات نگاہ چشم ہے جادو طراز او
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

کتابی کچھ یہ یون اسکے دھنک کاجل کی پھیلی ہے
کب اسکی میبذی تیوری کی گرہ کڑوی پہیلی ہے
کہ لونڈی حسن کی اب ہر سطر انوار سہیلی ہے
غرض اسکی ادا کا بوجھنا مشکل پہیلی ہے
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

بجا ہے کہیے گر علامۂ وقت اسکو اے یلدہ
رسالہ علم مین عمر سے کے جن نے ایسا لکھا ہو

اگر اک ورق اسکا ہاتھ مین جا مولوی کے دو　　کہین رکھ ناک پر عینک مطالعہ کرے کیوہ اسکو

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

جو کوئی شعر مشکل مولوی جی کو سناتا ہے　　تو معنی کہکے یون بولے ہین تجکو کیون بکاتا ہے
یہ کیا مشکل ہے اسکا بوجھنا تو سبکو آتا ہے　　مرے یان مصرعہ قد ہے کہ رشک سرو کہاتا ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

صدا لے نے کہین سے کان مین اسکے جو آتی ہے　　تو وہ بھی اس طرح سے اٹھکے زنگولے بجاتی ہے
کہ رقاص فلک بھی دیکھنے کو اسکے آتی ہے　　اسے عالم نہ سمجھے وہ جو آنکھون مین تہلتی ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

طبابت کے بھی فن مین اسکو یارو دست ایسا ہے　　کہ جو نسخہ مبہی ہے کتب مین اون نے لکھا ہے
کوئی وہ خلقت انسان سے ہو کیا جانیے کیا ہے　　جو کوئی اسکو سمجھا ہے بہت مشکل سے سمجھا ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

سنا جاتا ہے فن شعر مین بھی اتنی ہے قابل　　سبق اس سے پڑھین اسوقت ہون گر میرزا بیدل
اگر وہ درس دیوے ہمسے نادان کو تو کیا حاصل　　سمجھنا مطلع ابرو کا اسکے سخت ہے مشکل

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

غرض مین کیا کہون سودا کہ اس فضل و کمال اوپر　　نہین پڑہہ سکتی شعر مولوی ہرگز وہ موزون کر
خدا جانے نہ وہ ناموزون ہے یا انکی ہے یہ دختر　　ادا کرتی ہے اُنسے یا انھین وہ جانتی ہے خر

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

مخمّس در ہجو حلت غراب

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے
یوں دخل امر و نہی میں کرنا محال ہے
کھانیکی چیز کھانیکا سبکو خیال ہے
جو فقہ دان ہیں سبکا یہ اُنسے سوال ہے
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حامی اُنھوں کے قول کا ہووے ہے چاند خان،
کچھ شک رہا ہے کوّے کی حلت کے درمیان
اور دوسرے میں کیا کہوں اک اپنے مہربان
ہمسے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہیں کہ ہاں
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

یارو بسر ہو تم اسی دیر خراب میں
حلت رکھے ہے زاغ کسو بھی کتاب میں
بیٹھا اُٹھا کرو ہو سدا شیخ و شاب میں
جتنی کتب ہیں فقہ کی اُنکے جواب میں
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

بگڑا ہے آج مجتہدوں بیچ کیا یہ نیل
کہتا ہے چاند خان کیا کن نے حرام فیل
ملا لطیف بولے کہ کھانا روا ہے چیل
حلت یہ مینڈکی کی میاںجی کی سو دلیل
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ہوگا اگر حلال تو کوّا پہاڑ کا،
لازم ہے کیا چھوڑنا ہر ایک ہاڑ کا
لیکن نہ یہ غضب کہ کٹا ہی کے جھاڑ کا
زور آوری سمجھ کے مزا اپنی ڈھاڑ کا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

اپنے نفر سے آج انھوں نے جو یہ کہا
یہ لا نفر کہ خیر ہے تمکو ہوا ہے کیا
کوّا حلال چیز ہے میرے لیے پکا
مشہور یہ سخن ابھی ہوتا ہے جا بجا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ یہ تھے ابلہ وہ نفر تھا ذو فنون،
پوچھا جو نون چکھنے کو بولا وہ کھا جنون
اک کوّا چیر پھاڑ کے ہانڈی میں دی الابھون
کس مجتہد کے فتوے پہ اوسکا چکھوں میں خون
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

طیار جسگھڑی کہ وہ کرتا تھا ماحضر
کوے کی حلت اُس سے جو پوچھے تھا آنکر

جھنجھلا کے یہ جواب اُسے دیوے تھا نفر جانے مری بلا مجھے اسکی ہے کیا خبر

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

جو ڈھے کو پھونک پھونک یہ زندہ ہوا ہلاک کوا گلا نہ جل سے گئے جنگل کے سارے [illegible]
اُلٹا کے تب وہ بولا کہ آئی ہے جان ناک پوچھا کسو نے کیوں تو کہا کیا کہوں [illegible]

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

جب پک چکا تو کرتے تھے وہ اُس سے یہ کلام کھی پی لیا ہے تو نے تو کوا رہا ہے خام
کہنے لگا نفر کہ میاں لو خدا کا نام اپنے تو بھاویں زیادہ ہے یہ حرکت حرام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

پھر تو یہ غصہ انکو چڑھ آیا کہ جیسے تب ایدھر سے یہ پلٹے نفر اودھر سے دوڑے سب
لوگ انکو تھامتے تھے یہ کہتے تھے بے غضب آقا کو اپنے یوں کہے یہ بھڑوا بے ادب

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

ایدھر تو انکو روک رہے تھے کئی جوان انفار سب اُدھر سے یہ کہتے تھے یکزبان
یارو ہمارے اُنکے تم آؤ نہ درمیان دیکھیں تو کیا یہ جو مین سگے ہم کو کہیں کہاں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

جس وقت بڑھ پڑی غرض آپس میں دوت وات ایدھر سے دھول چلنے لگی اودھر سے لات
پگڑی انکھوں کی ان سکنے جب انہی اُنکے ہات مبدا جو اس فساد کا پوچھو تو اتنی بات

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

لوگوں نے مار مار کے انکو دیا ہٹا چیرا اٹھا زمین سے یہ سج کر کے لٹ پٹا
بولے میں پاجیوں سے دبوں تو نہیں گھٹا لیکن میں کیا کروں کہ دل اس بات سے کٹا

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

انفار پھر سب اُنکے اس بات پر اڑے ہم کو تو یاں طلب کی تو لینگے کھڑے کھڑے
یہ بولے میں لڑونگا وہ بولے کہ بس لڑے وے لڑ چکے جنھیں کہیں نفر سے بڑے بڑے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

تنخواہ دینے کو نہ درم آن سکنے نہ دام ناچار ہو انھوں نے کیا صلح کا پیام
سنکر لگے وہ کہنے کہ اپنا نہیں یہ کام رہنا انھوں نے گھر جنھیں بولیں ہیں خاص و عام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

گذران ہم تو کرے تھے کھا کھا کے نان چنے
انکی زبان کے چسکون سے لیکن اب بنے
کوّا تو اُنکے دل مین غذا آ بکر سے ٹھنے
یون ہمسے وہ کہین یہ ہمین بھیجین جب جنے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پکوا کے آج کوّا انھون نے کری یہ دھوم
کل یون کہین گے کوّے واسطے میرے پکاؤ بوم
یہ نوکری تو وہ کرے ایسا ہی ہو جو شوم
تنخواہ اپنی لے یہ کہین گے علی العموم

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

آوین کبھی ہم اگر تو اسی شرط سے اب آئین
عالم تمام کھاتا ہو جو گوشت سو یہ کھائین
آیندہ چیل و کوے یہ ہرگز نہ دل جلائین
کوے کو جو حلال کہے اسکو یہ سنائین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ کتنی دیر رہی جب یہ بات چیت
ہارے میان لفرسے ہوئی باچھو کی جیت
بدلے حرام خوری کے ان خرفشون سے ریت
شادی ہو تب تو گاتے ہین اسکا نیا گیت

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حلت کو زاغ کو ہی کے نزدیک دو رہ مین
تحقیق مین کیا تو نہ آیا ظہور مین
کوا نہین حلال جو ہو کوہ طور مین
سودا کرے ہے عرض یہ آکر حضور مین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

قطعہ در ہجو میر محمد تقی

ایک مشفق کے گھر گیا تھا مین
سنو ٹک نقل یہ عجائب ہے
اُنکے گھر مین ہے ایک مرد بزرگ
خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سرنوشت کا اُسکو
ہے بجا گر کہون کہ نائب ہے
کہنے لاگا وہ آکے مجلس مین
آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اُٹھاؤن مین
کیا کرون فکر قوت واجب ہے
مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ
بات کہنی یہ نامناسب ہے

لیکن اس واسطے مین کہتا ہون — درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم مین — زیر ایراد میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح — لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

مخمس در جواب طعن میر تقی کہ فی الحقیقہ میر شیخ بودہ است

گر شیخ زبان اپنی مری خبث سے کوتاہ — نے گل ہون مین اس باغ مین نے خار سر راہ
خوبی سے نہ شہرہ نہ بدی سے ہون بافواہ — مستے برہ میکدہ ہر شام و سحرگاہ
واقف نہ کسی سے مین نہ مجھسے کوئی آگاہ

جو پاے مشیخت کے تئین تجھسے ارادت — خدمت مین مجھے پیر خرابات کے بیعت
ہے کیا سبب اس خبث کا جز یہ کہ حماقت — حورونکا نہ عاشق ہون کہ موجب ہو رقابت
دلکش بت ہندی مری حورین تری دلخواہ

یہ فرض کیا بد ہون مین سچا ہے ترا قول — پر مدت سے تجھے کسطرح تو نظرون مین لیا تول
صحبت مری تیری کا تو اتنا ہی رہا ڈول — تئین دیکھ مجھے حرز پڑھا مین پڑھا لاحول
سو بھی کسی کوچے مین گلی مین گہ و بیگاہ

الشر تو مرے خبث مین کہتا ہے یہی بات — لتو کین خلانے کی تب ہے وزر ہے اوقات
خود اسکی نجاست کا نہین کتے پہ اثبات — لازم ہے مسلمان نہ کرے اس سے ملاقات
یہ چاہیے صحبت رکھے اپنے کے اکراہ

یہ سچ ہے جو کہتا ہے تو مجھپر بھی یقین ہے — کتے کو کہے پاک سو وہ دشمن دین ہے
لیکن وہ سگ نفس نجس اس سے کہین ہے — تجھ پر جو ہر اک لحظہ و ہر آن تعین ہے
تو اسکا نہ کہنا کرے شب پاک ہی واللہ

دنیا کے بھی جیفے کا سگ نفس ہی طالب — شیرون پہ جو گیدڑ کو یہ کرواتی ہے غالب
وہ مرد ہے جو اسمین کرے نوست مطالب — نے خر ہے وہ گو اسپہ ہو امرد کا قالب
اس حرف مین نے شک عقلا کو ہے نہ شباہ

سمجھا ہی سگ نفس کو تو اپنے شکاری — اسواسطے اس ساتھ تجھے دل سے ہے یاری

تو پرورش اسکی مین ہے باذلت وخواری | مردار سوا صید حلال اُس نے نہ ماری

گیدڑ کبھو کھلواے ہے تجکو کبھو روباہ

جھگڑا کوئی حق اپنے پہ تجھ ساتھ جو ٹھانے | اور حق طرف اسکے ہے تو سب طرح جانے
پرسگ ترا ہرگز سخن حق کو نمانے | سو طرح سے ظالم سگے حق اسکا مٹانے

سمجھا ہے سیہ روئی تو اپنی کلف ماہ

کتے سے شب و روز جو رکھتا ہو نمین صحبت | دیتا ہے تجھے یاد وفا اور قناعت
دنیا کے وہ جیفے کو سمجھتا ہے نجاست | اک پارچۂ نان پہ ہے میرے ساتھ رفاقت

کسطرح تبا اُسکی مرے دل مین ہو جاہ

سودا بزبان جز سخن راست نہ لاوے | احمق ہو جو تجھسا کوئی تو اسکو نہ بھاوے
کتے کا ملوث تو نہا پاک ہو آوے | علت کی مشائخ کے جو دھوئے سے نجاوے

خالی کرین دھو دھو ... ہے زہ ... کا اگر چاہ

قصیدہ ہجو شخصے کہ متعصب بود

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزلخوانی | تو بلبلین ہون مرے پیچھے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد | برنگ سایہ پڑے پانون سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری | نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
ہوا نہین وہ مرے صیت شعر کو سنکر | زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی
یقین تو جان کہ زانو ادب سے اس تئین | کرے ہے تہ مرے آگے عبید زاکانی
جو رو دکی سے مین کچھ پوچھون فن شعر کی بات | بجا کے تانت کے دھن تلانک تادانی
مری یہ فکر سخن صعصعہ زمانہ پر | کرے ہے مدح و مذمت مین جو ہرازانی
ضیاے مہر پہ کھینچی ہے نقش تاریکی | کرے ہے ظلمت حیوانکو بل مین نورانی
نہ ہووے کیونکہ مراد تبہ شعر مین یارشک | مین کیسے ہیر کی کرتا ہون اب ثناخوانی
کہ جسکی دم گئی مشرق سے لیکے مغرب | انھونکی اب کوئی دم دار بھا نہین ثانی
فرشتے داڑھی کو اُنکے لگاتے ہین صندل | کرے ہے طائفہ حور انکا آ گل افشانی

جو کوئی وصف کرے اونکی دینداری کی
کریں ہیں لعن اوسے ملکے انسی و جانی

انھونکی ذات مبارک میں یہ تعصب ہے
کریں نہ چشم میں سرمہ ہو گر صفاہانی

کوئی جو اُسکا سبب جاکے پوچھے ہے اونسے
تو کہتے ہیں کہ ہے یہ بھی کوئی سُلیمانی

لگا نا سرمہ کو ونکے جہان رہیں شیعہ
بھلی ہیں اس سے تو یہ آنکھیں کور ہوجانی

علیؑ کا نام لے کوئی جو آکے مجلس میں
کہیں ہیں قتل کرو اسکو ہے یہ ایرانی

معاویہ کو سمجھکر خلیفۂ پنجم
کریں ہیں مو ہو اپنے کو اُسپہ قربانی

انھونکی اپنے مریدونکو یہ وصیت ہے
جو چھوڑ جاے مری روح عالم فانی

منڈا کے ریش لو اوس شخص کے نبلوری
کرے معاویہ کی گور پر مگس رانی

اگر جو پوچھے کوئی اصل و نسل کو اونکی
کہوں میں یوں نہ یہودی ہے یہ نہ نصرانی

جو باپ شمر کا تھا سوا ونھونکا دادا تھا
جو ماں یزید کی تھی سوا ونھونکی تھی نانی

انھوں کی بہن ہے ابن زیاد سے منسوب
ہنوز جس سے ہے دنیا میں آل مروانی

جگر کے ٹکڑے ہیں خولی کے نور دیدۂ شمر
نہیں ہوں شیس کے دیکھے سے انکے نورانی

غرض یکا دن میں نادر انہیں گرہ ہی شمر کی
یہ گانٹھ ہمکو تو مشکل ہے سخت سلجھانی

نہ پوچھو تم یہ کہ ذات شریف سے اپنی
ہوئے ہیں آل محمدؐ کے دشمن جانی

انھوں کے دادیکا نے نام باندھے ہیں تلوار
ہنوز قتل پہ سید کے آل مروانی

جو کود مو صلی سنتے ہو سو عصا لیکر
کرے تھا اُنکے بزرگوں کے گھر کی دربانی

لکھے ہے اپنی یہ تحریر یہ شیخ و دین ہون
یہ رافضی نہ کریں گو مری قدر دانی

کہ جسکے دادے نے جا کربلا میں روز وغا
کیا فرات کا بند اہل بیت پہ پانی

وہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جو کہ مشکوں پر
چلا کے گھوڑوں کو کرتا تھا تیر بارانی

نہیں حسینؑ وگرنہ کرے ابھی یہ قتل
غرض جہان میں یہ پہلوان یزید کا ثانی

بکمر تو ایسے کی تعریف جسکے تئیں سودا
کریں ہیں لعن چہ ایرانی و چہ تورانی

محب دین پر ادن سے الٰہی تا محشر
مدام نعمت خلد برین ہو رضوانی

قصیدہ در ہجو مولوی ساجد در بیان آنکہ یزید علیہ اللعنۃ اولی الامر گفتہ بود

سنا ہے مین یہ کسی نے بمدعا ے فساد
کہا یہ مولوی ساجد سے جا کے شاہ آباد

مین تجھسے پوچھنے آیا ہون مولوصاحب
کسی کتاب مین ہووے تو کیجیے ارشاد

کہ دیکھ ماہ محرم نبی کی امت مین
درست ہے کہ یہ دین یکدگر مبارکباد

پہن لباس مکلف بروز عاشورہ
کرین معانقہ آپس مین ہو کے خرم و شاد

دیا جواب کہ ہم سنیون کے مذہب مین
عمل یہ اندنون کرتے نہین ہین کچھ ایجاد

یہ بات ہوتی ہی آتی ہے عہد حضرت سے
ہزار جا ہے کتب بیچ اس کا استشہاد

حنا کو ہاتھون سے ملنا لگانا سرمے کا
لباس پہن کے پڑھنا وظیفہ و اوراد

بڑا ثواب ہے اسکا کہ ہے یہ روز عید
کرین نہ گو یہ عمل شیعیان ز راہ عناد

یہ سنکے کہنے لگا پھر وہ مولوی جلیسے
غم حسین کا پاس اسمین ہے مگر الحاد

دیا جواب یہ پھر مولوی نے اسکے تئین
غم حسین سے جاوے نہ یہ خوشی برباد

حسین دے گیا ناحق غم اپنا شیعونکو
ملا کے پنجہ کو اپنے یہ پنجۂ فولاد

مگر نہ سمجھے تھا وہ آیۂ اطیعوا اللہ
بغی پر اسکے کلام خدا سے ہے اسناد

خلاف امر اولی الامر کا ہے ایسا کچھ
کہ جون چراغ رکھے کوئی بر دریچۂ باد

اگر یزید کی جاتا حسین بیعت کو
نبی کے آل کی برباد ہوتی کیون بنیاد

علی نے صلح بھلا کی تھی کیون معاویہ سے
حسن بھی کر گیا بیعت برائے دفع فساد

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اسکا
اگر کٹا تو کٹا سر ز خنجر فولاد

غرض کہ مولوی سادہ نے اسکو سنی جان
عقیدہ اپنے کی باتین سب اس سے کین ارشاد

نجانا اسکو ہے بدبخت رافضی عالم
جواب دیگا مری بات کا بصد اسناد

یہ سنکے کہنے لگا وہ کہ حرف حق نہین
جو مجتہد ہین ترے دین کے انکا ہے ایجاد

ترے موافق مذہب کے تجھسے پوچھون ہون
جواب دے تو مجھے راست نہ ز راہ عناد

نبی کے بعد مقرر ہوئے خلیفہ چار
کہ جنسے اب تئین قائم ہے دین کی بنیاد

علی خلیفہ تھا عثمان کے بعد یا کوئی اور
جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

علی خلیفۂ چارم درست ہے کہ نہین
محمد اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

تبا کہ خطبے مین بعد از نماز جمعہ کے
کسے خلیفۂ چارم کیا خطیب نے یاد

معاویہ کو خلافت اگر بجاے علیؑ
پہونچتی تو تو اولی الامر اسکی تھی اولاد

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی
ہوئی زبان محمدؐ سے بارہا ارشاد

مرا سخن نہین باور جو تجکو جاکر دیکھ
صحاح ستہ مین اے مولوی کور سواد

جو اس حدیث کے معنی کو تو نہین سمجھا
سمجھ لے مجھسے سمجھنے کی ہو جو استعداد

حدیث یہ جو مکرر نبی نے فرمائی
سو اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد

جگر کا لخت مرے فاطمہ ہے دل اسکا
وہی دکھاویگا ہوویگا جسکو مجھسے عناد

عدو مرا جو ہوا دشمن خدا ہے وہ
خدا کی دشمنی کرنا تو عین ہے الحاد

پس اب تو کہہ دل خیر النسا ہو اس سے خوش
حسینؑ کے جو کرے قتل سے دل انکا شاد

یزید کو تو مسلمان گنے ہے اے نسناس
پھر اسکو کہکے اولی الامر تین کرے ہے یاد

جسے کہ کہیے اولی الامر ہے حسین شہید
امام برحق و معصوم پاک از اجداد

کہ جو نبی کا نواسا علی کا تھا فرزند
امام ہر دو جہان آپ اور امام نژاد

یزید کیونکہ اولی الامر ہے تبا ملعون
کیا یہ فرض ہوئی جاہ اسکو جون شداد

یزید کو تو اولی الامر سمجھے ہے مردود
تف اس عقیدے پہ لے خارجی بد نژاد

خدا رسول کی اسے بیحیا اطاعت ہے
نہ فرد و فرد دین مین رہی ہے نہ افراد

یہ وہ اطاعتین ظاہر مین تھین محمدؐ تک
مگر مطیع بدل تھی سو آکہ الاجداد

خبر حدیث سے قرطاس کی بھی رکھتا ہے
کہ ہے وہ بہر اطیعوا اللہ و الرسول استشہاد

علی کی صلح جو پوچھی نبی نے کیون ڈالی
تبا بجنگ حدیبیہ صلح کی بنیاد

حسنؑ کی صلح کا باعث یہ تھا معاویہ سے
کر اسکے ساتھ ہوئے جمع تجھسے زشت نہاد

حسینؑ سے لکھنے پہ تجھ جیسے مسلمینون کے
گیا مدینہ سے کربل کو لیکے آل اولاد

حدیث ہے کہ اگر مومنین ہو کر جمع
جہانمین صاحب حق کیطرف کرین امداد

نہ باندھے صاحب حق گر کمر پہ انکے مگر
ثبوت حجت ایزد ہے اے شقی روز معاد

بھلا حسینؑ نجاتا تو اسپہ کیا کرتا
خدا کے نزد کی حجت ہے قتل سے تکتی یاد

ندان اہل وغا سے تمام کر حجت
دکھا سر اپنے کو جا زیر خنجر بیداد

غرضکہ رافضی بے ادب نے از رہ جہل — خموش مولوی صاحب کو کر کے حد سے زیاد

یہ کہہ کے اُٹھ گیا ظاہر ہے اس حمایت سے — خسر یزید کا تو ہے وہ ہے ترا داماد

جب اس مکابرہ نے اشتہار پایا تب — ہوئی یہ مولوی صاحب پہ عشر میں روداد

ہر ایک تعزیہ خانے میں کہتے تھے رفضا — پڑھے یہ مطلع تازہ وہ جو ہے نیک نہاد

مطلع

مکن تو لعن بہ شمر و یزید و ابن زیاد — بگو بمولوی ساجد مدام لعنت باد

قصیدۂ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے — دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منھ میں زبان ہے

میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ رے اللہ ہے کیا نظم بیان ہے

اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت — آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یاں ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا — اس امر میں قاصر تو فرشتہ کی زبان ہے

کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانہ کی کئی شکل — ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی — تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے

ثابت ہو جو دگلا تو نہیں موزہ نہیں کچھ چال — تیر و ان میں ہے پر کیری تو بے چلہ کمان ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقہ سے میاں ہے

یہ سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید دگرنہ — شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے

اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے — تنخواہ کا پھر پٹنا اس شکل سے یاں ہے

لیتے ہیں بایں رد سیہی وہ تو دو ماہہ — تک دھونس دہڑکے کی جنھیں تاب و توان ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھکے اوسمیں — بیٹھا ہوا اوس شکل سے ہر پیر و جوان ہے

ملا جو اذان دیوے تو منھ موندکے اوسکا — کہتے ہیں کہ خاموش مسلمانی کہاں ہے

بولا جو خطیب اوسمیں تو لے رے اسے اک دھول — ہاتھ آگیا واعظ تو چھپیا او دہان ہے

رہتے نکلے ہے گدھا آٹھ پہر گھر مین خدا کے
ستے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے

اور وہ جو ہین کمزور وہان اُن کے بیٹھین
رہتی کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکان ہے

اُٹھ اُٹھ کے دکھاتے ہین اُنھین چال وہ اپنا
دربار رواس عہد مین جو خرد و کلان ہے

یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے
اس سج سے رسالہ کا رسالہ ہی روان ہے

کوئی سر پہ کیے خاک گریبان کسیکا چاک
کوئی روو ہے ہو منھ پیٹ کوئی نعرہ زنان ہے

ہندو و مسلمان کو پھر اُس پالکی اوپر
ارتھی کا تو ہم ہے جنازہ کا گمان ہے

یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی
کہتے ہین جو دان عوض تیرے پھر یہ نہ ہان ہے

گر ہو جیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب
اُسکی تو اذیت ہے بڑی آفت جان ہے

وہ جا کے جو راتو نکو تو بیٹھے ہین دو زانو
کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے

بیوقت خورش اُسکی جو ہو اپنے تئین بھوکھ
سو کیا کہون تجھسے کہ مصیبت کا بیان ہے

گھڑیال کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہین گھڑیان
اور پیچ خلا رو وہ نہین جون اسپ دوان ہے

جمیان آئے جمیان ہو اور حیرت اوپر حیرت
منھ صورت سوفار مگر شکل دہان ہے

صیغے پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یان ہے

صحبت ہے یہ اس سے اگر آقا کے تئین چھینک
آوے تو وہ اُسکو بجفونت نگران ہے

دیتے ہین منگا تیر و کمان ہاتھ مین اُسکے
ٹھنڈھی ہوا آئینہ کا گر اُس وقت گمان ہے

اور ماحضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے
کھاتا تو یہ کھاتے ہین پر اُسکو خفقان ہے

مطبوخ مین ہی خربزہ اور خربزہ پر دودھ
ہے دودھ پہ مچھلی لتس اور پر گاو زبان ہے

یہ بھی تو نہین ہے کہ اسی سے ہو تسلی
اس سب پہ تعفن کے لیے لیمن نان ہے

اسمین جو کہین درد اوٹھا پیٹ مین اُسکے
پھر بو علی سینا ہے تو وہ ہیچمدان ہے

رکھتے ہین غرض مرگ سے لڑنیکو سپاہی
گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے

سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت
دکھن مین بکے وہ جو خرید صفاہان ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل
ہر شام یہ دل وسوسۂ سود و زیان ہے

لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار مین وے جنس
یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے

قیمت جو چکاتے ہین سو اس طرح کہ ثالث
سمجھے ہے فروشندہ یہ دزدیکا گمان ہے

جب معل مشخص ہوا مرضی کے موافق
پھر پینون کی جاگیر کی عامل پہ نشان ہے

پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جسوقت
کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے

ادھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا
دیوان بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس
ہر اک متصدی سے میان اور رتیان ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے
جو پالکی نکلے ہو تو فریاد و فغان ہے

دو بیل کی جا کر جو کہین کیجیے کھیتی
اور مینھ بھی موافق ہے پڑے تو توسمان ہے

ہین خشکی و تری کے تفکر مین شب و روز
نہ امن ہے دلکے تئین نے جیکو امان ہے

گر خان و خوانین کی لے کوئی وکالت
اسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہے

ہر عمدہ کے دروازہ پہ زین پوش پہ بیٹھا
پوچھے ہو اجی مردے ہے نواب کہان ہے

ہر گھر مین وہ چاہے کہ مین فوارہ سا چھوٹون
ہر کوچہ مین جون آب چکا بودہ دوان ہے

دیوان کنے بخشی کے بیوتات کے حاضر
مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے

ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام
پیپل کے سے پتے کیطرح منھ مین زبان ہے

لاوے جو کچہری سے وہ دام انکا سیاہا
للچادے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے

سو ماہی پہ بیٹھی ہے لیے پانسو ہے خرچ
اور زر کے اجارے کی بھی اردو مین دکان ہے

بتا دے غرض پیسے اڑا کر ہوا روپوش
گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہان ہے

جسوقت سنا یہ وہین آواز بدل کر
آپ ہی کہا گھر مین سے کشن چند کہان ہے

پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بھیٹا
اسناد کا جاگیر کے یہ اُس سے بیان ہے

عرضی پہ ہوا اسم سیاہہ ہے یہ ہوا جسم
پروانہ مین متیر ہون تصدق مرجان ہے

کاہے کی غرض عرضی وہ اور کسکا سیاہا
کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے

انصاف جو کیجے تو نہین اسکی بھی تقصیر
سب ماحصل ان باتونکا اک بار چنان ہے

شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال
دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یان ہے

مشتاق ملاقات انھونکا کس و ناکس
ملنا انھین اُنسے جو فلان ابن فلان ہے

گر عید کا مسجد مین پڑھے جاگے دوگانہ
نیت قطعۂ تہنیت خان زمان ہے

تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
گر رحم مین بیگم کے سنے نطفۂ خان ہے

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا
پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

ملائی اگر کیجیے تو ملا کی ہے یہ قدر
ہون دو روپے اسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے

اور ماحصل اخوند کا اب کیا مین بتاؤن
یک کاسہ دال عدس و جو کی دو نان ہے

انکو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے
سب خرچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ دان ہے

تسپر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اوسکے
لڑکونکی شرارت سے سدا خار نہان ہے

بھاگے گیے یہ عمل کر جو وہ شیطانکا لشکر
دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب مین وُدان ہے

اب کیجے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہان ہے

جس رو نے کاتب کا لکھا حال مین تب سے
ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے

وہ بیت ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج
خوبی مین خط اب جسکا بہ از خط بتان ہے

یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ
آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے

اچھا ہو جو موتی کا زمانے مین نئے سر
خطاط کی اوتنی ہی رہی قدر کہان ہے

ہر یہ ہو سوا پانچ ٹکے گذرے مین آکر
یاقوت پکارے جو بکا ؤ قرآن ہے

دمڑی کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ
بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے

چاہے جو کوئی شیخ بنے پھر فراغت
چھٹتے ہی تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے

دیتا ہے دم خر سے کوئی شملے کو نسبت
گنبد سے کوئی پگڑیکو تشبیہ کنان ہے

اور اسکو جو دیکھے کوئی وہ پھر معیشت
اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک زمان ہے

پوچھے ہے مریدون سے یہ ہر صبح کو اوٹھکر
ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی
لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے

ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سبکو ہوا وجد
کوئی کو دے کوئی رو دے کوئی نعرہ زنان ہے

بےتال ہوئے شیخ جو ٹک وجد مین آکر
سرگوشیون مین تداصولی کا بیان ہے

گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی ہنس ہنس
کہتے ہین کوئی حال ہے یہ رقص زنان ہے

اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو،
ڈالا ہوا وان دال نخود قلیہ و نان ہے

سب پیشہ یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل
جورو تو سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دلکو ہے خرافت کا تیقن
بیٹے کو جنون ہونیکا بابلکے گمان ہے

پھر شیخ کے جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب
تب انکی سفارش مین اُسے رقعہ نخان ہے

مضمون بھی رقعہ کا کہ کچھ دیجیے اسکو
مداح اما مونکا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری
ٹک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال
آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال،
دنیا میں تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام
سوا دسپہ تیقن کسیکے دلکو نہیں ہے
یاں فکر معیشت ہے تو واں دغدغہ حشر

یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے
چھاتی یہ کڑک بجلی ہے اور شیر دہان ہے
جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہاں ہے
عقبے میں یہ کہتا ہے کوئی اسکا نشان ہے
یہ بات بھی گو بندہ ہی کا محض گمان ہے
آسودگی حرفیست نہ یاں ہے نہ وہاں ہے

مخمّس شہر آشوب

کہاں ہیں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانواں ڈول
پھرے ہے جا کہیں نوکریوں لیکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اسکے جواب میں دو بول
جو میں کہونگا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
تبا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیر یوں یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند
سو آمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند
جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف میں فوجداری کول

قوی ہیں ملک میں مفسد امیر ہیں سو ضعیف
سو انکے کہاں جو ہمیں دیکھے ہوں انھوں نے حریف
نہ کچھ ربیع میں حاصل نہ درمیان خریف
جو عامل اب ہیں محالات پر سو یوں ہیں ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنہگار کی اول

بس انکا ملک میں کار نسق جو یوں ہو تباہ
اگر کوہ زر ہو زراعت میں تو نہ دیں پرکاہ
جگہ وہ کونسی نوکر رکھیں یہ جسپہ سپاہ
کہاں سے آویں پیادے کریں جو پیش نگاہ
کدھر سوار رہیں پیچھے چلیں وہ باندھکے غول

رہی فقط عربی باجے پر انھوں کی شان،
جو چاہیں اسکو نہ بجوا دیں یہ تو کیا امکان
پر انکا فکر ہے تخفیف خرچ پر سر آن،
رہیگا حال اگر ملک کا یہی تو ندان
گلے میں تاشا کہار دینگے پالکی میں ڈھول

انھیں ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور
کہ ہوں دو دو مورچھل اور ایک کا تی سمور

نہ رسم صلح کی سمجھیں نہ جنگ کا دستور   جو آئین قاعدہ دان تھے ہوئے وہ انسے دور
تماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹٹھول

امیر اب جو ہیں دانا انھونکا ہے یہ خیال   ہوئے ہیں خانہ نشیں دیکھکر زمانیکا حال
بچھی ہے سوزنی جو جا بجا کترا ہے چھلے ہو رومال   حضور بیٹھے ہیں اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے اک پیکدان و اک تمبول

جو کوئی ملنے کو انکے انھونکے گھر آیا   ملے یہ اس سے گر اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمیں وہ درمیان لایا   انھون نے پھیر کے اودھر سے منھ یہ فرمایا
خدا کیواسطے بھائی کچھ اور باتیں بول

جو مصلحت کے لیے جمع ہون صغیر و کبیر   تو ملک و مال کا فکر اسطرح کرین ہین مشیر
وطن پہونچنے کی سوجھی ہے بخشی کو تدبیر   کھڑا یہ اسکلے دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسونپہ نقرئی ہین خول

تجمل ہو یہ نہ سمائے زمین بہت بھائی   تمام عمر ہے تدبیر ملک ہین کا ئی
کرے وہ مشورے ہین کھیلین جون سواماٹی   نداں کرا کے بٹھے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھر اپنے زعم مین ہر اک برائے خود ہے ہلول

پڑے جو کام انھین تب نکل کے کھائی سے   رکھین وہ فوج جو موتے بھیری لڑائی سے
پیادے ہین سو ڈرین سر منڈاتے نائی سے   سوار گر پڑین سوتے مین چارپائی سے
کرے جو خواب مین گھوڑا کسیکے پیچھے الول

نہ صرف خاص مین آمد نہ خالصہ جاری   سپاہی تا متصدی سبھون کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی ہین کیا کہون خواری   سوال سختی کو پھاڑ کرکے پیاری
کسیکو اولہ دے باندھکر کسیکو کتول

یہ جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار   تلاش کرکے دیکھے انھون نے ہو ناچار
نداں قرض مین بنیون کے دی سپر تلوار   گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سوتا ہے ہاتھ مین کچکول

کرون معاش کا حضرت کی کچھ کیا مین بیان   اگر توشہ خانہ ہے انکا پر ابیچی کی دکان
تکل تو رسکے منھ سے سکے ہو گا و زبان   بکی ہوان تب ہین کہ جب کا تھی خلد مکان

بکے ہے تیسرے فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہے جو سودی سے جا کر دواب کے حالات
جواب دے ہے کہ ہے اونٹ تو فرشتے کی فات
ہوا یہ جیتی ہے بیلون کی اوجھیں پہ برات
جو کچھ ہن ہین انھون نے پیا ہے آبحیات

تمھارے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑے ہین سو کیا امکان
کہ ہو دے گھاس کے گٹھے کا اُنکے آگے نشان
کسو کی ٹوٹی ہے سنگری کسو کا جھڑ گیا کان
طویلہ اُسکو کہون یا مین پنج پیر کا تھان

اسی خیال مین رہتی ہے عقل ڈانوان ڈول

اور اب جو زعم مین آقا کے فیلخانا ہے
جو ہتنی اندھی ہے اسمین تو ہاتھی کانا ہے
نہ ٹھور چارے کا راتب کا نے ٹھکانا ہے
ہر ایک بھوک سے سوے عدم روانا ہے

اب اُسکو خواہ وہ پاگل کھلین خواہ جھول

کرے ہے بھوک سے شاگرد پیشہ اب معاش
کہین پلاؤ تو باورچی وان پکا دین آش
کرین قناتون مین دربان بیٹھے پردہ فاش
تلے سے کھینچ لے مسند کو آ کے فراش

اگر کہین کہ شا اُٹھلے چاندنی کا جھول

یہ خادمان محل کی ہے اندنون صورت
نہ خوان ڈھونے کا کشمیرنی مین باقی سکت
نہ اُٹھ کے ہلنے کی ہرگز رونے مین طاقت
بنی ہے بھوک سے دربانون کے بیٹھکی گت

کہ بوڑھی ہتھنی کے جسطرح بیٹھ جاے کپول

مچا رکھی ہے سلاطینون نے یہ تو بہ دھاڑ
کوئی تو گھر سے نکل آئے ہین گریبان پھاڑ
کوئی در اپنے پہ آوے دے مارتا ہے کواڑ
کوئی کہے جو ہم ایسے ہین چھاجے ہگی پہاڑ

تو چاہیے کہ ہمین سبکو زہر دیجیے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا
کہ بے زری نے جب ایسا گھر آ کے گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا
نہین یہ فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا

کرے نہ عزم سوے صفاہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین زیر چرخ نیلی فام
سو جائداد کا اُسکے ہے پرگنہ سرسام
وبا کا جب سبب ہے دار الخلافہ مین ہنگام
گھرون کی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام

ادھر کسیکا دکھا سر اُدھر سے دوڑی قول

سو کیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ اوقات
ملے ہے پیٹ کو روٹی سو وہ روز آدھی رات
جو چاہین تن ڈھپے اُسمین سو آگے پیچھے مات
اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرے روز موجودات
جو پانچون باندھے ہو ہتیار اور چھٹی اسپول

وہ نوکر اب جسے آقا ہر آن پہچانے
جو پوچھو اُس سے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
سکے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے
روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے
اگر اس زمانے مین چیٹا بنے ہے وہ پاگول

غرض کہ جب نہین ملتا ہو پاؤ بھر بھی چون
کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نجانو یہ کہ انہین جب سپہ گری کا فنون
نہ آیا سیکھ تو یون باندھنے لگے مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کرون آغاز
تو اسکو سنکے کرین ہوش چند کے پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز
کوئی جو شام کو مسجد مین جاے بہر نماز
تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسیکے یان نہ رہا آسیا سے تا بہ اجاغ
ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھرونکے غمسے داغ
اور اُن مکانون مین ہر سمت ہینگتے ہین الاغ
جہان بہار مین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارات کیا کہون تجھ پاس
کہ جسکے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اداس
بجائے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس
کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم
نجانے کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھے سرو و صنوبر وہان اوگے ہین زقوم
مچے ہے زاغ و زغن سے اب اس چمن مین دھوم
گلون کے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھے سیر کو پنگھٹ کے گرد کے دیہات
کہ اب جہانکہ تھے پنہاریون کے آبحیات
اور اُن درختون کی وے چھائین وے گھنے سے پات
نہ وے درخت ہین اب وان نہ آدمی کی ذات
کوئین مین مرے پڑے ہین نہ رسیان ہی نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا　　عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جسکی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھی جس جگہ فانوس　　پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کی مانوس

کرو دل پر از امید ہو گئے مایوس　　گھرون سے یون بجا کے نکل گئی ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چنڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہو یہ معمول　　وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول

ہے انکی گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول　　اور انکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجیے مول

اگر مجب ہوا شمع توسن یہ نام　　دیا پھر اسنے بقدر کرکے نذر امام

پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام　　دروغ و راست کا لایا وہ درمیان مین کلام

یہ آگے اور چلین سے کہکے زیر لب لاحول

غرض مین کیا کہون یارو کہ دیکھکر یہ قہر　　کرور مرتبہ خاطر مین گذرے ہے یہ لہر

جو ٹک بھی امن دل اپنے کو دیوے گردش دہر　　تو بیٹھکر کہین یہ روئیے کہ مردم شہر

گھرون سے پانی کو باہر کرین جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہین　　وہ دل نہین کہ اب اس غم سے وہ کباب نہین

کسیکی چشم نہوگی کہ وہ پر آب نہین　　سوائے اسکے تری بات کا جواب نہین

کہ یہ زمانہ ہے اس طرح کا زیادہ نہ بول

قصیدہ در ہجو اسپ المسمی بہ تضحیک روزگار

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار　　رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے　　ہرگز عراقی و عربی کا نتھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے　　موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ ادھار

تنہا ملے نہ دوسرے عالم حسرات سے　　خست سے اکثرون نے اٹھایا ہے ننگ و عار

ہین گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان　　پاوے سزا جو انکا کوئی نام لے نہار

نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سائیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

ناطاقتی کا اسکے کہانتک کروں بیان
فاقوں کا اسکے اب میں کہانتک کروں شمار

مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اسکا حال
کرتا ہے راکب اسکا جو بازار میں گذار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار

جبدن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وہ
گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھکر
دیکھے ہے آسمان کی طرف ہوکے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھانس کا
چوکے کو آنکھ موندکے دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ
ہر دم زمیں پہ آپ کو پٹکے ہے بار بار

پیدا ہوئی ہے تپ اگن باد اسقدر
ہرگز ذرہ دروغ اسکو تو مت جان زینہار

گذرے وہ جسطرف سے کبھو اوسطرف نسیم
باد سموم ہووے وہیں گر کرے گذار

دیکھے ہے جب وہ توبڑہ دہقان کیطرف
کھودے ہے اپنے سُم سے کنوئیں تا بہیں لما

فاقوں سے ہنہنانے کی طاقت نہیں رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اوڑ جاوے باد سے
میخیں گراوسکی تھان کی ہوویں نہ استوار

نہ استخوان نہ گوشت نہ کچھ اسکے پیٹ میں
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جوں کھال کو لوہار

سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

یہ حال اسکے دیکھ غرض یوں کہے ہے خلق
جنگل سے موڑکے تو گھوڑا اوسکو کردگار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں
کہتے ہیں اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

لیجاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گم
اس تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

تنہا نہ اوس کے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں چلیئے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور تھا جنھوں سے کنے وہ اسپ نابکار

خدمت میں انکی میں نے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب اونھوں نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کروں تجھ پہ میں نثار

لیکن کسیکے چرھنیکے لائق نہین لیک پ
صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
بدرنگ جیسے لید و بد بو ہے چون پشاب
مانند ہینچو کے لکد زن ہے تھان پر
حشری ہے اسقدر کہ بحشر اسکی پشت پر
اتنا وہ سرنگون ہو کہ سب اوڑ گئے ہین دانت
ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاے اسکا سن
لیکن مجھے زروے تواریخ یاد ہے
کم رو ہے اسقدر کہ اگر اوسکے نعل کا
ہے دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
مانند اسپ خانہ شطرنج اپنے پانون
اکدن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات مین
سبزے سے خط سیاہ و سیہ سے ہوا سفید
پہونچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجوان
مٹھا تو اسقدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
دہلی تک آن پہونچا تھا جسدن کہ مرہٹے
مدت سے کوڑیون کو اڑایا ہے گھر مین بیٹھ
ناچار ہو کے تب تو بندھایا مین اوسی زین
جس شکل سے سوار تھا اسدن مین کیا کہون
چابک تھے دونون ہاتھ مین پکڑے تھا منھ مین باگ
آگے سے توبڑا اسے دکھلاے تھا سئیس
ہرگز وہ اسطرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
اس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
پہنچے اسے لگا و کہتا ہوئے یہ روان
مین کیا کہون غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ

یہ واقعی ہے اسکو نجانو گے انکسار
سیرت سے جسکے نت ہے سگ خشمگین کمہار
بہین یہ کہ اصطبل او جرٹ کرے ہزار
لا جنب وہ زمین سے ہو جون میخ استوار
دجال اپنے منھ کو سیہ کر کے ہو سوار
جب مرے پہ بسکہ ٹھوکرون کی نت پڑے ہے مار
پہلے وہ میکے ریگ بیابان کرے شمار
شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
لوہا گلا کے تیغ بنا دے کبھو لوہار
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
جز دست غیر کے نہین چلتا ہو زینہار
دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار
تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار
شیخوخیت کے درجے سے کر اسطرف گذار
لیکن اب ایکدن کی حقیقت کہو نہین یار
مجھسے کہا نقیب نے آکر یہ وقت کار
ہو کر سوار اب کرو میدان مین کارزار
ہتیار باندھ کر مین ہوا جا کے پھر سوار
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یون ذلیل و خوار
تک تک سے پاشنہ کے مرے پانون تھی فگار
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار
ہلتا نہ تھا پر جہان سے مانند کوہسار
اکثر مدبرونمین سے کہتے تھے یون پکار
یا باد بان باندھو لون کے دو اختیار
تیغ زبان سے کاٹتے کرتا تھا گل نثار

کہتا تھا کوئی ہے بز کو ہی نہین یہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہیگا ولایت کا یہ حمار

کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ
کتوال نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار

کہنے لگا پھر آکے اُس اجماع مین کوئی شخص
مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گنا ہگار

سمجھون ہون مین تو یہ کہ سپاہی کی جنس مین
ڈائن چلی ہے سیر کو ہو چرغ پر سوار

اس مخمصہ مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنے کو آسمان نے کیا تجھسے پھر دوچار

دھوبی کمہار کے گدھے اُسدن بھرے تھے گم
اس ماجرے کو سُن کیا دونون نے ان گذار

ہر اک نے اسکو اپنے گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمھار

دریاے کشمکش ہوا اوس آن موج زن
تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار

بدشمی اسکی دیکھ کے کر خرس کا خیال
لڑکے بھی وان تھے جمع تماشے کو بیشمار

رکھتا تھا کوئی لاکے سپاریکچہ منہ کے بیچ
مو اسکے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھسے کہ تو مجکو بھی چڑھا
دونگا ٹکا تجھے مین سبے نوچندا ایتوار

کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اسکے گرد و پیش
ساتھ اُس سمند خرس نما کے ہو چشم چار

اسوقت مینے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار

جھگڑون مین دھوبیون سے کہ لڑکو کچو دون جواب
کتون سے یا لڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار

بارے دعا مری ہوئی اُسوقت مستجاب
وانسے بہ نمط کیا جنگاہ تک گذار

دست دعا اُٹھا کے مین پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الٰہی مین یون پکار

پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ہو وے جگر سے پار

یہ کہکے مین خدا سے ہوا مستعد بجنگ
اتنے مین مرہٹہ بھی ہوا مجھسے آ دوچار

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یون خفیف مجھے وقت کارزار

جاتا تھا جب ڈپٹ کے مین اسکو حریف پر
دوڑے دن تھا اپنے پانون سے جون طفل نے سوار

جب دیکھا مین کہ جنگ کی یان اب بندھی ہے شکل
لے جو تیغ بچہ ہاتھ مین گھوڑا بغل مین مار

دھر دھمکا وانسے لڑتا ہوا شہر کیطرف
القصہ گھر مین آن کے مینے کیا قرار

گھوڑے مری کی شکل یہ ہے تمنے جو سنی
اس پہ بھی دل مین آکے تو اب ہو جیے سوار

سنکر تب اسنے مینے یہ قصہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار

گفتن ہمین بس ست کہ اسپ من ابلق ست
سمجھونگا دلمین اپنے اگر ہو نہین ہوشیار

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدہ کا تضحیکِ روزگار

مثنوی در ہجو فیل راجہ پت سنگھ

کیا ساقی نے گو مجکو سیہ مست
تو کر فکر بلند لے ہمت پست

قلم سے کہہ کہ ہو سرگرم تحریر
بنے تا صفحۂ کاغذ پہ زنجیر

قوی ہاتھی سے بھی اپنا سخن ہے
زبان خامہ پہ یان کجلی بن ہے

اگر ہم فیل معنی کا بناوین
تو بہتر ہاتھیون سے کر دکھاوین

پھر اوسکو جو کوئی سمجھین سو جھومین
قدم آ حضرت سودا کے چومین

یہ دعوے گو کوئی شاعر نہ ملنے
پر اسکو جو سخن رس ہو سو جانے

کہ طرز شاعری انسب یہی ہے
سخن کا ہے جو کچھ فن سب یہی ہے

کہون مین پیل معنی کے جو اوقات
تو شیخی ہے کہ چھوٹا منھ بڑی بات

بندھے ہے وہ سدا آکر سریان
جگہ ہے گشت کی فہم سخندان

تو اور سے اگر وہ چھوٹ جاوے
کوئی شاعر جو اُسکو باندھ لاوے

دبے ہے اُس سے جو کوئی ہو کج فہم
گلا وسکی طبع کو آنکس کرے وہم

بنا ہے پاک طینت اسقدر وہ
قدم ہرگز نہ رکھے خاک پر وہ

سبک چلنا کوئی کیا اُسکو بتلائے
جہان تک بھیجو کاغذ پر چلا جائے

کرین ہین آفرین اُسپر سو کیا ہے
گویا وہ اُسکی آوازِ درا ہے

نہ لگوا دے کبھو مستک پہ سیندور
بہت اُسکی بزرگی سے ہے یہ دور

ہوا کیا گر نہین کرتا ہے تزئین
اُسے کہتے ہین اہل طبع رنگین

نہووے قد و قامت مین وہ موجود
بلندی عرش سے پر اُسکی افزود

بھلا اس شان کا ہاتھی کہین ہے
کہ جسپر ہر کوئی ایسا تعین ہے

مہاوت دل ہے نالہ بھالہ بردار
ہے چرخی بجلیِ آہِ شرربار

نہ کچھ ہووے کبھو نہ کچھ وہ کھاوے
نظر بھی اس بزرگی پر نہ آوے

کوئی ہاتھی کی ہوتی ہے یہ اوقات
نہین دم مارنے کی ہجگہ بات

غرض ہاتھی خدا دیوے تو ایسا
نہ فیل راجہ نرپت سنگھ جی سا

مچاوی جسکی گھڑیالی نے یہ دھوم
کہ لرزے ہے پڑا لے شام تا روم

کوئی ہاتھی ہے یا آفت وہ چنڈال
مہاوت پر کرے آقا کے سر کال

کلاوہ کو نہ سمجھو اسکے گلگون
یہ گردن پر ہے اسکے خلق کا خون

کہے کون اسکو بچہ نیل کا ہے
وغا کے روز ٹیکا نیل کا ہے

پچھاڑ خرطوم میں اسوقت زنجیر
پلے ہے فوج پر اپنی ہی بے پیر

جو ہتیائی پہ آجاوے وہ خونخوار
ہزاروں نیزے ماریں بھالہ بردار

چھٹیں گر لاکھ اوس پر چرخی و بان
نہ چھوٹے وہ جو اوس کافر کی ہو بان

سروں کو یوں قدم نیچے لے ہے
چنوں کو جس طرح چکی دلے ہے

مہاوت کیا جو پھر اوسکو سنبھالے
جو آوے شیخ بھینا روندھ ڈالے

جو کوئی دیکھے اوس سوہان جان کو
تو یہ کہتا ہے منھ کر آسمان کو

خداوندا یہ آرا ہے کہ خرطوم
یہ ظالم چیرتا ہے جس سے مظلوم

غرض ہوتی تھی باقی ماندوں کی خیر
لیا نا تھا خدا کو کعبہ و دیر

ہوئی آقا پر اوسکے تنگدستی
کیا کرتا ہے اب وہ فاقہ مستی

لگے ہے راتب اسکے اسطرح ہاتھ
جو بھاڑے دیں کسی تابوت کیساتھ

بدن پر اب نظر آتی ہے یوں کھال
طناب سست سے خیمہ کا جوں حال

نمودار اسطرح ہر استخوان ہے
گویا ہر پسلی اوسکی نردبان ہے

نہ بیڑی ہے نہ کٹ بندھن نہ لنگرا
رکھے ہے ناتوانی اسکو جکڑا

گرفتار اپنے فعلوں کا ہے ناپاک
کیا کرتا ہے سر پر روز و شب خاک

ضعیفی نے کی اسکی فربہی گم
گیا ہاتھی نکل اور رہ گئی دم

ہوئی ہے ناتوانی اسکے درپے
کہ وہ ڈیل اب دھوین کیسی کرے ہے

پر اوس کے دلمیں اب بھی یہ غضب ہے
کہ آتشبازی کا ہاتھی وہ اب ہے

تماشا ہو اگر وہ چھوٹ جاوے
کہ گھر کو آگ کس کس کے لگاوے

کہا اسکے مہاوت سے میں اک روز
اگر آقا کے اپنے ہے تو دلسوز

تو کہہ اپنے کہ اسکو بیچ ڈالیں
عوض کا شر اسکے چڑھنے کو گدھا لیں

کچھ ایسے بیل کے رکھنے میں ہے شان
دیا اون نے جواب اے میرے مخدوم
بڑا ہے بد قوارہ زشت و ناپاک
جو ہاتھی ہو تو لے کوئی خان و نواب
بکانے کی نہیں اوسکے کوئی بات
سمجھنا فیل اسے دیوانہ پن ہے
ستون اسکے تلے یہ پانوں ہیں چار
جو بیٹھے یہ تو اٹھنا ہے اسے دور
اٹھے ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر
ہلاتا یوں ہے یہ کانوں کو ہر بار
ہے اتنا چلنے میں بحر یہ بدذات
یہ عالم چلنے میں خرطوم کا ہے
جو کہیے فیل اسے بہتان ہے یہ
خورش کے وقت پورے فیل ہو نہیں
عماری کسکے گر چلیے کہیں کو
یہ ہے اس مرتبہ بدلیں منحوس
جسے لا پیٹھ پر اسکے بٹھایا
گریلا جس روز سے یاں اسکا بھڑاس
مرے یہ آپ یا کوئی مار جاوے
غرض تھا جسجگہ یہ ذکر و اذکار
ہوئی اس ذکر سے یوں سمین تاثیر
ہوا اسکے سمجھنے کے وہ درپے
لگے کہنے وہ کہ میری طرف رو
کہ یہ جس بیل کا کرتا ہے مذکور
اگر اب حسب ظاہر کیجئے غور

سواری جسکی ہووے آفت جان
خریداری تو اس کا فرکی معلوم
کہ پیٹھا اسکی بلند اور بیٹ کا واک
ہے بیٹی ... کی مسجد کی محراب
نصیبوں سے مگر آجاوے شبرات
کسی مدت کا یہ بام کہن ہے
رہے دو دانت آگے سو ہیں اڑدار
لگیں جبتک نہ اسکو راج و مزدور
کہیں ہیں اسکو ہاتھی ہے یہ اندھیر
کہ دھوئیں پنکھوں نے کولیوں کا انبار
نہیں ہاتھی صعوبت کی ہے یہ رات
کہ دست کور میں گویا عصا ہے
عجائب تو وہ طوفان ہے یہ
مجھے من بھر ملیدا روز دے ہیں
جتاوے فیل مرغ اپنے تئیں کو
سنیچر جسکے ہوتا ہے قدم بوس
گویا بار دت پر دھر کر اوڑایا
کیا لٹکے کا سارے ستیاناس
جہان کے سر سے بوجھ اور بھار جاوے
سنے تھا اسکو وان اک مرد ہشیار
کہ اسکا ہو چلا احوال تغییر
کہا اسنے کہ حضرت خیر تو ہے
مگر اب تک نہیں سمجھا انسے تو
اسے ہیں نفع کیا کیا اس سے منظور
اسی پر اسکی روزی ہے بہر طور

ولے ازبسکہ اوس کے فعل ہین بد
اسے مرنے کی اُسکے کتنی ہے کد

جو کچھ اس بیل مین اُن نے بنایا
سو اپنے نفس ظالم مین ہے پایا

یہ اُسکی مرگ کے جتنا ہے درپے
مجھے اُتنی ہی اُسکی پرورش ہے

مین خوب اپنے تئین دیکھا مین اُسدم
مہادت سے بھی ہمت اپنی ہے کم

تغیر حال کا باعث مرے یار
یہ تھا جو کچھ کیا مین تجھ سے اظہار

اگر دریافتے بردانشت بوس،
وگر غافل شدی افسوس افسوس

مثنوی در ہجو شیدی فولاد خان کوتوال شاہجہان آباد

کیا ہوا یارو وہ نسق ہیہات
لیمون کے چور کاٹتے تھے ہات

باندھا جاوے تھا چور پگڑی کا
مارا جاوے تھا دزد لکڑی کا

شہر مین کیا رہے تھا امن و امان
کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران

تھانہ رشوت سے کوتوال کو کام
شہر مین تھانہ چوٹٹے کا نام

اب جہان دیکھو وان چھمکا ہے
چور ہے ٹھگ ہے اور اُچکا ہے

دیکھی ہمنے جو راہ چاوڑی کی،
لیشم ہے رہزنی تلاوڑی کی

خاص بازار کا جو سنیے بیان
ادن نے نزدک کے کاٹ ڈالے کان

دمڑی کے سودے کو جو وان جاوے
پگڑی کھو سر کو پیٹتا آوے

کس طرح شہر کا نہو یہ حال
شیدی فولاد اب جہے کتوال

چور کب اُسکا زور مانے ہے
کالا بال اپنا اُسکو جانے ہے

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور
یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

اُنسے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے
اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے

بعضون کا مفسدون سے زور ہے یہ
چور کا بھائی گنٹھی چور ہے یہ

اپنے دروازے آگے رکھ نٹ کھٹ
ٹھگیے ہین اُن نے گھر کے گھر چوپٹ

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہین اُسکی آنٹ
مل رہی ہے اُچکون سے بھی سانٹ

سر پہ یہ دیکھین جسکے اچھی شال
گویا وہ اُسکے باپ کا ہے مال

گشت جب اُسکا پھرتا آتا ہے
سُن لو چور و یہ مختصر قصّا
جو نظر باز اوسکا چترا ہے
جتنے نوکر ہین اُس کے خدمتگار
کسو کا گٹھ کٹی و تیرا ہے
جسکے گھر بیچ اوسکا آقا جائے
تا خبر دار گھر کا ہو صاحب
ہینگے ازبس یہ ہاتھ کے چالاک
ٹک یہ غافل جو اُنسے ہوتا ہے
ایک دن اُسنے سب طنز کی راہ
چیز میری جواب چُرا ؤ تم
قیمت اُسکی جو کچھ مشخص ہو
ایک اُنمین سے یہ سخن سنکر
کیا جب آپ تمنے یہ انصاف
آپ کے سر پہ یہ جو پگڑی ہے
دس روپے وہ مجھے دلاتے ہین
دوسرے نے کہا کہ مین ہون غلام
پگڑی آقا رکھے نہ سر سے اوتار
پر دوشالے کے تئین لگا کر گھات
میری محنت پہ ٹک نظر کیجے
غرض اس گفتگو سے ہی یہ مآل
شہر کے بیچ کیا کہون مین اب
شب ہی نرسنگیون کی قال و قیل
کتنے آہٹ سے انکی بھونکین ہین
آنکھ تو کس بشر کی لاگنے ہے

یہی نرسنگیا بجا تا ہے
صبح کو بھیجد یجیو حصّا
خوب دیکھو تو جیب کترا ہے
فن دزدی کے سب ہین بانی کار
کوئی بھبڑوا اُٹھائی گیرا ہے
صاحب خانہ پر یہ آفت آئے
جو گھڑے باندان تک غائب
ڈالین ہین اُسکی آنکھون مین بھی خاک
تن کے کپڑون کو اپنے روتا ہے
کہا تم ہو مرے نپٹ دل خواہ
چوک مین بیچنے نجاؤ تم
اوتنے کو تم اُسے مجھی کو دو
لگا کہنے کہ اس سے کیا بہتر
مین بھی کرتا ہون عرض کیجئے معاف
دو خریدار اسکے ہین درپے
کہیے اب آپ کیا لگاتے ہین
نہین ہون جس سے ہووے ایسا کام
اور قیمت کی اُسکی ہو تکرار
آج جاگا کیا ہون ساری رات
آگے جو دلمین آوے سو دیجے
واہ واہ واہ لے رہے نے ہے کتوال
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب
گویا پھنکتی ہے صور اسرائیل
مرگئے خواب عدم سے جو کین ہین
چور و نکے ڈر سے فتنہ جاگے ہے

آسمان پر بھی منعدم ہے خواب
کھلا رہتا ہے دیدۂ مہتاب

لاکھ بندوق رات کو چھوٹے
کوٹھی پر ساہوکار کی پھوٹے

ہین یہ سرگرم دزد بدانجام
لوٹے ہے تا خزانۂ حمام

بزم مین شب ہر ایک پیر و جوان
بیٹھے ہین کرکے رزم کا سامان

تسپہ ہے یہ کہ بہر طرۂ زر
لگے ہے چور شمع سے آکر

طرۂ شمع اک طرف لے یار
گم ہے خورشید کی بھی شب دستار

شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گٹھری لیے چلا ہے چور

صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہے
بقچہ کو غنچہ کے وہ روتی ہے

مال صندوق مین رہے کس بھانت
تن کے کپڑون پہ چور نکالے دانت

اب تو دزدی کا کچھ نہین ہے ڈھنگ
کاٹتے پھرتے ہین چور ہو سرہنگ

رکھ سکے کون ہم سے ہو کے کرخت
جو نہ دے ہمکو کپڑے کیا ہے رخت

رات جو اپنے گھر مین کھنکارے
چور دروازے پر یہ تبکارے

ہوگی کب تک بچا خبرداری
چور جاتے رہے کہ اندھیاری

صاحب خانہ جو کوئی ہے اب
ہے خبرداری مین وہ روز و شب

آئینہ تک اگر جو دیکھے یار
اپنے گھر مین ہے وہ بھی چوکیدار

بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا
اہل میخانہ مین بھی ہے ہولا

نہ عبادت کو جاگتا ہے شیخ
ڈر یہی چور آ نہ مارے میخ

خلق جب دیکھکر کے یہ بیداد
کرتے ہین کوتوال سے فریاد

بولے ہے وہ کہ مین بھی ہون ناچار
گرم ہے چوٹون کا اب بازار

کرتے ہین مجھسے اب بجا کر ڈھول
پھیری پگڑی کا میرے سر پہ بول

یارو کچھ چل سکے ہے میرا زور
دیکھو تو ٹک کہان کہان ہے چور

مٹ سکے مجھ غریب سے یہ خلل
ہے امیرون کے گھر مین چور محل

دیکھیے گر تو ان کو بھی بجدا
ہاتھ مین ہے اونھون کے دزد حنا

کسکو مارون مین کسکو دون گالی
چوری کرنے سے کون ہے خالی

چڑھکے جب مفسدون پہ جاتا ہون
وقت پر مین بھی جی چراتا ہون

مچ رہا ہے اب اِسطرح کا سانگ — ہے خدا کے بھی گھر میں چوری کی تھانگ
بچ سکے کیونکر اب کسیکی شے — ملا مسجد کا صبح خیز یا ہے
کریں انصاف اب جوان و پیر — کیا ہے اسمیں بھلا مری تقصیر
رتبہ وزدی کا اسقدر ہے بلند — چرخ کے گھر پہ کہکشان کی کمند
یہ جو سودا بکے ہے لایعنی — آپ کرتا ہے وزدی معنی

مثنوی در ہجو امیر دولتمند بخیل

ہے خدا کا یہ ایک شمۂ نور — جس سے روشن ہے آسمان کا تنور
کرتے اسکو لگے نہ ذرہ دیر — مہر و مہ کو بشکل نان و پنیر
کیا اون نے بعرصۂ یک آن — نقل اختر سے پر سپہر کا خوان
وہ کروروں نعم کو لذت دے — ذائقہ میں زبان انسان کے
کس زبان سے ہو اوسکا شکر ادا — نعمتیں کیا کیا اون نے کیں پیدا
میوے ہیں باغ میں زمانے کے — واسطے کھانے اور کھلانے کے
فضل سے اُسکے کچھ نہیں ہے کمی — لیک وہ کیا کرے جو ہم ہوں دنی
سنیو یارو کردنی ہوں میں اک نقل — جسکو باور کرے نہ ہرگز عقل
اتفاقاً اک آشنا میرے — گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے
جو ہیں وارد ہوئے یہ واں ناگاہ — اُٹھا چاروں طرف سے ابر سیاہ
اُنکے ہوتے جو ابر گھِر آیا — صاحب خانہ سخت گھبرایا
نہ خبر انکی پوچھی نہ احوال — بیٹھتے ہی کیا یہ اُنسے سوال
کچھ ہوا پر بھی تم رکھو ہو نگاہ — گھونگھری پٹو کچھ بھی ہے ہمراہ
بولے یہ سنکر نہ تھا مجھے معلوم — ورنہ لاتا میں ساتھ اے مخدوم
جب نہ سمجھے یہ اوسکے رمز کے تئیں — سوجھی یہ بات اُسکے تئیں وہیں
جون لگی ہونے قطرہ افشانی — لا رکھی انکے آگے بارانی
پھر لگا کہنے یہ بھی اپنے نصیب — آئے مدت کے بعد اپنا حبیب

اور منھ آسمان یہ برساوے
بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے

یہ تو ساوے غریب کیا جانے
اُس مزور کو کیونکہ پہچانے

بولے یہ سادگی سے کیا ہے ضرور
بھیگتا جاؤنگا مین اتنی دور

رکھے خالق سلامت آپکی ذات
نہ کھلیگا تو مین رہونگا رات

یہ سخن جو ہین پہونچا اُسکے کان
لگی اوسکی وہ دہین نکلنے جان

سنتے ہی اسکے یون ہوا مضطر
اپنے بیگانے کی رہی نہ خبر

جسکے منھ کی طرف کرے تھا نگاہ
یہی کہتا تھا اوس سے بھر کر آہ

کیون میان ابر اسقدر چھایا
حرف رہنے کا درمیان آیا

مضطرب برق سے نہ یون حال
بادلون سے جو اسکا تھا احوال

کبھی کہتا تھا یارو فتیل جلاؤ
کبھو کہتا تھا شیخ ڈھونڈو بتاؤ

کبھو بولے تھا دیکھیو اوپر
آوے ہے آسمان کہین سے نظر

گاہ بولے تھا ہو جو مہر پدید
کیسی ہو جاوے اپنے گھر مین عید

بولا نوکر ہے ایک یون فی الفور
کچھ نظر آوے ہے جو کیجیے غور

کہا اُن نے یہ سچ ہے میرجان
اے مین تیری زبان کے قربان

لیک پرنالے جب لگے بہنے
تب تو جھنجھلا کے یون لگا کہنے

کیا یہ برسے ہے یون برس کمبخت
کوہ تک جائین ڈوب لیکے درخت

نہ رہے غرب نے رہے اب شرق
چاہیے ہو تمام عالم غرق

لیکے ماہی سے اوڑتا مہتاب
کاش ہو جاے ایک قطرۂ آب

غرض اپنی سی وہ تو کر گزرا
ہو گئی رات لیک منھ نہ کھلا

آخر الامر کرکے دلکو کرخت
کہنے لاگا کہ سنگ آمد و سخت

کرچکا اپنے جب اصول و فروع
کیا مہمان سے اختلاط شروع

پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر سخن
ہووے غیر از حدیث زرغبا

وقت آیا جب اُسکے کھانے کا
مرتکب ہو کے اس بہانے کا

لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر
بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر

کہا اُسنے کہ بھر کے افتابا
محل کی جا ضرور مین رکھوا

غرض اٹھکر چلا وہ جب وانسے — کہہ گیا کان مین یہ مہمان کے
چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو، — کہہ دو بلوا کے اب بکاول کو
اونھون نے اسکے موجب ارشاد — کی بکاول کے تئین وہین فریاد
آیا بعد از سماجت بسیار — اونھون نے پوچھا ہے کچھ اب تیار
بولا تیار تو نہین ہے کچھ — جاؤن ڈھونڈون اگر کہین ہو کچھ
تو تو لاؤن ہون آپ کی خاطر — ورنہ کھاؤ مجھے مین ہون حاضر
بولے یہ کچھ اگر نہین تیار — دیکھو ہو ویگا مودی سرکار
ادس سے تم جا کے جنس منگواؤ — واسطے میرے کچھ تو پکواؤ
لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے — آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے
جب کہ اسکا حساب ہوتا ہے — جان کو وہ برون کی روتا ہے
اور قصاب بھی جو آوے ہے — چھری بغدا مجھے بتاوے ہے
جب مین کچھ کو بجز پسے کہتا ہون — لہو پی پی کے اپنا رہتا ہون
بخشے ہے مجھسے یون وہ دو بردو — لیجو ترکاری کی جگہ کدو
سفرہ چین دے ہمیشہ یون گالی — منہ رکھین چکنا اور شکم خالی
مجھکو باورچی یون دھراستے ہین — رہ ترے آش کیا پکاتے ہین
کیا کہون مین رکابدار کی بات — اسکی گذرے ہے جسطرح اوقات
نوکری مین نہین کچھ اسکو حصول — کاٹے ہے میرے حق مین نت گل پھول
لیکن اسکی بھی حق بجانب ہے — گر پکانے کو ملنگے وہ کچھ شئے
اسے ملتا ہے کرنے کو تو کار — ورشہ کا وہ مرتبہ و آچار
نان باکو جو دیکھون بھر کے نظر — مجھسے کہتا ہے یون وہ کیدی خر
تکلے مشرف کے گھر لگاؤن گا — اور پلیتھن ترا نکالون گا،
کل کبابی چلا جو گھر کو دوست — پیاز کا اسکے ہاتھ مین تھا پوست
پوچھا اس سے یہ مینے کرکے نگاہ — کیا ہے یہ بولا یون وہ بھر کے آہ
کیا کہون تجھسے مین غرض اے یار — دے کے خدمت کیا ہے مجکو خوار
کبھو حاصل نہین ہوا اک دام — مفت رسوا ہون نزد خاص و عام

کوئی شاعر جو یان گذرتا ہے ۔ میری ہی آبرو وہ بھی کرتا ہے
کون جانے کہ آپ کیسے ہین ۔ جی مرا جانتا ہے جیسے ہین
پیر اونکا گر آئے وقت طعام ۔ جائے لقمہ کے کھائے وہ دشنام
یون ہین اوٹھ جائین اوسکو دے بتا ۔ مارین نہین جھوٹے ہاتھ سے گتا
نہین ممکن کہ اس سے وہ بھی دین ۔ بزفریب اسکو ایک ٹکڑا دین
کام بھوکے کا اونکے مطبخ سے ۔ نہین ممکن کہ اس سوا نکلے
کھانا یان کھا دے ہاتھ ان دھوئے ۔ گرمیون بیچ پیٹ بھر سو دے
بسکہ مطبخ مین سردی رہتی ہے ۔ ناک باورچیون بہتی ہے
اوسکے مطبخ سے دود اوٹھا گر ۔ سقے لے دوڑتے ہین مشکین بھر
لگے ہے دینے کوئی لے ٹھیکے اذان ۔ کوئی دکھاوے ہے کھولکر قرآن
ڈالے ہے کوئی چھپر اپنے کاٹ ۔ کوئی پھرے سر دھرے کھٹولا کھاٹ
یان پکانا ہے خانہ خالا ۔ خلق ہو جاوے ہے تہ و بالا
اونکے باورچی خانہ کا احوال ۔ چولھے ہر گھر کے جب کرین ہین خیال
ڈالے ہین سر پہ خاک ماتم سے ۔ لکڑی جلتی ہے آتش غم سے
سینے دیگون کے مارتے ہین جوش ۔ روتے ہین ڈھانپ ڈھانپ منھ سرپوش
روز باورچی یون کرین فریاد ۔ کبھی تو کچھ کرو ہمین ارشاد
کیا ترے بعد کرکے کھاوینگے ۔ جب کسب اپنا بھول جاوینگے
دیگ شو کو نہ دیگ سے سروکار ۔ چھری دھونے ہمیشہ جائین کہار
بسکہ مہمان و عدو سے آیا ۔ کھانا ان مین سے اب نہین کھایا
اس خجالت سے دستچے یکسر ۔ سرنگون ہی پڑے ہین چو کفگیر
دورے سے دیگچون کا ہے یہ حال ۔ سینہ کفگیر کا ہو اغربال
کی زمانے نے لاکھ ہی تدبیر ۔ نہ ملا دیگچی سے پھر کفگیر
شادی پر شادی یان ہووے ہے سدا ۔ دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا
کرے سو عید گنبد گردان ۔ نہ ٹلے اسکے گھر سے پھر رمضان
الغرض مطبخ اس گھرانے کا ۔ رشک ہے آبدارخانے کا

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور　آنکی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور
اور کیا کیا ہین کھوون اسکے بھرم　کہتے بھی آتی ہے مجھے تو شرم
ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاغ　سارے گھر کا تھا اسکے چشم و چراغ
اُسنے اک روز یہ حماقت کی　آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جسمین ہو رنگ رس　اک رکابی طعام و دیگر بس
تسپہ یون پیش آیا یہ مردود　یاد آیا اُسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے یہ اوسکو عاق　اور مان کو بھی اُسکی دیوے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجھایا　تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
پتھر اسکے عوض تو کیون نہ جنی　کاش پھنس مرتا اون یہ ناشدنی
یارو مجھ سے تو لاولد بہتر　میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اسکا دادا بھی گرچہ تھا عیاش　اس سلیقے سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اُسکے گھر مین نوکر تھا　رات کو اُسپہ یہ مقرر تھا
پھرتا وہ ٹکڑے مانگتا گھر گھر　لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے　بُرے تنخواہ مین لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھے یون اجداد　سو یہ بدبخت دے ہے یون برباد
مین تو آپ ہی کو جانتا تھا فضول　پر یہ تجھسے بھی نکلا نامعقول
گڑ کے پیسے یہ سب اڑا دے گا　اینٹون تک بیچ بیچ کھاوے گا
اسکے دادے کے باپ کا اک روز　آشنا تھا سو وہ نپٹ دلسوز
لایا کھچڑی پکا شراکت سے　دونون کھانے لگے رفاقت سے
اون نے اک دو لیے نوالے بڑے　جد مرحوم دو ہین ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہین شراکت نیک　میرے سو تھے اور تیرا ایک
تھی بزرگون کی اپنے تو یہ چال　کہتے ہین یان ضیافتین پامال
خوب جو کچھ اوٹھا خزینے سے　لوا تالیق کے چھینے سے
سُنا اس گھر کا یار تو نے حال　مجھسے کھانے کا پھر نہ کیجو سوال
ایسی ہی بھوک ہے تو میر یہان　بندہ خانہ بھی دور نہین چندان

تک قدم رنجہ ان تلک کیجے — کھانے کو چاہیے جو کچھ لیجے
بولے یہ خانۂ شما آباد — ہے کرم آپ کا تو اس سے زیاد
ہے غنیمت یہان تو آپکی ذات — کٹ گئی اب تو باتون ہی مین رات
غرض اس آشنا نے صبح کو آ — مجھ سے یہ ماجرا تمام کہا
بھیجو یارو داب ایسے عمدہ پر — لعنت کردگار شام و سحر

مثنوی در ہجو طفل ضائع روزگار لکڑی باز

نالے پر ایک لڑکا رہتا تھا — باپ سے اپنے روز کہتا تھا
موٹے جامے سے مجکو ذوق نہین — چھوٹے چیرے کا دل کو شوق نہین
ٹپکا گاڑھے کا کب تلک باندھون — موٹی شلوار تا کجا پہرون
جوتی چمڑے کی مجکو نہین بھاتی — سوکھکر پانؤن مین نہین آتی
نیمہ تن زیب کا بنا دو تم — کئی محمودیان دلا دو تم
تو مین جامہ بھی اسکا بنواؤن — اونچی چولی کا تنگ سلواؤن
ٹپکا بلدار تین تھان کا ہو — تب کمر پتلی میری ہو جون مو
چیرا مین تیس گز کا باندھونگا — سرخ ہی باندھون کا پرلون گا
ایک توڑا بھی دے تو منگوا کر — پر کنارے مین اوسکو سلوا کر
اور کمخواب ایک ہو پر زر — پھولے گلزار جس سے ٹانگو پر
جفت پاپوش ایک ستارہ دار — سرخ بانات کا منقش کار
ایک سنہری کٹاری لے ڈھال — پیچھے سے موٹی آگے سے ہو لال
نیچہ اسکے ساتھ کا حلکار — لون حریفون کو جس سے مین للکار
اک طپنچہ کمر مین ہو دمساز — رہکلہ کی سی جسکی ہو آواز
گھوڑا بھی ایک ہو نپٹ چالاک — پہونچے گرد و نہ جسکے سم کی خاک
زین بھی اوسپہ ہو ابائی وار — جسکی فتراک سے بندھے دل زار
خوبصورت مین اور لباس پڑا — تا کبے مجھ گلے دھرے گا چھرا

جو کہ جاگیر سے اب آتا ہے
سب ترے خرچ بیچ جاتا ہے

تو پیے ہے شراب و بنگ و افیم
اب خدا کا بھی تجکو ہے کچھ بیم

لے ہے نقدی کے پیسے آپ تمام
اسمین سے بھی نہ تجھے دے اکرام

مجھسے بیٹے کے روز چھ پیسے
سو بھی دے ہے فقیر کو جیسے

کبتک اے باپ تیرے ساتھ پھرون
فقر و فاقہ مین دن کو رات کرون

کب تلک آنسوؤن سے منھ دھوؤن
روٹی کو رودُن چھپکے مین سوؤن

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے
چمچہ بھر گھی کبھی نہ اس مین پڑے

فاقہ بہتر ازین حیاتی چار
وقنا ربنا عذاب النار

تب کہا باپ نے کہ اے مرےجان
حق نے قسمت کیا ہے سونہ دان

ہم غریبون کی دال روٹی ہے
گاہ پتلی ہے گاہ موٹی ہے

موٹا کپڑا ہے تاش سے بہتر
دربدر کی تلاش سے بہتر

گر مزے چاہتی ہے تیری زبان
حق نے دی ہے تجھے یہ زرکی کان

جا کہین اوسکو اور کھا تو پلاؤ
سوکھی روٹی کو میری پھر نہ چباؤ

اپنے اوپر کسو کو کر عاشق
یا وہ ہو پاکباز یا فاسق

نخرے سے اسکی گود مین جا لیٹ
کھول چھاتی کو اور دکھا کر پیٹ

جب تو جانے وہ ہو چکا محکوم
چاہ اُسکی ہو تجھ اوپر معلوم

مانگ تب اُس سے چڑھنے کو گھوڑا
پھر ہے کس چیز کا تجھے توڑا

تب تو بیٹا یہ بولا ہو کڑوا
ہاے یارو یہ باپ ہے بھڑوا

مین تو کہتا ہون تجھ سے اے کٹن
تو ہی سنتا نہین ہے میرا سخن

تیرے گھر سے کرون مین منھ کالا
گر رہون یان تو ہون ترا سالا

ہاے یارو مین کس غضب مین ہون
کیا بڑے رنج اور تعب مین ہون

کپڑے گر دینے کو بھی کہتا نہین
بھڑوا سکھلائے بن بھی رہتا نہین

غرض اُن نے یہ گالیان کھا کر
وہی چھ پیسے پھر دیے لاکر

دیکھو یارو عجب زمانہ ہے
بیٹے سے باپ کیا بیگانہ ہے

باپ سے بیٹا ناامید ہوا
خون دنیا کا کیا سفید ہوا

الغرض باپ سے وہ ہوکے جدا — ملنے لاگا ہر ایک سے جا جا

تھے محلے کے بیچ کئی عشاق — جنمین تھے مرزا مفت بری طاق

سب سے افزود تھا انھونکا معاش — لونڈونکے ملنے کا انھین تھا تلاش

ذوق تھا اُنکو ڈنڈ پیلنے سے — شوق تھا اُنکو کشتی کھیلنے سے

گھرمین اپنے اکھاڑا کھُدوا کر — کشتی وہ کھیلتے تھے شام وسحر

کئی پٹھون کو زور دلواتے — خوبرویون کو کشتی کھلواتے

نکلا جب اپنے یہ ٹھکانے سے — جا ملا انکے اس بہانے سے

مرزاجی مین بھی کشتی کھیلونگا — اس اکھاڑے مین ڈنڈ پیلونگا

تب کہا یہ اونھون نے اے محبوب — کشتی کا کھیلنا بہت ہے خوب

چل اکھاڑے مین ہم تو ڈنڈ پیلین — اک پکڑ تیرے ساتھ ہم کھیلین

جا اکھاڑے مین اور کپڑے اُتار — لونڈا جب کشتی کو ہوا تیار

اوترے مرزا اکھاڑے مین اوسدم — ہوگیا سامنے وہ ٹھونک کے خم

دیکھکر دست وبوس ہی مین سبھاؤ — کرگئے مرزا پور پور پہ داؤ

رکھکے گردن پہ ہاتھ ماری اڑی — کیا کہون کسطرح کی کشتی لڑی

کرکے یکدستی اور پیچھے جالے — گرہ دکھنے سے اوسکو پیچھے پالے

کسے منفتے چڑھا دیے گھسے — اور کیا کیا کیا کہون کس سے

طور اس کشتی کا اسے بھایا — اگلے دن لونڈا صبح ہی آیا

مرزا بھی ڈنڈ کرکے ملکر تیل — دیا تعلیم پیچ اُسکو ڈھکیل

کس چکا کاچھ کے تئین جس دم — پھر ہوا سامنے بجا کر خم

مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا — لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا

پیچ لینے کا مرزا نے کرٹھاٹ — کیا لونڈے پہ وہ ہین دھوبی پاٹ

چاہے تھا رانون مین اسے جکڑا — لونڈے نے دوڑ کا کمر پکڑا

کرکلا رنگ دے بغل کے بیچ — کیا کیا اوسکو دکھلائے اپنے پیچ

دے لنگوٹے مین ہاتھ چڑتا پچھاڑ — کیا کہون کیسی کی اوکھاڑ پچھاڑ

دھس کے پٹھون مین پھر اٹھائی چٹ — کہا کہا کی چت کرون یا پٹ

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا / کہا ہو جس طرح سے تیری رضا
غرض اسدم مین اوسکو پیچ کیا / لنگڑیان کھینچ زور پیچ کیا
الغرض اس طرح سے کشتی لڑے / ڈال ٹپکا گلے مین پانون پڑے
بولے مرزا برا نہ مانوگے / اپنا اوستاد مجکو جانوگے
اور بھی کشتی کھیلتے ہین سب / یان کی کشتی کا ہے یہی کچھ ڈھب
ہم مین تم مین جو یون ہی زور ہوا / ہوگے کوئی دن مین بن سوئی سے ہوا
کھانے پینے کی کچھ نہین ہے کمین / پاس سے میرے تم نہ جاؤ کہین
سنکے لونڈا زبان پہ یہ لایا / تمنے یہ علم کس سے ہے پایا
کہا مرزا نے ایک سے تھے اوستاد / علم یہ جن سے مین کیا ہے یاد
کشتی کا کھیلنا تھا اونکا ورد / مجھ سے کتنے ہی اونکے تھے شاگرد
کہا لونڈے نے وہ جو تھے اوستاد / کیا یہ کشتی اونھونکا ہے ایجاد
بولے مرزا کہ یہ تو کاہے کو / سیکھے ہونگے کسو سے وہ بھی کبھو
سنکے یہ بات ہو رہا حیران / کہا مرزا نے خیر ہے ایجان
کہنے لاگا یہ عرض کرتا ہون / مین اسی سوچ بیچ مرتا ہون
کہکے لونڈے نے مرزا سے یہ بات / کہا میری نہ گذرے یون اوقات
ایسی کشتی کبھو نہ کھیلون مین / اسطرح کے نہ ڈنڈ پیلون مین
کہین سنگے مجکو کیا بد و کیا نیک / پہلوان ہین یہ پر ہتیلی ٹیک
کہکے اس آن ہوکے انسے جدا / شعر پڑھتا یہ اپنے گھر کو چلا
سنو اے لڑکو ہو نہ راہ سے گم / اس نصیحت کو گوش جانسے تم
باپ کے گھر کی جاٹ کر چٹنی / کرو گذران یارو تم اپنی

مثنوی در ہجو حکیم غوث

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ / عار اطبا و طبابت کا ننگ
شکل ہے شیطان کی او غوث نام / جگ مین ہلاکو کا ہے قائم مقام

ہے متوطن وہ لعین روم کا
بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

جیسے طبابت مین دھنسا وہ الاغ
روم سے تا شام کیا بے چراغ

مملکت ہند مین اب گھر بہ گھر
ہے ملک الموت سے مشہور تر

اسکے قلم کا مین کرون کیا بیان
تیغ اجل جسکی ہے رطب اللسان

خامہ نہین خنجر براں ہے وہ
قاتل ہندو و مسلمان ہے وہ

نسخہ نہ لکھتا کبھو وہ بہر شت
بھرتی نہ انسان سے دوزخ بہشت

جیسے مریضون کو وہ شے ہے دوا
کام مین مرگ معطل شفا

بو نہین ظالم مین کہین درد کی
جان کا دشمن ہے زن و مرد کی

کشتن خلق اوسکا غرض کام ہے
مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرتے ہین اس سے زبس اب مردمان
کھاتے ہین قرض اسکے ور گورکن

طرفہ تر اس سے بھی کہون ایک بات
ہنستی ہے سن سن کے جسے کائنات

ہوسکے کسلمند جو وہ بے حیا
اپنے تئین آپ کرے ہے دوا

مردہ شود مولوی تابوت گر
گھرتے ہین ان کے سب اسکا گھر

دین ہین دہائی وہ بصد قیل قال
انمین سے ہر ایک کرے ہے سوال

اپنی دوا آپ تو ظالم نہ کر
میرے کسو کو کی طرف کر نظر

خوب جو کرتا ہے تو اپنی دوا
اور کوئی آپ سا ہم کو بتا

روز ہی سے خاطر ہو مری تا کہ جمع
بھیجون تری گور پہ گل اور شمع

کیا کرون تشخیص کا اوسکی بیان
منھ مین ہوی جاتی ہے ساکت زبان

نزلے سے اک شخص کو تھا درد سر
لائی قضا اسکے تئین اسکے گھر

دیکھ کے نبض ان نے بصد فکر و غور
دق کے سوا کچھ نہ کی تشخیص اور

نسخہ دیا لکھ کے بچندین ہنر
صبح سے لے شام تلک غور کر

جاکے جو نسخہ دیا عطار کو
پڑھ کے وہ کہنے لگا بیمار کو

کیا تجھے آزار ہے اے نوجوان
ان نے کہا اس سے بآہ و فغان

مین تو نہین جانتا کچھ اے حبیب
پر مجھے مدقوق کہے ہے طبیب

سنتے ہی یہ دلکو لگی اسکے چوٹ
کہنے لگا اپنی وہ داڑھی کھسوٹ

ہاے یہ کس بھڑوے کا ایجاد ہے — نسخے مین معجون زرا نباد ہے
کہکے یہ عطار نے ہو بے قرار — کہنے لگا اُس سے کہ سنتا ہے یار
شکل کو اوسکی تو مجھے دے بتا — کون ہے وہ جن نے کی ایسی دوا
سنکے وہ عطار سے بولا جوان — کیا مین بتاؤن تجھے اے مہربان
شکل سے کسکی اسے تشبیہ دون — ہے وہ سگ و خوک سے زشت و زبون
رنگ و دہن اسکا ہے بد بو و قیر — جیسے کہ جُلّاب کا دست اخیر
سنتے ہی عطار نے یہ رنگ و بو — کہنے لگا ہاے میان ہو نہو
یہ وہی سفاک ہے تخم حرام — صبح جو نت اُٹھکے کرے قتل عام
غوث نہین ظالم بد خو ہے وہ — کہہ نہ طبیب اسکو بلا کہہ ہے وہ
اک دن لسے یار مین دکان پر — آیا جو ہر ایک کو مفلس نظر
کہنے لگا دیکھ کے اک آشنا — چل تجھے ہم غوث کو دیوین ملا
تجھکو وہ اور اوسکو تو مطلوب ہے — دونون جو آپس مین ملین خوب ہے
دیکھا کہ یہ بات رکھے ہے حصول — مینے کہا چلیے بجان ہے قبول
جب چلے آپس مین وہ دونون بہم — مرگ چلی پیچھے سے گنتی قدم
جا کے وہ دیکھی جو مین وحشت سرا — دل پہ کھلے معنی دار الفنا
کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر — سو بھی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب — گرد ہوئے اُسکے یہ بیمار سب
چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض — کہنے لگا تجھکو بشدت ہے قبض
کچھ نہین کرنے کا بجز اسکے سود — لکھدیا یہ کہکے سفوف یہود
اور غذا اوسکو یہ بتلائی دوست — ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست
صاحب پیچش کو بتایا کٹول — واسطے ہیضے کے لکھا اسپغول
کہدیا مجنون کو شیر شتر — کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
پوچھا جو ادن سے کہ غذا کیا کہی — ساتھ گُلتھی کے کہا کھا دہی
یہ کہا اوسکو جسے تھی آتشک — موضع مخصوص پہ چھڑکو نمک
کہنے لگا دیکھ کے اک اور کو — زخم کو دنبل کے کرا نا رفو

بیٹھکے پھر پاس وہ اک ڈولی کے — نبض کہا دیکھو نہین لا ہاتھ دے
دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز — خادمہ سے اوسکے کہا اے کنیز
درد کمر اسکو ہے یا درد سر — پر مجھے نقرس کا ہے ڈر بیشتر
کر کے پھر آخر کو مقرر صرع — کہنے لگا دو اسے ماء القرع
اور جو کھانے کی لگے اسکو لو — کچھ نہ اسے دیجیے بجز آش جو
کہنے لگے سنکے یہ کیا قہر ہے — واسطے اسکے یہ دوا زہر ہے
لقوہ و فالج ہے اسے پیر زال — کرتے ہو کیون قتل کا اُسکے خیال
ان نے کہا تو نے نہ اے زشت رو — دیکھا سدیدی کو نہ وتا تون کو
ساتھ حکیمون کے تو اے بے تمیز — بحثتی ہے پانچ روپے کی کنیز
اسمین سے اک شخص نے شوخیکی راہ — سنتی ہے ماما نہین انکا گناہ
بی بی تری پڑے مین اور یہ ادھر — لقوہ و فالج سے ہو کیوں بے خبر
سمجھیو ٹک لوٹنے کی ہے یہ جا — کہتا ہے پھر آپ بھی ہان اور کیا
سنتے ہی اس حرف کو کھا پیچ وتاب — تھوک کے داڑھی پہ کیا یہ خطاب
لاتو سدیدی کو تو اب میرے پت — کھول تو قانون کو اسے بھڑوے سادت
بات کا اپنی تو مجھے دے نشان — مین بھی تو دیکھون کہ ہے اسمین کہان
لقوہ و فالج ہو جسے یا صرع — دیجیے اسکے تئین ماء القرع
پھر تو جبو قت بڑھی آگے بات — اُن نے جڑی دھول اُسے ان نے لات
اُن نے قلمدان سے کی اسپہ چوٹ — ان نے لیا داڑھی کو اُسکی گھسوٹ
چوٹی غرض اسکی ہوئی اسکے ہاتھ — ... پکڑ لوٹ گئی وہ بھی ساتھ
زدر جب آپسمین دھادھم ہوئے — مارکوٹائی سے یہ بیدم ہوئے
دوڑ کے لوگون نے اُٹھایا انہین — منت وزاری سے چھوڑایا انہین
کہنے لگے وہ جو سمجھے معقول ہین — اسکے تئین لعن اسے آفرین

تھا غرض اس نقل سے یہ مدعا
تاکہ تو ایسے کی نہ کھاوے دوا

مثنوی در ہجو چنچ میرزا فیضو

آہ واویلا ز دست روزگار
سر سے ہر اک باز نے پٹکی کلاہ
ہو گئے جرّون کے دل غم سے دو نیم
کیا ترمتی کیا کہی کیا بیسرا
صید اگر چاہین کرین پڈری کے تئین
دیکھکر دیتے ہین اب مُڈھ اونکے خیل
پیشہ کے آگے ترمتی ہے ضعیف
آہ یہ کچھ مت پوچھو اب اسکا سبب
میرزا فیضو کے چنچ مر گئے
کسقدر ہے آسمان بے امتیاز
وضع دوران سخت نا انصاف ہے
میرزا غمگین ہون چڑیان شاد ہون
دیکھ تو سارو کو کیا خرسند ہے
ہائے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج
کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے
حیف طعمہ ڈال کر وہ یون مرے
کانپتی تھی خوف سے اُسکے بٹیر
ڈر سے جسکے نیند بھر سوتے نہ تھے
کیا کبوتر کیا ٹیٹری کیا بزے
بگلے اوسکے خوف سے کرتے تھے
قاز تک چگتے تھے جنگل کے کھیت
دغدغے کا کیا کلنگو نکے ہے ذکر

قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار
رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ
باشہ و شاہین و شکرے بھی یتیم
یک بیک اسنے زمانہ یون پھرا
پنجون مین اتنی بھی گیرائی نہین
تیترے کے ساتھ اب کاٹتے ہین دیل
بھنگے کی نظرون مین دھوبی ہے خفیف
کیا کہون یارو مین مٹنے ہی غضب
قو شخانے جگ کے ویران کر گئے
آہ کیا مارا ہے اون نے شاہباز
دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے
گھونسلے چھیون کے یون آباد ہون
ڈھڈھو کو اس سے خوشی دہ چند ہے
مینک وغوغائی کے گھر آیا ہے راج
کیسے ڈھبر کر رہے ہین بے پھپے
اور ہر اک جانور خوشیان کرے
جیسے سنرک پر کیا تھا اسکو سیر
کوئی غافل مو تے ہوتے نہ تھے
قمری اور تیتر لوے اور ابلقے
سر کو پنکھون کے تلے دھرتے نہ تھے
قرقرے چگتے کبھو لیکن سوچیت
زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر

جانور آپی کا جب پڑتے تھے کال — کھینچ ڈالی تھی تو اصل کی بھی کھال
ایک دن مرزا گئے کرنیکو سیر — ہوگئی اس مین تک اک طعمہ کو دیر
بھوک سے جھنجھلا کے وہ غصہ مین آ — لے چلے مرزا ہی کو شیشے لگا
اب پڑی ہے کوڑیا و پر لنڈ منڈ — گرد چکتے پھرتے ہین چڑیون کے جھنڈ
ہاے وہ مرزا کہ جسکا سنکے نام — آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
سو کیا اسکو فلک نے یون ذلیل — مرتے ہی چیخ کے بگڑا اب یہ نیل
کوونکی ٹھونگین ہین اور مرزا کا سر — سارو اتر جاتی ہے منھ پر یاد کر
اسکو مرزا گھر سے لیجاتے جدھر — لونڈی سے کہجاتے چولھے ہانڈی دھر
گھر کی بی بی سے یہ کر جاتے قرار — کون بھڑوا انکا دے کچھ غیر از شکار
اب وہ پیازی قو شیمی کھاتے ہین سب — میرزا ہی کو ترسے ہے غضب
تھے جتے بیمارون پہ مرزا جی سے کر — انصف اٹنے بنتنے پکڑین جانور
ہاے جس دن سے وہ یارو مر گئے — سب چڑے بیمار دل کے سر سے کر گئے
بلکہ وہ کہتے ہین خاص و عام مین — میرزا آئے ہمارے دام مین
لینگے پیسے سابق اور اب حال کے — ورنہ پھنسوا دینگے جا کتوال کے
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو — تیز کرتے وان چھری کی دھار کو
دیکھکر انکے تئین بنیے تمام — بند کر آنکھون کو کہتے رام رام
انسے یہ کہتے اگر منظور دھرم — ہے تمھین اور دھرم کی اپنے ہے شرم
تو چھڑاؤ پھٹکیون کے جانور — جتنے ہون پیسے انھونکے جمع کر
بھیجیو جلدی نہو ایسا کہین — کھولون مین پتوار سے پنچ کے تئین
اس سخن کو جس گھڑی سنتے تھے وہ — دوہین کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو
یہ تو بنیے کیا ہین کئی اک روز مین — راجپوتانہ سے آئین رشوتین
جیسے مرنا ہو گیا اسکا یقین — ایک خرمہرہ کوئی دیتا نہین
ہاے ایسا غم نہین اب تک ہوا — میرزا جی کا دلی نعمت موا
گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا — پرسے کو آئے ہین یار و آشنا
کر گریبان چاک یارونکے حضور — یون بیان کرتے تھے اپنا منھ بسور

ہاے تھے چیچ جو وہ تو آپ سے تھے
اپنے تو یار وہ مائی باپ سے تھے

کھوے تھا مین اُسکو جب بچوار سے
ہاتھ پر آتے تھے وہ اس ناز سے

برگ گل جسطرح جھڑ کر باؤ سے
پنکھ پر بلبل کے آوے چاؤ سے

پھینکتا جب صید پر مین اسکو جا
اُس طرح جا لاگتے کافر ادا

جسطرح معشوق بعضے کی نگاہ
خون عاشق کا کرے ہے بیگناہ

پودنے نے یانکے بنگالہ مین جا
ایک مینا سے کہا یہ ماجرا

پودنے سے سنتے ہی اس بات کے
اوڑ گئے مینا کے طوطے ہاتھ کے

مجکو بچپن سے رہا شوق شکار
پالا پر مین گدسے لے تا چرہے مار

خوب سا مینے کیا ہے انکا دید
ریش پنچالون مین آن کے کی سفید

پر نہین دیکھا مین ایسا جانور
ہووے چیچ اور اوڑے وہ قاز پر

تھے غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر
گر پرنداس سے بچا سو ہے وہ تیر

کیا کہون چیچ تھے یا آشین سے تھے
باز کے بچے تھے یا شاہین تھے

سنتے ہین یہ در وجہ دم آشنا
اُنسے کہتے ہین کہ سچ اے میرزا

واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار
پر خداوندی سے ہے کیا اختیار

غم مین اسکے میرزا ہرگز نہ رو
مت کہین رو رو کے آنکھونکو نہ کھو

گو پھنسا تھا دام مین آ کر ہما
اوج پر تیرے نصیبون مین نہ تھا

غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر
کردیا سودا نے قصہ مختصر

مثنوی بطور ساقی نامہ در ہجو میان فوقی

ساقیا بھر اس مے جادو سے جام
جبکا سحر سامری بھی ہو غلام

کر دے لب میرے کو اس ساغر سے
آگئے پھر قدرت خدا کی سیر کر

باگ بکری سے کرے ایسی ہی چھند
باگ کو بکری کرے سیدا نین بند

دانت کھٹے باگ کے بکری کرے
باگ کے آ گھر مین جا بکری چرے

باگ بکری پانی پیوین ایک جا
سامنے تیرے ہے تب مجرا مرا

چل قلم اب قصد کر تو جنگ کا　　او بھڑ چکا پرن حیا و ننگ کا
ٹک میان فوقی کے گھر تک اے صبا　　کہہ سلام شوق تو جا کر مرا
بعد ازان کہیو کہ اتنا بھی غرور　　شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور
اور دیکھو بکری کہہ شیر آپکو　　بکری بھی گر چھٹ کے پھیرا آپکو
بات بکری کی سنے آگے تمکو بری　　دوڑ و تم اے شیر قلم کی لے چھری
اور جو اسکا گلا کاٹا نجائے　　وہ نصیب دشمنان بکرا چلائے
سینگ اب اوسکے نہایت تیز ہین　　آپکے ناخن سے بھی خونریز ہین
پر خدا جانے کہ کیسا رن پڑے　　مجھکو تک کیا جانیے کیا بن پڑے
کہہ گیا ہے یہ سخن سعدی پیر　　بوجھیے ہرگز نہ دشمن کو حقیر
گرچہ مین بکری ہون تم شیر جری　　پر قلم کی تیغ کاغذ کی چھری
پاس اس عاجز کے بھی کہہ آن ہے　　دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے
کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند　　جو ردیف و قافیہ کیجیے پسند
آپ کہکر مجکو بھی فرمائیے　　جسکو جی چاہے اسے دکھلائیے
گھر مین شیخی کرنی کچھ رکھتی ہے مول　　کلھیا مین گڑ پھوڑنیسے کیا حصول
خوش نہین آتا تمھارا اعتذار　　ورنہ کیا للکار دون تم کو بار بار
اک غزل تم سے لڑا کر دیکھ لے　　فہم کی میزان چڑھا کر دیکھ لے
فائدہ کیا کشتی ہر بار سے　　بس ہے یک مشت نمونہ خروار سے
ہو گیا ظاہر جو کچھ تھا تم مین زور　　مبتذل بند اور ایک عالم کے چور
جو مجھے دیوان آتا ہے نظر　　جا بجا اوس مین کی سرخی دیکھکر
پوچھون ہون اسکے مصنف سے یہ مین　　اتنی سرخی کیون لکھی ہے اسمین تین
مجھسے کہتا ہے وہ رو کر زار زار　　کیا کرون اسکا بیان اے غمگسار
اک جوان کہنے لگا ہے اب سخن　　ہے نئی ناگن وہ اور مینکی پھن
جب سے اوسکے ہاتھ ہے تیغ قلم　　قتل معنی کا ہے میرے دمبدم
سرخی مت جان اسکو ہے مجھسے بعید　　جا بجا ہے خون مضمون شہید
شاعری کے بیچ یہ نام آوری　　میر و میرزا سے ہے بستر ہمسری

ہے جو وہ دیوان درجستہ آپ کا
شکل آمد نامہ کے جسکو ن لکھا

مانگنی کا عندا دپر دور دور
تا کہ اسمین ہجم ہون اے شعور

سو بھی تو اسمین غزل ایسی نہین
چار بیتین جسمین تاب کی نہین

سات بیتین جب اکیلے ہو کہو
پانچ ہو وین متبذل ہمینی دو

گر دروغ اسمین کہا ہو مہربان
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان

اب تلک حاضر ہے وہ جنگی غزل
متبذل بے معنی بے ڈھنگی غزل

گفتگو میری یہ بے دسواس ہے
دستخط سے آپ کے مجھ پاس ہے

سحر مین یا مجھے بلوائیے
یا مجھے گھر آن کے سمجھائیے

اعتراض اسپر جو کچھ ہین مہربان
ہو گئے آخر کی حکایت مین بیان

تو کدھر ہے ساقی پر بے خبر
دیکھ آنکھین کھول کر ٹک تو ادھر

کب تلک سوویگا اے خانہ خراب
سن تو ٹک کیا کہتے ہین چنگ و رباب

بشنو از نے چون حکایت میکند
وز جدائیہا شکایت میکند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

سنتے ہین جسوقت میری آہ سرد
پھاڑ ڈالین ہین گریبان اہل درد

نکلے ہے میرے گلے سے جب صدا
سنکے رو دیتے ہین کیا شاہ و گدا

رات کو جس بزم مین ہوتے نواز
شمع سان ہو استخوان تن گداز

جنکا ٹک میری صدا پر گوش ہے
ہے وہ پھر مدہوش یا بیہوش ہے

میکدے مین ہے صدا مینا لیے
متصل روتا ہے سن آواز نے

کب کیلا اشک ریزان ہے کباب
دیدۂ پرآب ہے جام شراب

میرے تن مین دم کی جا گہ آہ سرد
استخوان مین مغز کے بدلے ہے درد

رکھتی ہے میری صدا ایسا توزہر
سنکے جسکو چڑھتی ہے کالے کو لہر

اس اثر پر مجھکو قوقی بے اثر
جانتا ہے واے اسکی فہم پر

بے اثر ہے میری آواز حزین
کیا کہون مین آفرین صد آفرین

کیا کسی عاقل کا یہ مصرع ہے چست
مردم اندر حسرت فہم درست

اقربا میرے سے ہے جو یہ صدا
منہ لگاتے ہین اُسے شاہ و گدا

کچھ تکلف سے نہین یہ گفتگو
کچھ نہ پایا بات کا مین اسکے بھید
سنتے ہوا سے حاضران بزم یار
یہ کہے اس شاعر بیدرد کو
مین تو تک اسے عار ڈہنگ شاعری
شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈہنگ
اب اوسے لازم ہے جو شاعر کہانے
شعر لوہے اپنے باواز حزین
سمجھیے نالے کو نے کے سب لے اثر
یا تو اپنی بات اب اثبات کر
شعر استادون کے ہمین سے نکال
اسکے اوپر مشک بھر پانی پلا
کر رہی تھی نے غرض جوش و خروش
ساقیا نے سے سنی تین گفتگو
کیا کہون تجھسے غرض اے نکتہ دان
پر جو مجکو دے تو ساغر بہ سبے
تیز جیب میری ہو مقراض زبان
ایک ہی پیالہ دیا ہے مجکو مین
چل قلم جلدی سے خط مشک بو
آنکھ جبتک ہے تو خوش آتی ہے بہون
گرچہ الفت تھی ہمین نے سے تمام
سو وہ اب ایسی ہوئی ہے ناپسند
بے اثر تم نے کہین اسکو لکھا
جیسے وہ سب بے مغز کل میخانے مین
اس پہ نازل ہوے قہر ذوالجلال

بزم مین جا مزہ نے خیر دیکھ لو
پڑ گئے عزت مرتی چھاتی مین چھید
ہو وے کچھ تم مین سے میرا آشنا
چپ نہ تک بیٹھے ہے آہ سرد کو
پھر سے بیترے دو رہ تک شاعری
شعر کو بدنام مت کر اے ڈہنگ
ایک باسن مین نہ تیرے ساتھ کھانے
بیٹھکر مجلس مین پڑہتے ہر کہین
تو وقت ہے ایسی فراست کے اوپر
یا وہ دونون جز تو میرے آگے دھر
پھر نہ کچھ باقی رہے اے میرے لال
سنے نوازون کو بتاؤن خوب سا
پر کہا آ صبر نے اسکو خموش
یہ کسی دشمن کے دشمن پر نہو
بول کی ایسا ہے کچھ ظالم کہ بس
پھول باشنہ تیرے ورے حرف سنے
تیغ سے گذرے زبان پر الامان
دیکھ اب گل پھول کیا کاٹون جو نہین
یار کو میرے لکھ اس مضمون سے تو
آنکھ ہی پھوٹی تو کب بھاتی ہے بہون
ہم سنا کرتے تھے اسکو صبح و شام
بس چلے تو کاٹین اسکے بند بند
سنکے غمازون سے جا اوس سے کہا
بوے ایسا کچھ کہ کیا تم سے کہین
یا تمہارے صبر کا پڑیو وبال

وہ جو کچھ کہتی ہے اے غیرت پناہ
کسلیے مین آپ کا دشمن نہین
شاید اسکو سنکے تم کہا جاؤ نہ ہر
تس سے کیا لازم جو کیجے سب بیان
میری تو اتنی موثر ہے صدا
کسلیے نامے کو میرے جدنہ تدا
یا تو اب اسکی سند مجھ تک لے آؤ
بس قلم اتنا ہی لکھ چل ہو شتاب
ساقیا وہ مے جو تند و تیز ہو
نامہ بر نے مجکو ادھر سے شتاب
پڑھکے خط کہنے لگے ہو کر غضب
یہ کہو اوس لولی میخانہ سے
بلبل آمل ہے فوقی کی مدد
دیکھ لے آکر قوی ہے یہ دلیل
پیش پا افتادہ یہ تشبیہ ہے
کہہ چکا اور پھر کہون بار دگر
اسکی مین ٹین پر جو روتے ہین سدا
مین ہمارے شعر پر تاثیر ریز
چشم سے اسکے ہوا یدھر جنکا گوش
ہے اگر میرا تو سچ مچ آشنا
شعر گرم اپنا مین صحرا مین پڑھون
خوب سا غصہ غرض کر وہ ہزبر
ساقیا اس مے سے اب ساغر تو بھر
دے تو اس مے سے مجھے دو چار جام
مطلع اول جو وہ جنگی غزل
سو تو کہہ سکتا نہین یہ روسیاہ
ہون بھی گر دشمن تو دشمن تن نہین
یا سنکے مجھے مار و کٹار از روے قہر
پر غرض اسکی یہی ہے مہربان
سنکے رو دیوین جسے شاہ و گدا
بے اثر باندھو ہو کچھ اسکی سند
یا تم آگے شاعرون کے نے بجاؤ
دیکھیے ادھر سے کیا آوے جواب
دیکے مجکو سن ادھر کی گفتگو
لا دیا ہے یہ جواب با صواب
بے اثر ہونے کا اسکے ہی سبب
پوچھ جا کر عاقل و دیوانہ سے
ہر سخن کی پاس اسکے ہے سند
نے کو باندھا ہو ویگا خرطوم فیل
سر سے لیکر تا قدم یک شکل نے
ہاتھی کی آواز مین کیا ہے اثر
بھڑوے احمق ہو دینگے شاہ و گدا
جوش ہر دل سے جنون کا بیش خیز
آوے قطرہ اشک کا طوفان بجوش
کہہ زبانی میری اُس قحبہ سے جا
ہے کہ اب سارا نیستان پھونک دون
یہ کہا آخر کہ بس ہے میرا صبر
کچھ نہو جس مین مروت کا اثر
تا میان فوقی کو بھیجون یہ پیام
رکھتی ہے سو اسمین تو ایسا خلل

سنے نے سپہر یہ کیا شور و فساد — جس سے آیا تھا چھوٹی کا دودھ یاد
مطلع ثانی سو ہا لگ اوسکا میر — جانتے ہین اسکو سب برنا و پیر
لیکن اسکا تان کرنا خوب تھا — میر کی بھی طبع کے مرغوب تھا
ہے دل پروانہ اوس سے باغ باغ — شمع کو روشن کیا لیکر چراغ
سات مین سے سمجھے تم دو کا حساب — پانچ جو باقی ہین دون اونکا جواب
تیسرا جو شعر ہے اوسکا یہ حال — جسکے معنی تعلق کے دور از خیال
شعر یہ چوتھا سنو اے مہربان — جسکے معنی نظم کر لکھیے بیان

مضمون بیت فوقی

ہوے پہلے ہی قدم مسکن صنم — گر چلون تجھ کو سہی جون نقش قدم
نقش پا کو چلنے سے تشبیہ کیا — وہ تو بے حس نحض رہتا ہی سدا
گو اسے پڑھیے با آواز حزین — لیکن اسکا سقم سب کے دلنشین
اس سوا معنی گر اس بندش مین ہین — عقل کل بھی وہ نہ سمجھے گا نہ تین
شعر دو اچھے ہین دیکھے کرکے غور — اس کا دعوی تم کرو یا کوئی اور
وہ جو مقطع ہے سو ایسا ہے لچر — نکتہ رس سکتے ہین جسکو دیکھکر
وہ جو نکتہ سر پہ رکھتی ہے خری — نیچے دیکھے ہو گئے شیر جری
سن چکے احوال ساتون شعر کا — اب کہو تم آپ ہی یا باغ العلے
کون اس میدان مین بکری کون شیر — بول اٹھیے جلدی سے کیجئے نہ دیر
لیکن اس جاگہ عبث ہے یہ سوال — ہے کرو دون کو س یا نے انفعال

قطعہ تاریخ ہجو شیخ صنعت اللہ کہ کتخدا شدہ بود

عروس شیخ سے پوچھا یہ ایک نے اہر لے — سبب یہ کیا ہی کہ دل تجھ سی کا افسون پہ جوا
ہزار حیف کہ اے شمع محفل صلحا — کیا نکاح تو اُنسے جو مائل کے ہین عضوا

نہ ہنستی بولتی تو ہے نہ ہلتے ڈولتے ہین وہ
پلنگ پہ یون رہو جیسے غلام کا ہودا

دیا جواب کہ اے بھڑوے خیر ہے تجھکو
فرشتے نے مرے دامن کو آجتک نہ چھوا

سوا ایسے خرس سے مین بیاہ کرنے بیٹھونگی
کہ جسکی داڑھی کا ہر بال جیسے جودے سوا

جہان دھوے مری دائی نے ہاتھ بیٹھ کر وان
مین کاڈن اسکے تئین صدقہ وہ کیا تھا ہوا

جو یون بھی گردش دوران سے ہو خدا بچے
تو وہین ڈوب مرون جا کے وان جہان ہو کوا

مین پیرزادی کہ اسکی جہان مین ہون مشہور
جو کہتی ہون اسے بھائی تو وہ کہے ہے بوا

سنی نہین تو مری اسکے وصل کی تاریخ
کہی ہے آج کسی نے مرید شیخ ہوا

قطعہ خوش طبعانہ

دیکھ ملنگ اتیت قلندر ہین آپسمین تینون ایک
بجرا رکھ جہان مین بندر ہین آپسمین تینون ایک

منتر جنتر انکے کافر جادو مین سب پڑھتے ہین
گورکھ گوپی چھند مچھندر ہین آپسمین تینون ایک

ہوتے ہین گو نام جدا پر فرق نہین ہے انمین کچھ
گلدو ڈھینڈس اور جھنڈر ہین آپسمین تینون ایک

کس سے کہیے خباثت انکی ظاہر ہے سب عالم پر
لوطی اور لوند قلندر ہین آپسمین تینون ایک

قطعہ بطریق طنز شاعری گفتہ

بوقت صبح مری بلبل طبیعت سے
ہر ایک مرغ چمن آن کر لگا کہنے

تری ہی جنس کا گلشن مین ایک طائر اور
ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے

کہا یہ ہمنے تری دوستی سے اسکے تئین
یہ کسکے حق مین تو اے بیخبر لگا کہنے

جو گلستان جہان مین ہے آسمان پرداز
تو اسکے حق مین یہ بے بال و پر لگا کہنے

دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا
اب اسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے

مین اسکے نالہ کو بد گاہ گاہ کہتا ہون
ہر ایک بد اسے شام و سحر لگا کہنے

کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے
برا مجھے وہ اگر بسر لگا کہنے

برا نہ مانون مین اس سے کہ اپنی موجب عقل
بھلا برا وہ مرے حق مین گر لگا کہنے

یہ مجکو خوب ہے وہ میرے ہی ترانہ کو
بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے

وگر نہین افسے بہرہ ترانہ سنجی سے
ترانہ سنج ا نسے بہ پیشتر لگا کہنے

اگر گہر کو کسی کے خزف کسو نے کہا
تو عالم اسکے تئین بہ گہر لگا کہنے

خزف خزف ہی گہرتے گہٹنے کیا کام
خزف کو اپنے جو کوئی گہر لگا کہنے

ہنر سے بے ہنری کو جو گوئی دے نسبت
اُسیکو اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے

غرض کہ مین تو وہ طائر ہون یار حسد نسے
مرے ترانہ کو دل شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا پدا مرے تئین سُن سُن
جہان کے باغ مین بلبل کا گھر لگا کہنے

قطعہ در بیان پہرہ

کیا یہ پہرہ ہے کہ ہے سارا جہان پہرے مین
بے خطا پیر سے لے تا بجوان پہرے مین

دخل کیا عقل یہان آوے کہان ہوش و حواس
کبھو آوین تو پڑین وہم و گمان پہرے مین

اس زمانے کا جو دیکھا تو ہے اُلٹا انصاف
گرگ آزاد رہین اور رہین شبان پہرے مین

سب جگہ قید گنہگار پہ ہوتی ہے وہ لے
بے گنا ہون کے تئین دیکھا یہان پہرے مین

ہاتھ خالی پڑے پھرتے ہین سپاہی بیکار
ڈھال تلوار گرو تیر و کمان پہرے مین

کیا کرین بیٹھین نہ بے مارے وہ لیے ہاتھ پہ ہاتھ
جا بجا بند ہے بازار دکان پہرے مین

بیم و امید سے ہو اہل تجارت فارغ
پڑ گئے ایک جگہ سود و زیان پہرے مین

نہین مقدور کوئی کھائی سے باہر نکلے
بسکہ ہے شہر کا ہر خرد و کلان پہرے مین

الغرض جو کوئی اس وقت مین ٹک دوڑ چلا
اسکے حق مین ہے یہی حکم کہ ہان پہرے مین

آگے اب بولنا کچھ خوب نہین ہے سودا
کہ یہان بولتے پڑتی ہے زبان پہرے مین

قطعہ ہجو عامل خیرآباد

حضور مین جو کوئی ہے مقرب الخاقان
کرے ہے لطف و کرم مجھ پہ وہ بہر عنوان

کوئی قلم سے کوئی ہاتھ سے کوئی بزبان
میں چاہتا ہوں تری ذات سے یہی احسان

خدا کے واسطے ہاہا جکی جکی اے خان
مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان

قطعہ ہجو معہ تاریخ

جس بزرگی سے رہ گئے پانسے
ماجرا اُس کا مجھ سے مت پوچھو

کیا کہوں میں غرض خدا نہ کرے
ایسی غیرت کسی بشر کو ہو

جو ہیں اپنے قدم کو اُس گھر سے
رکھا باہر برابر سر مو

یوں ہوئی اہل آسمان سے ندا
جتنے ساکن زمین کے تھے اُنکو

جابے لاحول اب ہے یہ تاریخ
دفع کرنے کو اُنکے پڑھنے کو

ہوکے بے آبرو لعین ابلیس
آج نکلا بہشت سے یارو

قطعہ ہجو مرزا فاخر مکین

مین ایک فارسی دان سے کہا کہ اب مجکو
ہوئی ہے بندش اشعار فرس مین نشین

جو آپ سے کیجئے صلاح شعر کی میرے
نہ پایئے غلطی تو محاورہ مین کہین

ہے اور زیر فلک ذات میرزا فاخر
سلامت اُنکو رکھے حق سدا بروئے زمین

سو کب اُنھو نکو ہے صلاح کا کسو کی دماغ
قبول کب کرے اُنکی متانت و تمکین

کہا یہ بعد تامل کے دون جواب تجھے
جو میری بات کا اے یار تجکو ہووے یقین

جو چاہے یہ کہ کہے ہند کا زبان دان شعر
تو بہتر اُسکے لیے ریختہ کا ہے آئین

وگرنہ کہیگے وہ کیون شعر فارسی ناحق
ہمیشہ فارسی دان کا ہو مورد نفرین

کوئی زبان ہو لازم ہے خوبی مضمون
زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہین

اگر فہیم ہے تو چشم دل سے کر تو نظر
زبان کا مرتبہ سعدی سے لیکے تا بحزین

کہان تلک اُنکی زبان تو درست بولیگا
زبان اپنی مین تو باندھے معنی رنگین

دیار ہند مین دو چار ایسے ہو گذرے
جنھون نے باز رکھا مضحکہ سے اپنے تئین

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و فیتہ
سواے اُنکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر

سخن اُنھوں نے کا کل کے ہے قابل تحسین
سواد ہند میں وہ ہی تھے با مزہ نمکین

قطعہ در شکست نواب ضابطہ خان

کھیت رہنے سے یار و حافظ کے
ضابطہ خان نے لڑا نجف خان سے
تھا تو تیتا و لے نہ دیکھا تھا
طاقت رزم گرنہ تھی اُسکو
آتش تیغ کے جگر اُس کا
شیر میدان سے آخرش بھاگا
تب بڑے پیر نے کہی تاریخ

قوم افغان کا رہگیا تھا بھرم
نرکھا کچھ سپہ گری کا دھرم
کچھ زمانے کا اسنے سرد اور گرم
تو نہ کرتا حریف سے آزرم
ہو گیا مثل موم تفتہ نرم
منہ ڈھکے روبہ کا اپنے منہ پر چرم
غوث گڈھ سے گیا وہ کھو کر شرم

قطعہ ہجو

لے کے جب تجھے سو وزارت جب
پھر تاریخ عزل و نصب اُنکے
خان خانان کے بیل سے لیکر

عالی گوہر کو شاہ شاہان دے
یہ سمجھ کیون نہ فیض یزدان دے
شتر کے بچے کو قلمدان دے

قطعہ در ہجو مرغ سبزواری

نہین کلنگ مین حسن آگے سبزواری کے
لڑائی مین بھی اسی کو ہوا سپہ فوقیت

جو میرے پاس ہو تو مین پکاؤن بھر ہنڈا
کہ اُسکا بچہ ہے جنگلی اور اُسکا ہے انڈا

مخمس در ہجو شیخ جی

سنتی ہے اے دولھن یہ ترا کیا سبھاؤ ہے
بابل بساطیون کے نگر کا توراؤ ہے
یون کہدے اپنے باپ سے اسوقت واؤ ہے
نوشہ مرے کو آرسی مصحف کا چاؤ ہے
عینک بھی جوڑے ساتھ منگاتے ہین شیخ جی

دولھن شتاب آکے پہونچ اب نکر تو ڈھیل
باقی نہین کچھ اونمین فقط ہاڑ ہے اصیل
سرمہ نہین ہے آنکھو نمین نشہ کے ڈھلا ہے نیل
چوکی وے اُنکی پیٹھ کے کہتا ہے یان کیل
طعمہ ابھی اُسیکا ہو جاتے ہین شیخ جی

پھولون کے بدلے پاتون سی شہ کے منڈھی کو چھاؤ
دیکھو جدید تین بغل مین اُٹھا بٹھاؤ
شربت نہ دو پیالون مین پھولون سے اجّاؤ
تلقین بہ جائے عقد پڑھو متصل ہلاؤ
جاتے ہین اونگھے نیند کے ماتے ہین شیخ جی

نائن کہے کہ شرم سے دولھا ہے سرنگون
شانہ کرون مین ریش کو یا وسمہ سے رنگون
اب کیونکہ تیل سوے مقدس کو مین ملون
جی کی امان پاؤن تو اک بات مین کہون
منھ کو کلنک اپنے لگاتے ہین شیخ جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت خدا گنوائے
آئے دولھن کے گھر سے جو مقنع مین منھ چھپائے
بارہ برس کی چھوکری باجن بجاتے لائے
جیسا ہمارے سننے کو خاطر مین وہ نہ لائے
اپنے کیے کو تیسا ہی پاتے ہین شیخ جی

تھے بسکہ شیخ جی بات سے دنیا کے پاک و صاف
چوٹی سے اپنی کھول کے اُن نے وہین موباف
مسواک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
مشکین جلکے اُنہون کی کہا کیجیے معاف
مجھکو تو کچھ ولی نظر آتے ہین شیخ جی

لایا غضب ہے شیخ کو جورو کا بند دست
بال اسکے انکے ہاتھ تھے ریش انکی اُسکے دست
مشکین تو ڑا پلچ گئے جورو سے کرکے جست
عہد سیے برشہ آئے تھے ازبس ضعیف و پست
پاپوشین تب سے جورو کی کھاتے ہین شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام
بھڑوا و مسخرا و چھندر ہے ان کا نام

خلوت مین جب بلاتے ہین اُسکو بوقت شام
دیتی ہو تب وہ بھیج کے لوگون سے یہ پیام
بیٹی کو اپنی کیون یہ بلاتے ہین شیخ جی

دہشت سے گھر مین جورو کے انکا ہی ایسا ڈول
مکتب مین جیسے طفل کو اخوند سے ہو ہول
بے رخصت اُسکے تک یہ ہلین گر بڑے بول
ایسی ہی ایک آن کے سر پر پڑے ہے دھول
تحت الثری کو پھر چلے جاتے ہین شیخ جی

یہ تو ہین بوڑھے خرس وہ ہی شوخ اچپلی
ماری کبھو تو دھول کبھی داڑھی نوچ لی
انکو تو جانتی ہی کہ ہین شیخون مین دلی
کھلتی ہے اُنکے جورو کی تب اسطرح کلی
پھولے نہین بدن مین سماتے ہین شیخ جی

جب دیکھتی ہے وہ کہ ہے برسات کی ہوا
دس بیس دن جھڑی کو ہوئے مینھ نہین کھلا
آتی ہی اُنکے پاس لیے تیل اور توا
کہتی ہے یہ نہ مانیے گا آپ اب بُرا
ہم تم کو شیخ ڈوڈنڈ بناتے ہین شیخ جی

جب گھنگرون پہنکے چلے ہے نٹا کی چال
آتا ہی شیخ جی کے تئین اُس صدا پہ حال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے ہین نڈھال
تب پھر بانجھی سے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اب ہمکو اپنی چاہ جتاتے ہین شیخ جی

ایک روز شیخ جی کو جورو سے جا اڑے
کہنے لگی کہ تم ہو بڑے دن کے مرے بڑے
اب بس ڈھپی رکھو کہین جو کانہ گر پڑے
ڈرتا نہین ہی مجھسے تو اسے پھر دے تم شرے
کہہ دون ابھی دو اسے ستاتے ہین شیخ جی

ایسی ہے سے نہ دب نہ خدا سے بھی وہ ڈرے
آ کر کے شیخ جی کے مصلے پہ ہگ دھرے
شانہ کو اُنکے داڑھی کے لے بالو نہین کرے
یارب کہین چھنال شتابی سے یہ مرے
ورنہ ہمارے ہاتھ سے جاتے ہین شیخ جی

جورو کہے ہے شیخ سے اے شیخ تم سنو
پھوے کو منے دی ہے دغا چپکے ہو رہو
مین جانتی ہون تمکو کہ تم فیلسوف ہو
سودا زیادہ کیا کہون ہے بات گو مگو
جیسے ہین ویسی جوتیان کھاتے ہین شیخ جی

مخمس در ہجو

جون گھٹا شادی اُٹھی ہے تری گنگھور بنے
رات دن رنگ مین رہتا ہے تو شرابور بنے
منہدی دولھن کی تو ساچق ہی تری اور بنے
عرش تک بیاہ کا پہونچا ہے ترے شور بنے
کہتے ہین حور و ملک شیخ جی تم زور بنے

پیرزادی سے تم اپنی بدغا پیش آئے
نام سے اور کی نسبت کے رقعے بھجوائے
ملا اک کرکے جوان دام مین اپنے لائے
صورت نحس جب اپنی تم اُسے دکھلائے
بولی سر پیٹ کے وہ ہاے تری گور بنے

سُہلے یہ ڈومنیان گاتی ہین لیکر جب ڈھول
مسخرا بوجھ مجھین کہتے ہین ازراہ ٹھٹھول
شیخ جی تم بھی نہ سمجھتے ہو کچھ اُن سُہلون کے بول
دیکھی بنری نے جو لٹو سی بڑی پگڑی گول
جون چکئی پھرتی ہے اب تجھپہ ہوئی ڈور بنے

بنری کہتی ہے بنے تجکو مین چاہون سو کیا
اسکو ٹھواکے کتا چرخے مین ڈوری بٹا
داڑھی ایسی ہے تری جیسے روئی کا گالا
ہاتھ سے سات سہاگن کے ابھی بٹوالا
واسطے میرے میانے کے لواک تو بنے

ہم تو کہتے تھے اگر تیرے گھر آویگی دُلھن
لیک جب تیرے تئین ساتھ سلاویگی دلھن
کئی دن چاہ نہ تجھے اپنی جتاویگی دُلھن
انگلیون پر تجھے اسطرح نچاوے گی دُلھن
جسطرح ناچے ہے سر منڈلی اوپر مور بنے

تن مریدی کا دکھ اس عمر مین ہی یون بھرنا
بیاہ کے روز یہ عمامہ سر اوپر دھرنا
پیر سے آپ کو جون پیر کا گھوڑا کرنا
زین پر ہو گئی گردن تری جھک کر ہرنا
شکل خوگیر ہے داڑھی تری چوکور بنے

کہتی ہین پاس ترے بیٹھی ہوئی سمدھنیان
عیب شرعی ترے پانچون نہین عالم پہ نہان
داڑھی ہتی ہے تری شانہ کھڑا ہے میان
وہی ہی اندھیاری تری آنکھون پہ مقنع ہی کہان
نہین یہ ہار گلے بیچ ہے گل خور بنے

کالے ہو زہر کا ایسا ہی تو ہے دندان گیر
لہنہ لنگی نے کیا گوشۂ عزلت مین بسیر

کمری ہے یہ کہ کبھو اٹھ نہ سکے چھوڑ حصیر
مارے کم خوری کے کھاتا نہین کچھ غیر از شیر
قس پہ ہے تجھکو ر تو ندا مرے شبگور بنے

سہرا جب منھ پہ ترے دیکھنے بازار لگا
لوگون کی چشم گمان مین تو طرحدار لگا
پان کیون بی بی سے کھانیکو تو ہر بار لگا
کوچی کرنے سے ترے آگے ہے انبار لگا
بوڑھے گھوڑیلی تہین تھان پہ آخور بنے

کام کا دیو تری پیٹھ پہ جس دم لاگا
مارے مستی کے نہ سوجھا تجھے پیچھا آگا
جا پڑا ابری پہ تو بہن کے سو ہا باگا
چھانٹی جب اُن نے دولتی تو پھیر ایسا بھاگا
جتنا تھا بنھا نہ تھنبا اسے مرے منھ زور بنے

تجھکو حجلہ مین جو دولھن سے ہی منت داری
خانقہ بیچ نہ تھی وقت دعا یہ زاری
عیش کی رات تری کٹتی ہی جب یون ساری
کہنے لگتی ہے دلھن دیکھے تجھے چمکاری
چل بے اٹھ پڑھ لے نماز اب کہ ہوئی بھور بنے

شیخ تم گھر سے چلے خلعت شادی جو پہن
باندھکر سہرے کو تعیش سے عمامے پر
یون مریدون نے کہا پیٹ کے تب اپنا سر
ہمنے کیا پیر بنایا تھا بڑا خرچ کے زر
آگے تم جو سے لگے تجھسے کے جو یان جور بنے

معتقد منھ پہ ترے کہتے ہین یون حرف قبیح
لاغری تجھکو عبادت سے نہین ہی یہ صریح
فکر تسخیر مین جورو کے ہوا ہے تشریح
ہاتھ پر تین یہ پڑھے اسم سوائے تسبیح
انگلیون کی بھی تری گھس گئی ہر پور بنے

کوئی کہتا ہے کہ گھس آگے بنے کے ڈالو
کوئی کہتا ہے کہ بوڑھا ہے کھلی کھٹ کردو
بغلون مین ہاتھ مریدون نے دیئے ہین کر اٹھو
اب جو یان بیٹھے ہو کچھ اور بنا چاہتے ہو
پیر سے گھوڑے بنے گھوڑے سے اب تھور بنے

مین جو کہتا ہے کہ بینی یہ بنی بیاہی ہے
تخت کی رات سلیمان کی تجھے شاہی ہی
سنکے اس حرف کو سودا نے کہا واہی ہی
زور اور ظلم نہین عقل کی کوتاہی ہی
دیکھ دیکھ ہنستے ہین تجھکو ملخ و مور بنے

مخمس در ہجو

کامل فن سخن کہتے ہین اسکو اکمل
پر نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کر دے مہمل
پرورش لفظ کی منظور ہو جسکو اوّل
اعتقاد انکا ہے یون وہ جو کئی ہین اجہل
سو نہو پرورش شانہ مین تو ہو مرسل

شعر مربوط پہ ایراد یہ کرتے نہ ڈرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جسمین بھرین
اپنے دیوان مین اس شعر کو پڑھ پڑھ کر مرین
چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سنی ہے کوئی قسم انگور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور
شانہ و وسمہ بن اسکا وہ نہ لاوین مذکور
لف و نشر انکو مرتب جو ہو کرنا منظور
آرام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

لفظون سے انکے یعنی نہون مفہوم کہین
گو رعرفی سے طلب کرتے ہین جا کر تحسین
آفرین کر نہین وقفہ ہو تو ہون جین بجبین
زلف و عارض کے جو ساتھین کرین تضمین
شب شود نیم رخ و روز شود مستقبل

ہو عبارت مین کہین انکے جو لفظ در گوش
معنی پوچھو تو یہ جھنجھلائین کہ محمل ہے خموش
آستین لاکے نکالین ہین یہ تجنیس سی گوش
پاوے مطلب نہ کبھی مدرکہ صاحب ہوش
لفظ لفظ انکا اگر ڈھونڈھے وہ لیکر مشعل

یان تلک پاک نہین ماہ کے گر ساتھ ہو شہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر
زلف کے واسطے بندھ جاے کہین سانپ کی لہر
نہ تلاش انکے سخن کا ساکہ جسمین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو وہ ہن کو منقل

عالم ربط مین تھا انسے تو میرا یہ معاش
لیکن اب کیونکہ انھونکا نہ کرون پردہ فاش
جاے دشنام کہا شعر سن انکا شاباش
مبتذل کرنے کو جب ریختہ میرا ابتلاش
باندھین اس فارسی مین وہ جو نہو مستعمل

مخمس در ہجو میر علی ہاتف شاعر بموجب استدعای حکیم آفتاب کہ ہجو حکیم مذکور گفتہ بود

آہی کہ طرز فتنہ تو ایجاد کردہ
گویا زبان ہرزہ غن وحشا دکردہ
چندین خلل بمعنی و انشاد کردہ
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ
وز کین جہاد درین ستم آباد کردہ

جسکی زبان نے ہجو کی سادات کی قبول
اسکو تو فن شعر کے بتلا دیے اصول
اس سے زیادہ کیا کہوں میں تجکو اے جہول
در طعنت این بس است کہ با عترت رسول
بیداد کرد خصم تو امداد کردہ

ہاتف کی لغویات کو اے دل نہ دیکھ رہ
جلدی جلادے اسکی وہ ابیات کہکے سن
پوچھے اگر وہ کیا مری تقصیر تو یہ کہہ
اے زادہ زیاد نہ کردست ہیچ گہ
مزد این عمل کہ تو شدّاد کردہ

ہرگاہ کش کا جب یہ بدی ذکر منع ہو
سیکھے انھوں کی ہجو کہ آل نبی ہیں جو
تقصیر کیا کہوں میں تری اے سیاہ رو
با دشمنان دین نہ توان کرد انچہ تو
با مصطفٰے و حیدر و اولاد کردہ

کیونکر نہو تو آل نبی کا عدو اے جان
اسکا خلف ہے تو جسے کہتے ہیں مروان
لعنت خدا کی بھڑوے تو تھا اس منھ پہ قلتبان
حلقے کہ سودہ لعل لب خود بنی بر آن
آزردہ اش ز خنجر بیداد کردہ

اکدم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین
دار الامارۃ اسکے یہ لیتی تھی دن ورین
پھٹکار تجھپہ واجب و لعنت ہے فرض عین
کام یزید دادہ از کشتن حسین
بنگر کرا بہ قتل کہ دل شاد کردہ

نانا ترے نے پا کے جب اہل حرم پہ دست
یون کربلا کے بن سے پھرا جون شتر مست
ہر اک نے اُس لعین سے کہا لے ستم پرست
بر شجرے کہ خار درخت شقاوت است

در باغ دین چه باگل و شمشاد کرده

ہوگا فرشتگان معذب کا جب ورود
دینگے وہ یہ جواب چلا کرتے عمود
جتنا کہیگا تو کہ میں شیعہ ہوں اے یہود
چندین ز شیعہ بودنت اے قلتبان چه سود

آخر عمل بہ سنت اجداد کردہ

لعنت بڑوں کو اپنے جو کرتا ہے اے لعین
ایمان ہو ترے تو نہ سادات سے ہو کین
ہے مومنوں کی سب یہ خوشامد نہ پاس دین
از زادہاے طبع تو معلوم شد چنین

دنیا و دین تو ہر دو بر استاد کردہ

جیسی یہ ہجو تونے کی باللہ کا رست
پر یہ کہونگا خواہ تو کہہ سخت خواہ سست
شاعر چہٹ اسکا شعر نہ دیکھا میں نادرست
آن بیت چار پارہ ات البتہ نیست چست

کان را ز بس حوالہ استاد کردہ

موزون خرد سالی میں تیں شعر جو کہا
واں جس مغل نے بیت کا مضموں اڑا لیا
جا کر قشون شاہ میں اصلاح کو دیا
چشمک زد آن قشونی و گفتا بیا بیا

من ہم بہ ہمنشیں کہ چہ ارشاد کردہ

یاں تک ہوئی ہے صرف مغل تری زباں
چچھو ہے والدہ تری والد بہادر خان
بولے تو شوم شام کو اور جون محل جان
آقا برگ من تو ازین ہر دو صاحبان

این لہجہ را بگو ز کہ استاد کردہ

شیرازی تھا نہ باپ ترا اور نہ آملی
کزناں کو کونوں کہنے پہ تیری زباں کھلی
وہ خرس گر مغل کوئی ہوگا تو کابلی
ہرگز کسے نگویدت آقا علی قلی

زین گفتگو عبث دل خود شاد کردہ

جس پر ہے تجھکو ناز نہ وہ مال ہے نہ زور
کہیے جو اسکا حال تو کرنے لگے تو شور
جز یہ کہ چند شعر تو شاعر ہے اسکا چور
مطلع مشابہ ست بابروے چشم کور

بر حسن مطلعش تو اگر صاد کردہ

وہ دن گئے جو ہر کوئی کہتا تھا آپ کو
غصہ سے اب کہو جسے پھر یوں کہیگا دو
دیتے نہیں ہو بوسہ تو گالی ہی ایک دو
آئینہ را ببین و بریش خودت بگو

حرفی کہ از غضب بمن ارشاد کردہ

پوچھے اگر تو ہو کے منجم سے ہمنشین — طالع مین ہے مرے کہ بساؤن نگر کہین
دیکھ ہاتھ وہ ترا تو کہے کچھ عجب نہین — با در مند دل شدہ چندان تو بیش ازین
گنج خرابہ کہن آباد کردہ

جب معلمون کو باپ ترا منع کر تھکا — سمجھا کہ اس شکر سے تو بیکس بدا
جھنجھلا کے اُس غریب نے تب تجھسے یون کہا — آخر گوبہ است پسر این و تیغ تا کجا
کون را اگر دکا بچہ قناد کردہ

میدان مین ہگ بھر تھا تو بھڑوے ندیدہ تیغ — قالب تہی کرے تھا بہ تن نارسیدہ تیغ
کرتا تھا غش تو دیکھے تھا جب خون چکیدہ تیغ — تا نصف کیر نشہ ز دستت بریدہ تیغ
فی الفور قصد رستم و بہلاد کردہ

کم ظرف کس قدر ہے تو اے بھڑوے حیلہ جو — مارے اگر سپش تو لگے کہنے آپ کو
ہین وہ سپاہی ہون اژدر ستم سے دو بدو — در پشہ ات گزید در اثنائے گفتگو
شاعر شدی و مرثیہ ایجاد کردہ

مرکب نہین ہے اسپ ترا بلکہ ہے وہ مشک — بے آب یون رہے ہے وہ جون سوکھتی ہو مشک
کھینچو تو ڈول ہے وہ جو چاہو چڑھو تو مشک — در گرم گردنش چہ نفس سوختی چو مشک
خر کرہ را تو کورہ حداد کردہ

اے زن جلب جو پوچھے ہے سودا سے حرف راست — کتون سے اب چٹائے تجھے منہ کو ملکے ماست
پھر گر جو کھایا تو نے نہ اسکی باز خواست — مانند شمع سوختن و کشتنت رواست
ممدوح خلق را تو بذم یاد کردہ

مسدس در ہجو مرزا علی

اک قصہ مین سنا تھا مردم سے یہ قضا را — بیت الخلا گیا تھا مرزا علی بچارا
ناگاہ کھڈی اوپر گیدڑ نے جا پچھاڑا — تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی سے یہ پکارا
دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

وہ دوڑ کر پکاری بیت الخلا تک اگر
پھر کہتی ہوئی بھاگی اس بات کو بنا کر
اک مار کو ز تو بھی شاید یہ بھاگے گیدڑ
جب آ سمجھ یہ اُسنے یادی کہ آہ بھر کر

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یہ بات سُنکے اُسکی جورو وہان سے بولی
رہنے کی ہو نہ نہین مین ہونی تھی سو ہوئی
نامرد چیز ہے تو رکھ اپنے گھر مین لوٹی
تب نوچ داڑھی اُن نے یہ بات لب سے کھولی

در کوے نیکنامی مارا گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

مخمس در ہجو کشمیری

عجب ہے بیحیا آفاق مین یہ قوم کشمیری
الا الحق ہیں یہ ہین اہل خطہ قابل اسیری
کرین ہین ہی غضب منسوب خ سیادات کی پیری
محمد مصطفیٰ کو اس لیے ہے انسے دلگیری
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کرین ظاہر مین جید مصطفیٰ کی یہ ثنا خوانی
خدا کی ہر گھڑی طاعت مین گھسین اپنی پیشانی
قیامت ہی کہ ہو وین سیدونکے دشمن جانی
نہ ہے ایمان انکا اور نہ ہے انکی مسلمانی
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

اب ان کشمیریون مین جو کہ اب علماے دین ہینگے
سمجھتے ہین وہ اپنے تئین جو کچھ ہینگے سو ہین ہینگے
اشد سیرچشم ظالم نزد رب العالمین ہینگے
خدا عالم ہی سب موذی ہین مار آستین ہینگے
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کمائی واسطے کیا مسخرون نے جال ہے ڈالا
بھلا نوان انکے کی پیشانی کو سارا کر دیا کالا
سبھی مکار ہین انکے لگا ادنی سے تا اعلا
ندان اپنا خلائق مین انھون نے نام ہے ڈالا
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

سمائی ہے یہ انکے دل مین یارو اب ریاکاری
تضرع سے مکر سے کرتے ہینگے گریہ و زاری
نجاوینگی وہان محشر مین انکی ہیش مکاری
نہین دیکھے نہ ایسے کرین جو حق سے عیاری

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

جو انمین اب بڑا عالم بہت اچھا صحیح ہیگا ۔ وہ اسکا علم گر دیکھو تو سارا بے عمل ہیگا
یہ ڈالا سیدونکے حق مین سب اسکا خلل ہیگا ۔ زیادہ سب سے غاصب اور ظالم بے بدل ہیگا

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

خدا کیواسطے دیکھو تو کیا انکی تفاوت ہے ۔ نبی کی آل سے بغض و حسد ہے یہ عداوت ہے
نہین سمجھین ہین مطلق حشر مین انکی قیامت ہے ۔ بھلا کیونکر نہین ایمان مین انکے تفاوت ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

غضب ہے یہ کہ حق سادات کا یون برملا کھا دین ۔ جو دیوین نذر سید کو کوئی تو اسکو پھروا دین
مگر اسواسطے تا یہ ہمارے ہاتھ مین آ دین ۔ جنھون نے انکو پہچانا زبان پر اپنی سیلا دین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

نہین ہرگز سمجھتے حق کو یہ مرغوب ناحق ہین ۔ ہر اک پیشے کسب مین خوب ماہر اور فائق ہین
انھین مطلب نہین ایمان سے یہ زر کے شائق ہین ۔ جو لائق ہین یہ موذی تو اسی کے اب یہ لائق ہین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

جو انکو کام بھی کچھ ہے تو اپنے پیٹ بھرنے سے ۔ نہین مطلق غرض ہے سیدونکے پھر کے مرنے سے
پڑے پھینکینگے ائل ہو چھپے پھانکے گھر مین ارزنی سی ۔ وہ غیرت رکھتے ہو وین تو مرین اس نام و عزت سی

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

نہ اپنے بد عمل کی یہ ذرا تقصیر کو جانے ۔ نہ یہ روز جزا کی سختی تعزیر کو جانے
نہ پیغمبر کو جانے اور نہ شبیر کو جانے ۔ یہ وہ بے پیر ہینگے کچھ نہ اپنے پیر کو جانے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

نہ یہ قائل قیامت سے نہ میزان عدالت سے ۔ نہ اشہد اللہ احد سے نہ احمد کی رسالت سے
نہ تو شیر خدا حیدر شہ دین کی امامت سے ۔ ہوئے مشہور یون عالم مین اپنی حماقت سے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

نہ یہ ہرگز اصولون مین فروع دین سے واقف ۔ نہ تو اثنا عشر کے مطلقاً آئین سے واقف
نہ پھر یہ آل طٰہٰ اور یٰسین سے واقف ۔ جو واقف ہین تو یہ اس خلق کی نفرین سے واقف

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

خصوصاً اُن مانین جو وہ مرزا علی ہیگا
زبس کی غاصبی حق آل احمد کیا شقی ہیگا
جہان کے اہل خطہ کو جو پوچھو تو وہ جی ہیگا
کہون کیا مین غرض اُسکو برادہ آدمی ہیگا

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

دوم مرزا سعادت پادشہ سب کا کہاتا ہے
جو جاوے خمس کو سید تو پھر اُسکو دھراتا ہے
وہ غاصب حق جدا سادات کا سب آپ کھاتا ہے
وہ یہ کہتا ہوا دلگیر اپنے گھر پھر آتا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

جہان ایسے ہی یار و دشمن آل عبا ہو وین
اور اپنا پیٹ بھر نعمت سی گھر مین چین سی سو وین
محبت مین وہ اُس دنیا کے دین کی عاقبت کھو وین
تو یہ کر مین سید کیون نہ اُنکی جان کو رو وین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

انھین ابلیس نے اے مومنو گھوڑا بنایا ہے
کہ اپنی راہ مین سب اہل خطہ کو لگایا ہے
اور ان پر اپنا آسن جست اور قائم جمایا ہے
یہان ہر ایک کو لا کر کے یہ مصرع بتایا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

یہ ایسے کیا کہون بدنام ہین ایسے زمین اوپر
یہودی اور نصاریٰ سے لگا سب مشرکین اوپر
بدی ثابت ہے انکی اب جہانکے اہل دین اوپر
کہین ہین طائران قدسیان عرش برین اوپر

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

بہت سید بچارے پر انھین تلعین کرتے ہین
غرض وہ حیدر کرار کو غمگین کرتے ہین
جو تم یہ کام کرتے ہو نہین بے دین کرتے ہین
تو یون چھوٹے بڑے اُنکے تئین نفرین کرتے ہین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

در ہجو بخیل

وہ ہے سب بخیلون کا جو افتخار
یہ لازم ہے تجکو مری پیٹ مار
کہا مین یہ اُس سے سن اے تو حمار
نہ ہووے یہ مشہور یون ہر دیار

گرستار زادہ نباید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار

نہ کھلوا مرا اب جیسا تو دہن
تجھے چھوڑنا پھر پڑے گا دہن

ترے حق میں بہتر یہی ہے سخن
جو بولیں گے اُس وقت یہ مرد و زن

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار

تضمین و گرہ بند
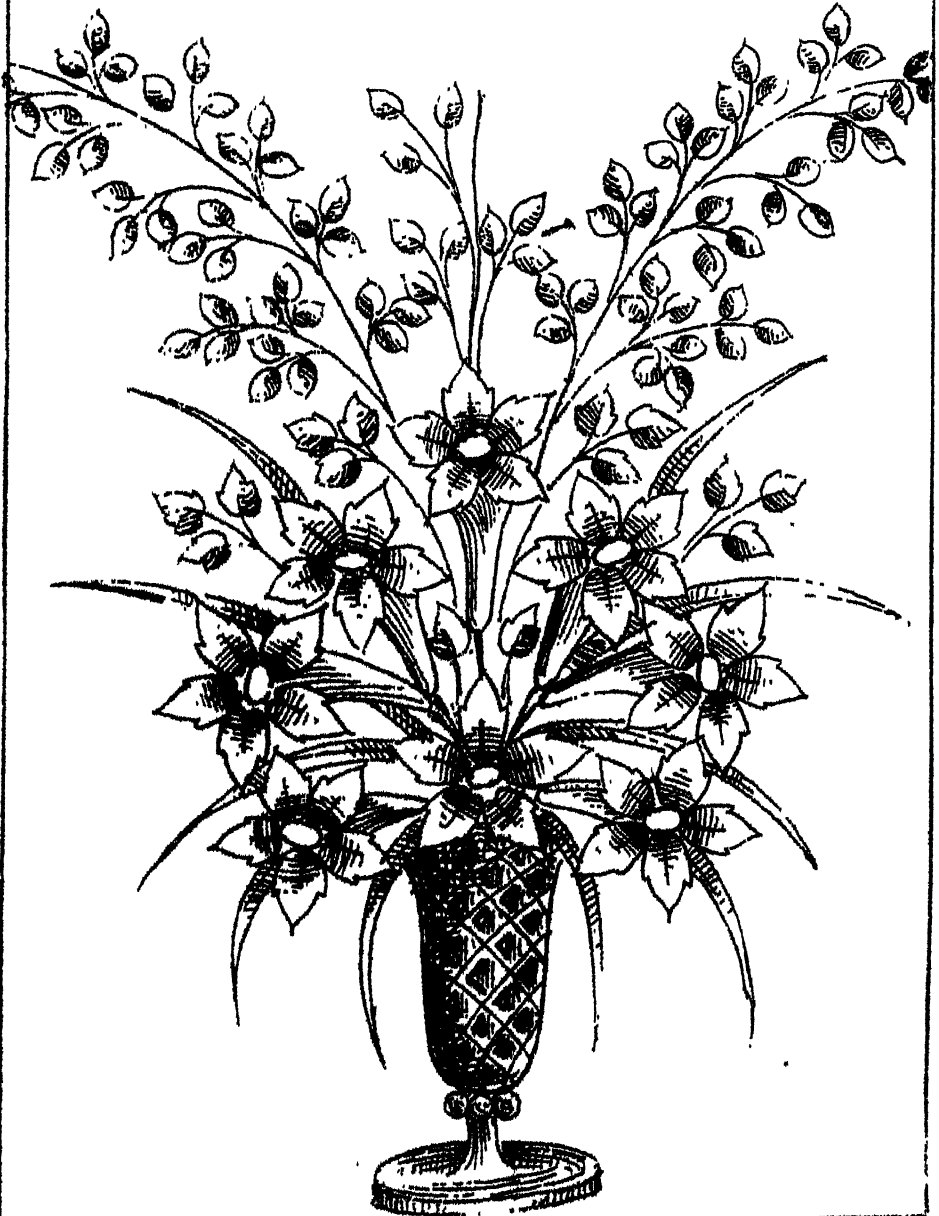
مخمس اول

چکارہ گران امورون کا تھا مین بیچارا … کہ بھٹکون دشت مین یا کوہ پر پھرون مارا
نہ عشق لیلی و شیرین سے ہون مین آوارا … صبا بلطف بگو آن غزال رعنارا
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادہ مارا،

اثر یہ نالے کے اپنے ہے اعتقاد ہے گل … جو تو سُنے تو برآوے مری مُرادِ اے گل
و لے نصیب جو تو نے کیا نہ یاد اے گل … غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
کہ پرسشی بہ کنی عندلیب شیدارا

مجھے تو زور ہی ساقی کی یہ ادا بھائی … کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا سُن لے مجھسے سودائی … چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیمارا

فریب مجکو نہ دے اپنے خط و خال اوپر … کہ دیکھ کر مین زمانے کو سمجھ کیا ہی ایدھر
جو چاہے تو کہ گرفتار ہون مین تیرے پر … بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانارا،

ترا سا حسن نہین جگ مین یہ تو ہے لاریب … و لے نہین ہمین معلوم سر عالم غیب
جو فکر جیح مین اب سر کو لائے سوئے حبیب … جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبارا

لبون کے گرد جب اُس نوجوان نے خط رکھا … چمن چمن مین پڑا شور ہر طرف غوغا
ہر ایک مرغ نے دی باغ باغ ہو یہ دعا … شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدے نکند طوطی شکر خارا

نصیب کر کے سعادت کا تیرے پر مین رخت … جو دیوین جام جم اور کیقباد کا بھی تخت
گذشتگان کی طرف سے نہ رکھ تو دل کو سخت … بہ شکر صحبت احباب و روشنائی بخت
بیاد آر غریبان دشت پیمارا

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست … بتان کی تا نہ لے خلق کو جدائی نیست

کر گئی ہستی کو اُنکی تو بیوفائی نیست ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست

سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا

کھلے ہی سودا پہ راز نہفتۂ حافظ کہ سنکے لیتے ہیں شعر شگفتۂ حافظ

غرض عجب ہین یہ دُر ہائے سفتۂ حافظ بر آسمان چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ

سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

مخمس دوم تضمین غزل کلیمؒ

جائے دنیا سے یہ دل اور گرفتاری دل ایک دل ہووے تو ہو سکتی ہے غمخواری دل

غمزۂ چشم ہی تھا باعث بیماری دل خم زلفے ست و گر دام گرفتاری دل

کہ در و موے نگنجید ز بسیاری دل

واہ واہ ایسی ہی ہوتی ہے وفاداری دوست جور دشمن ہے یہ یا مہر بدگاری دوست

کیا کرون کہہ تو جو یون ہو روش یاری دوست خندہ بر بخت زنم یا بہ جفا کاری دوست

گریہ بر خویش کنم یا بگرفتاری دل

نہ تجھے بیم وفا کا نہ محبت کا دھرم نے دم سرد مرے حال پہ نے اشک گرم

اپنی اس سنگدلی سے تجھے کچھ بھی ہے شرم دید چون بیکسی ما دل آہن شدہ نرم

ماند پیکان تو در سینہ بغمخواری دل

کون اب وقت ہے ملنے کا ترے اے کافر اب کوئی دم ہی میں ہوتا ہے مرا کام آخر

کیونکہ احوال دل اب ہووے زبان سے ظاہر یک نفس فرصت و صد حرف گرہ در خاطر

وائے گر گریہ نیاید بمددگاری دل

چوٹ کی دل کے تملق سے ترے کب ہے دوا ہے معالج مرے آزار کا اب حکم قضا

عیسی وقت اگر تو ہے تو ملے فائدہ کیا آنکہ بگذاشت چنین نرگس بیمار ترا

گفت من ہم نہ کنم چارۂ بیماری دل

شیخ ہے دل یہ ترے بسکہ تعین کی شکست اس سبب سے ہے تری ریش دراز عقل ہے پست

دل کو دھو ڈال مرے بغض سے لے جام بدست مذہب بندۂ آزاد ہمین یک حرف ست

چیست آسایش کونین بہ بیداری دل

چشم غماز تری آرام ہے ایسی ہی کہ بس
دل کو بیجا ترے کوچے مین ہے نالے کی ہوس
صبر کی جا بس سے چھوڑین نہ یہ مژگاں کی خس
راہزن را بنود باگ زفریاد و جرس
ترک یغما نکند غمزہ ات از زاری دل

سمجھے سودا وہی یہ بات جو اسکا ہے علیم
کون اس حال مین امداد کرے یار و ندیم
دل کو اس بن نہین چارہ کہ یہ ہو جاتے دو نیم
عشق چون تیغ کشد بر دل بیچارہ کلیم
کیست جز داغ کہ آید بسپرداری دل

مخمّس سوم

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھے بھائے
مین ہون طاؤس آتشبازی کیسی ہی بہار آئے
نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضا سے باغ لیجائے
نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے
بہر جا میروم از خویش می جوشد تماشائے

تسلی اب صبوحی سے مجھے ہوتی نہین کیون ہین
چل اٹھ اب بانسے اے ساقی ہوس ہے جرس تمکین
گرانی اسقدر پاؤن پہ سر ہے اسقدر سنگین
چہ گل چینید و باغ آرزو از تشنہ تسکین
من و صد بزم مخموری دل و یک غنچہ مینائے

ہے لاکھوں طرح کی لہرون کا دل پر سلسلہ جاری
ہمین نے ہم مین جو دیکھا یہی ہے ضبط کی خواری
ہٹی ہے ولولے ہی رہ گئے ہیں اس جگہ ساری
عنان گیر غبار کس مبادا فسون خود داری
وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہان کوئی ترے کوچے کے جانیکا ہوا مائل
غرض آسون کب چھوٹے کسیکو نسبت کامل
اقامت جون غبار راہ پھر ہمکو ہوئی مشکل
رم ہر ذرہ ہمعنیست بہر وحشت اے غافل
مرا سیدار سازد ہر کہ بر راہت زند پائے

جگر ہے شمع کا ہے داغ پروانے کا جان و تن
جو تیرا بھی کوئی من عزم ہے یان سمجھیے مسکن
گریبان چاک نت گل ہے سدا بلبل کرے شیون
بہ بیدردی درین محفل چہ لازم متہم بودن
گداز گریہ جوش جنون نالہ والے

قفس کے سنگ نے اس میکدہ مین نقش یہ مارا
بجز خون کیونکہ ہو شیشہ مین یان مجھ سے کا یارا
کہ پیمانے سے لے ہی تا سبو کی خاک آوارا
نہ بود امید از جام سلامت غنچہ' مارا
ہم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نمک سود جراد لریشی اپنی جانتے تھے ہم
گناہ بندہ دیکھے ہی خداوندی بجشیم کم
سو اس امید باطل کے بھی معنی کھل گئی اسدم
ندامت مایہ ام اے یاس آتش زن بعقبا ہم
کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھ سے کہا جس دم بشد و مد
کہان ہین یان ہے پشت پاسے ان دونون پہ بیٹھے
مین فقر و سلطنت بخشون کسے تو بھی جو ذرہ کد
ز سامان دو عالم آرزو مستغنیم وارد
شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرائے ہستی جب تلک ہی جوش مائو من
جو آنکھین ہون تو ہر قطرہ سے شبنم کے ہے یہ روشن
مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
درین گلشن بسیر نیست ترک احملی کردن
کہ در ہر برگ گل آئینہ دارد حسن عنائے

کیا مین فرض ہین یا سبہ مین ہم تو بیش و کم زاہد
نہ ہووے پیروی سودا سے تیری ایکدم زاہد
نگاہ دیدہ تحقیق تو اور اشک ہم زاہد
من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد
تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

مخمس چہارم

وہ کون سی گھڑی تھی جب مین لگن لگائی
اور وصل مانگتا ہے جی مجھ سے منہ دکھائی
تن چھوڑتی نہین ہے اکدم تب جدائی
من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دوری سے تیری مجھکو اے آفتاب عالم
جس دم تو منہ دکھاوے تو ہون فنا مین اس دم
مردے تہی رہے کہ دین اتین مثال شبنم
نزدیک اینچنین نم دور آنچنان کہ گفتم
نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی

مخمس پنجم تضمین غزل امیر خسرو رح

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست — بتکدہ ویران ہو یا برہمن یکبار نیست
کام کیا ہے مجکو گر ہون راہب و دیندار نیست — کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہ ہی مرض الموت تھا قسمت مین میری یا نصیب — حاصل اس تدبیر سے کیا کرے بتلائے طبیب
ایکدم کو جی نکلجاوے گا گھبرا کر قریب — از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقون کے رو نکلی کچھ اور ہی ہوتی ہے دھن — دیکھ ہم روتے ہین لخت دل اگر خنچے تلے چمن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ میری بات سن — ابر را با دیدۂ خونبار من نسبت مکن
نسبت بارندگی دارد ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جلنے سے نکر انکار عشق — کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
آج چھوڑے یہ اگر تیرے تئین آزار عشق — شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہون جو کچھ سودا سو اپنے واسطے ہون نیک و بد — کیا غرض ہے مجکو ہر اک سے رکھون سر وقت کد
اسمین کچھ کہتا نہیں مین گرچہ از روئے حسد — خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

مخمس ششم تضمین غزل عصمت بخاری

جب تلک بندگی شیخ مین تھا حلقہ بگوش — آپ سے شاہد مقصد کو مین پایا روپوش
آخر کار کی جب بر عمر مے کرکے نوش — سرخوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ ولولے تھے دل مین جنون کے مارے — پھاڑ کر پھینک دون مین کپڑے بدن کے سارے

خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اس آفت دین کی درخواست اپنے احوال پہ مین رہ نہ سکا بے کم و کاست
ہو کے بے صبر مین جا سامنے اسکے اک رات گفتم این کوے چہ کوئیست ترا خانہ کجاست

اے سر و خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہے ادھر عشق مجھے مار کمند شیخ و زاہد کی مین کافر ہون اگر مانون پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند

سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت دین کو دل اپنے سے تو اب کے پرے دے مرے امر کو جا کر تو یہ درجہ ہے ولے
شوق جب دم ترا تجھ مین سے تجھے دور کرے بعد ازین پیش من آ تا بتو گویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے پٹک سر سے یہ عمامہ پٹے اسپہ غضب پہونچا اس بوجھ سے تو منزل مقصود کو کب
ساغر جور سے رکھ دور ہوس اپنے کی لب بگذر از صومعہ در راہ بمیخانہ طلب

خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سنے اس سے یہ مینے سخنان دلکش مجکو تاثیر معانی سے لگا آنے غش
پھر سنبھال آپ کو جس وقت چلا وہ مہوش دل زکف دادم و مدہوش و دیدم پیشش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان مین مسجود پایا مغز اسکا جو ہی عالم ہستی مین نمود
اپنی نظرون مین جب اس جا نرہا مین موجود محو گشت از ورق کون و مکان نقش وجود

نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پہونچے وان چشم کی حائل نہ بلند اور نہ پست ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا لق دشت
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور ایک سے ایک مین افزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب سے جو کہون کیا مذکور بے نے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور

بے مے وجام وصراحی ہمہ رندشانوش

جب مجھے وان نظر اس طرح کا آیا عالم
صورت آئینہ حیرت سے ہوا مین اسدم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہین کہ ز نوع آدم
چونکہ سر رشتہ دریافت برفت از دستم

خواستم تا خبرے پرسم از و گفت خموش

پھر لگا کہنے کہ بہتر ہے تو رکھ مجکو معاف
پر جو ہے درپے تحقیق تو سن صاف صاف
یہ نہین صومعہ تو مارے جہان لاف و گزاف
نیست این کعبہ کہ بے پا و سر آئی بطواف

نیست مسجد کہ در و بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھے آیا ہے مرے یار پسند
دین و دنیا سے چھوڑا خواہش دل کا پیوند
دل کو شیخی و مشیخت کا نرکھ یان پابند
این خرابات مغانست در و مستانند

از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یان دیر و حرم کی سی مکان مین تنگی
خانقاہ مدرسہ کی طرح نہ صحبت جنگی
دل مین سودا تو خیالات نکر جون بھنگی
گر ترا ہست درین خانہ سر یکرنگی

دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس ہفتم تضمین غزل شاہ ناصر علی

پسر بعد از پدر گر نیک نام آور شود پیدا
بدان ماند کہ تخم نخل شیرین بہ شود پیدا
بوصفش از زبانہا این سخن اکثر شود پیدا
نکوئے گر رود زین بحر نیکوتر شود پیدا

چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا

ہوا ہے کس بضاعت پر تو ملک عشق کا راہی
نہ خونی اشک نے لخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
خرد اور کبر نے رکھا ہے تجھکو دو بیاز آگاہی
بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی

متاع جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب اپنے کی سستی سے جو کھویا اختیار از دست
تو وقت شیب کو ناداں نہ کھو تو زینہار از دست
نہ دے اتنا بھی اب تو دامن ہمت کو یار از دست
بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست

زر گم گشتہ در آتش زخاکستر شود پیدا

نہ بھولونگا کبھو اے بیخبر دو راہ طلب ہرگز
نہ چوکے گی اران کی نظر راہ طلب ہرگز
فنا میں بن ہوئے رہتا ہوں بر راہ طلب ہرگز
زرفتن وانخواہم ماند در راہ طلب ہرگز
چو شمع ار خار ہائے پاے من از سر شود پیدا

پرو یار رشتۂ جان سے جو تونے دیدۂ سوزن
گریبان موج دریا کا سیا آیا نہ تجھے یہ فن
جو دم ماریگا اس میں نزد عاقل ہے تو پھر کردن
غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیز دانا آئینہ چون جوہر شود پیدا

بھگوتا کیوں ہے ناصح آستین اپنی تو اور دامن
نکلتے آنسوان آنکھوں سے غلط ہے یہ توہم و ظن
سراپا اپنی ہستی سے مکدر گرچہ ہے یہ تن
برنگ ابر پنہانست دریا در غبار من
اگر خاک مرا بیزند چشم تر شود پیدا

سخن کے فن میں سودا آخر یہ کا بھی ہے اک عالم
کیا ہے اختیار اگلے بھی استادوں نے بیش و کم
تعرض کرتے ہیں نادان ہی سن اس مقطع کو ہر دم
علی شعرم بایران می برد شہرت از ان ترسم
کہ صائب خون بگرید آب در دفتر شود پیدا

مخمس ہشتم تضمین غزل طالب کلیم

یاد آیا می کہ تو قیر جنون من داشتم
کے لقب از سنگ طفلان زخم بر تن داشتم
مدتے در دشت ہیچون کوہ مسکن داشتم
از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گرچو داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

دور سے ڈنڈوت کرتے تھے مجھے آتش پرست
بھاگے تھا مجھ سے سپند آسا سمندر رکھکے جست
سنے کسونے پانوں ہی دیکھا مرا لیتے نہ دست
شعلہ پر پیچاست از بیطاقتی و کم نشست
من نہ جنبیدم ز جا تا جا بہ گلخن داشتم

پاس ناموس محبت ہی میں ہے عاشق کو سود
گو جراحت ہوسے تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالین پر نہ میں جراح کا چاہوں ورود
کے بہر نا محرمے چاک جگر خواہم نمود
من کہ زخمش را نہان از چشم سوزن داشتم

کل خمار آلودہ میں گھر سے جو نکلا صبحدم
قتل پر آمادہ تھا در دے جو ستی مغ بیش و کم

یک بیک پہونچانے مجھے جام لب میگون بہم | برزلال خضر الکون صد تغافل میزنم
منکہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم

کون میری طرح عشرت سے ہوا ہے کامیاب | کسنے اس خوبی سے بیٹھے احباب مین پی ہے شراب
ساقی گلفام کے چہرے سے اوٹھتی ہے نقاب | روشنی از بزم من دریوزہ میکرد آفتاب
در چراغ عیش تا از بادہ روغن داشتم

عشق رنگ رو پہ میرے جب لگا کرنے نمود | جو ہوئے مانع مجھے مجھا انھین نے ہے یہ سود
دوستی سے لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود | ہمچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نہ بود
تا کفن آمد ہمین یکجامہ بر تن داشتم

صاحب دیوان تھا پر جب شام سے تا وقت چاشت | گل زمین شعر مین کی تخم معنی کی جو کاشت
پرورش کی ہر سخن ان سے سکے تھا چشمداشت | ہیچگہ ذوق طلب از جستجو باز م ندا شت
خوشہ چین بودم من آنروز یکہ خرمن داشتم

مین نہوں باغ و نکا فصل گل مین عندلیب | سینہ ہی میرا چمن ہے آہ سرد اوس مین نسیم
سیر سے اسکی تو ہے محروم اے میرے ندیم | داغ را جز بر کنار زخمم ننہادم کلیم
بہر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتم

مخمس بہ تضمین غزل مرزا فاخر مکین

تا خانۂ کس بہر مدارات نہ رفتیم | جائے پئے گذراندن اوقات نہ رفتیم
این ننگ بخود کردن اثبات نہ رفتیم | در دیر و حرم بہر مناجات نہ رفتیم
جز کوی تو اے قبلہ حاجات نہ رفتیم

بستیم اگر رفتہ بطوف حرم احرام | ما تو بہ نکردیم و سے از مے گلفام
رندان بجبہ رو ساختہ در میکدہ بدنام | صد بار گرفتیم رہ کعبہ و یک گام
بے مصلحت پیر خرابات نہ رفتیم

آن شوخ ازان روز کہ با ما شدہ یاغی | داریم دل غمزدہ چون بلبل باغی
کو خرمی عید درین سینۂ داغی | صد عید شد و رفت و ما آشفتہ دماغی

ہرگز بکسے بہر ملاقات نہ رفتیم

جستیم بآفاق ہمہ روئے زمین را | دیدیم بزیر فلک استاد حزین را
برخاک درش رفتہ بسائیم جبین را | اشعار شنیدیم و ندیدیم مکین را

مشغول صفائیم دپے ذات نہ رفتیم

مخمس دہم تضمین غزل مرزا فاخر مکین

ازخویش وز بیگانہ تو روپوش نشستی | دامن بسر انداختہ تا دوش نشستی
آن نار سوا دا کردہ فراموش نشستی | خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستی

از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستی

پیمان ترا اے یار نہ دیکھا کبھی محکم | ہو عہد ترا ہم سے وفا غیر سے اسدم
اس وعدہ خلافی سے جگر خون کرے ہے غم | برخاست ز دل نالہ و بیہوش فتادم

با غیر چرا اے دعدہ فراموش نشستی

دیدار کا شوق اپنے مرے چشم سے کھویا | ویدا پنے کا گوہر مرے کانون مین پرویا
پیغام برون کا ہون ترسے اندنون جویا | شادیم ز دیدار بہ پیغام تو گویا

برخاستی از دیدہ و در گوش نشستی،

صائب سے کے ہے اشعار کا ہر ایک سلاخوان | کہتے ہین فصیحی کہ نہین بیہودہ زبان دان
فیضی و ابوالفضل کو طوطی کہین نادان | از ہوش ربودند مکین ہرزہ درایان

خیرست چرا این ہمہ بیہوش نشستی

شوکت جو کبوتر ہے بخارا کا سودہ باغ | بیدل ز عن ہندی و ناصر علی بکزاغ
تمکین نے کیا تیرے تو جون لالہ بھی داغ | شور زغن و زاغ بلندست درین باغ

اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

مخمس یازدہم

کہا اُس شوخ سے جو طور کے شعلہ کا ہے بھائی / تجلی حسن کی تیرے سہ و خور نے نہ دکھلائی
کھے یہ چشم عاشق پشیگان سے یار بینائی / ترے ہوتے جو مجلس مین قضا پروانیکو لائی
دیا جی شمع پر اُن نے یہ چربی آنکھوں پر چھائی

ترنگ نشۂ مے باغ مین جسدم مجھے لائی / چمن مین یون گذر تیرا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت مین تیری دیکھ رعنائی / کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہے اک گل تو تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نے مجکو ہے سمجھائی / کہ بلبل عہد مین تجسے کے ہوئے گل کی شیدائی
کہا سنکر ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی / تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نے پائی
محبت مین سبھی یکسان ہین جسکی جس سے بن آئی

جو پایا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو / تو سوچ اس بات کو دیکر جگہ دل مین تامل کو
کہا کب حق نے سب پیدین مجھے یہ عشق کامل کو / کرے یہ وجود پر عاشق کہو کسواسطے گل کو
کسیکو گل ہے خوش آیا کسیکو شمع ہر جائی

مجھے سمجھے تھا مین اب تک کہ ہے ہشیار و دانا تو / گل معنی کی پہونچی ہے مشام جان کو تیرے بو
مرے آگے نہین کیا یاد حسن شمع و گل کو رو / عطا کی ہے حسینون مین خدا نے دلبری سبکو
ترا جلوہ مراد دلکش انھون کا انکی زیبائی

نہ تنہا بلبل و پروانے کے حصہ مین عشق آیا / سحاب بے یار کیا کیا وجد مین طاؤس کو لایا
بھونرا ان گرد بھی ہو نسترن کا جسکے سیا پایا / محبت کے سوا کا تھا نہ وہ اس باغ مین پایا
جسے دیکھے کہ اسکی آنکھ ہے اسنے لگائی

بچشم عشق بہتر لعل سے خونناب کا قطرہ / بہ از یاقوت ہے خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطے ہر ایک کے سیماب کا قطرہ / گہر سے چشم ماہی مین فزون ہے آب کا قطرہ
سمندر کو فزود آتش گل و گلزار سے بھائی

محبت جب کان عشق مین آتی ہے ہمت پر / گہر کے مول لیتی ہے خزف کو نقد دل دیکر

اگر تو عاشق صادق ہے کہیو یہ سخن با در
محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
یہ از یوسف بنا کر چشم میں خوباں کے دکھلائی

محبت میں نہیں خوب نکلے گرچہ زشت ناکارے
محبت ہو تو ہوں زنگی پسر کے لب شکر پارے
مجھ میں عشق کے لگتے ہیں دونوں ایک سے پیارے
جواہر سرمہ چشم مرغ کو ہیں صبح کے تارے
ہے ظلمت شام کی بلبل کی آنکھوں میں بینائی

تمیز اس میں کہاں پائے شراب عشق جن نے پی
وہ ہے خوب اس کی آنکھوں میں جسے چاہے کسیکا جی
سمجھنا غیر حرف راستی اپنا نہیں راہی
کشش دل کی ہوا ایسی شے کہ ہے جس رو سے قمری کی
نظر میں حسن طوبی سے بھی حسن سرو بالائی

دل فرہاد و مجنوں لیلی و شیریں پہ شیدا تھا
حسین ان دونوں میں تھی کون پر کس پر ہویدا تھا
وہ یکساں تھا حال ان کا آنکھوں پر یہ تو پیدا تھا
جمال ان دونوں کے دلوں میں جوں سویدا تھا
محبت میں نہ خوب و زشت میں کی نکتہ پیرائی

تمیز نیک و بد واں کب تھی الفت کی جہاں مے تھی
خرد بیہوش تھی جس دم مقام عشق میں نے تھی
نہ تھی وہ چیز جو تفریق کی دونوں میں ویسے تھی
سنا ہے ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی
کہ جن نے گردن آگے عبد کے مولا کی جھکوائی

غرض سودا تجھے سمجھا دوں میں کب تک یامین و آں
نہ کہیو پھر تو ایسی بات میرے حق میں اے ناداں
بساں مہر نور اللہ کا ہے سب جگہ تاباں
کہا تو نے جو کچھ مجھکو نہوں گا اسپہ میں نازاں
خوش آمد کی ہے اس سے بات جیسے بادپیمائی

مخمس دوازدہم

فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں بستاں گل و صبح
وقت نظارہ ہر گبر و مسلماں گل و صبح
آہ مجھکو نظر آویں بچہ عنواں گل و صبح
خوں ز خود رفتہ نکالاتے ہیں بہ ہیجاں گل و صبح
دیکھنے کو مجھے مانع ہیں طبیباں گل و صبح

باغباں عیش و طرب کا ہے گلستاں میں رواج
آئے یاں جو کوئی وہ کریگا تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہیں نالاں سو اثر کے محتاج
کیسی کی تاثیر دم سرد چمن میں ہے کہ آج

غیر خاکستر و اخگر کے نہین وان گل و صبح

ور پے سیر چمن تجھ سے جو کوئی اے ظالم
پیتے ہین خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی یہ رہی تجھ سے کوئی شے ظالم
جلوۂ باغ ترے عہد مین یون ہے ظالم
یک کفن مین ہے گویا گنج شہیدان گل و صبح

باغبان ابر کے مانند روین ڈھاڑین مار
آہ و نالے مین ہین مرغان چمن لیل و نہار
پوچھتے پھرتے ہین باغون مین یہ ہر روز سیار
فوج خط کس کے نے مارا ہے شب خون یہ بہار
زخمی مرہم کافور ہین باران گل و صبح

چاک صد بار مرے جیب قبا تک پہونچا
تن مرا گلیون مین ہر سنگ جفا تک پہونچا
قید زنجیر سے آخر مین وہان تک پہونچا
کام اپنا نہ جنون سے جو قبا تک پہونچا
یار ہنستے ہین مرا دیکھ گریبان گل و صبح

حسن دیکھا ہے اک ایسا کہ نہ دید و نہ شنید
ہر گل و صبح کا ہے جلوہ شب تار پدید
گرچہ یہ بات ہے تمہید خلائق سے بعید
دیکھے مابین دو زلف اسکے رخ سرخ و سفید
جن نے دیکھے ہون یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزان سے بھی ہوئی رسوا تر
دیکھتا کوئی نہین سر سے چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہوویگا اسے باور کر
جب سے دستار سفید اسنے سجی چہرے پر
جلوہ نظرون مین نہین دیتے ہین خندان گل و صبح

آج شادی ہے اگر دہر مین کل ماتم ہے
خوشی راحت سے عبث رنج سے بیجا غم ہے
یون سمجھے ہے جو تحقیق سے کچھ محرم ہے
باغ دنیا مین سدا شادی و غم توام ہے
روے شبنم جو چمن ہووین جو خندان گل و صبح

ہرزہ گردی ہے فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام
گر نہ گلگشت چمن بے مے و ساقی کس کام
ہو میسر جو یہ سامان تو ہے پھر عیش تمام
لینے سودا سے کہا ہو نیکو ناحق بدنام
دیکھنے باغ مین کیون جاے ہے نادان گل و صبح

مین کہون تجھ سے سنے گوش ہے دل کے تو اگر
عیش دنیا نہین موقوف دیوانے اس پر
کہ چمن ہو دین پر از گل تہ دامان سحر
ہو جہان بادۂ گلنار و بلورین ساغر
اپنے نزدیک تو ہے جلوہ کنان گل و صبح

یہ سخن راہ نصیحت سے میں لایا بر رو
پر نہ عشرت سے میں عادی ہوں نہ کچھ عیش سے تو
آہ بھر کر یہ کہا سچ ہے جو کہتا ہے تو
ہے یہ مرکوز مجھے پیر و جوان سب تجکو
عرصۂ سیر بتاتے ہیں یہ بستان گل و صبح

مخمس سیزدہم

نشو و نمائے باغ جہان سے رمیدہ ہون
فکر غم خزان سے بہت آرمیدہ ہون
شید و غم زمانہ سے مین دور آفریدہ ہون
نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

یارب مری کٹے ہے عجب طرح صبح و شام
مطلب نہ مجکو غم سے نہ کچھ خرمی سے کام
حسرت ہی مین گذرتی ہے میرے تئین مدام
گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے بید ماغ عبث اے میان ہو تین
اظہار آن کا نہ مجھسے ہو کیا معنے اسکے ہین
کس طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ مین
اک حرف آرزو سو بلب نارسیدہ ہون

سنتا نہین ہے درد رعیت کا بادشاہ
اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ
قاضی تو حسن دوست بتا تجکو ہی اس سے داد
کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے داد و داد
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کے تنک رو کہین حریف
کب ہو سکے ہے اسکا بجز آستین حریف
مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ تر خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانے کے محبوب دلربا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا
اتنے تو مین کسی سے ہین صورت آشنا
کس سے کرون مین دعوی دل جا کے اے خدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو
پوچھا نہ تو نے آکے مری چشم سے لہو

دیوےگا کیا جواب خدا کے تو رو برو
کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن میں تو
خون جگر سے میں بھی تو دامن کشیدہ ہوں

بسمل صفت نہیں مجھے آرام ایک پل
ہے مرگ میرے دم سے نہایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھ سے تو ظالم شتاب مل
غافل ہے کیوں ترا مری فرقت سے گوش دل
اے بے خبر میں نالۂ حلق بریدہ ہوں

پوچھا نہ یوں کبھو کہ ترا رنگ کیوں ہے زرد
کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھر کے آہ سرد
تو کون ہے کہ ملتا ہے چہرے سے اپنے گرد
میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بحال درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

مخمس چہاردہم

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے
فکر اسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو کہا کرے
بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم میں دوستی کے ہوا ہو جو کچھ قصور
شمشیر تجھ کمر میں ہو اور ہم ترے حضور
جرم وفا پہ کرتے ہو گر سر کو تن سے دور
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سے دور ہو جو کرے یہ خدا سے ڈر
گرنے سے خون بیگناہاں کے تو در گذر
تجھ پر یہ قتل ہے جو مرا نقش کا مجر
اتنا لکھا ہیو مرے لوح مزار پر
یاں تک نہ دی حیات تو کوئی جفا کرے

کج بحث سے تو ہو نہیں سکتا میں دو بدو
انصاف کی علیحدہ ہوتی ہے گفتگو
پوچھیو میں ایک بات جو حق سے نہ گذرے تو
گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہیں ہے صحن چمن لالہ گون مجھے
آیا نظر شگفتہ نہ گلشن میں خون مجھے
اے باغبان سنے ہے ترے سر کی سون مجھے
بلبل کو خون گل میں لٹایا کر دن مجھے

نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آئے ہین معشوق خودسری | کرتے چلے گئے ہین وہ عشاق سے بری
پر تو نے اپنے عہد مین ہم ساتھ ایسی کی | عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میرے گریۂ بے اختیار کو | لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو | تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

گلشن مین کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان | صد برگ جیسے پھولے ہے ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمین کہان | فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کرے

ہو جسکو اس جہان مین راحت بھی بیش و کم | سمجھا کرے وہ یار کو ہر آن مغتنم
اُسکی جدائی کا ہے ہر اک شخص پر الم | تنہا نہ روز ہجر سے سودا پہ یہ ستم
پروانہ سان وصال مین ہر شب جلا کرے

مخمس پانزدہم

نہ کہہ عاشقون مین محبت کہان ہے | سدا ایک سی اُنکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگون سے صحبت کہان ہے | ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے
تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے مین اپنی | کہون تیرے آگے کہانی مین اپنی
سناؤن تجھے جانفشانی مین اپنی | ولے کیا کہون ناتوانی مین اپنی
مجھے بات سننے کی طاقت کہان ہے

لگے ہے تجھے کھینچکر تیغ ہر دن | نہین سہتے میرا گلا تم سکے بن
سمجھنا نہین اسقدر رنگ باطن | مین شکوہ کرون جور ظالم سے لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو | کیا طوف آکر پتنگون نے ہر سو
تجھے حشر مین منھ دکھاوے گا پھر تو | مری گور پہ لوگ رکھتے ہین گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہان ہے

کی اس شوخ نے جب سیر گلستان | کھلنے لبلبون سے نہ فریاد و افغان
بجا ہے یہ سودا نہو کیون وہ نادان | جو اسکی کمر بینے دیکھی ہے تابان
رگ گل مین ویسی نزاکت کہان ہے

مخمس شانزدہم

اس شوخ سے اس دل کے لگجانے کو کیا کہیے | ناحق کی اذیت سے دکھ پانے کو کیا کہیے
احوال مرا یان تک پہونچانے کو کیا کہیے | یون مفت مین اس جی کے پھنسانے کو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس دل سے مین کہتا تھا وہ تجکو لبھاتا ہے | کیون اس لب شیرین کی باتون پہ تو جاتا ہے
گو زہر ہوا میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے | یون دیدہ و دانستہ کوئی جیو گنواتا ہے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

نے زر جو اسے دیجے نہ زور کی ہے طاقت | نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کس طرح سے کاٹون مین کٹتی نہین یہ زحمت | کیا فکر کرون اسکا لاحول ولا قوت
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب تک نہ کری تھی | ٹکڑون سے مرے دل کے دامن کو نہ بھرتی تھی
قینچی کیطرح ہرگز یہ پرزے نہ کترتی تھی | جب تک نہ تھین یہ باتین کیا خوب گذرتی تھی
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

مت پوچھ مرے دل کا سر پہ سے مرے ٹلنا | منھ کر کے سیہ گھر سے ہر صبح نکل چلنا
جب رات کہ ہوتی ہی پھر شمع نمط گلنا | ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

تقدیر کے لکھے کو امکان نہین دھونا | تقصیر نہین دل کی قسمت کا برا ہونا

ہر چند مسلّم ہے اب جی کے تئین کھونا
لیکن مجھے آتا ہے پھر پھر کے یہی رونا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس جینے سے بہتر ہے اب مت پہ دل صبر یے
جل بجھیے کہین جا کر یا ڈوب کہین مریے
کس طور کٹین راتین کس طرح سے دن بھریے
کچھ بن نہین آتی ہے حیران ہون کیا کریے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

گلشن مین زمانے کے یون عمر کٹی ساری
ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری
آزادگی میری تو تھی سرو او پر بھاری
انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

جو مجھپہ گذرتی ہے مقدور نہین سہنا
خون جگر آنکھو سے دامان تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے منہ دیکھ کے تک رہنا
دنیا نہ جواب اسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مصرع کو یقین تیرے سودا نے سنا تھا کل
روتا ہے وہ یون جیسے برسے ہے گویا بادل
ہے رعد نمط نالان بجلی کی طرح بے کل
پڑھتا ہے یہی پھر پھر ہاتھون کے تئین مل مل
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مخمس ہفتدہم

ساقی پہونچ کہ وقت تغافل رہا نہین
اُمڈے ہے یہ بہار جسے انتہا نہین
اک قطرہ ابر تر سے زمین پر گرا نہین
کیفیت ہوا سے کہ وہ مے ہوا نہین
گویا چمن مین جز دم عیسی صبا نہین

کہتا ہے نیک و بد سے بصد شور یون سحاب
عاصی ہو وہ کہ اب نہ پیے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہے تو اے خانمان خراب
ٹک مُند گئی ہے چشم فلک ہو کے نیمخواب
کیا جانیے کہ پل مین یہ موسم ہے یا نہین

فرصت کو دم کی بوجھ غنیمت لے بیخبر
کیا جانیے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب آتش تر لے کے جام بھر
ٹک دیکھ ہے چمن کی ہوا اسر دا سقدر

پوشاک بوے گل کی کم از صد قبا نہین

مخمس سیزدہم

ہوا ہے اب کی سودا زور کیفیت سے دیوانا
مزار کھتا ہے اس عالم مین الکدم اُس سے رلجانا
لبون پہ مہر خاموشی زبان اوپر صد افسانا
جو کوئی بات پوچھے ہے تو اشک آنکھوں مین بھر لانا
کبھو گھبرا کے رو دینا کبھو ہنس دیکھے رہجانا

مخمس نوزدہم

تجھ بن ہوا ستم ہے چمن مین بہار کی
لگتی ہے آنکھ مین رگ گل نوک خار کی
آواز سالتی ہے جگر مین ہزار کی
ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

مژگان برنگ دیدۂ تصویر روز و شب
آپس مین آشنا نہین کیسا ہے یہ تعجب
حیران ہون زندگانی کا میری ہے کیا سبب
ظالم پہونچ شتاب کہ اس سے زیادہ اب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گر عاشقون کے گھر تجھے آتا ہے ننگ و عار
اپنی ہی پشت بام پہ آ کر کے ایکبار
ابرو ہلال عید کے مانند مجھکو یار
ٹک دور سے دکھا دے کہ جون طفل روزہ دار
طاقت نہین رہی ہی مجھے انتظار کی

ظالم شتاب چل کہ تغافل ہی مجھپہ جبر
اُڑتا ہے کس بہار سے مژگان مجھے کا ابر
کافر ہون مین جو تجھکو بتاؤن یہود و گبر
ایوب تو نہین ہون کہاتنگ کرون مین صبر
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گذری ہی بات حد سے سو اب وقت ہی نزدان
کوئی گھڑی ہی اور ہون دنیا مین میہمان
اُکتا کے تن سے پہونچی ہے میری لبون پہ جان
جانے تشہد اشکو ہے یہ ذکر آن آن
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

حیراں ہوں کیا کریگا ترا وعدہ و پیام
گر زندگی عزیز ہے میری تو صبح و شام
اس مخمصے کے بیچ مرا کام ہے تمام
موقوف گر یہی ہے مرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ممکن نہیں کہ دور ہو مجھسے ترا حجاب
یہ بھی مجھے قبول ہے لیکن کہاں ہے خواب
جلوے سے تیرے خواب میں گر ہوں میں کامیاب
کھویا ہے تیری شرم نے مجھ دل سے صبر و تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہر دن مرے پیام کا دیتے ہو یہ جواب
واللہ میں نہ مانوں یہ باتیں ہیں بے حجاب
ہرگز نہیں ہے تاب تجھے غیر اضطراب
کچھ بھی تجھے شعور ہے عاشق کو اور تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

حاصل نہیں کچھ اور مجھے تجھسے اس بغیر
بس کر چکا بہت میں اب اس مرحلہ کی سیر
دن کے تئیں سلام ہے یا رات شب بخیر
ملنا اگر ہے مجھسے تو مل لو وگرنہ خیر
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

تمکو تو دست ناز سے اپنے کہاں فراغ
میں عندلیب بیدل و رسوائے باغ باغ
کب ہو سکے ہے مجھسے ملاقات کا سراغ
یہ زمزمہ ہو کب تلک اب مجھسے کو دماغ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

سنتے ہو کچھ نہ کیجو تم ان باتوں پہ خیال
گر حس نہووے مجھ میں تو میں بازبان لال
ہنستا ہوں میں وگرنہ کہاں یاں تلک مجال
یہ ہی صدا کہوں کہ میسر ہو کب وصال
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہو خاک جس زمیں میں یہ سودا کی سال و ماہ
تو آکے اس طرف نہ کرے تا کہ یک نگاہ
پیدا ہو اس زمیں سے زباں جلے برگ کاہ
تا حشر اس زبان سے نکلے یہی کہ آہ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

مخمس ستم

وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئیں
وہ مہربانی اور وہ مدارات ہو گئیں

صحبت وہ رفتہ رفتہ یہ ہیہات ہو گئی جھڑکی تو بد تو ن سے مساوات ہو گئی

گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

کہنا یہ آن آن مرے گھر سے تو نکل دشنام دینی شرط محل خواہ بے محل
حرمت میں سب طرح سے غرض آ چکا خلل باقی رہے ہے مار کھانی اب آگے سو آجکل

سن لوگے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

رسوائے خلق خوار جہان اب مین ہو چکا بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا
ہرگز نہیں رہے پند و نصیحت سے فائدا اب تو مین چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا

ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا کجا رہنا ہمیشہ در پئے آزار تا کجا
نت اُٹھ کے جور و ظلم جفا کار تا کجا بس اب ستم سے درگذر اے یار تا کجا

اعمال دل مرے کی مکافات ہو گئی

وعدہ بھی تھا یہی کہ مین آؤنگا دن ڈھلے لیکن نہ بعد شام سے کے بیش از دیے جلے
اے آفتاب رہ کے ٹک آنا زمین تلے پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے ولے

دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ سلے رات ہو گئی

مسجد مین واعظوں نکلے تئین اٹک گئے ہین پر زاہد نے ٹھونکا شیخ کو پگڑی اُتار کر
قاضی نے محکمہ مین مچایا ہے شور و شر مستی سے اُس نگاہ کے لے محتسب خبر

دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

شکوہ جو ہر زگی کا ترے اے بیان کرون پیدا بجائے ہر بن مو صد زبان کرون
فریاد وضع سے ترے جا کر کہان کرون ملنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون

عالم سے مجلو ترک ملاقات ہو گئی

ملنے کی تو ہر ایک سے جھوٹی قسم نہ کھا کل ہی جو میرے ساتھ وہ بازار تک گیا
ہر ایک نے سنا کے مجھے شعر یہ پڑھا یار دو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا

نظرون مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

فریاد کرکے جس سے کرون داد مین طلب اس پردے مین طلب وہ کیسے جنکو ہو غضب
حاضر ہو دوسرا کبھی تو معلوم ہوئے تب سودا کسو کو وہ تو ستاتے نہ بے سبب

کیا جانیے کہ تجھسے ہی کیا بات ہو گئی،

مخمس بست و یکم

ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
ملنے سے خوبروئے سب اکبار رہ گئے
عشاق کر کے عشق سے انکار رہ گئے
ہونے سے دوستون مین ہم پیار رہ گئے
یارون کی پوچھنے سے خبر یار رہ گئے

یان تک بنا ہے میان محبوب شوخ و شنگ
تنہا نہ منھ جہان مین کتا نکا ہوا ہے تنگ
خوبون کے خاندان کو ڈبو دوین جیسا کہ دہ فلک
شب دیکھ کر معاملہ تجھسے مرا پتنگ
پھرنے سے گرد شمع شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کے ہے مجھے عہد سے خبر
مجھ خوش نصیب کا ہے قدم سبز اسقدر
کیا کیا تھے جور و جاؤ محبت کے یکدگر
تیری گلی مین گر کے مرے حال پر نظر
جانے سے مرغ بھی سوے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہے بیش و کم
تو نے تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار یہ ستم
معشوق کو بھی جب سے سنا کہتے ہین صنم
بت پوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

شہرت سے تیری مرغ چمن چھوڑ کر چلے
رہنے کا اسکے سایۂ دیوار کے تلے
پروانہ بولے شمع سے کیون اب کوئی جلے
آنے کا قصد اسکے مصمم ہی تھا ولے
ان خوبیون سے ہو کے خبردار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کہتے ہین تجھ گلی مین باواز دردناک
کتنے ہی تجھسے کر کے گریبان کو اپنے چاک
آئینہ سان نہ کیونکہ ملین اپنے منھ پہ خاک
رو دینے سے ہمین یہ طرحدار رہ گئے

کرنے لگا ہے سبزہ خط پری سے ساز
بڑھ بڑھ ہر ایک رو کے ہے یہ بیت جانگداز
ہے سرو قد بھی نسبت سابق سے کچھ دراز
اس گل مین اب تلک تو وہی ہے غرور و ناز
ہر چند دن بہار کے دو چار رہ گئے

غیروں کے تم نشتے سے شبت کے چھپ گئے
ہم سے نظروں کی لاف زنی پر بہک گئے
نزدیک ہے کہ چھوڑ تمھیں وہ سرک گئے
سب دیکھ خوب خط کے سیاہی شک گئے
الفت سے جو کوئی تھے گرفتار رہ گئے

مجھ سا بھلا کوئی ہے ترا اور غمگسار
عارض کے گرد دیکھ کے یہ خط مشکبار
پوچھوں ہوں تجھسے میں بھی رو رو کے بار بار
کہہ باغباں قسم ہے تجھے کیا چلی بہار
داماں گل پکڑ کے جو یہ خار رہ گئے

دورے کو آسمان کے جو ہم کرتے ہیں نگاہ
گردش وہی ستاروں کی وہی ہیں مہر و ماہ
وہ ہی چلیں زمانہ کے وہی سبھوں کی راہ
کیا کل بگڑ گئی نہیں معلوم ہم کو آہ
ملنے سے تم ہمارے جو لیا رہ گئے

دل دے کے تجکو یار میں حاضر ہوں جان تلک
خواہش ہو سیم و زر کی جواب سو کہاں تلک
پہونچی ہے کارد آکے مرے استخوان تلک
غارت کیا جنوں نے مرے مجکو یاں تلک
لی جیب کی خبر تو کئی تار رہ گئے

جانب میں اپنی کرتے ہیں جتنا کہ ہم خیال
پانے کسو ہی طرح نہیں موجب ملال
ہاں اسکی تو نہ کہئے کہ ہم بعد ماہ و سال
تیرے جو منہ لگے تو کیا عرض دل کا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو من مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھیں دیکھنے کو جی
آئے تمھاری بزم میں اپنے لبوں کو سی
چپکے سنی جو غیر سے تم بات چیت کی
رہنے کو گھر میں شب کو جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا پس دیوار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہے یہ جو کچھ کہی
اس پر بھی خوش نہیں ہو اگر خوب یوں ہی
سو آرزو تھی دل میں تو یہ بھی رہی رہی
پر غم ہے یہ تمھیں نہوئی ہم سے آگہی
ہر چند کر کے تم سے ہم اظہار رہ گئے

خوبی ہے کیا رقیب میں جو تجکو بھا گیا
دلال کون سا تجھے اُس سے ملا گیا
تو کوڑیوں کے مول اُسے ہاتھ آگیا
قیمت پہ ایک دل کے تو ظالم بکا گیا
یوسف کے ہاتھ ملتے خریدار رہ گئے

شب جنھین کی تھی بادہ خوری تم نے بیٹھکر
لیتے پھرے ہیں ہمکو وہ کیا کیا جدھر تدھر

پیارے غضب خدا کا پڑے اُنکے جھوٹھ پر
اتنا تو سچ ہے کہ کے تھین مست و بیخبر

عیارگی سے اپنے وہ ہوشیار رہ گئے

کہتے تھے ہم زمانے کو کیا جانتے ہو تم
دنیا کا نیک و بد کہاں پہچانتے ہو تم
صندل کو اپنے ماتھے سے کیوں سانتے ہو تم
لیکن ہماری بات کوئی مانتے ہو تم

اپنا سا ہم تو لکتنا ہی سر مار رہ گئے

ملنے کو تیرے غیر سے ہم سن کے رہ گئے
دیکھا جو اپنے آنکھوں تو سر دھنکے رہ گئے
آتش کے بیچ رشک سے جل بھنکے رہ گئے
دیوانے ہو کے تنکوں تلک چنکے رہ گئے

کیا کیا ستم نہ سہلے ہم اے یار رہ گئے

ہے راستی تو یہ کہ وہ ہیں لائق جفا
بے غیرتی کو اپنی سمجھتے ہیں جو وفا
تیری گلی سے جب چلے ہم تجھسے ہو خفا
تھا کون سا قدم کہ نہ تھا اروسوے تھا

اس میں چبھا کہیں جو تنک خار رہ گئے

ہر چند دورۂ فلکی بھی ہے جو فشان
پر چشم سا جو دیکھے تری اُسکو سو کہاں
گردش سے تجھ نگہ کے ہیں جو جو فشانیاں
دیکھ اُنکو رکھ رُخ کے تلے دست کہکشان

حیران ہو آسمان جفا کار رہ گئے

خاطر سے جنکے مجھ پہ شب و روز ہے ستم
مہر اُن کی سہ رُخان کو ہے افزود مبدم
تم خوش رہو اب اور کوئی دیکھ لیں گے ہم
آفت نہ تم سے پہونچیگی کیا ہمکو پھر بہم

گردش سے کب یہ چرخ ستمگار رہ گئے

یاں موجب عمل نہ مکافات چاہئے
یاں قتل ذی حیات کو اک بات چاہیے
یاں اک غریب ذبح کو دن رات چاہئے
یاں ان حرامیوں کی مدارات چاہیے

یاروں سے دور جنکی سبب یار رہ گئے

نت اُٹھ کے دکھ یہ کس سے کئے کس طرح سے یار
سمجھائے دل کو جائینگے جس کس طرح سے یار
ووں جاوینگے بچاتے تھے ہم جس طرح سے یار
جاوینگے اب کی یاں سے سو ہم اس طرح سے یار

سن لوگے تم کہ ہو کہیں مردار رہ گئے

لے خوش رہ اپنے یاروں سے اب ہم تو ہم چلے
دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دل پہ دست صبر بازو وغم بیچلے
پیارے ہزار حیف ترے گھر سے ہم چلے

جا نکلے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

سودا کی تم نہ پوچھو یہ لن ترانیاں
اس گفتگو کے کرنے سے گھستی نہیں زبان
جو کچھ کوئی کہے وہ سنا کیجے مہربان
تجھ کو کے عاقلوں کی چھٹ اس کی جگہ کہاں
ور سے اتحاد یا پس دیوار رہ گئے

مخمس بست و دوم

ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ
کیا کہوں میں کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ
وہ تو وہ زیرِ فلک ہو نہ چکا کیا کیا کچھ
ہمسے اب آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آ کے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہوں تجھسے میں نقصان کی اپنے باتیں
پانی پہونچا نہ سکے جا کے انھوں تک آنکھیں
راہ بیچاروں نے پائی نہ کہ واں سے نکلیں
دل جگر جان یہ ہمسمت ہوے سینہ میں
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کیا کچھ

کیا کہوں میں کہ ترے عشق میں کیا مجھپہ ہوا
جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفا صفا
زندگی کے غرض اسباب سے اب کچھ نہ رہا
دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہمسے گیا کیا کیا کچھ

ناصحا تو نے تو چاہا بہت اے بدگفتار
نہ رہی عشق کی مجھ پاس متاعِ بازار
شکر صد شکر بدرگاہِ خدا بلکہ ہزار
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ یار
مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو ئیں مرا کیونکہ نہو جانا شاق
کوئی جگ میں نہ رہا جیسے رفیق عشاق
چھوڑ گئیں قافلہ سالار رہو یہ گشتہ رداق
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ گیا کیا کیا کچھ

اس ارادے سے دلا سیر نہ کر گلشن جہاں
کس سبب یاں سے بگڑتا ہے بنے ہی کیوں شان
حال میں مست رہ اپنے تو سدا اے نادان
تجھکو کیا بنتے بگڑتے سے زمانے کے کہاں
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

عشق آیا نہ ترا جگ مین بھی کچھ کام مرے
خاص کچھ مجکو کہین نام لین کچھ عام مرے
پھرتے ہین کہتے لقب صبح سے تا شام مرے
نام ہین خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

واہ وا تجھسے میان مجکو توقع تھی یہی
کہ تو اس مرتبہ مجھ ساتھ کرے سنگدلی
کونسی بات ہے جو تیرے لیے مین نہ سنی
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہین تو ایک مری
واسطے تیرے سنا مینے سنا کیا کیا کچھ

کل مین بیٹھا تھا پٹ کلبۂ احزان مین دق
جی مین آیا کہ لکھون خط کہ ہے رسم سابق
آخر الامر مین کاغذ لے بطور عاشق
قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق ما
مضطرب ہوکے اُسے مینے لکھا کیا کیا کچھ

میرے نامے کی سنی تمنے عزیز و تحریر
کرو انصاف تم اب جلنے ہو برنا و پیر
ایک لفظ اسمین ہے بیجا تو ہے میری تقصیر
پر کہون کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

جو بت ہوش ربا دیکھا ہے تجھ مین مینے
مظہر نور خدا دیکھا ہے تجھ مین مینے
دیکھا جو کچھ سو بلا دیکھا ہے تجھ مین مینے
کیا کہون تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ مین مینے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آئے تھے ویسے ہی چلے دنیا سے
لائق اس جا مین کسی جی پہ کے گویا کہ نہ تھے
دورِ افلاک نے یان نشو و نما دی نہ کسے
ایک محروم سے چلے میر ہمین دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمس بست و سوم

مے کشو بجتو ہو کیون مجھ دل افگار کے ساتھ
کچھ مجھے کام نہین بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھون ذوق ملاقات مین خمار کے ساتھ
جی مین چہلین تھین مرے سو تو گئین یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

کیا کیا وعدے کیے تھے تمنے کہو ہمسے وان
کہ شگفتہ ہے چمن جلوہ گر ابر ہے وان

سو توان چیزدن مین اک چیز نہ دیکھی مین یہان
یار و کہتے تھے جو تم لالہ و گل ہین سو کہان
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا مین اسا کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سے امید
کہ ہمین دام مین لا کر دیوین ظلم شدید
فصل گل حیف ہے باقی ہی ہمین بس دیدیا
ہائے صیاد یہ انصاف سے تیرے تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبون کے لگین زمزمہ عالم کو بھلے
قمری کو سرو چمن لیتے ہین سایہ کے تلے
اور شبنم کے تئین گل بھی لگاتے ہین گلے
آک ہمین خار تھے آنکھون مین سبھون کے سو چلے
بلبلو خوش رہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

یار و چاہو تو مجھے قید کی جا دیدکر دو
رو برو میرے مرا لا کے وہ خورشید کر دو
دام تزویر مین مت میرے تئین صید کر دو
مین دیوانا ہون سدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکلتا ہے مرا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

شوخ نے پردے سے جسوقت کہ مکھڑا کھولا
پہلے میزان محبت مین سبھون کو تولا
آخر عاشق کو لے اس رنگ مین اپنے گھولا
جب ملا یار سے تب آپ انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کیساتھ

سن لے آخر کہ یہ ہے عشق نپٹ دام بلا
اسکے پھندے مین جو کوئی دل کی محبت سے پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا
عشق کے درد کا اب بوجھ اٹھائے سودا
کیا ہے نسبت خر عیسیٰ کو ترے بار کے ساتھ

مخمّس بست و چہارم

عیب گو کی جو ہوئی اندنون مجھسے در خورد
دل مین پیچ از ان حال غم و غصہ نخورد
سن لے اک بات مری گو کہ مین تیرا ہون خرد
ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

کیا ہوا مجھ سا اگر ایک ہے جگ مین معیوب
نہ مین طالب ہون کسی کا نہ کسی کا مطلوب
یا مجھے بد کوئی سمجھا کرے یا جانے خوب
کرونگا وہی جو کچھ طبع کو ہوگا مرغوب

پستم از خانۂ رندان کم اگر کس بد برد

معصیت ہی مین گذرتی ہے جو میری اوقات
یارو انصاف کرو کچھ بھی ہے معقول یہ بات
لیکن اس سے نہین تقوے پہ کسیکی اوقات
ورد اپنے کے عوض شیخ نے کل ساری رات

سبحہ در دست گرفت و گنہ من بشمرد

اس عداوت کا مین یارو نہین پاتا ہون بھید
صبح تک جھانکے تھا بیٹھا خرف ریش سفید
کرکے دیوار مین اپنی وہ سر شام سے چھید
کرکے کینے سے فراغت مجھے دے آکے نوید

چشم ما را بتماشاے تو شب خواب نبرد

جی مین آتا ہے کہون جاکے مین اس احمق سے
کون جانے پر اب ایسے خر مطلق سے
تیرے دیوار کی محراب ہی کیا کم شق ہے
لیکن اتنا تو کہونگا کہ گذر مت حق سے

جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

واقعہ مین ہوا زاہد کو جو مکشوف یہ حال
کہا اک شخص نے شب ایسے کیے ہین اعمال
گیا عابد کنے وہ پیٹ کو پکڑے فی الحال
جو ہین ابتر گئی میری نگہ چشم خیال

دل پر خون مرا پنجۂ مژگان افشرد

کیا کہون انکی غرض کشف و کرامات کی بات
پہونچنا عرش تلک انکو ہے اک بات کی بات
نہ چھپی انسے نہ خصوصا مری اوقات کی بات
ملکی وہم مین ہے انکی یہ بس رات کی بات

کہ ازین سر و یکے را بسوے عرش نبرد

جلوہ گر رات جو ان دونون نے دیکھا مہتاب
مانگا قاضی سے جو اعلام دیا اسنے جواب
کرکے یہ قصد کہ پی ہوگی فلانے نے شراب
زاہد خشک ہوا غم کے انگارون پہ کباب

عابد پاک بجز خون جگر ہیچ نخورد

شیخ جاگا ہی کرے جرم مری گننے کو
عابد پاک بجز غم کے نہ کچھ کھاوے کبھو
زاہد خشک کے ٹپکا کرے آنکھون سے لہو
بہتر آنست ازین کار بگردانم رو

ورنہ زین غصۂ بیہودہ یکے خواہد مرد

سودا اس قوم سے کہ بھاگین اب اس پیشہ سے
دل کو اپنے نہ رکھین دور اس اندیشہ سے
اگرچہ مین فرہاد صفت سر پہ مرے تیشہ سے
مین بھی ہر ایک کے واقف ہون رگ و ریشہ سے

خاطر ہجو من یار نباید آزرد

مخمس بست و پنجم

کرے جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا
یہ میرے غم کی کہ شہرت کرو ہوا سو ہوا
جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
جو گذری تجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روزِ ازل سے تھی میری یہ تقدیر
کرے جو ذبح تو مجھکو پچھاڑ جون نخچیر
کہ دامِ عشق مین اپنے کرے مجھے تو اسیر
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

وہ کون دن تھا کہ ہم بھی ہوئے تھے یار ترے
اگر کہے تو یہ آکر ترے قدم پہ گرے
کسیطرح سے ترا دل بھی اس جفا سے پھرے
خدا کے واسطے آ درگذر گنہ سے مرے
نہو گا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا

کیے ہین جن نے دوانے کئی ملک یارو
ہوا ہے میر بھی قاتل وہ یک بیک یارو
دکھا کے چہرے کی اپنے ٹک اک جھلک یارو
پہونچ چکا ہے سرِ زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

دیا ہے آپ سے تمنے جو دل کو اپنے کبھو
عبث ہے یہ کہ جو باتین کرو ہو تم رو رو
تو چاہیے کہ رہو ہاتھ اُس سیتی تم دھو
یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے گلرو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دلون کے قتل کے تیئن الامان ہے سودا
کیا جب اُن نے قلندر رندان ہے سودا
جنون کی فوج کا یارو نشان ہے سودا
دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو کچھ کہ ہو ہوا سو ہوا

تضمین

باغ دلّی مین جو اک روز ہوا میرا گذار
نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار

نخل بے بار پڑے سوکھی پڑی ہیں روشین ۔۔۔ خاک اڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہیں خس و خار
مسکراتا تھا جہاں غنچۂ و گل ہنستا تھا ۔۔۔ اشک شبنم کے بھی قطرہ کا نہیں واں آثار
جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد ۔۔۔ مشت پر قمری کے اس جا نظر آئے اک بار
دیکھتا کیا ہوں مگر سوکھی سی اک شاخ اوپر ۔۔۔ عندلیب ایک ہے بے بال و پر و دل افگار
بدم سرو و بصد حسرت و صد سوز جگر ۔۔۔ دیکھکر سوئے چمن کہتی ہے با نالۂ زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
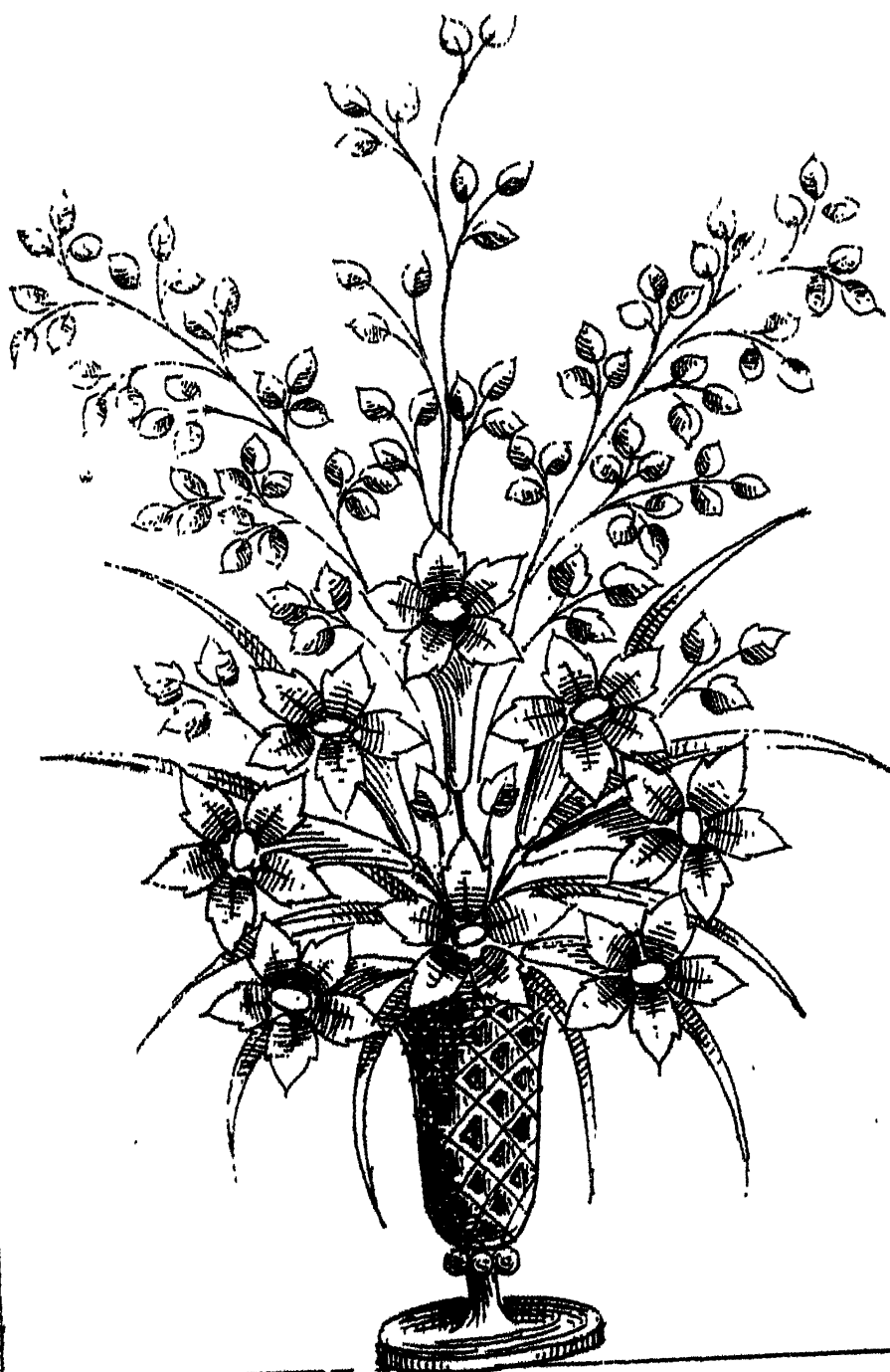
رباعیات

ایوان عدالت میں تمھارے اے شاہ
کیا فضل ہو ست [illegible] دل [illegible]
شیشے کا جو واں طاق تو پتھر پاؤں
[illegible] حق ست [illegible] سبحان اللہ

مومن نہیں زنار ست میں آگاہ
اس ستے کو سے سمجھ اسلام میں راہ
اُس بت کا برہمن ہوں کہ ہم صوفی و شیخ
سنتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

مجکو ہر چند نہیں شیعہ و سنی سے کام
پر یہ سمجھا ہوں کہ اِس دور میں تھے بارہ امام
اُن سوا ہو جو کوئی ہے وہ امام تسبیح
اُس تلک جب سے موقوف ہو اللہ کا نام

تا دیدنی از بسکہ ہے روئے عالم
ہے کفر ملاقات جو کیجے باہم
کرتا ہوں کہیں جانیکا جسوقت کہ عزم
ور د آن کے سودا مرے پکڑے ہے قدم

ہر سو تری تحقیق میں تھے ہم سرگرم
تھا گاہ یقین کعبے پہ گہ دیر پہ بھرم
پایا غرض آپہی میں تجھے پر اونکو
سجدہ جو کیجیے تو نہیں رہتی شرم

تجھ پاس گدا کب آکے ایسا بولا
جسکو نہ جواہر میں تو لیسکے تولا
یاں تک تو ترے ہاتھ نے بخشے یاقوت
جب طشت سے نے وقت فصد دامن کھولا

گر یار کے سامنے میں رو دیا تو کیا
مژگاں میں جو لخت دل پرو دیا تو کیا
یہ دانۂ اشک سبز ہونا معلوم
اس شور زمین میں تخم بو یا تو کیا

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا
یہ طوف بھلا ہے کا ہے تانا بانا
پہنچا ینگا واں کیا اوسے حیران ہوں میں
جسکو حرم دل میں نہ تیں پہچانا

جب سے چمن حسن میں تو در آیا
عصمت نے تری خلق میں شہرہ پایا

مخفی مین رکھا داغ کو اور لالہ نے
چھاتی کو کرو مہ کے تئین دکھلایا

اُس چشم و مژہ سے دل دیا تھا اٹکا
اب لا سر زلف سے رکھا ہے لٹکا
یہ خانہ خراب عشق جس نے یارو
پہونچا کے فلک پہ پھر زمین سے پٹکا

تیشہ سے جو کوہکن نے سر کو پٹکا
شیرین کا یہ سنکے جان تن سے بھٹکا
دے درد کی داد کیا ہمارے کوئی
ناخن کا جگر یہ کب سمجھے ہے کھٹکا

اُس آتشی خو سے دل یہ کیونکر اٹکا
جس مین کہ رہا نہ زندگی کا کھٹکا
طاقت نہین نالہ کی اب اُسکو تیرا
کچھ ذکر ہوا تو کوئلا سا چٹکا

مین دیر و حرم ڈھونڈھ کے یارو ہارا
دونون مین نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا جسدم جون شمع
اپنا تن و جان اپنے قدم پر وارا

ہے زیر فلک جتنی کہ یہ موجودات
ہر ایک کی اک طرح کٹے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ ہمنے تحقیق،
شیخی و کرامت ہے بن آئے کی بات

باریک و طویل اتنا ہوا کسکے پوت
جز باپ کے تیرے کہ وہ ہے ٹرکا بھوت
یون قابلہ نے تجکو نکالا وان سے
جون بھان متی ناک سے نکلے ہے سوت

ہر چند بچانے کی کرو چوٹ سے اوٹ
لگ جاتی ہے چوٹ پر مقرر یہی چوٹ
عاشق تو کبھی آپ ہوا ہے مائل
جاوے کیونکر بھلا نصیبون کی کھوٹ

سودا کو مین پایا مے وحدت مین مست
اُس سے نہ کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
ناقوس و اذان سنکے یہ بولے آزاد
اے برہمن و شیخ صدا را عشق ہست

کیا زلف مین اُس شوخ کے تھی رات کی صبح
جب زلف کو مین ہاتھ لگایا اودھر
جون شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

گر مہ سے بلندی مین ہوا تو وہ چند
جتنے کہ بلند ہین کی ہین نظرون مین پست
پستون کی طرف دیکھ کے مت ہو خرسند
پستون کی بھی نظرون مین ہین اتنے ہی بلند

یارب ہو مدام تجھکو حق کی تائید
ہر روز رہے تجھکو سرورِ نوروز
اور ہووے سدا دولت و اقبال مزید
آیا کرے تا گھر مین شرف کے خورشید

جس ذات کو آفاق مین کہتے ہین احد
گر ہندسہ دان ہے تو سمجھ لے تعداد
وہ اور امام ایک ہین نزدِ خرد
گنتے ہین احد کے بحسابِ ابجد

ہے فوج سے غمزہ کے نہایت بیداد
یہ حال رہے ہے دل کا جیسے دہقان
نت اُٹھ ہے مرا خرمنِ طاقت برباد
لٹتے ہوئے کھیت کی کرے ہے فریاد

اے دوست تجھے دل مین تو پاتا ہون سدا
سمجھ کُنہ کو لیکن نہ کبھو پہونچا فہم
آنکھون مین تری ذات کو دیکھون ہون نہ
اے این ہمہ نزدیک تو کتنا ہے دور

افسوس کریمون مین نہین یہ دستور
جھکتا ہے اگر شاخِ ثمردار کا ہاتھ
مفلس پہ کرم کرکے نہو دین مغرور
پھل دے کے دہین آپ کو کھینچے ہی دور

کتنون کا جہان مین زر و مال ہے شکر
یون شکر تو سب کرتے ہین لیکن سودا
کتنون کا ہی با دولت و اقبال ہے شکر
شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

کیا جانے بسا ہے آج کسکے جا کر
آتی نہین نیند تجھکو تنہا پاکر

جی مین ہے نہ اٹھیے تا بہ صبح محشر
اس رات کو سوئیے کچھ ایسا کھا کر

کل آ کے جنھون نے بے وفا سے پا کر
مین ترک کیا تھا عشق قسمین کھا کر
سن آج کی بات کیا کہین گے مجکو
کس منھ سے دکھاؤنگا سخن انکو جا کر

اے صورت انسان بحقیقت مین خر
دے سفلہ تو فکر طلب پوچ و لچر
زر سے ہے کہ وسمہ کے خریطے کی قدر
ہے پوچ خریطہ جو نکل جاوے زر

اے داب قوانین جہان کے دستور
ہم چشم کی حرمت تجھے سب کی منظور
الطاف و کرم کا ہے جہان مین جو کام
ایزد نے کیا اُسپہ تجھی کو مامور

دنیا ہمین کہتی ہے کہ دل مجھسے موڑ
مجھ فاحشہ پر تو نہ یہ جی جامہ توڑ
داڑھی کی سیاہی پہ سفیدی دوڑی
اب رات نہین صبح ہوئی ہے بس چھوڑ

اے نفس دنی حرف کو میرے کر گوش
دنیا کی طلب مین جو ترا ہو ہمدوش
اس بیضہ پہ عزا نہ اسے دیکھ کے سگ
تیرا ہی تو ہم جنس ہے وہ بھی خاموش

سودا دہن یار کے ہوتے رکھ ہوش
تعریف نہ کر غنچہ گل کی خاموش
وہ پہ دہن اتنا ہے دیوانے جسکا
ہنسنے مین دہن پھیل کے ہوجاے ہے گوش

ہر چند کیا ہے مین نے جہان مین تحقیق
ہوتی نہین ہم سے ایک و دو کی تفریق
اے دل نہ شناوری مین ہو اسکے غرق
بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

سودا سپے دنیا تو ہر سو کب تک
آ...
حاصل یہی اس سے نا کہ تا دنیا...

اے خلق کے قبلۂ امید و آمال
تا پہنیں خلعت بہاری اشجار

شاد آج ترے دوست ہیں دشمن پامال
ہو خلعت نو تجھکو مبارک ہر سال

ہے حرص و ہوا تن کی ترے سر مو میں
داتا تو زبردست ہے منگتا کم زور

عالم نے قناعت کی مپائیں دھونیا
قانع جو نہوئیں تو بھلا کینا پد میں

دیکھیں نہ تو روتی ہیں یہ آنکھیں دن میں
ناحق کا انھوں نے یہ بسایا کیا پاپ

اور جلتی ہیں ساتھ اور دنکے دکھے اُسکے سین
دیکھے نہ انھیں ہیں نہ بن دیکھے چین

سودا کی ہے یہ عرض یقین اسکو جان
جان بخشی کو افغان کی زرا منت

کیا تاب جو مقدم پہ ترے آئے این
آتش یہ ہوئی تیر نے غضب کے قربان

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا لطف نمی گوید بخت

وے خون دل خراب در دیدۂ من
بیدار توئی و خواب در دیدۂ من

اے منبع فیض و ملجا ے خاص و عوام
تو دام رہے دل سے تیرے شادی ہر دم

جاری رہے ہند میں ترا ہی احکام
تجھ کو بجہان ہو جشن نوروز مدام

شاہا تری طرف ہے نگاہ عالم
قائم رہے تا حشر ترا جاہ و جلال

از بس تری ذات ہے پناہ عالم
روشن جون آفتاب شاہ عالم

والا کا اگر عبد ہو کیسا ہی ندیم
ملتزم لیکن

یون چاہیے افزون رکھے اس سے بیم
سہے عفو بہ از قصاص از بہر کریم

ارے اسے کچھ اپنی نہیں ہوتی ہے کم

اتنا سے بڑا ہمکو کیا خالق نے
خلقت کی نظر مین نہین آسکتے ہم

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم
اور اُسکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ وفات اُسکی کہی از روے درد
سودا نے کہا ہے جان جانان مظلوم

کیونکر کہون تجھسے یہ کہ مجھسے مل تو
مین شیشہ ہوا جہان مین ظالم سل تو
جانے گا تب ہی تو اس محبت کی قدر
تیرا دل مین ہون اور میرا دل تو

دکھ تفرقہ کا یارون کے کچھ مت پوچھ
جب شکل ملاقات کی باہم یون ہو
دیکھین ہین لب زخم کہین سیتے وقت
آپس مین جو ملتے ہین تو لو ہو رو رو

آ تو کہے آ خون بلاؤ مجھکو
ہر عشوہ پہ اپنے نہ رجھاؤ مجھکو
موقوف کرو ناز کو سب کے بدلے
بھر پیٹ ملیدا ہی کھلاؤ مجھکو

سودا شعرا مین ہے بڑائی تجھکو
تشریف سخن عرش سے آئی تجھکو
عالم نے تجھے اس فن مین پیمبر سمجھا
پوچھا جہلا نے بخدائی تجھکو

خلعت یہ ہوئے تجکو جہان کے دلخواہ
کیا قد پہ سجا ہے تیرے اللہ اللہ
قائم یہ نیابت رہے تجکو اسطرح
جون نائب خورشید فلک پر ہے ماہ

سایا ترا اے نخل امید کہ وہ سر
اس ملک کے دائم رہے ہر قریہ و دہ
بڑھتا ہے نے نیزہ گرہ سے جسطرح
دے طول تری عمر کو یون سالگرہ

ہر چند کہ مخلوق ہین حق مین کہ وہ سر
پر تجکو کیا ہے حق نے ان سب سے بہ
از بسکہ عزیز نقد جان ہے تیرا
دیتا ہے خدا اس لیے ہر سال گرہ

ناطق تو نہ تھا جب تو سے تھا سب کچھ
با نطق کی دولت سے تجھے ہے سب کچھ
خاموشی مین سنتے تھا ہی کچھ اور نہ ہو گا
گفتار کے عالم مین بنے سودا سب کچھ

جہان کے بحر مین اے دل لباس اتنا چاہ
کہ جون حباب وہی پیرہن وہی ہو کلاہ
تو کس تلاش مین سر مارتا پھرے ہے دلا
برنگ رشتہ سوزن ہے ہر قدم کوتاہ

دکھ دل کا کوئی جو تجھسے کہہ کہہ روے
اوقات و دسیرے بھی نا حق کھووے
بیدرد ہے تو درد مین مجھسے جو فرق
باہم جو معاوضہ دلون کا ہووے

چاہی تھی بتون کی آشنائی ہمنے
پر عقل کی مانی رہنمائی ہمنے
اس دل کے کنارسے ہمارے یارو
کچھ آگ لگی تھی سو بجھائی ہمنے

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے
آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے
گو نطق کا ہر چند نہین تو خالق
پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

خاوند وہ ایسا ہے کہ عالم کو دے
دارا کو نہ تنہا نہ فقط جم کو دے
پہونچا کے بہم دیکھ تو کیا کیا نعمت
کھاوے نہ اسے آپ او رہم کو دے

جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے
اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جلے تو کیا کرتا
اے خانہ خراب اسپہ یہ اندیشہ ہے

آنکھون سے پڑا اشک مرے ڈھلتا ہے
سر کب سے ترے پانون تلے رلتا ہے
اے غنچہ دہن پیار سے ٹک ہنسکے بول
کیا دل ہے مرا تو کہ نہین کھلتا ہے

کوتاہ نہ عمر مے پرستی کیجے
زلفون سے ترے دراز دستی کیجے
ساقی جو نہو شراب ہے آج وہ ابر
پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے

آنکھین کہین بھوون سے کہ حصہ کیجے
آتی ہے مجھے شرم میان یہ دل ہے
ہر ایک پلک چاہے کہ آپ ہی لیجے
جو اسکی ہو قسمت سو اُسے کر دیجے

آیا ہون تنگ دور رہتے رہتے
روتا ہون کہ سیل اشک جاری ہووے
لوگون سے تھکا پیام کہتے کہتے
پہونچون مین گلی مین اسکی بہتے بہتے

افسوس کہون مین کس سے اپنے گھٹکی
اس آنکھ نے چین جی سے کھویا سودا
قالب سے پھرے ہے روح بھٹکی بھٹکی
یہ خانہ خراب جس سے اٹکی اٹکی

سرمایۂ عیش کامرانی تو ہے
گر تو ہی نہ آوے تو یہ جینا کس کام
آرام دل و مونس جانی تو ہے
میری تو مراد زندگانی تو ہے

ہر نون کو لے آخون شکاری میرے
دیکھے تو جسے موت کے چنگل کے پیچ
ہر دشت مین پھرتے ہین قرادل گھیرے
گرد اُسکے کرین آن کے سو سو پھیرے

مرتے خون ناحق کی دے کر گواہی
کہا مین کہ لازم ہے کیا قتل میرا
شہادت کو میری ہے بس نگاہی
لگا کہنے ہنسکر کہ خواہی نخواہی

افسوس ہماری عمر روتے گذری
دیکھا نہ کبھی خواب مین اپنا یوسف
نت دل سے غبار غم ہی دھوتے گذری
ہر چند تمام عمر سوتے گذری

اس ریختے کو فارسی مین گو کیجے
مضمون کثافت سے برودت کے ساتھ
یا فارسی سے ریختہ اُسکو کیجے
خرقہ تو نہین ہے جسے سنگ شو کیجے

گر ہجو پہ سودا کے اُسے رغبت ہے
ہونے دو کہ گیدی کے تئین رجبت ہے

موزون نہ کرے شعر کو اپنے احمق	کرتا پھرے ہجو لوگون کی ندرت ہی
گر ہجو مری کہنے سے اس پر ہو نگاہ سودہم تمھارا ہے مین اور آپ کی ہجو	تا یہ بھی کہے جانتے مجھے خلق اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
پیٹ اپنا ہر اک طرح سے ساجد پالے مینڈک چھوڑے نہ چھپکلی نے ساہا	کوا وہ چیل وہ گلہری کھالے اسکے پھرے ہین ڈھونڈھتے لڑکے بالے

رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے	ہو کر گم راہ اے عقل تباہ بے شبہہ وشک سبحان اللہ
طاقت نہین لڑنے کی بہت ہجر سے تیرے کوئی دم کی رمق ہے اب تن مین جو میرے بھولے ہی نہین یان کبھو پھرتا ہے اے یار کیا مجھسے ترا جرم ہوا سانجھ سویرے	گو دل مین یہ غم ہی سو چشم مین نم ہی اور جائے ہی سب جا جو اتنا ستم ہے
ہر چند جہان مین گم ہین وا فرہم ہین منزل بھی یہین ہین اور مسافر ہم ہین کعبے مین شیخ بتکدہ مین ہندو کس بوقلمون صنم کے کافر ہم ہین	کر دیکھو نگاہ ہر شام و پگاہ بیرنگ و بہ رنگ اللہ اللہ

لولی سے مین دنیا کی کہا یون جا کر
اب ایک کی ہو رہ نہ پھر اگھر گھر
بولی کہ جو کوئی مرد ہے سو تو مجکو
باندھی ہے جنھون نے مرے رکھنے پہ کمر

سُن اے بے پرد
تین صورت نزد
رکھتا ہی نہین
سو ہین نامرد

خاتمة الطبع - الحمد للہ والمنة کہ اس زمانہ میمنت اقتران مین کلیات سودا جلد اول باہتمام کیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء بار پنجم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا
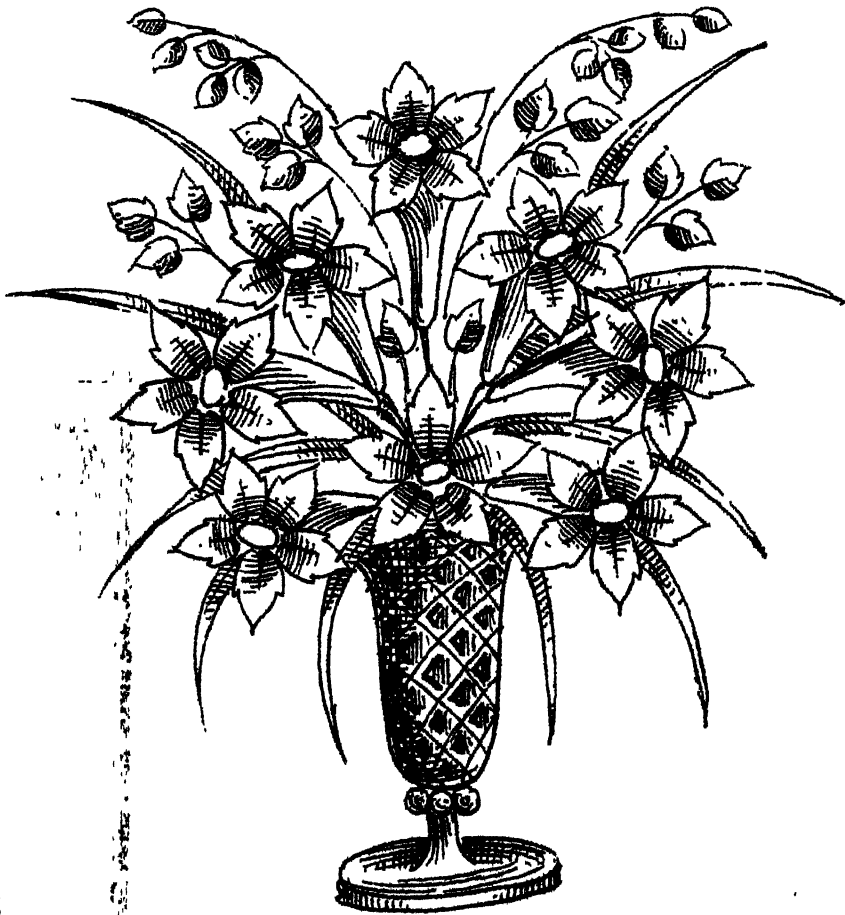
تاریخ ادب اُردو

یہ کتاب اُردو ادب کے واسطے ایک گرانبہا اضافہ ہے جسمین زبان اُردو کی ابتدا اور اس کی تمام مدارج ارتقا اور تدریجی ترقیون کو اس حُسن و خوبی کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ آج تک کسی کتاب مین اس شرح وبسط اور تفصیلی حالات کے ساتھ یہ مضامین نظر نہین آئے نہ صرف اُردو ہی کا بیان ہے بلکہ جہان جہان سلسلۂ تشریح مین دوسری زبانون کا ذکر آگیا ہے اُس پر بھی نظر غائر ڈالکر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اُردو کی نظم کی کی ابتدائی حالت اور دور اول سے لیکر اس وقت تک کے تمام مشہور مشہور اساتذہ کا نہایت بسیط تذکرہ اور اُن کی شاعری پر بے لاگ رائین اور کامل تنقید کی گئی ہے وہ باتین جو دوسرے تذکرون مین غلطی سے درج ہین۔ یا بہت سے بے بنیاد واقعے جو ... گئے ہین اُن کو خصوصیت سے صحیح کر کے بیان کیا گیا ہے بہت سے جدید واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے دنیا اب تک بیخبر تھی دوسرے حصّہ مین ہندوستان کے بہترین نثارون ناول نویسون اور ڈرامہ نگارون کے تفصیلی تذکرے حالات اور اِن کی تصانیف کا ذکر اور ان پر تنقیدین کی گئی ہین۔ سیکڑون ادبی کتابون سے اِس مین مدد لی گئی ہے اور گویا اِس صورت سے دریا کو کوزہ مین بند کر دیا ہے۔ کتاب کے آخر مین نہایت مفصل انڈکس اور اوّل مین فہرست مضامین شامل ہے۔ بہت سے مشہور مشہور مصنّفون کی نایاب تصویرین بھی موقع بموقع دی گئی ہین جن سے کتاب بے مثل اور ایک نایاب مجموعہ ہو گئی ہے۔ اصل کتاب انگریزی مین تھی جس کا ترجمہ فاضل ادیب مرزا محمد عسکری صاحب بی۔ اے۔ لکھنوی نے بہت سی مفید باتون کا اضافہ کر کے کیا ہے قیمت مجلد لعہ